100
(نوبل انعام یافتہ ناول)
تنہائی کے سو سال
گیبریل گارشیا مارکیز
ترجمہ: ڈاکٹر نعیم کلاسرا

تنہائی کے سو سال

گیبریل گارشیا مارکیز

ترجمہ : ڈاکٹر نعیم کلاسرا

نام کتاب : تنہائی کے سو سال

مصنف : گیبریل گارشیا مارکیز

ترجمہ : ڈاکٹر نعیم کلاسرا

پبلشرز : فکشن ہاؤس

بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ، لاہور

فون: 37249218-37237430

اہتمام : ظہور احمد خاں

کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور

پرنٹرز : سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور

سرورق : ریاض ظہور

اشاعت : 2011ء

قیمت : -/400 روپے

ہیڈ آفس: بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ لاہور، پاکستان

سب آفس حیدر آباد: 52,53 رابعہ اسکوائر حیدر چوک گاڑی کھاتہ حیدر آباد

فون: 022-2780608

جیصل کلاسرا کے نام

اپݨے بک ء چ کالا پاݨی پیندیاں دی
چپ نئیں چنگی مویاں وانگوں جیندیاں دی
کہیں پاسوں اینویں ہیل ہواء دی آوے پئی
وستی شالا وستی نال آلاوے پئی

بوئندا خاندان کا شجرہ
جوزے ارکیدو بوئندا
(بیوی) ارسلا اگواران
امرانتا
جوزے ارکیدو
(بیوی) ربیکا
کرنل ارلیانو بوئندا
(بیوی) رےمیڈیس مسکاٹ
سترہ بیٹے
(ناول میں پانچ بیٹوں کا ذکر ہے)
(ارلیانو ترستی - ارلیانو سنٹینو - ارلیانو امیاڈر
ارلیانو آرکیا - ارلیانو سیرااڈار)
ارلیانو جوزے
(پیلار ترنیرا کے بطن سے)
ارکیدو
(پیلار ترنیرا کے بطن سے)
(بیوی) سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ
جوزے ارکیدو سگندو
ارلیانو سگندو
شہزادی رےمیڈیس
(بیوی) فرینڈا ڈل کارپیو
امرانتا ارسلا
(باپ) ارلیانو
ارلیانو
جوزے ارکیدو
ریناتا رےمیڈیس (میمی)
(باپ) مارکو بابیلونیا
ارلیانو

زوال آمادہ تنہائی اور گارشیا مارکیز

(1)

دنیا میں ان سوداگر یلغاروں کے (جو بعد میں دور دور تک پھیلا ہوا نو آبادیاتی نظام تشکیل دینے میں کامیاب ہوئیں)، سیاسی اثرات سمیت اور نٹیل مقامی ثقافتوں پر ان کے لٹریری اثرات بہت گہرے ہیں، خاص کر ناول کی مستند مغربی روایات (فرانسیسی، انگریزی، روسی، امریکی وغیرہ) مقامی ادبی تحریکوں میں صحت مند پیش رفت کا باعث بنی ہیں۔ اس سے پہلے اور نٹیل مقامی ثقافتیں قصہ کہانی کی منہ زبانی روایت (Oral Tradition) اور عالی مرتبت شاعری کے ملبے تلے دبی ہوئی تھیں۔

صنعتی انقلاب اور سرمایہ داری کی اپنی کوکھ سے پیدا ہونے والے کمیونسٹ انقلاب پوری دنیا میں ترقی پسند ادبی تحریکیں چلانے میں تو کامیاب ہوئے لیکن بندے کی اس بے گانگی کو ختم کرنے میں ناکام رہے۔۔۔۔ جس کا اشارہ مارکس نے کیا تھا۔ بہرحال بائیں بازو کے انسان دوست میلان کے بارے میں خدشات ایک حد سے آگے کم نہ ہو سکے کہ ادب میں وابستگی سے کیا مراد ہے؟

جنگ، محبت، تشدد، زوال، عروج، ڈرگ وغیرہ جیسے موضوعات انسانی یادداشتوں کے بہت دور تک ساتھ چلتے ہیں۔۔۔۔ مفادات کی وابستہ مصیبتوں کی وجہ سے وہ مزاحمتی روایت جو کولونیل ازم کے خلاف سوشلسٹ سائے میں پلی بڑھی____ بعد از کالونیل دور میں آپس کی خانہ جنگیوں اور تشدد کی لہر میں بہہ جاتی ہے اور ان قوم پرست رجحانات کی گنجائش میں مخلوط کلچر اور کمیونٹی ازم کی تازہ برکتیں اس وقت تک پوری طرح فیض یاب نہیں ہو سکتیں، جب تک حقیقت نگاری کا دور (حقیقت کے نام پر) انہی بنیادی پرستی کے حق میں بہت سی دلیلیں لے کر صف آرا نہیں ہو جاتا کہ یوں لکھنا ٹھیک ہے اور یوں لکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور یہ رویہ ناول کی دنیا کو اس طرح پھیلنے نہیں دیتا جس طرح اسے پھیلنا چاہیے۔ بنگالی،

ہندی، اردو میں چند ناموں کو چھوڑ کر ناول کی جدید روایت اس پک کو نہیں پہنچتی، جسے ناول کی مقامی روایت کا نام دیا جا سکے اور جسے ناول کی مغربی روایت کی (Litrary Relativity) میں رکھا جا سکے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ شاعری اور موسیقی کا غلبہ بتاتے ہیں۔ دوسری زبانوں کے ناول ترجمہ کرنے سے آہستہ آہستہ اس جھجک پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ یہ وجہ نہیں کہ مقامی زبانیں ناول کے لئے موزوں نہیں---- بلکہ اصل میں وہ ابھی تک شاعری اور تصوف کے آنند سے باہر ہی نہیں نکل سکیں۔

پوسٹ کالونیل دور کی مقامی لٹریری روائتوں میں لاطینی امریکہ کی لٹریری روایت ایک طاقتور روائت کے طور پر ابھرتی ہے جسے مائیکل وڈ "ادبی فراوانی" کا دور کہتا ہے۔ یہ روایت جہاں بالزاک، جیمز جوائس، فاکنر اور ہیمنگ وے سے متاثر نظر آتی ہے، وہاں اس اکتساب سے ایک نئی روایت بھی وجود میں آئی ہے جو اس بدیسی روایت کو مقامی روائتوں سے گزارتی ہے۔ اس میں "بورخس" اور "گارشیا مارکیز" کے نام قاری کے لئے نئے نہیں---- "ڈان کہوٹے" کے بعد خاص کر گارشیا کے لئے اپنے قاری کی یہ فتح اس کے ناول "تنہائی کے سو سال" کا نتیجہ ہے---- جسے پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے یہ آپ کی اپنی بستی کی کہانی ہو۔

(2)

عہد نامہ قدیم کھولیں تو "پیدائش" کے تازہ تازہ ماحول میں (جہاں ابھی چیزوں کے نام نہیں رکھے گئے) "تنہائی کے سو سال"____ ان چھوٹی چھوٹی حیرانیوں سے شروع ہوتی ہے جو اب بھی کہیں نہ کہیں، دور کی بستیوں میں پکھی واس اپنے ساتھ لاتے ہیں..... عجیب و غریب محدب عدسے، مقناطیس، جانور..... ایسی حیرانیاں جو بچوں میں بہتر طور پر سٹڈی کرنے والی ہیں۔ اس ناول کے مرکزی کردار "کرنل ارلیانو بوئندا" کی چیزوں کو یاد کرنے کی یہ صلاحیت "دوستوفسکی" کے فائرنگ سکواڈ کا سامنا کرنے والے کردار سے مختلف ہے---- اسی طرح وباؤں کے بیانات بھی قاری کو کہیں---- عہد نامہ قدیم میں سے لے کر آگے بڑھتے ہیں، "البرٹ کامیو" تک یہ وبائیں روز کے واقعات سے ہو کر گزرتی ہیں---- اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں جیسے آپ کو اپنے شہر محلے میں "شاپروں" کی کسی وباء کا سامنا ہو..... آباد کاری کی وباء کا سامنا ہو۔

ہر بستی یقیناً کسی نہ کسی پہلے انسان نے بسائی ہوتی ہے۔ جس طرح بندہ بڑا ہوتا ہے اسی طرح جگہیں بھی بڑی بوڑھی ہوتی ہیں اور بالآخر مر بھی جاتی ہیں۔ ایسی ہی ایک بستی کی کہانی---- تنہائی کے سو سال میں ملتی ہے۔ تین چار نسلوں پر محیط یہ محض "بوئندا خاندان" کی کہانی نہیں بلکہ تہذیبوں کے عروج اور زوال کا وقت مقامی ثقافتوں اور ان کے قصے کہانی کی روایت سے ہو کر گزرتا ہے---- واقعات در واقعات اسے بنانے میں جتنا ہاتھ گارشیا کا ہے---- اتنا ہاتھ اس میں "کولمبیا" کا بھی ہے جو لاطینی امریکہ کے پوسٹ کالونیل اثرات کی تاریخ میں بڑا ہوا ہے۔ اسی "کولمبیا" کی ایک بستی "ماکوندو" سو سال میں بہت تیز رفتاری سے ان سب مصائب کو دیکھ لیتی ہے جہاں سے واپسی کا کوئی رستہ نہیں ملتا---- جنگ' ڈرگ' خانہ جنگی اور کلچرل تشدد کے پیچھے اس "بنانا بخار" (Banana Fever) کا ہاتھ کہتے ہیں جسے "یونائیٹڈ فروٹ کمپنی" اپنے ساتھ لاتی ہے۔ اپنی قریبی یادداشتوں میں یہ بات ویسی ہے جیسے بے پاؤں "ایسٹ انڈیا کمپنی" چائے کے باغات سے گزر رہی ہو۔ مقامی ثقافتوں میں اندری اندر تنہائی کا روگ لبرل اور کنزرویٹو میں صرف تین گھنٹے وقت کا فرق نہیں ہے' جیسے اس ناول میں ایک جگہ بیان ہوا ہے۔

"لبرل دعائے ربانی کے لئے پانچ بجے جاتے ہیں اور کنزرویٹو آٹھ بجے!"

بلکہ اس کے پیچھے نسل در نسل وہ "جھجک" چھپی ہے جو آسانی سے ثقافتوں کو ایک دوسرے میں گم نہیں ہونے دیتی نئے شکاری پرانے جال لے کر آتے ہیں---- لیکن اب مچھلیاں بھی کہیں یہ جان گئی ہیں کہ کڑاہی میں تلے جانے سے تو بہتر ہے کہ وہ اپنی تنہائی میں کہیں اندر ہی اندر مر جائیں۔ تہذیبوں کے ساتھ یہ وباء وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں چیزیں بظاہر سادگی کے نام پر پیچیدگیوں سے گزرتی ہیں اور آہستہ آہستہ چیزوں کی فراوانی' معلومات کی وباء سے ہوتی ہوئی بندے سے اس کی یادداشت چھین لیتی ہے۔ یہ تنہائی کا انتہائی درجہ ہے جہاں انسانی دماغ ان کو یاد رکھنے کی صلاحیت سے بھی مکت ہو جاتا ہے---- اور اپنے آپ کو ہر وقت یاد رکھنے کی مصیبت سے چھٹکارا دلا دیتا ہے' اس کے تھوڑا اور آگے---- موت کی تنہائی ہے جسے مرنے سے پہلے نہیں سوچا جا سکتا صرف فرض کیا جا سکتا ہے---- "تنہائی کے سو سال" میں اس "طاعون" کا بیان "ماکوندو" کی ترقی کے باب میں بہت زور دار ہے۔ وست پوجا اور اس کے مائل بہ تیزی وقت کا کلچر مقامی اور غیر مقامی "جھجک" کی وجہ سے اور بھی شدید ہونے لگتا ہے جب ریاست Maffunctiong

Structural کا شکار ہو۔ "کولمبیا" کے کلچرل تشدد کی لپیٹ میں آنے کی بھلے سو وجوہات ہوں---- اس کی ایک نشانی ہیں وہ پے در پے واقعات، جن کو گارشیا گلیوں، کوچوں، محلوں، کتابوں سے چنتا ہے اور غیر معمولی شعوری سکیم کی صلاحیت اس کی تحریروں میں مواد کا کام دیتے ہیں---- "تنہائی کے سو سال" میں مکالمے کا ماحول نہیں ہے بلکہ واقعات کا یقین ہے شاید یہ اس لئے بھی ضروری ہو تاکہ "تنہائی کے" زوال کی اس شدت کو ابھارا جائے---- جو اس ناول کا اصل موضوع ہے۔

تہذیبوں کا تنہائی کے خول سے باہر آنے اور ایک عمر گزار کے واپس اس میں داخل ہونے کا امکان---- تہذیبوں کے ساتھ ان کے اپنے ہیجانات کا بھلے بے شک نتیجہ نہ ہو لیکن اس وجہ سے شدید ضرور ہوا ہے، تنہائی کی یہ وباء بندوں کو تہذیبوں کو اتفاقاً" نہیں لگتی۔ پہلے پہل "تنہائی" کسی بستی میں "ملکیا دیس" کی صورت نمودار ہوتی ہے۔ سنسکرت کے زمانے کا یہ خبطی کردار کسی نہ کسی بستی میں آج بھی مل جاتا ہے---- الگ تھلگ، سونا بنانے کی دھن میں مگن یہ مصروف بوڑھے بچوں کی خاص توجہ کا مرکز ہوتے ہیں---- اپنے علم کی تنہائی میں گم "ملکیا دیس" لوگوں کی نظر میں چاہے کتنا لاتعلق ہو "عمل" کا ریکارڈ ضرور رکھتا ہے اور کوئی نہ کوئی نسل اس ریکارڈ کو پڑھنے میں بالاخر کامیاب بھی ہو جاتی ہے۔ تنہائی کی وہ سب قسمیں جن کا تہذیبیں کسی نہ کسی شکل میں شکار ہوتی ہیں..... مثلاً اقتدار کی تنہائی، علم کی تنہائی، رج کی تنہائی وغیرہ کو گارشیا اپنی تحریروں میں "زوال" کی اس صنعت کے ساتھ جوڑنے میں کامیاب ہوا ہے جو مقامی قصہ کہانی کے ابہام اور شگون سے پھوٹتی ہے۔

"تنہائی کے سو سال" کا ماحول اس بوسیدہ، لاتعلق اور زوال آمادہ تنہائی سے بھرا پڑا ہے---- جنگ اور تشدد سے گزر کے واقعات اس تنہائی کو اور بھی شدید کرتے ہیں---- اس بے گانہ اور خالی تنہائی کو اس کے کرداروں کے پاس بھرنے کے لئے جنسی عمل کے سوا اور کوئی راستہ نہیں---- "ملکیا دیس" کو وہ پڑھ نہیں سکتے "سدھارتھ" کے "واسو دیو" کی طرح عام دنیا کا تصور ابھی ان کے دھیان سے گزرا ہی نہیں---- جو تنہائی کی انتہائی خوشگوار شکل ہے۔

ناول کا ایک حصہ جنگ کے موضوع سے گزرتا ہے، جنگ "ہیمنگ وے" کی طرح گارشیا کا ذاتی تجربہ نہیں ہے بلکہ یہ جنگ واقعات در واقعات کہیں اس کے "نانا" کی

یادداشتوں میں سے ابھرتی ہے---- پیچھے بہت دور تک' کابیل' قابیل تک' جنگ بندے کے ساتھ ساتھ آ رہی ہے---- اس کا بھلے جو بھی کارن ہو' جنگ کی بدقسمتی کو کسی اور ش کا نام نہیں دیا جا سکتا---- جنگ کے حق میں تمام دلیلیں بالاخر خطرناک ثابت ہوتی ہیں- جیسے اس کا ایک کردار بتاتا ہے-

"جنگ شروع کرنا جنگ بند کرنے سے زیادہ آسان ہے-" "سب ٹھیک ہے" کی رٹ اس بے انت جنگ کا سب سے خوفناک حصہ تھی..... جنگ خود ٹھیک نہیں تو سب کچھ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے-"

جنگ کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ سوچنے نہیں دیتی- تاوقتیکہ آپ تھک نہ جائیں---- بہت دیر بعد اس کی اکتاہٹ کے نتیجے میں کہیں یہ بات کھلتی ہے کہ جس "لبرل" اور "کنزرویٹو" اورش کے نتیجے میں جنگ لڑی جا رہی تھی وہ تو صرف "تین گھنٹے" وقت کا فرق ہے---- اور جس طرح یکدم ایک دن "ارلیانو" "کرنل ارلیانو" بنتا ہے اسی طرح پیشاب کرتے ہوئے مر بھی جاتا ہے---- اس کا مرنا بھی گارشیا کے نزدیک اسی طرح روز کا واقعہ ہے---- جیسے اس جنگ کا شروع ہونا' بالاخر ہتھیار پھینک کر' اپنی شاعری کا ٹرنک جلا کر' سونے کی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بنانے کی خواہش سے وہ تنہائی ابھرتی ہے جو بوئندا خاندان کا وراثتی میلان ہے-

"وہ اصرار کرتا رہا کہ وہ قطعاً" کوئی قومی ہیرو نہیں ہے وہ محض مزدور ہے اور اس کا بس اتنا ہی خواب تھا کہ وہ ان بھولی بسری یادوں کے بوجھ تلے اور سونے کی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کے عذاب میں مرجائے-"

تہذیب بندوں کو نہیں بناتی' بندے اسے بناتے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کے ٹریپ میں آ جاتے ہیں اس کا صرف ایک ہی حل ہے یا تو وہ اپنے اس خلا کو پے در پے جنسی عمل سے بھرتے رہیں یا پھر خوبصورت "ریمیدس" کی طرح سر پر استرا پھروا کر اپنی خوبصورتی کی تنہائی کا مزا لیں' جو بندے مارتی ہے-

سو سال کے عرصے میں "ماکوندو" بڑھ کر قصبہ' قصبے سے شہر کے مندارج طے کرتی ہے---- "ریل کی آمد" تک تبدیلی کی بے شمار حیرتوں سے گزرتی ہے اور بالاخر تنہائی میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہے---- تین چار نسلوں میں ہی اس وراثت کو جو "سور کی دم" سے شروع ہوئی تھی- بڑی دیمک اپنے بل کی طرف گھسیٹ کر لے جا رہی ہے اور "بوئندا

خاندان" کی آخری نشانی ارلیانو (بابل لونیا) پر یہ بات " ملکیا دیس" کے ہاتھوں منکشف ہوتی ہے کہ تنہائی کا یہ عذاب کسی ایک فرد کا نہیں، کسی ایک خاندان یا نسل کا بھی نہیں بلکہ نئے اور پرانے وقت کی دہلیز پر پوری انسانی تہذیب کا ہے جسے پھر سے آباد ہونے کا اس دھرتی پر دوسرا موقعہ نہیں ملتا۔

(3)

گارشیا کے اپنے خیال میں اس نے لکھنا "کافکا" کی ایک کہانی سے سیکھا ہے ____ جسے قاری "کایا کلپ" یا "Metamorphosis" کے نام سے جانتے ہیں---- بظاہر اتنی چھوٹی سی بات کہ آپ رات کو سوئیں اور صبح بستر پر کیکڑے کی شکل میں تبدیل ہوئے پڑے ہوں---- کہانی ہو سکتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ وقت جو قصہ کہانی کے وقت سے، شاعری کے وقت سے ہو کر گزرتا ہے---- اس میں اس طرح کے عجیب و غریب واقعات روز کے یقین کی حیثیت رکھتے ہیں کہ کیسے کوئی شہزادہ مکھی میں تبدیل ہو جاتا ہے---- قالین اڑنے لگتے ہیں اور اس طرح کا بے شمار مواد ناول کی جدید روایت سے غائب تھا---- یہ طلسماتی حقیقت نگاری (مغرب کے خیال میں) مقامی ثقافتوں میں ایک زمانے سے روز کے یقین کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا ابہام ہی اصل میں اس کے یقین کی طاقت ہے۔
"اورنٹیل ابہام" اور "مردہ خاموشی" جیسی اصطلاحوں اور پروپیگنڈے کے تواتر سے مغرب جس حقیقت نگاری کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے---- اصل میں وہ بہت سی حقیقتوں سے گریز ہے---- جو اس محاورے میں جگہ نہیں پاتی جو مشرقی معاشروں میں روز کا یقین ہے---- محیرالعقول واقعات، چھ ٹانگوں والی گائیں، سور کی دم والے بچے، ان سب سے وابستہ شگون اور نشانیوں کی معنویت انڈین Cultural Uncioncious کا صدیوں سے حصہ ہے---- اپنی دعاؤں، وباؤں، معجزوں سمیت چیچک کا "ماتا" کے طور پر احترام واقعی حیران کن ہے۔
گارشیا کے اپنے لفظوں میں "ادیب کچھ بھی لکھ سکتا ہے اگر وہ اپنے قاری کو اس کا یقین بھی دلا سکے۔" مقامی ثقافتیں واقعات کی جس تنہائی کا شکار ہوئی ہیں، لاطینی امریکی ادیبوں نے اس تک رسائی پا لی ہے۔ "ڈان کہوٹے" کے بعد "تنہائی کے سو سال" اس کی سب سے اہم مثال ہے۔
اگر آپ خوابوں کی علامتوں کو سمجھ لیں تو خواب بھی اتنے حقیقی ہوتے ہیں جیسے نیند

ایک حقیقت ہے---- حقیقی اور غیر حقیقی اس نصابی بحث سے ہٹ کر یہ ضروری نہیں کہ جو معلومات ایک صحافی کے لئے اہم ہیں وہ ناول نگار کے لئے بھی اہم ہوں۔

بہرحال اساطیر اور قصے کہانی کے وقت کی جھال گارشیا کے ہاں صحافتی سفاکی سے ہو کر گزرتی ہے۔ صحیفوں کی وجدانی زبان اور شاعری کی ایک مخصوص خوشبو گارشیا کو اپنا مواد پھیلانے میں مدد دیتی ہیں۔ وہ واقعات' خبر اور معلومات کو اپنے بیان میں جس مہارت سے ناول کا حصہ بناتا ہے---- اسے محض "صحافتی ٹرکس" کا نام دینا ٹھیک نہیں۔ (جیسا کہ کچھ شوقیہ نقاد سمجھتے ہیں) اس کہانی کو انتہائی سادہ سکیم میں بہت سہولت کے ساتھ لکھ لینے کے پیچھے وہ بے بہا مہارت موجود ہے جو اپنے مواد کو قاری کے یقین سے گزار لیتی ہے---- خوف اور دہشت کی فضا میں بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کی تنہائی' اس یقین کی حاجت مند ہے جو اسے بتا سکے کہ ریل کے ان دو سو چھکڑوں میں کیلے نہیں تین ہزار لاشیں لدی ہوئی ہیں---- واقعات کے تسلسل میں وہ بار بار اتنے دن' اتنے مہینے' اتنے گھنٹے "چھتیس جنگیں" "کرنل ارلیانو کے سترہ بیٹے" ' "سات ہزار دو سو آٹھ سونے کے ڈلے" وغیرہ کے استعمال میں اس یقین کو دوبارہ دریافت کر لیتا ہے جو خانہ جنگیوں کے ماحول میں کہیں گم ہو جاتا ہے اور وہ اس ٹیکنیک کا استعمال اس تواتر سے کرتا ہے کہ ایک یقین کی فضا قائم ہونے لگتی ہے اور ایک مقام پر یہ معلومات صحافتی معلومات سے الگ ہو کر کہانی میں جذب ہو جاتی ہیں۔

تنہائی کے سو سال کا یہ بیانیہ انداز اپنے کرداروں کے اینٹی ہیروز ماحول کو واقعات میں سے چنتا ہے' ان کے ساتھ رہتا بولتا ہے---- اور کہیں کہیں ان کے مرنے پر رونے بھی لگ جاتا ہے---- اصل میں اینٹی ہیروز کی یہ روایت "دوستوفسکی" اور "کافکا" ایسے لکھنے والوں نے "فرائیڈ" اور "یونگ" کو تحفے میں دی---- قصے کہانی اور اساطیر کے وقت میں علامتوں کا یہ سفر بہت دور تک سفر کرتا ہے اور اس کے ابہام میں بے بہا معنویت چھپی ہوئی ہے---- جس طرح ناخن چبانے' مٹی کھانے' اور دیوار کی سوراخوں میں انگلیاں دینے کا مطلب ہوتا ہے اسی طرح آپ اس معنویت کو بھی دریافت کر سکتے ہیں۔

اگر اس ناول میں جنسی اختلاط کی بہتات (خاص کر اخیری حصے میں) نظر آئے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں---- یہ اس لاتعلق تنہائی کو بھرنے کا عمل ہے ویسے بھی لفظ "ننگم" سے ڈرنے کی بجائے سات گراریوں والے چاقو کے ننگے پن سے ڈرنا چاہیے۔

"ماکوندو" کی تمام حیرانیوں کے ملبے میں، جس گھٹن، تشدد اور بے دلی کا ماحول ابھرتا ہے اس کا کہیں کلچرل آوٹ لیٹ نہیں ہے۔ جو اس بے چینی کو دور کر دے جو تہذیب کے ہیجان سے پھوٹتی ہے---- پادری اس ناول میں بہت ہی ناتوانی کے عالم میں ہے---- بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ایسا ہونا اس ناول میں "تنہائی" کی اس شدت کو ابھارتا ہے جو اندری اندر اس ناول کا فلو ہے---- جوں جوں عہد نامہ قدیم کا ماحول عہد نامہ جدید میں داخل ہوتا ہے---- تنہائی کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے---- تہذیب اپنے ساتھ ہیجانات کی جس وباء کو لے کر آتی ہے---- اس میں ایسا ہونا قریبی امکان ہے---- اب بندے اگر مچھر، مکھی اور طاعون کی وباء سے نہیں مرتے تو "بلڈ پریشر" سے مرنے لگ جاتے ہیں---- یادداشت گم ہونے لگتی ہے---- نیند نہیں آتی وغیرہ وغیرہ۔

اس ناول میں صفت کہیں بھی اکیلی نہیں ہے کسی نہ کسی اضافی کیفیت کا بوجھ اس کے کندھوں پر ضرور ہے۔ مثلاً صحت مند بھونچال، مسکراتی سازشیں، عظمتوں کی کھائی، بے مقصد مبارکبادیں، غصہ ور نامردی، جیسی ترکیبوں کا بے دریغ استعمال جابجا اس ناول میں نظر آتا ہے---- نسل در نسل وراثتی یقین کے عذاب طویل اور موت کے مترادف تنہائیوں کا دروازہ کھولتے ہیں---- وجدانی جملوں اور شاعری کی خوشبو سے ہوتی ہوئی تنہائی کے اس اخیری دور کا گواہ آخری "ارلیانو" کے ساتھ "گارشیا" خود بھی ہے (اخیری باب) جو جھینگر کی طرح مرنے والی "ارسلا" کے پس منظر میں اپنے ساتھ، اپنی "نانی" اور "نانا" کے ساتھ---- ایک بڑی دنیا پر چھوٹے سے "کولمبیا" کے ساتھ اور ایک بڑے "کولمبیا" پر چھوٹی سی بیس کچے گھروں کی بستی "ماکوندو" کے ساتھ۔ "گارشیا" کو پڑھ کر ہمیشہ ایسے لگتا ہے---- جیسے یہ سب کچھ تو قاری نے خود لکھنا تھا۔ ناول کی دنیا میں اس سے بڑھ کر حیرانی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اشو لال

کروڑ لال عیسن، لیہ

برسوں بعد، فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑے کرنل ارلیانو بوئندا کے ذہن میں بھولی بسری وہ سہ پہر تھی۔ جب زندگی میں پہلی مرتبہ اس کا باپ اسے برف دکھانے لے گیا۔ اس زمانے دریا کے کنارے بیس گھروں کی بستی ماکوندو آباد تھی۔ شفاف پانی چمکدار پتھروں کے پاٹ میں بہتا رہتا۔ بے شمار سفید پتھر قدیم دور کے انڈوں کی طرح لگتے تھے۔ ماحول ارتقائی مراحل میں تھا۔ بہت سی چیزیں بے نام تھیں اور ان کی نشاندہی کے لئے اشارہ ضروری تھا۔ ہر سال مارچ کے مہینے ایک بھوکا ننگا پکھی واس قبیلہ بستی کے قریب اپنا ڈیرہ جماتا۔ نر اور نرمان پہ نئی ایجادات کا مظاہرہ کرتا۔ پہلی مرتبہ وہ مقناطیس لائے۔ جانگلی داڑھی، چڑیوں کے پنجوں کے ہاتھوں والے ایک بھاری بھرکم پکھی واس نے لوگوں میں اس کا بہترین مظاہرہ کیا۔ اس نے خود ہی اسے مقدونیہ کے کیمیاگروں کا آٹھواں عجوبہ قرار دیا۔ اس کا نام ملکیا دیس تھا۔ وہ دھات کے ٹکڑوں کو گھسیٹتا گھر گھر گیا اور اپنی اپنی جگہ سے دیگچیاں، کڑھائیاں، چمٹے، بکل اور انگیٹھیاں لڑھکتی دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ تڑختے شہتیروں میں سے کیل اور پیچ اس سے ٹکراتے۔ برسوں سے گم ہونے والی چیزیں جو تلاش کے باوجود نہ مل سکی تھیں تمام ملکیا دیس کے طلسمی ڈبوں کے پیچھے لڑھکتی گھسٹتی آ رہی تھیں۔ لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ "چیزوں کی اپنی زندگی ہوتی ہے۔" پکھی واس نے اپنے کرخت لہجے میں کہا۔ "بس آتما جگانے کا مسئلہ ہے۔" جوزے ارکیدو بوئندا کا بے قابو ذہن ہمیشہ فطرت کی اصل روح بلکہ معجزے اور جادو سے بھی آگے کی سوچتا تھا۔ اس نے سوچا اس بے مقصد ایجاد کو استعمال میں لا کر دھرتی کی کوکھ سے سونا نکالا جا سکتا ہے۔ ملکیا دیس ایک ایماندار شخص تھا۔ اس نے کہا۔ "اس سے یہ کام ممکن نہیں۔" لیکن ان دنوں جوزے ارکیدو بوئندا پکھی واسوں کی ایمانداری پر شاکی تھا۔ لہٰذا اس نے ایک خچر اور دو بکریوں کے بدلے دو مقناطیسی ڈبوں کا سودا کر لیا۔ اس کی بیوی ارسلا آگواران اپنی غریبی میں گھر گرہستی کے لئے انہی جانوروں پر انحصار کرتی تھی۔ وہ بھی اسے نہ روک سکی۔ "بہت جلد ہمارے پاس اتنا سونا ہو گا کہ گھر کا فرش پکا

کروا لیں گے۔" اس کے شوہر نے جواب دیا۔ وہ مہینوں اپنے نظریہ کو حقیقت کا رنگ دینے کے لئے سخت محنت کرتا رہا۔ دو مقناطیسی ڈلے گھسیٹتا، ملکیا دیس سے سیکھا منتر، اونچی آواز میں پڑھتا، اس نے پورے علاقہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ وہ دریا میں بھی اتر گیا۔ وہ صرف پندرہویں صدی کا ایک زرہ بکتر ڈھونڈھنے میں کامیاب ہو سکا۔ وہ بھی زنگ کی وجہ سے جڑ گیا تھا۔ اس کے اندر موجود پتھروں کی گونج سنائی دیتی تھی۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا اور اس کے چار مہم جو ملازمین نے زرہ بکتر کھولا تو اس کے اندر سے ایک کیلشیم زدہ انسانی پنجر نکلا۔ اس کی گردن میں تانبے کا لاکٹ تھا اور اس کے اندر ایک عورت کے بالوں کی لچھی تھی۔

مارچ میں خانہ بدوش دوبارہ آئے۔ اب کی بار ان کے پاس دوربین اور بہت بڑا محدب عدسہ تھا۔ انہوں نے انہیں ایمسٹرڈیم کے یہودیوں کی ایجاد بتایا۔ ایک خانہ بدوش اس عورت کو گاؤں کے ایک اور بٹھا دیا اور تمبو کے در پر دوربین لگا دی۔ پانچ رئیل کے عوض لوگ دوربین میں سے عورت کو ہاتھ بھر کے فاصلے پر دیکھ سکتے تھے۔ "سائنس نے فاصلے مٹا دیئے ہیں۔" ملکیا دیس کہتا۔ "بہت جلد ہر شخص اپنے گھر بیٹھے یہ دیکھ سکے گا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔" اس نے دوپہر کے جھلساتے سورج سے محدب عدسہ کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا۔

انہوں نے گلی میں کاہ کا ڈھیر لگایا اور محدب عدسہ کی مدد سے شعاعوں کو مرتکز کر کے آگ بھڑکا دی۔ مقناطیس کی ناکامی کے بعد جوزے ارکیدو بوئندا مایوس تھا۔ اس کے ذہن میں اس ایجاد کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کا خیال آیا۔ ملکیا دیس نے اسے منع کیا لیکن دو مقناطیسی ڈبوں اور نو آبادیاتی دور کے تین سکوں کے بدلے جوزے ارکیدو بوئندا نے محدب عدسہ لے لیا۔ ارسلا دکھ سے رو پڑی۔ اس نے یہ سکے سونے کے سکوں سے بھرے صندوق سے نکالے تھے جو اس کے باپ نے غربت سے بھری پوری عمر میں اکٹھے کئے تھے۔ اس کے باپ نے انہیں مجبوری میں استعمال کرنے کے لئے پلنگ کے نیچے زمین میں دفن کر رکھا تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے ارسلا کو تسلی کا ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اب اسے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ کسی سائنس دان کی سی نفس کشی کے ساتھ ان حربی تجربات میں گم ہو گیا۔ وہ دشمن کے دستوں پر محدب عدسہ کے اثرات دکھانے کی کوشش میں تھا کہ شعاعوں کے ارتکاز کی وجہ سے خود اس کا اپنا جسم جل گیا۔ ان زخموں کو بھرتے کافی دن لگے۔ اس کی بیوی کو اس خطرناک ایجاد پر تشویش تھی۔ ایک مرتبہ اس کے احتجاج کرنے پر

وہ گھر کو جلانے لگا تھا۔ وہ گھنٹوں اپنے بند کمرے کے کونے میں عجیب و غریب ہتھیار کے حربی امکانات کا جائزہ لیتا رہتا۔ آخر وہ ایک ایسا ہدایت نامہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا جس میں ہر بات واضح تھی۔ اس میں یقین جھلکتا تھا۔ اس نے اپنے بے انتہا تجربوں کی تفصیل اور خاکوں کے بہت سے صفحے نتھی کر کے سرکار کو بھیج دیئے۔ قاصد پہاڑوں اور لامتناہی دلدلوں سے گزرتا، سرکش دریا پھلانگتا، وبا، جنگلی جانوروں اور ناامیدی سے ہارا آخری دموں پر تھا کہ بالاخر اس نے ڈاک خچروں کا رستہ ڈھونڈ لیا۔

یہ اس کے علم میں تھا کہ دارالحکومت کا رستہ ناممکن حد تک کٹھن ہے۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے فیصلہ کیا کہ جوں ہی حکومت اسے فوج کے سامنے اپنی ایجاد کے عملی مظاہرے کا حکم دے گی اور سولر وار کے پیچیدہ ترین فن کی تربیت کے لئے بلائے گی۔ وہ چل پڑے گا۔ وہ سالوں جواب کے انتظار میں رہا۔ بالاخر انتظار کے عذاب سے تھک کر، اس نے ملکیا دیس کے حضور اپنے پراجیکٹ کی ناکامی کا اعتراف کر لیا۔ ملکیا واس نے دیانت داری کا ثبوت دیا اور محدب عدسہ لے کر جوزے ارکیدو بوئندا کو مقناطیسی ڈلے واپس کر دیئے اور کچھ پرتگالی نقشے اور جہاز رانی کا بہت سا سامان لاتا" رکھ دیا۔ اس نے راہب ہرمن کی تعلیمات کا خلاصہ خود لکھ کر دیا تاکہ وہ اصطرلاب، قطب نما اور زاویہ پیما کو استعمال کر سکے۔ جوزے ارکیدو بوئندا بارشوں کے طویل مہینوں میں، کمرے میں بند رہا۔ اس نے یہ کمرہ گھر کے عقب میں بنایا تھا تاکہ کوئی اس کے تجربات میں خلل نہ ڈالے۔ اپنی گھریلو ذمے داریوں سے آزاد، وہ تمام راتیں صحن میں پھرتا اور ستاروں کی چالیں دیکھتا رہتا۔ دوپہر کے وقت کا صحیح تعین کرنے کے لئے وہ لو سے مرتے مرتے بچا۔ جب اس نے اپنے سامان کے استعمال پر دسترس حاصل کر لی تو اس کے ذہن میں خلا کا ایک ایسا تصور ابھرا جس کے کارن وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر ان دیکھے سمندروں کا سفر، غیر آباد جزیروں کی سیر اور بلوان ہستیوں سے ملاقات کر سکتا تھا۔ انہی دنوں وہ خود کلامی کا شکار ہو گیا اور اسے اپنے آپ میں گم، چلنے کی عادت پڑ گئی۔ ارسلا اور بچے باغ میں کیلے، کلاڈیم، شکرقند، آہو یاما اور بینگن اگانے میں لگے رہتے۔ اچن چیت جوزے ارکیدو بوئندا کا ہذیان کسی دکھ کی کیفیت میں بدل گیا اور کئی دن کسی سحر میں گرفتار رہا۔ وہ کسی غیر یقینی کیفیت میں ڈوبا، سرگوشیوں میں خوفناک قیاس بڑبڑاتا رہتا۔ دسمبر کے مہینے، منگل وار کو لنچ کے وقت اس نے اپنی اذیت کا جولان اتار پھینکا۔ وہ طویل بے خوابی اور گیان کی وجہ سے اجڑ چکا تھا لیکن آنے والے دنوں میں اس کی یہ زور

آور متانت بچوں کے ذہن میں عمر بھر رہی۔ اس نے اپنی دریافت کا انکشاف کیا۔

"دنیا گول ہے۔ جیسے نارنگی ہوتی ہے۔"

ارسلا بے قابو ہو گئی۔ "اگر پاگل ہونا ہے تو یہ پاگل پن اپنے آپ تک رکھو۔" اس نے اصطرلاب فرش پر دے مارا اور چیخ پڑی " پکھی واسوں کے خیالات بچوں کے دماغ میں نہ گھسیٹو۔" اپنے آپ میں مست جوزے ارکیدو بوئندا اپنی بیوی کی تلخی سے نہ ڈرا۔ اس نے اصطرلاب دوبارہ بنایا اور چھوٹے سے کمرے میں گاؤں کے لوگوں کو بلایا۔ ان پر ثابت کیا کہ مسلسل مشرق کی جانب سفر کرنے سے کوئی بھی شخص دوبارہ اسی مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے وہ چلتا ہے۔ بستی کے کسی باسی کو اس کی سمجھ نہ آئی۔ لیکن انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ جوزے ارکیدو بوئندا پاگل ہو چکا ہے۔ بلاخر ملکیا دیس نے آکر گرہ کھولی۔ اس نے لوگوں کے سامنے اس کی ذہانت کی تعریف کی۔ جس نے علم ہیئت کی بنیاد پر ایسا مسئلہ حل کر لیا جو عملاً ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن ماکوندو کے لوگ اس بارے نہ جانتے تھے کہ ایک کیمسٹ کی یہ لیبارٹری بستی پر بے حد اثر ڈالے گی۔

پھر ملکیا دیس جلدی بوڑھا ہوگیا۔ ارنبھ میں وہ جوزے ارکیدو بوئندا کا ہم عمر دکھتا لیکن جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنی بے پناہ قوت کو بچائے رکھا کہ وہ گھوڑے کو کان سے پکڑ کر روک لیتا۔ لیکن پکھی واس یوں لگتا جیسے کوئی گھن اسے اندر ہی اندر چاٹ رہا ہے۔ یہ حقیقت تھی۔ اس کی یہ حالت ان بیماریوں کے سبب تھی' جو دنیا کے گرد چکر لگاتے اسے چمٹی تھیں۔ تجربہ گاہ میں آلات کو ترتیب سے رکھتے۔ جوزے ارکیدو بوئندا کی مدد کرتے ہوئے خود اس نے کہا کہ موت اس کے پیچھے ہے۔ اس کی بو سونگھتی پھرتی ہے۔ لیکن اپنے پنجے گاڑھنے کا فیصلہ نہیں کر پاتی۔ جو بلائیں اور ناگہانی آفات نسل انسانی پر حملہ آور ہوئیں۔ ملکیا دیس ان سے بچ نکلا۔ اسے فارس میں زرد بخار ہوا۔ جزائر ملایا میں اسقربوط کا شکار ہوا۔ اسکندریہ میں کوڑھ کی زد میں آیا۔ جاپانی علاقے میں اسے بیری بیری ہو گئی۔ مڈغاسکر میں کالا طاعون حملہ آور ہوا۔ سسلی میں زلزلہ آ گیا۔ آبنائے ماگیلان میں وہ سمندری طوفان کی آنکھ میں چڑھا لیکن وہ ہر بار بچ نکلا۔ وہ دلگیر انسان تھا۔ اداسی میں گھرا ایسا بلوان تھا جس کے بارے مشہور تھا کہ اس کے پاس ہرمین کی پیشن گوئیوں کی شرحیں ہیں۔ اسے ایسی نظر ودیعت ہوئی جو اس پار دیکھ سکتی ہے۔ اس کے پاس ایک بڑا سا سیاہ رنگ کا ہیٹ تھا۔ یوں لگتا جیسے پہاڑی کوے نے پر پھیلائے ہوئے ہوں۔ مخملی واسکٹ پر صدیوں کی میل جمی تھی۔ پر

دانائی و حکمت اور پراسرار وسعت نگاہ کے باوجود وہ صرف بندہ بشر تھا۔ ایک بوجھ، ایک جوگ اسے جیون کے آزار میں پھنسائے رکھتا۔ وہ ضعیفی کی بیماری کا رونا روتا اور معمولی پریشانیوں میں الجھا رہتا۔ مسکراہٹ ہونٹوں پر کھیلنا بھول چکی تھی۔ دانت سقرابوط کی بیماری میں گر چکے تھے۔ ایک حبس زدہ دوپہر کو اس نے اپنا آپ آشکار کر دیا اور جوزے ارکیدو بوئندا کو وشواش ہو گیا کہ ان کے بیچ دوستی کا سمبندھ ہے۔ اس کی کتھا سن کر بچے حیرت زدہ تھے۔ ارلیانو پانچ سال کے قریب ہو گا۔ اس کے ذہن میں وہی تصویر جم گئی جیسا اس سہ پہر کو اس نے دیکھا تھا۔ وہ کھڑکی سے جھانکتی، چمکیلی اور مرتعش روشنی میں بیٹھا تھا۔ گیان کے پاتال میں اس کی گونج دار آواز ابھری۔ گرمی کی حدت کے سبب چکنائی اس کی کنپٹیوں سے بہہ رہی تھی اور اس کا بڑا بھائی جوزے ارکیدو اس مہان سمے کا نقش اپنی موروثی یاد بنا کر اپنی نسل کے لئے چھوڑ گیا۔ دوسری طرف ارسلا کو ملکیا دیس کی یہ بات اچھی نہ لگی کیونکہ جس وقت ارسلا کمرے میں آئی۔ بے احتیاطی سے ملکیا دیس نے پارے کی نلی توڑ دی۔

"یہ جادو کی بو ہے۔" ارسلا نے کہا۔

"نہیں" ملکیا دیس نے اسے سمجھایا۔ "کہتے ہیں کہ جادو میں گندھک کا تاثر ہوتا ہے۔ پارہ متحرک ہے۔"

ہمیشہ کی طرح ملکیا دیس نے ارسلا کو شنگرف کی جادوائی خصوصیات پر لیکچر دینا شروع کر دیا۔ ارسلا نے اس کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔ اور بچوں کے ساتھ گرجا گھر چلی گئی۔ تیز بو ارسلا کے ذہن میں ملکیا دیس کی یاد کے ساتھ ہمیشہ چمٹی رہی۔

شروع میں اس نئی تجربہ گاہ میں طرح طرح کے برتن، کپیاں، چھلنیاں، پانی کی ایک بھدی نلکی، پتلی اور لمبی گردن کے پیالے، نقلی پارس اور حضرت مریم کی تین بازو کی انبیق تھی۔ انہیں پکھی واس نے نئی تحقیق کے مطابق بنایا تھا۔ ان کے علاوہ ملکیا ویس سات ستاروں سے مطابقت رکھنے والی سات قسم کی دھاتیں، سونے کی مقدار کو دگنا کرنے والے موسیٰ اور زوسسس کے نسخے، شرحیں، نقشے، تفاخر، اور عظیم تعلیمات کی جامع کلیات ان لوگوں کے لئے چھوڑ گیا تاکہ وہ ان کو پڑھ کر پارس پتھر بنا سکیں۔ سونے کو دگنا کرنے کے لالچ میں جوزے ارکیدو بوئندا ہفتوں ارسلا کے پیچھے پڑا رہا کہ وہ زمین میں دبائے اپنے سونے کے سکے اس کو دے دے اور وہ انہیں اتنی بار دگنا کرے گا جتنی بار ممکن ہے۔ ہمیشہ کی طرح ارسلا اپنے خاوند کی ضد کے آگے ہار گئی۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے تین سکے کڑھائی میں

ڈالے، پھر انہیں تانبے کے ذرات، زرنیخ، گندھک اور جست کے ساتھ پگھلایا اور اس آمیزے کو ارنڈی کے تیل میں ابالنا شروع کر دیا۔ آخر محلول ایک گاڑھے سیال میں بدل گیا جو سونے کی بجائے شکر کا شیرا دکھائی دیتا۔ یہ قیمتی دفینہ سخت مراحل سے گزرا پھر اسے سات سیاروں کی دھاتوں کے ساتھ پگھلایا۔ ہوا بند پارے اور جوہر نمک کو ملایا اور سور کے تیل میں پکنے کے بعد اس کی بھنی ہوئی کھال کے سے ایک بڑے ٹکڑے میں تبدیل ہو کر کڑھائی کے تلے سے چپک گیا۔

جب پکھی واس لوٹے تو ارسلا ان کے خلاف گاؤں کو متحرک کر چکی تھی لیکن تجسس خوف پر غالب آ گیا کیونکہ اب کی بار پکھی واس کئی قسم کے ساز لئے گاؤں میں گھومتے بے حد شور مچا رہے تھے۔

ایک ڈھنڈورچی ناسیانی سینز کی حیران کن ایجاد کا اعلان کر رہا تھا۔ ہر باسی خیمے کی جانب چل پڑا اور ایک ایک سکہ دے کر نوجوان اور صحت مند ملکیا دیس کی زیارت کرنے لگا۔ چہرے سے جھریاں ختم ہو چکی تھیں۔ نئے دانت چمک رہے تھے۔ جن لوگوں نے ملکیا دیس کے گلے ہوئے مسوڑھے، پچکے دانت اور پھٹے ہونٹ دیکھے تھے۔ وہ پکھی واسوں کی اس ماورائی قوت کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ وہ اس وقت کانپ اٹھے جب ملکیا دیس نے ایک لمحے میں اپنی بتیسی منہ سے باہر نکال کر دکھائی اور منہ کھول کر اسے پھر جمایا اور گئی جوانی کی واپسی پر اعتماد کے ساتھ مسکرا دیا۔ اور اسی لمحہ وہ دوبارہ پیر فرتوت بن گیا۔ جوزے ارکیدو بوئندا سمیت سب نے سوچا کہ ملکیا دیس اپنے علم کی آخری منزل تک پہنچ چکا ہے لیکن جب ملکیا دیس نے اسے نقلی دانتوں کے بارے سمجھایا تو جوزے ارکیدو بوئندا میں خوشی کی سی ایک کیفیت آ گئی۔ یہ بات اتنی معمولی اور انوکھی تھی کہ وہ ایک ہی رات میں اپنی کیمیا گری سے باز آ گیا۔ وہ بدمزاج ہو گیا۔ کھانا پینا چھوٹ گیا۔ وہ تمام دن گھر میں ٹہلتا رہتا۔

"دنیا میں ناقابل یقین ایجادات ہو رہی ہیں۔" اس نے ارسلا کو بتایا۔ "دریا کے اس پار طلسم ہے اور ہم یہاں گدھوں کی طرح پڑے ہیں۔" جو لوگ ماکوندو کی بنیاد پڑنے سے جوزے ارکیدو کو دیکھتے چلے آ رہے تھے وہ حیران تھے کہ اس پر ملکیادیس کا جادو کتنا سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ شروع میں وہ جوان تھا۔ وہ کاشت کاری کی ہدایات دیتا۔ بچوں کی پرورش اور جانوروں کی افزائش نسل کے بارے مشورے دیتا۔ سب کے کام میں مدد کرتا۔ اس کا گھر بستی بھر میں مثالی تھا۔ دوسرے گھر اسے دیکھ کر بنائے گئے تھے۔ اس کے گھر میں ایک چھوٹی

سی خوبصورت بیٹھک تھی۔ بالکونی کی طرز پر اونچا سا کھانے کا کمرہ تھا۔ اس میں خوبصورت پھول تھے۔ دو بیڈ روم تھے۔ صحن میں شاہ بلوط کا بڑا درخت تھا۔ ایک باغ اور باڑا جہاں سور، مرغیاں اور بکریاں اکٹھے رہتے۔ لڑاکا مرغ کی اس گھر بلکہ پوری بستی میں پابندی تھی۔

ارسلا، ننھی سی، پھرتیلی، سخت مزاج اور مضبوط اعصاب کی عورت تھی۔ اسے آج تک کسی نے گنگناتے نہ سنا۔ بھور بھئے سے رات گئے تک وہ کام میں جتی خود کلامی کرتی رہتی۔ وہ ایک سخت اور کلف دار پیٹی کوٹ پہنتی۔ ارسلا کی وجہ سے کچا فرش، مٹی کی دیواریں اور ان کا بنایا ہوا فرنیچر چمکتا رہتا۔ کپڑوں کی پرانی الماریاں تلسی سے مہکا کرتیں۔ اس کے کام کرنے کی صلاحیت اپنے شوہر سے کسی طور کم نہ تھی۔

جوزے ارکیدو بوئندا بستی کا سب سے بلوان مرد تھا۔ اس نے بستی کے گھر اس طرح کھینچے کہ ہر گھر دریا سے پانی لانے کے لئے یکساں محنت کرتا۔ گلیوں کی ترتیب یوں تھی کہ ہر گھر میں یکساں دھوپ پڑتی۔ چند برسوں میں ماکوندو کے مقابلے کی بستی اپنی محنت اور ترتیب کی وجہ سے اور کہیں بھی نہیں تھی۔ سب خوش و خرم تھے۔ یہاں عمر ابھی تیس برس سے آگے نہ بڑھی تھی۔ یہاں موت کسی نے نہیں دیکھی تھی۔

بستی کی بنیاد ڈالتے ہی جوزے ارکیدو بوئندا نے پنجرے اور دام بنائے۔ کچھ دنوں میں اس کے گھر سمیت ہر گھر میں طوطے، مینا، بلبل اور خوش رنگ کلغی دار پرندے آ گئے۔ ہر قسم کے پرندوں کی چہچہاہٹ اور نغمے ارسلا کو اتنا پریشان کر دیتے کہ وہ کانوں میں موم ڈال لیتی کہ کہیں اس شور سے وہ پاگل نہ ہو جائے۔ جب ملکیا دیس کا قبیلہ سر درد کی گولیاں بیچنے بستی پہنچا تو بستی والوں کو حیرت ہوئی کہ انہیں دلدلوں میں چھپی بستی کیسے ملی؟ پکھی واسوں نے اقرار کیا کہ وہ پرندوں کے نغموں کے سبب یہاں تک پہنچے ہیں۔

اس کے آگے بڑھنے کا اجتماعی جذبہ جلد گم ہو گیا۔ مقناطیس کا جنون، علم نجوم کا خبط، کیمیا گری کے خواب، جگ کی نادر اشیاء کی دریافت کی خواہش نے اس جذبے کو پس پشت ڈال دیا۔ ایک صاف ستھرے، چاق و چوبند بندے سے جوزے ارکیدو بوئندا ایک ست الوجود اور لباس کے بارے لاپرواہ انسان بن گیا۔ ارسلا نے کچن کی چھری سے اس کی بڑھی ہوئی داڑھی مونڈھی۔ بستی والے کسی سایہ کا اثر سمجھتے۔

جب جوزے ارکیدو بوئندا اپنے اوزار سنبھال کر باہر نکلا اور اسی راہ کو کھوجنے کا کہا۔ جس کے سبب ماکوندو دنیا کی عظیم ایجادات تک پہنچ سکے تو جن لوگوں کو اس کے پاگل پن کا

بھی یقین تھا وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔

جوزے ارکیدو بوئندا اس وسیب کے جغرافیہ کے بارے لاعلم تھا۔ وہ اتنا جانتا تھا کہ پچھم کی جانب سنگلاخ پہاڑ ہیں اور ان کے پار عظیم ریھوچا کا قدیم شہر آباد ہے۔ جہاں اس کے دادا ارلیانو بوئندا اول کے بقول سر فرانسس ڈریک نے مگرمچھوں کا شکار توپوں سے کیا تھا اور پھر ان کے ٹکڑے جوڑ کر' ان میں بھس بھروائی اور انہیں ملکہ ایلزبتھ کے حضور پیش کئے۔ جوانی میں جوزے ارکیدو بوئندا اور اس کے دوستوں نے اپنی بیوی بچوں' جانوروں اور سامان سمیت اسے پار کیا تھا تاکہ وہ ساحل سمندر تک پہنچ جائیں۔ چھبیس مہینے کی مہم کے آخر پر ماکوندو کی بنیاد رکھی گئی تاکہ واپسی نہ ہو۔ یہ ایسا رستہ تھا جس بارے کسی کو دلچسپی نہیں تھی۔ اس رستے کا تعلق ان کے ماضی سے تھا۔ اتر کی اور دلدل تھی۔ جو ہر وقت نباتات سے ڈھکی رہتی۔ پکھی واس کہتے یہ بے انت ہے۔ پورب کو یہ دلدلی سلسلہ دور سمندر سے جا ملتا تھا۔ جہاں نرم جلد کی دودھ دینے والی مچھلیاں تھیں۔ ان کے سر اور دھڑ عورتوں کی طرح تھے اور ان کے بڑے بڑے پستانوں کی خواہش ملاحوں کو تباہ کر دیتی۔ پکھی واس چھ مہینے اس دلدلی رستے پر کشتیوں میں پھرتے رہے اور پھر انہیں یہاں پہنچنے کے لئے سرکاری ڈاک کے خچروں کا راستہ ملا۔ جوزے ارکیدو بوئندا کے حساب کتاب کے مطابق تہذیبی دریافت کا رستہ صرف دکھن کی طرف ہی ممکن ہے۔ اس نے زمین صاف کرنے اور شکار کرنے کے اوزار سنبھالے اور ماکوندو بسانے والے دوستوں کو لے کر اس خطرناک مہم پر نکل کھڑا ہوا۔ نقشے اور قطب نما اس کے ساتھ تھے۔

پہلے کچھ دن انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ وہ دریا کے پتھریلے کنارے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ جہاں انہیں سپاہی کا زرہ بکتر ملا تھا۔ اسی مقام سے وہ جنگلی نارنگیوں کے جنگل میں داخل ہو گئے۔ پہلے ہفتہ کے آخر پر انہوں نے ہرن شکار کر کے بھونا۔ انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ آدھا ہرن کھایا جائے اور آدھا نمک لگا کر آئندہ کے لئے رکھا جائے۔ اس بات کا مقصد یہ تھا کہ انہیں طوطے شکار نہ کرنا پڑیں۔ جن کا نیلا گوشت سخت اور بدبودار تھا۔ پھر اگلے دس دن انہوں نے سورج نہ دیکھا۔ دھرتی آتش فشاں مادے کی طرح نرم اور گیلی ہوتی گئی۔ نباتات بڑھتی گئیں۔ پرندوں کی چیخیں اور بندروں کا شور بڑھتا گیا اور کائنات پر اداسی چھاتی گئی۔ وہ تمام اپنے جوتے کھولتے تیل کے جوہڑوں میں دھنساتے کلہاڑیوں سے خون رنگ سوسن کے پھول کاٹتے اور سنہرے سلامندار مارتے بڑھتے رہے۔ نم اور ٹھہری

بھی یقین تھا وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔

جوزے ارکیدو بوئندا اس وسیب کے جغرافیہ کے بارے لاعلم تھا۔ وہ اتنا جانتا تھا کہ پچھم کی جانب سنگلاخ پہاڑ ہیں اور ان کے پار عظیم ریہوچا کا قدیم شہر آباد ہے۔ جہاں اس کے دادا ارلیانو بوئندا اول کے بقول سر فرانسس ڈریک نے مگرمچھوں کا شکار توپوں سے کیا تھا اور پھر ان کے ٹکڑے جوڑ کر' ان میں بھس بھروائی اور انہیں ملکہ ایلزبتھ کے حضور پیش کئے۔ جوانی میں جوزے ارکیدو بوئندا اور اس کے دوستوں نے اپنی بیوی بچوں' جانوروں اور سامان سمیت اسے پار کیا تھا تاکہ وہ ساحل سمندر تک پہنچ جائیں۔ چھبیس مہینے کی مہم کے آخر پر ماکوندو کی بنیاد رکھی گئی تاکہ واپسی نہ ہو۔ یہ ایسا رستہ تھا جس بارے کسی کو دلچسپی نہیں تھی۔ اس رستے کا تعلق ان کے ماضی سے تھا۔ اتر کی اور دلدل تھی۔ جو ہر وقت نباتات سے ڈھکی رہتی۔ پکھی واس کہتے یہ بے انت ہے۔ پورب کو یہ دلدلی سلسلہ دور سمندر سے جا ملتا تھا۔ جہاں نرم جلد کی دودھ دینے والی مچھلیاں تھیں۔ ان کے سر اور دھڑ عورتوں کی طرح تھے اور ان کے بڑے بڑے پستانوں کی خواہش ملاحوں کو تباہ کر دیتی۔ پکھی واس چھ مہینے اس دلدلی رستے پر کشتیوں میں پھرتے رہے اور پھر انہیں یہاں پہنچنے کے لئے سرکاری ڈاک کے خچروں کا راستہ ملا۔ جوزے ارکیدو بوئندا کے حساب کتاب کے مطابق تہذیبی دریافت کا رستہ صرف دکھن کی طرف ہی ممکن ہے۔ اس نے زمین صاف کرنے اور شکار کرنے کے اوزار سنبھالے اور ماکوندو بسانے والے دوستوں کو لے کر اس خطرناک مہم پر نکل کھڑا ہوا۔ نقشے اور قطب نما اس کے ساتھ تھے۔

پہلے کچھ دن انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ وہ دریا کے پتھریلے کنارے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ جہاں انہیں سپاہی کا زرہ بکتر ملا تھا۔ اسی مقام سے وہ جنگلی نارنگیوں کے جنگل میں داخل ہو گئے۔ پہلے ہفتہ کے آخر پر انہوں نے ہرن شکار کر کے بھونا۔ انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ آدھا ہرن کھایا جائے اور آدھا نمک لگا کر آئندہ کے لئے رکھا جائے۔ اس بات کا مقصد یہ تھا کہ انہیں طوطے شکار نہ کرنا پڑیں۔ جن کا نیلا گوشت سخت اور بدبودار تھا۔ پھر اگلے دس دن انہوں نے سورج نہ دیکھا۔ دھرتی آتش فشاں مادے کی طرح نرم اور گیلی ہوتی گئی۔ نباتات بڑھتی گئیں۔ پرندوں کی چیخیں اور بندروں کا شور بڑھتا گیا اور کائنات پر اداسی چھاتی گئی۔ وہ تمام اپنے جوتے کھولتے تیل کے جوہڑوں میں دھنساتے کلہاڑیوں سے خون رنگ سوسن کے پھول کاٹتے اور سنہرے سلامندار مارتے بڑھتے رہے۔ نم اور ٹھہری

کائنات کے اندر اپنی پرانی یادوں میں کھوتے چلے گئے۔ یہ یادیں آدم کے پاپ سے بھی آگے کی تھیں۔ ایک ہفتہ تک چپ چاپ کسی خواب کی کیفیت میں گم' نیند میں چلنے والوں کی طرح اس دنیا میں ڈوبتے رہے۔ یہ دنیا صرف جاگتے کیڑوں کی پرلطف پرچھائیوں سے روشن تھی۔ ان کے پھیپھڑے دم گھونٹنے والی بدبو سے پھٹنے لگے۔ اب واپسی ممکن نہ تھی کیونکہ وہ جہاں سے راستہ بناتے وہ دوبارہ پودوں سے بند ہو جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہی وہ دوبارہ اگ آتے۔ "ٹھیک ہے۔" جوزے ارکیدو بوئندا کہتا۔ "اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم سمت نہ بھول جائیں۔" وہ قطب نما کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو راستہ دکھاتا رہا تاکہ وہ اس طلسمی علاقے سے باہر نکل سکیں۔ وہ اماؤس کی رات تھی' طویل سفر کی تھکن سے چور انہوں نے درختوں سے اپنی جھولیاں تانیں اور دو ہفتوں کے مسلسل سفر کے بعد گہری نیند سو گئے۔ صبح جب ان کی آنکھ کھلی تو سامنے کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے سامنے فرن اور کھجور کے درختوں میں گھرا' صبح کی روشنی میں سفید اور سلوف کی طرح کا بھربھرا ایک بڑا قدیم ہسپانوی جہاز بائیں رخ کو جھکا نظر آیا۔ اس کے مستول پر بادبان کے چیتھڑے جھول رہے تھے۔ جہاز کے رسوں پر گیا تھی۔ اس کا پیندا' نرم کائی اور گلے ہوئے پھلوں سے بھرا پتھریلی زمین پر جما کھڑا تھا۔ یوں لگتا جیسے وہ اپنی جگہ گھیرے زمانہ کی تباہ کاریوں اور پرندوں کی دست برد سے پرے' تنہائی اور گمنامی کی دنیا میں گم ہے۔ مہم جوؤں نے جہاز کے اندرونی حصہ کا احتیاط سے جائزہ لیا۔ وہاں پھولوں کے جنگل کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

جہاز کی موجودگی کہیں قریب ہی سمندر کا پتہ دیتی تھی۔ جوزے ارکیدو بوئندا کی ہمت جواب دے گئی۔ اس نے اپنی متلون مزاجی کا عذاب سمجھا کہ وہ سمندر جسے وہ اتنی قربانیوں اور مشکلوں سے نہ ڈھونڈھ پایا تھا۔ وہ انجن چیت' بغیر کسی تلاش کے' ناقابل تسخیر دیوار کی طرح رستہ روکے کھڑا تھا۔ برسوں بعد جب یہ وسیب ڈاک کی باقاعدہ ترسیل کے لئے استعمال ہونے لگا اس وقت ایک بار پھر کرنل ارلیانو بوئندا نے اس جنگل کو پار کیا اور افیون کے کھیت میں جہاز کا وہی جلا ہوا ڈھانچہ نظر آیا۔ اس سے اسے یقین آیا کہ اس کے باپ کی کہانی محض ذہنی اختراع نہیں تھی بلکہ حقیقت تھی۔ وہ حیران تھا کہ جہاز خشکی کے اس حصے میں کس طرح آن پھنسا ہو گا لیکن جوزے ارکیدو بوئندا کو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی۔ جہاز کو وہیں چھوڑ کر چار دن کے سفر کے بعد جب اس نے سمندر دیکھا تو اس کے خواب ٹوٹ گئے۔ یہ تمام قربانیاں اور مشکلات اس سمندر کے لئے تو نہیں تھیں۔

"خدا غارت کرے۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔ "ماکوندو ہر طرف پانی سے گھرا ہے۔"

جوزے ارکیدو بوئندا کے بے ڈھنگے نقشے کے مطابق جزیرہ نما ماکوندو کے بارے کافی عرصہ تک یہی سوچ رہی۔ یہ نقشہ اس نے واپسی پر بنایا۔ اس وقت وہ غصہ میں تھا اور راستہ کی مشکلات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ گویا اپنی بدنیتی کے سبب وہ خود کو سزا دے رہا ہو کہ اس نے کیسے اس جگہ کو چنا تھا۔ "ہم کہیں نہیں جا سکتے۔" وہ ارسلا سے لڑ پڑا۔ "ہم یہیں گل مر جائیں گے۔ ہم سائنس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پائیں گے۔ جوزے ارکیدو بوئندا تجربہ گاہ کے چھوٹے کمرے میں بند' دنوں یہ سوچتا رہا اور پھر یہی وشواش ابھرا کہ ماکوندو کو کسی اچھی جگہ دوبارہ بسایا جائے۔ اس دوران ارسلا کو اس کے ہذیانی منصوبے کا علم ہو گیا۔ اس نے چیونٹی کی سی رازداری اور سخت محنت سے بستی کی عورتوں کو اپنے شوہروں کی اس متلون مزاجی کے خلاف ہموار کر لیا۔ سب مرد تیاری میں مصروف تھے۔ جوزے ارکیدو بوئندا کو پتہ نہ چلا کہ کون مخالفت کر رہا ہے اور اس کا منصوبہ عذر' ٹال مٹول' ناامیدی اور بہانے کے کارن ایک فریب بن کر رہ گیا۔ ارسلا نے معصومیت کے سے انداز میں اس پر نظر رکھی۔ ایک صبح وہ ہجرت کے بارے بڑبڑاتا پچھلے کمرے میں تجربہ گاہ کا سامان ڈبوں میں رکھ رہا تھا تو ارسلا کو اس پر ترس آ گیا لیکن اس نے جوزے ارکیدو بوئندا کے کام میں خلل نہ ڈالا۔ وہ چپ چاپ ڈبے کو بند کرتا اس پر کیلیں ٹھونکتا۔ ارسلا سیاہی میں برش ڈبو کر ان پر نام لکھتے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ ارسلا اس کی خود کلامی کے دوران سن چکی تھی۔ جوزے ارکیدو بوئندا کو بستی کے لوگوں کا اس مہم پر تیار نہ ہونے کا علم تھا۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا گھر کا دروازہ اکھیڑنے لگا تو ارسلا نے ہمت کر کے پوچھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے برہمی سے جواب دیا۔ "کوئی ہمارا ساتھ دینے کو تیار نہیں۔ ہم اکیلے چلیں گے۔" ارسلا پریشان نہ ہوئی۔

"ہم نہیں جائیں گے۔" اس نے کہا۔ "یہ ہمارے بیٹے کی جنم بھومی ہے۔"

"اب تک ہمارا یہاں کوئی نہیں مرا۔ جہاں کوئی اپنا دفن نہ ہوا ہو۔ وہ جگہ اپنی نہیں ہوا کرتی۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا۔

ارسلا نے مضبوطی سے کہا۔ "یہاں رکنے کے لئے مجھے مرنا پڑا تو میں مر جاؤں گی۔"

جوزے ارکیدو بوئندا کو گمان بھی نہیں تھا کہ اس کی بیوی اتنی ہٹیلی ہے۔ اس نے

ارسلا کو سپنے دکھا کر لبھانے کی کوشش کی۔ نئی دنیا کا عہد' جہاں انسان جو بھی خواہش کرے پوری ہو' طلسمی پانی چھڑکو اور درخت پھل دینے لگتے ہیں۔ جہاں درد کے لئے مختلف قسم کے سستے آلات ملتے ہیں لیکن ارسلا کی بدھی میں یہ بات نہ آئی۔

"اپنی بے وقوفی کی ایجادات بارے سوچنے کی بجائے تمہیں اپنی اولاد کی فکر کرنی چاہئے۔" ارسلا نے کہا۔ "دیکھو ان کی کیا حالت ہے۔ گدھوں کی طرح وحشی ہوتے جا رہے ہیں۔"

جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنی بیوی کی بات کو یونہی لیا اور کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ بچے ننگے پاؤں باغ میں دوڑتے پھر رہے تھے۔ اسے یوں لگا جیسے لڑکے اچانک بڑے ہو گئے ہوں۔ جوزے ارکیدو بوئندا کو کہیں اندر سے کچھ سوجھا۔ ایک روحانی کیفیت' اپنے حال سے اپنی یادوں کے ان جانے گوشوں میں جا پڑا۔

ارسلا گھر کی صفائی کر رہی تھی۔ اب اسے گھر چھوڑنے کا خطرہ نہیں تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اپنے آپ میں گم بچوں کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو پونچھے اور سر جھکا کر گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا۔ "لڑکوں سے کہو' ڈبوں سے سامان نکالنے میں میری مدد کریں۔" سب سے بڑا بیٹا جوزے ارکیدو چودہ برس کا تھا۔ چوکور سر' گھنے بال' اور باپ کی سی فطرت۔ وہ جسمانی طور پر باپ پر گیا تھا لیکن بچپن سے ہی یہ بات کھل گئی کہ اس میں تخیل کی کمی ہے۔ ماکوندو بسانے سے قبل' جب وہ دشوار پہاڑیاں پار کر رہے تھے۔ یہ انہی دنوں کی یادگار تھا۔ والدین نے شکر ادا کیا کہ اس کی شکل جانوروں کی سی نہیں۔ ماکوندو میں پہلا انسان ارلیانو اترا۔ مارچ میں وہ چھ سال کا ہو جاتا۔ وہ کم گو اور تنہائی پسند تھا۔ وہ ماں کی کوکھ میں رویا اور جب وہ پیدا ہوا تو اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ جب ناڑ کاٹنے لگے تو اس نے اپنا سر ادھر ادھر گھما کر ماحول دیکھا اور گھر میں موجود ہر شے اور ہر شخص کا بے خوفی سے جائزہ لیا۔ وہ اپنے قریب آنے والے لوگوں سے لاتعلق کھجور کی چھال کی چھت تکتا رہا۔ جس کے بارے لگتا تھا مسلسل بارش کی وجہ سے یہ کسی وقت ڈھے جائے گی۔ ارسلا نے اس کی نگاہوں پر کبھی توجہ نہ دی۔ جب تین سالہ ارلیانو کچن میں آیا تو وہ ابلتے سوپ کو چولہے سے اتار کر میز پر رکھ رہی تھی۔ دروازے سے لگے بچے نے حیرانی سے کہا۔ "سوپ گرنے والا ہے۔" جوں ہی بچے نے کہا' کسی غیر مرئی قوت کے زیر اثر برتن میز کے کونے

کی طرف کھسکا اور فرش پر گر کر ٹوٹ گیا۔ ارسلا گھبرا گئی۔ اس نے شوہر کو یہ واقعہ بتایا تو جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے ایک فطری عمل جانا۔ جوزے ارکیدو بوئندا شروع سے ایسا ہی تھا۔ اس نے بچوں پر کبھی توجہ نہ دی۔ کچھ اس وجہ سے کہ بچپنا کچا ہوتا ہے اور کچھ وہ اپنی دنیا میں کھویا رہتا۔ لیکن سہ پہر کو جب لڑکوں نے تجربہ گاہ کا سامان ڈبوں سے نکالنے میں مدد کی۔ وہ اس کے لئے امروقت تھا۔ ایک الگ تھلگ کمرہ جس کی دیواریں رفتہ رفتہ عجیب و غریب نقشوں اور خاکوں سے بھرتی جا رہی تھیں۔ اس نے انہیں لکھنا پڑھنا سکھایا۔ دنیا کے عجوبوں کے بارے بتایا۔ اس عمل میں نہ صرف اس کا علم کام آتا بلکہ اس کا وچار بھی اسے بے انتی تک لے جاتا۔ انہیں معلوم ہوا کہ جنوبی افریقہ کی دوسری سرحد کے باسی اتنے شانت اور ذہین ہوتے ہیں کہ فارغ وقت میں ان کا ایک ہی کام ہوتا ہے، بیٹھ کر گیان کرنا۔ اور بحرالحیٹین کو ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے پر چھلانگ لگا کر پیدل پار کرنے والے سالوینکا کی بندرگاہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ سحرانگیز نشستیں لڑکوں کے ذہن پر یوں کندہ تھیں کہ برسوں بعد فائرنگ سکواڈ کو گولی کے حکم سے ایک لمحہ قبل کرنل ارلیانو بوئندا کے ذہن میں مارچ کی وہ گرم سہ پہر آئی جب اس نے دور سے مگرمان، نڑ اور پکھی واسوں کے گیتوں کی آواز سنی۔ وہ میمفس کے داناؤں کی حیران کن ایجاد کا ہوکا دیتے بستی میں داخل ہو رہے تھے۔ اس کا باپ طبیعیات کا سبق ادھورا چھوڑ کر ہاتھ ہوا میں بلند کئے کسی سحر میں گرفتار کھڑا تھا۔

یہ نئے پکھی واس تھے۔ جوان مرد اور عورتیں صرف ایک زبان بولتے تھے۔ ان کی جلد چکنی تھی۔ ان کے دہن اور ہاتھ خوبصورت تھے۔ ان کی موسیقی اور گیتوں نے ماکوندو کی گلیوں میں طلسم بچھا دیا۔ وہ رنگ برنگے طوطے پکڑے اطالوی گیت گا رہے تھے۔ طنبورے کی آواز پر مرغی سو سونے کے انڈے دیتی۔ ایک پالتو بندر لوگوں کا تخیل پکڑتا۔ ایک مشین قمیض کے بٹن ٹانکتی اور بخار بھی کم کرتی۔ ایک آلہ انسان کی ناخوشگوار یادیں دماغ سے مٹا دیتا اور ایک پلٹس وقت کا دھیان ختم کر دیتی۔ ساتھ ہی ایک ہزار اور ایجادات۔ یقیناً جوزے ارکیدو بوئندا کے دل میں ایسی مشین کی ایجاد کے لئے من چاہا ہو گا کہ جس کے کارن تمام باتیں یاد رکھی جا سکیں۔ کچھ دیر میں پکھی واسوں نے بستی الٹ پلٹ کر دی۔ ماکوندو کے باسی میلے کی بھیڑ میں گم ہو گئے۔

دونوں بچوں کو پکڑے کہ کہیں بھیڑ میں گم نہ ہو جائیں۔ سونے کے دانتوں والے

مسخرے سے ٹکراتا، چھ بازوؤں والے جادوگروں سے الجھتا، ہجوم میں صندل اور پسینے کی ملی جلی بو سے جی متلاتا جوزے ارکیدو بوئندا پاگلوں کی طرح ملکیا دیس کی تلاش میں تھا تاکہ وہ اس عجیب و غریب طلسمی اور بے انت گرہ کو کھول سکے۔ اس نے کئی پکھی واسوں سے پوچھا لیکن ان کے درمیان زبان آڑے آتی۔ آخر وہ ملکیا دیس کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک خاموش طبع آرمینی ایسا شربت بیچ رہا تھا جس کو پینے سے انسان نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا بھیڑ میں کہنیاں مارتا، چیرتا اس سے سوال پوچھنے لگا تو آرمینی عنبریں مائع کا گلاس پی چکا تھا۔ خوفناک دھوئیں کے بادل میں گم ہونے سے پہلے پکھی واس نے جوزے ارکیدو بوئندا کو اپنی نگاہوں میں جکڑ لیا۔ دھوئیں کے اوپر سے آواز آئی۔ "ملکیا دیس مر چکا ہے۔" یہ خبر سن کر جوزے ارکیدو بوئندا سکتے کے عالم میں کھڑا رہ گیا۔

جب بھیڑ کسی اور تماشے کی اور ہوئی تو وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ کم گو آرمینی گدلے بخارات کی صورت اڑ چکا تھا۔ ایک دوسرے پکھی واس نے تصدیق کی کہ ملکیا دیس سنگاپور کے ساحل پر بخار کی وجہ سے مر گیا اور اس کی میت کو جاوا کے گہرے پانیوں کے سپرد کر دیا گیا۔ لڑکوں کو اس خبر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ میمفس کے داناؤں کی انوکھی ایجادات دیکھنے کی ضد کرنے لگے۔ جن کے خیمے کے باہر ہوکا پھر رہا تھا۔ ہوکاری شاہ سلمان سے متعلق تھی۔ بچوں کی ضد پر جوزے ارکیدو بوئندا انہیں تیس سکے دے کر خیمے کے بیچ لے گیا۔ وہاں ایک گنجا اور بالوں سے ڈھکے جسم کا دیو قامت آدمی ناک میں تانبے کی بالی لٹکائے، لوہے کا جولان پہنے صندوق کی حفاظت کر رہا تھا۔ جب اس دیو نے صندوق کا ڈھکنا کھولا تو سرد ہوا سی آئی۔ صندوق کے اندر ایک سفید سل دھری تھی جس میں بے شمار سوئیاں لگی تھیں۔ سورج کی روشنی دھنک بن رہی تھی۔ مضطرب جوزے ارکیدو بوئندا کو وشواش تھا کہ بچے اس بارے سوال کریں گے۔ وہ بڑبڑایا۔

"یہ دنیا کا سب سے بڑا ہیرا ہے۔"

"نہیں۔" پکھی واس نے کہا۔ "یہ برف ہے۔"

جوزے ارکیدو بوئندا نے ان جانے میں ہاتھ آگے بڑھایا لیکن دیو نے روک دیا۔

"مزید پانچ سکے۔ اسے ہاتھ لگانے کے لئے۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے سکے اسے تھما دیئے اور اپنا ہاتھ برف پر رکھ دیا۔ وہ کئی منٹ تک رکھے رہا۔ اس کا دل اسرار، خوشی اور ڈر سے پھٹنے لگا۔ وہ کیا کہے۔ اسے سمجھ نہ آئی۔ اس نے دس سکے اور نکالے تاکہ اس کے بچے

اس عظیم تجربے سے گزریں۔ جوزے ارکیدو نے برف چھونے سے انکار کر دیا۔ ارلیانو نے آگے بڑھ کر اس پر ہاتھ رکھ کر واپس کھینچ لیا اور حیرت سے چیخ پڑا۔ "یہ تو ابل رہی ہے۔" اس کے باپ نے اس کی بات توجہ سے نہ سنی۔ وہ معجزے کا شاہد تھا اور اس سمے کے نشے میں تار وہ دکھ بھول گیا جو اس کی ہذیانی مہمات اور ملکیادیس کی میت کا سمندری جانوروں کے حوالے کر دینے کی وجہ سے ابھرا تھا۔ اس نے پانچ سکے اور نکالے اور شہادت دینے کے لئے برف کی سل پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ آج کے دور کی عظیم ایجاد ہے۔"

جب سر فرانسس ڈریک نے سولھویں صدی میں ریوچا پر حملہ کیا تو ارسلا کی سگڑدادی خطرے کی گھنٹیوں اور توپوں کی گرج سے اتنا ڈری کہ اس کے اوسان خطا ہو گئے اور خوف کے مارے چولہے پر جا گری۔ وہ جلنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے معذور ہو گئی۔ وہ تکیہ کا سہارا لے کر ایک پہلو پر بیٹھ سکتی تھی۔ اس کی چال میں عجیب و غریب قسم کا جھول تھا۔ اس حادثے کے بعد وہ کبھی لوگوں کے سامنے نہ آئی۔ وہ کسی سے نہ ملتی۔ اسے وہم ہو گیا تھا کہ اس کے جسم سے جلتے گوشت کی بو آتی ہے۔ وہ صبح تک صحن میں بیٹھی رہتی۔ خوف کی وجہ سے اسے رات بھر نیند نہ آتی۔ مبادا انگریز اور ان کے خونخوار کتے خواب میں نہ آ جائیں جو حملے کی رات کمرے کی کھڑکی سے اندر کودے تھے۔ انہوں نے لوہے کی گرم سلاخ کے ساتھ شرم ناک تشدد کیا تھا۔ اس کا خاوند آراگوانی تاجر تھا۔ اس خوف سے نجات دلانے کے لئے اس نے اپنی آدھی دکان دوائیوں اور دل جوئیوں پر خرچ کر دی۔ آخرکار وہ تمام کاروبار سمیٹ کر سمندر سے دور پہاڑوں کے دامن میں آباد مقامی انڈین کی ایک پرسکون بستی میں چلا گیا۔ وہاں اس نے ایسا گھر بنوایا جس کے بیڈ روم میں کوئی کھڑکی نہیں تھی تاکہ اس کے خوابوں میں ڈاکو اندر نہ آ سکیں۔

اس دور کی بستی میں کچھ عرصے سے تمباکو کا ایک مقامی کاشتکار ڈان جوزے ارکیدو بوئندا رہ رہا تھا۔ اس نے ارسلا کے سگڑدادا کے ساتھ مل کر ایک منافع بخش کاروبار کا آغاز کیا۔ چند سالوں میں ان کی قسمت بدل گئی۔ صدیوں بعد تمباکو کے اس مقامی کاشتکار کے پڑپوتے نے آراگوانی کی پوتی سے شادی کر لی۔ ہر بار جب ارسلا کو اپنے خاوند کے جنونی خیالات پر غصہ آتا تو وہ تین صدیوں قبل کے اس دن کو کوستی۔جب سر فرانسس ڈریک ریوچا پر حملہ آور ہوا تھا۔ بس یہ اس کے من کی شانتی کا بہانہ تھا۔ ورنہ وہ ایسے بندھن میں بندھے تھے جو محبت کے سمبندھ سے زیادہ مضبوط تھا اور وہ سمبندھ تھا ضمیر کی خلش کا۔ وہ عم زاد تھے۔ دونوں ایک قدیم بستی میں پلے بڑھے جسے ان کے آباء و اجداد نے اپنی محنت

اور عادات و اطوار سے صوبے کا بہترین قصبہ بنا دیا تھا۔ گو ان کی آپس میں شادی کی پیشن گوئی اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہو چکی تھی لیکن انہوں نے آپس میں شادی کا اظہار کیا تو رشتہ دار آڑے آ گئے۔ انہیں ڈر تھا کہ دو صدیوں کی آپس میں رشتہ داری کی وجہ سے کہیں "اگوانے" نہ پیدا ہوں اور خاندان کو کسی ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس سے پہلے ایک شرمناک مثال موجود تھی۔ ارسلا کی ایک پھوپھی کی شادی جوزے ارکیدو بوئندا کے چچا کے ساتھ ہوئی۔ ان کا بیٹا تمام عمر ڈھیلی پتلونیں پہنتا رہا کیونکہ اس کے پیچھے بوتل کھولنے والے آلے کی طرح ایک کرکری ہڈی کی دم تھی۔ جس کے سرے پر بالوں کا گچھا تھا۔ بالکل سور کی دم کی طرح۔ کوئی عورت اسے نہ دیکھ سکتی تھی لیکن اس کے ایک قصائی دوست نے بغدے سے اس کی دم کاٹ دی تو زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے بیالیس سال کی عمر میں کنوارا مر گیا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے جوانی کے جوش میں محض ایک فقرہ کہا۔ "پھر کیا ہے؟ وہ سور پیدا ہوں، بس بول سکتے ہوں۔"

ان کی شادی بڑے دھوم دھام سے ہوئی۔ بینڈ باجے اور آتش بازی ہوئی۔ ارسلا کی ماں نے منحوس قسم کی پیشن گوئیاں کر کے اسے نہ صرف ڈرا دیا بلکہ اس نے ارسلا کو مشورہ دیا کہ وہ شادی ہونے کے باوجود ہم بستری سے بچی رہے۔ اپنے صحت مند شوہر سے ڈر کر کہ کہیں وہ زبردستی اپنی بات منوا نہ لے۔ اس کی ماں نے بادبانی کپڑے کا ایک بھدا سا زیر جامہ سی دیا۔ اس پر چمڑے کی پٹیاں چڑھا دیں۔ وہ سامنے کی طرف سے لوہے کے بکسوے سے بند ہوتا تھا۔ وہ روزانہ سونے سے پہلے اسے پہن لیتی۔ یونہی چند ماہ گزر گئے۔ دن کے وقت جوزے ارکیدو بوئندا اپنے لڑاکا مرغوں کی دیکھ بھال میں لگا رہتا۔ ارسلا ماں کے ساتھ بیٹھ کر کشیدہ کاری کرتی اور رات کو وہ گھنٹوں ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے رہتے۔ ہم بستری کی یہی ایک شکل تھی۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ سال گزر چکا ہے لیکن ارسلا کے ہاں کچھ نہیں ہوا۔ اس کا خاوند نامرد ہے۔ جوزے ارکیدو بوئندا تک یہ افواہ پہنچ گئی۔

"دیکھو۔ ارسلا! لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" وہ بیوی سے بات کرتے ہوئے پرسکون رہا۔

"بکنے دو۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔" ارسلا نے جواب دیا۔

چھ ماہ بعد تک صورت حال یہی رہی۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے پرودنیسو اگویلار سے مرغوں کی لڑائی جیتی۔ لہو لہان مرغ کو دیکھ کر پرودنیسو اگویلار کو غصہ آ گیا۔ وہ جوزے

ارکیدو بوئندا کو پرے لے گیا اور پھر لوگوں کو سناتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔
"مبارک ہو' شاید اب تمہارا مرغ تمہاری بیوی کی اچھی سیوا کر سکے۔"
جوزے ارکیدو بوئندا نے بہت پرسکون طریقے سے اپنا مرغ اٹھایا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے لوگوں سے کہا اور پھر پرودنیسو آگویلا سے کہا۔
"تم گھر سے کوئی ہتھیار لے آؤ۔ میں نے تمہیں قتل کرنا ہے۔"
دس منٹ کے اندر وہ دادا کا دندانے دار بھالا لے کر آگیا۔ جسے اس کے دادا ارکیدو بوئندا اول نے اس علاقے کے چیتوں کے لئے استعمال کیا تھا۔ میدان میں آدھے سے زیادہ بستی والے اکٹھے ہو چکے تھے۔ پرودنیسو آگویلار اس کے انتظار میں تھا لیکن اسے بچاؤ کا موقع ہی نہ ملا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے بیل کی سی طاقت سے نشانہ لے کر اس کا گلا پھاڑ دیا۔
جوزے ارکیدو بوئندا جب گھر لوٹا تو اس کی بیوی اپنی حفاظت کے لئے زیر جامہ پہن رہی تھی۔ اس نے بھالے کو اس کی طرف کر کے کہا۔ "اسے اتار دو۔" ارسلا اپنے خاوند کا ارادہ بھانپ گئی۔ "لیکن نتائج کے ذمے دار تم ہو گے۔" وہ بڑبڑائی۔
جوزے ارکیدو بوئندا نے بھالا کچی زمین میں گاڑ دیا۔
"تم نے آگوانے بھی جنے تو ہم انہی کو پال لیں گے۔" اس نے کہا۔ "میں تمہاری وجہ سے مزید قتل نہیں کرنا چاہتا۔"
تمام بستی والوں نے پوری رات میت کے قریب گزاری۔ پرودنیسو آگویلار کے رشتہ داروں کے بینوں سے ہوا بوجھل تھی۔ بوجھل ہوا تمام رات بیڈ روم تھپتھپاتی رہی لیکن وہ بے تعلق بنے جون کی خشک چاندنی میں نہائی خوشگوار رات میں صبح تک ایک دوسرے میں ڈوبے رہے۔
عزت کا معاملہ تھا۔ اسے ڈوئیل کا نام دے کر دبا دیا گیا لیکن جوزے ارکیدو بوئندا کو ضمیر کی خلش سکون نہیں لینے دیتی تھی۔ ایک رات ارسلا کو نیند نہ آئی۔ وہ اٹھ کر صحن میں پانی پینے گئی تو پرودنیسو آگویلار مٹکے کے قریب کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ اداس تھا۔ وہ نیلا ہو رہا تھا اور اپنی گردن کا سوراخ اسپارتو گھاس سے بھر رہا تھا۔ ارسلا کو اس سے ڈر نہ لگا بلکہ اسے رحم آگیا۔ وہ اپنے کمرے میں گئی اور شوہر کو بتایا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اس بات کی طرف توجہ نہ کی۔ "بس اندر کی خلش ہمیں بے سکون کر رہی ہے۔"
دو راتوں کے بعد ارسلا نے پرودنیسو آگویلار کو دوبارہ دیکھا۔ اب کے غسل خانے میں

ا۔سپارتو گھاس کے ساتھ گردن کا خون صاف کر رہا تھا۔ ایک اور رات وہ بارش میں پھر رہا تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اپنی بیوی کی اس پریشانی سے تنگ آگیا اور بھالا لے کر صحن میں آگیا۔

"جاؤ۔ جہنم میں جا مرو۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا۔ "اب جتنی بار سامنے آؤ گے۔ میں اتنی بار قتل کروں گا۔"

پرودنیسو آگویلار جما کھڑا رہا۔ جوزے ارکیدو بوئندا کو اس پر بھالا پھینکنے کی ہمت نہ ہوئی پھر وہ سکون سے نہ سو سکا۔ جس طور پرودنیسو آگویلار نے اس طرف دیکھا۔ لگتا تھا اسے زندہ رہنے کی خواہش تھی اور جس طریقے سے وہ گھر میں پانی ڈھونڈھتا پھر رہا تھا اور جس طرح وہ گھاس کو گیلا کر کے اپنے گھاؤ پر رکھنا چاہتا ہے۔ اس بات پر جوزے ارکیدو بوئندا اور بے سکون ہو گیا۔ "وہ بہت بے چین ہے۔" اس نے ارسلا سے کہا۔ "دیکھو' کتنا تنہا پھرتا ہے۔" جب اگلی بار ارسلا نے اسے چولہے پر رکھی پتیلیوں کے ڈھکن کھولتے دیکھا تو اس نے وچار کیا کہ اسے پانی کی تلاش ہے۔ اسے پرودنیسو آگویلار پر بڑا ترس آیا۔ اس نے گھر میں جگہ جگہ پانی کے جگ رکھ دیئے۔ ایک رات جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے اپنے کمرے میں گھاؤ دھوتے دیکھا تو برداشت نہ کر سکا۔ "ٹھیک ہے پرودنیسو۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا "ہم بستی چھوڑ دیں گے۔ اتنی دور جائیں گے جتنا ممکن ہو گا۔ ہم دوبارہ کبھی نہیں لوٹیں گے۔ اب تم سکون سے لوٹ جاؤ۔"

انہوں نے پہاڑ کے اس پار جانے کا سوچا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنے چند دوستوں کو سفر کے لئے تیار کر لیا۔ انہوں نے اپنے بیوی بچے ساتھ لئے' گھر کا سامان لیا اور انجانی منزل کی سمت روانہ ہو گئے۔

روانگی سے پہلے جوزے ارکیدو بوئندا نے بھالا صحن میں دبایا اور اپنے لڑاکا مرغوں کو ایک ایک کر کے ذبح کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ یوں پرودنیسو آگویلار کی روح کو سکون ملے گا۔ ارسلا نے اپنے ساتھ شادی کے چند جوڑے' کچھ برتن' بھانڈے اور ایک چھوٹا سا صندوق لے لیا۔ اس صندوق میں سونے کے سکے تھے جو اس کا باپ اسے دے کر مرا تھا۔ ان کے ذہن میں سفر کے بارے کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ بس وہ ریوہاچا کی دوسری سمت چل پڑے تاکہ سفر میں انہیں کوئی جاننے والا نہ ملے۔ وہ اپنا نام و نشان نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ یہ عجیب سفر تھا۔ ارسلا کا پیٹ بندر اور سانپ کھا کھا کر بدہیت ہو چکا تھا۔ چودہ ماہ بعد اس نے ایک

نارمل بچے کو جنم دیا۔ ارسلا نے آدھا سفر جھولے میں لیٹے لیٹے گزارا جسے دو آدمی کاندھے پر اٹھائے چلتے تھے کیونکہ ورم کی وجہ سے اس کی ٹانگیں بے کار تھیں۔ ان میں بلبلوں کی سی نیلی رگیں ابھر آئیں۔ اس کے پیٹ اور ویران آنکھیں دیکھ کر ترس آتا تھا۔ والدین کی نسبت بچوں کے لئے یہ سفر بہتر تھا۔ سفر کا لطف اٹھاتے' دو سال کے طویل سفر کے بعد ایک صبح انہوں نے پہلی بار پہاڑی سلسلہ کی پوربی اترائی دیکھی۔ پہاڑ کے بادلوں سے ڈھکی چوٹی سے دنیا کی دوسری طرف ایک طویل دلدلی سلسلہ تھا۔ لیکن انہیں سمندر نہ ملا۔ وہ کئی مہینے دلدلی علاقے میں بھٹکتے رہے۔ رستے میں ملنے والے مقامی انڈین آبادیوں سے آگے ایک رات پتھریلے دریا کے کنارے اپنا پڑاؤ کیا۔ دریا کا پانی شیشے کے جمے دھارے کی طرح تھا۔

برسوں بعد' خانہ جنگی کے دوران کرنل ارلیانو بوئندا نے ریوچا پر اچانک حملے کے لئے اسی راہ سے گزرنے کی کوشش کی لیکن چھ دن میں ہی اسے سمجھ آگئی کہ یہ محض پاگل پن ہے۔ خیر' اس رات انہوں نے دریا کنارے پڑاؤ کیا۔ دوستوں کے تاثرات ایسے تھے جیسے ان کا جہاز تباہ ہو چکا ہو اور واپسی ناممکن ہو۔ آغاز سفر سے ان کی تعداد میں بڑھوتری ہوئی تھی اور عمر کی طوالت کے سبب موت کے قریب بھی آ چکے تھے۔ اس رات جوزے ارکیدو بوئندا نے خواب میں اسی جگہ ایک آباد اور بارونق شہر بسا دیکھا۔ اس کے گھروں کی دیواریں شیشے کی تھیں۔ اس نے لوگوں سے پوچھا' یہ کون سا شہر ہے؟ انہوں نے ایسا نام لیا جو کبھی پہلے کسی نے سنا تھا نہ اس کے کوئی معنی تھے۔ ماکوندو' جوزے ارکیدو بوئندا کے خواب میں ایک غیبی بازگشت ابھری۔

دوسرے دن اس نے اپنے ساتھیوں کو قائل کر لیا کہ سمندر کی تلاش ناممکن ہے اور پھر اس نے دریا کنارے سب سے ٹھنڈی جگہ کو درختوں سے صاف کرنے کو کہا اور وہاں انہوں نے بستی کی بنیاد رکھی۔

جب جوزے ارکیدو بوئندا نے برف دیکھی تو اسے خواب میں شیشے کی دیواروں کی تب سمجھ آئی۔ برف دیکھ کر اس نے سوچا کہ خواب کی تعبیر اس نے پالی ہے اور جلد ہی وہ پانی جیسی معمولی چیز سے برف کی سلیں بنا لیں گے اور ان سلوں سے بستی کے گھر بنائیں گے۔ پھر ماکوندو میں جھلتی گرمی نہیں ہو گی۔ دروازے اور کنڈیاں گرمی سے نہیں مڑیں گی۔ یہ ایک سرد اور پر فضا بستی ہو گی۔ وہ برف کا کارخانہ چالو نہ کر سکا کیونکہ وہ ان دنوں اپنے بیٹوں کی تعلیم بارے مگن تھا خصوصاً ارلیانو کی پڑھائی کے بارے۔ اس کی دلچسپی کیمیا گری کے

بارے وجدان کی حد تک تھی۔ اس نے تجربہ گاہ کی گرد جھاڑی۔ ملکیا دیس کے کاغذات غور سے دوبارہ پڑھے اور ان کے انداز پر عش عش کر اٹھا۔ انہوں نے بڑے تحمل اور طویل نشستوں میں ارسلا کے سونے کو اس ملغوبے کو علیحدہ کرنے کا فیصلہ کیا جو کڑھائی کے پیندے سے چپکا تھا۔ جوزے ارکیدو نے اس طرف کم توجہ دی۔ جن دنوں اس کا باپ جنونی ہو کر پانی کی نلکیوں سے الجھا ہوا تھا۔ وہ باغی پہلوٹھا جو ہمیشہ اپنی عمر سے بڑا دکھتا' ایک بلوان مرد میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کی آواز بدل گئی تھی۔ اس کے اوپر والے ہونٹ پر مونچھیں اگنے لگی تھیں۔ ایک رات ارسلا اس کے بیڈ روم میں آئی تو وہ سونے کے لئے کپڑے بدل رہا تھا۔ ارسلا کو شرم اور رحم کا ملا جلا احساس ہوا۔ شوہر کے بعد وہ دوسرا مرد تھا جسے اس نے ننگا دیکھا تھا۔ اس کا لنگ غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔ ارسلا تیسری بار پیٹ سے تھی۔ اسے شادی کے پہلے دنوں کی دہشت یاد آئی۔

انہی دنوں گھر کے کام کاج کے لئے ایک منہ پھٹ' چنچل اور اشتعال انگیز عورت آئی۔ وہ تاش کے پتوں کی مدد سے مستقبل بینی کرتی تھی۔ ارسلا نے اس سے رازداری کی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے بیٹے کا لنگ غیر معمولی اور غیر فطری طور پر بڑا ہے جیسے اس کے کزن کی دم تھی۔ اس عورت نے خوشی بھرا قہقہہ لگایا جو گھر میں ٹوٹے شیشے کے چھناکے کی طرح گونجتا رہا۔ "تمہارے خدشات کے الٹ' وہ بہت خوش قسمت ہو گا۔" اپنی پیشن گوئی کے ثبوت کے لئے وہ تاش کے پتے گھر لے آئی۔ وہ جوزے ارکیدو کو لے کر رسوئی سے ہٹ کر گودام میں آ گئی۔ اس نے خاموشی کے ساتھ پتے ایک تختے پر رکھے اور پھر جو اس کے ذہن میں تھا۔ بڑبڑاتی رہی۔ وہ قریب کھڑا رہا۔ اس کے انداز تجسس کی بجائے اکتاہٹ تھی۔ اچن چیتی اس عورت نے لنگ کو چھو لیا۔ "او خدایا۔" وہ اتنا کہہ سکی۔ وہ بہت زیادہ حیران تھی۔ نوجوان جوزے ارکیدو کو ہڈیوں میں جھاگ ابھرتا محسوس ہوا۔ اس میں ایک تھکا دینے والے خوف اور رونے کی خواہش ابھری۔ عورت آگے نہ بڑھ پائی لیکن نوجوان جوزے ارکیدو تمام رات بے چین رہا۔ اس کی بغلوں سے ابھرنے والی بو اس پر چھائی رہی۔ اس کے من میں کسی کے ساتھ لیٹنے کی خواہش تھی یا جیسے وہ اس کی ماں ہو۔ وہ ہمیشہ گودام میں پڑے رہتے اور وہ کہا کرتی۔ "اوہ خدایا۔" ایک دن جوزے ارکیدو یہ سب کچھ نہ سنبھال پایا اور ڈھونڈھتا ہوا اس کے گھر پہنچ گیا۔ وہ جھجکتا اندر گیا اور بے خود سا' چپ چاپ بیٹھک میں بیٹھا رہا۔ اس وقت جوزے ارکیدو کو عورت کی خواہش نہیں تھی۔ وہ اسے اس تصور

سے مختلف جاپانی جس کی خوشبو نے اسے بے خود کیا تھا۔ یہ کوئی اور تھی۔ اس نے کافی پی اور اداس اداس سا باہر نکل آیا۔ اس رات وہ بے خوابی کا شکار رہا۔ ایک بھاری وقت اس کی خواہش کی لیکن اب کی بار اس کی خواہش گودام میں ابھرنے والی خواہش سے لگا نہ کھاتی تھی بلکہ ایسی عورت کی خواہش تھی جیسی جوزے ارکیدو نے اس سہ پہر کو محسوس کی تھی۔

کئی دن بعد اچانک اس عورت نے جوزے ارکیدو کو بلوا بھیجا۔ گھر میں صرف اس کی ماں تھی۔ وہ پتے دکھانے کے بہانے کمرے میں لے گئی۔ اس نے جوزے ارکیدو کو یوں چھوا کہ ایک جھرجھری کے ساتھ اسے لذت کی بجائے خوف آنے لگا۔ عورت نے رات کو آنے کا کہا۔ جوزے ارکیدو نے باہر بھاگنے کے لئے سرہلایا۔ وہ حرکت کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس رات جوزے ارکیدو نے اس عورت کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ خواہ وہ کچھ کر سکے یا ناکام ٹھہرے۔ اس نے اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر کپڑے پہنے۔ اپنے بھائی کی نیند کی سانسوں کا اندازہ کیا۔ دوسرے بیڈ روم سے اپنے باپ کی خشک کھانسی سنی۔ صحن میں مرغیوں کی رکی سانسیں، مچھروں کی بھنبھناہٹ، دھڑکتا دل اور دنیا کی بے ترتیب ہلچل جانچی۔ اس نے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔ وہ خوابیدہ گلی میں پہنچ گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ پٹ بند ہوں بلکہ دروازے کو چٹخنی بھی چڑھی ہو۔ دروازہ کھلا تھا۔ اس نے پوروں سے دباؤ دیا تو دروازہ ایک سسکی کے ساتھ کھل گیا اور اس کی آواز سے روح منجمد سی ہو گئی۔ جس لمحے وہ دیوار کے ساتھ سرکتا اندر گیا۔ اس نے وہی خوشبو محسوس کی۔ صحن میں اس عورت کے تینوں بھائی جھولی میں سو رہے تھے اور اندھیرے کی وجہ سے اسے نظر نہ آ رہے تھے۔ وہ محض اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ جھولی کی رسیاں نیچے تھیں۔ وہ ایک مرد سے ٹکرایا۔ وہ خراٹے لے رہا تھا۔ اس نے کروٹ لی اور خواب میں بڑبڑایا۔ "وہ بدھ تھا۔" وہ دروازے کا پٹ کھولتے اندر گرتے گرتے بچا۔ ذرا ان لمحوں میں اسے اندھیرے میں احساس ہوا کہ وہ ہوش و حواس میں نہیں ہے۔ اس چھوٹے سے کمرے میں اس کی ماں اور اس کی بہن اور اس کے دو بچے سو رہے تھے۔ وہ عورت وہاں جیسے موجود ہی نہیں تھی۔ جس خوشبو کے سہارے اس تک پہنچنا تھا۔ وہ خوشبو پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ خوشبو اتنی تیز اور گمراہ کن تھی جیسے وہ ہمیشہ سے اس کے بدن سے لپٹی ہو۔ وہ کتنی دیر ساکت کھڑا رہا۔ اسے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لمحے بے خودی میں آخر کیسے جا گرا۔ وہ اپنے ہاتھ کی پوروں کے سہارے آگے بڑھا اور اس کے چہرے کو چھوا۔ اسے کوئی اچنبھا

نہیں ہوا کیونکہ اسے اس لمحہ کی توقع تھی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا۔ وہ کوئی اور قسم کی تھکان کی کیفیت تھی۔ وہ بہت عجیب جگہ پہ تھا۔ ایسی جگہ جہاں اس کے کپڑے اتارے گئے۔ آلوؤں کی بوریوں کی طرح اسے الٹا پلٹا گیا۔ ہر طرف لڑھکایا گیا۔ ایک ایسی اندھی گہرائی جہاں باقی بدن بے معنی تھا۔ جہاں عورت کی خوشبو کی بجائے امونیا کی بو پھیلی تھی۔ اس نے چہرہ یاد کرنے کی کوشش کی۔ ہر بار ارسلا کا چہرہ سامنے گھوم جاتا لیکن اس کا عمل وہی تھا جس کی برسوں سے اسے خواہش تھی۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ یہ عمل وہ زندگی بھر نہیں کر سکے گا۔ اسے کسی قسم کا ہوش نہیں تھا کہ آخر وہ کیا کر رہا ہے۔ اس کے پیر کہاں ہیں۔ اس کا سر کہاں ہے۔ پھر کس کا پیر کس کا سر۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے گردوں کا بوجھ اور برداشت نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ اپنے پیٹ کی ہوا کو برداشت کر پایا۔ اس کے ذہن میں بس ایک بات تھی کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے۔ ساتھ ہی اس کے ذہن میں یہ خواہش پل رہی تھی کہ اس بے ترتیب خاموشی اور خوفناک اکیلے پن میں سکوت ہو۔

اس کا نام پیلار ترنیرا تھا۔ جب ماکوندو کی بنیاد پڑ چکی تو یہ انہی آخری دنوں میں یہاں پہنچی تھی۔ اس کے گھر والے اسے زبردستی یہاں لائے تھے تاکہ اس درندے سے جدا کر سکیں۔ جس نے چودہ سال کی عمر میں اس کو پکڑ لیا تھا۔ وہ بائیس برس کی عمر تک اس سے چمٹا رہا۔ وہ یہ بات بستی والوں پر ظاہر نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ بدیسی تھے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پیلار ترنیرا کا دنیا کے آخری کونے تک پیچھا کرے گا لیکن اس کی زندگی کے مسائل بیچ میں تھے۔ وہ انتظار سے تھک چکی تھی۔ وہ تمام لمبے، پستہ قد، گورے کالے مردوں پر اس کا گمان کرتی جو اس کے تاش کے پتوں کے تعین کے مطابق سمندر کے رستے یا خشکی کے ذریعے تین دن، تین ماہ یا تین سال کے اندر آئے۔ انتظار میں وہ اپنی رانوں کی مضبوطی، سینے کی اٹھان اور اپنی نرم خوئی کھو بیٹھی صرف اس کے دل کا پاگل پن باقی بچا تھا۔ اس انوکھے کھلونے نے جوزے ارکیدو کو پاگل کر دیا۔ وہ اس کمرے کی بھول بھلیوں سے گزر کر ہر رات وہاں پہنچ جاتا۔ ایک رات گھر کا دروازہ بند تھا۔ اس نے کئی بار دستک دی۔ اس نے سوچا اب پہلی دستک کے بعد آخری وقت تک دستک دینی ہو گی۔ آخر دیر بعد پیلار ترنیرا نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ دن بھر لیٹا جاگتی آنکھوں سے سپنے دیکھتا اور گزشتہ رات کے نشوں میں ڈوبا رہتا لیکن جب وہ اس کے گھر آتی تو وہ اس سے لاتعلق سی رہتی۔ خوشی اور مسکراہٹیں کھیلتی رہتیں۔ جوزے ارکیدو کو اپنی گھبراہٹ چھپانے کی بالکل ضرورت نہ پڑتی

کیونکہ اس عورت کے قہقہے ناختاؤں کو خوف زدہ کر دیا کرتے۔ اتفاق قوت سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا جس نے جوزے ارکیدو کو اپنی روح میں سانس لینا اور اپنے دل کی دھڑکن کو قابو پانا سکھلایا تھا۔ اس نے سمجھایا کہ مرد عورت سے کیوں ڈرتے ہیں۔ جوزے ارکیدو اپنے آپ میں اتنا گم تھا کہ جب اس کے باپ اور بھائی نے ان دھاتوں کے ملغوبے سے ارسلا کو سونا نکالنے کی خبر سنائی تو وہ حیران رہ گیا کہ گھر والے آخر اتنا خوش کیوں ہیں؟

وہ کئی دنوں کی محنت سے اس عمل میں کامیاب ہوئے تھے۔ ارسلا خوش تھی اور علم کیمیا گری کی ایجاد کی شکر گزار بھی۔ پورا گاؤں امڈ پڑا۔ گھر والوں نے بسکٹوں پر امرود کی جیلی لگا کر ان کی سیوا کر کے کامیابی کا جشن منایا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے خالص سونا لوگوں کو ایسے دکھایا جیسے یہ اس کی اپنی ایجاد ہو۔ پھر وہ اپنے بیٹے کے پاس گیا۔ جس نے پچھلے کئی دنوں سے تجربہ گاہ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے سونے کی ڈلی بیٹے کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

"یہ کیا ہے؟" جوزے ارکیدو نے جواب دیا۔

"کتے کا پاخانہ۔"

جوزے ارکیدو بوئندا نے اتنے زور سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا کہ اس کے منہ سے خون نکل آیا اور آنکھیں آنسو سے بھر گئیں۔

اس رات پیلار ترنیرا اندھیرے میں جوزے ارکیدو کے سوجے ہوئے منہ کی آرنیکا سے ٹکور کرتی رہی اور ساتھ ہی اپنی خواہش کا پالن کرتی رہی۔ اسے تکلیف کا احساس باقی تھا۔ قربت انہیں اس کیفیت پر لے آئی جہاں انہیں پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ سرگوشیاں کرنے لگے۔

"میں چاہتا ہوں ہم اکٹھے رہیں۔" اس نے کہا۔ "میں آج سب کو یہ بات بتا دوں گا۔ اب ہم چوری چھپے راتوں کو نہیں ملیں گے۔"

پیلار ترنیرا چپ رہی۔

"یہ بہت سندر ہو گا۔" وہ بولی۔ "جب ہم اکیلے رہیں گے تو میں لیمپ جلتا رکھوں گی تاکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ میں گھر میں خوب شور مچاؤں گی۔ مجھے کوئی نہیں روکے گا۔ اور تمہارے دل میں جو آئے کہتے رہنا۔"

اس کے دل میں باپ کے خلاف جو نفرت بھری تھی اور پھر ان سرگوشیوں سے اسے جو محبت ملی۔ اس نے جوزے ارکیدو کے اندر بردباری اور جرات پیدا کر دی۔ بغیر سوچے سمجھے

بے ساختگی میں جوزے ارکیدو نے ساری کتھا اپنے بھائی کو بتا دی۔

شروع میں ارلیانو کو خطرے کا احساس ہوا کیونکہ اس کے نزدیک بھائی کا یہ اقدام کسی خطرے سے خالی نہیں لیکن وہ طلسم اس کی سمجھ سے بالا تر تھا۔ وہ آنے والے خطرات اور اپنے بھائی پر ہونے والے جبر اور ظلم کے بارے سوچ کر بہت خوف زدہ تھا۔ وہ کسی انجانی مسرت میں اس کے انتظار میں صبح تک جاگتا رہتا۔ اسے تنہائی ڈستی۔ یوں لگتا جیسے بستر کے نیچے کوئلے دہک رہے ہوں۔ دونوں بھائی بستر پر پڑے ایک دوسرے سے صبح تک باتیں کرتے رہتے۔ پھر دونوں لڑکے سارا دن غنودگی کا شکار رہنے لگے۔ انہیں باپ کی کیمیا گری اور علم و دانش سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ وہ تنہائی کا شکار ہو گئے۔ "یہ پاگل ہو گئے ہیں۔" ارسلا نے کہا۔ "لگتا ہے ان کے پیٹ میں کیڑے ہیں۔" اس نے پیٹ کے کیڑے نکالنے والی جڑی بوٹی سے ایک بدذائقہ اور کڑوا مکسچر بنایا۔ انہوں نے بغیر ضد کئے سکون سے پی لیا اور دونوں کو گیارہ بار پاخانے میں جانا پڑا۔ کچھ سرخ رنگ کے کیڑے انہوں نے سب کو دکھائے تاکہ وہ ارسلا کو اپنی غنودگی اور لاتعلقی کی اصل وجہ سے فریب میں رکھ سکیں۔ چھوٹا ارلیانو اب کچھ کچھ سمجھنے لگا تھا بلکہ اپنے بھائی کے تجربات کے سبب تصور میں انہی کیفیات میں سے گزرنے لگا۔ ایک بار جب جوزے ارکیدو اسے ملاپ کی تراکیب بتا رہا تھا۔ اس نے اچانک پوچھا۔

"کیسا لگتا ہے؟"

جوزے ارکیدو نے فوراً" جواب دیا۔

"جیسے زلزلے کے جھٹکے۔"

جنوری کی ایک جمعرات کو رات دو بجے امرانتا پیدا ہوئی۔ کسی شخص کے اندر آنے سے قبل ارسلا نے اس کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ وہ ہلکی پھلکی ریگ ماہی کی طرح تھی۔ سموچی اور صحت مند۔ جب گھر لوگوں سے بھر گیا تب ارلیانو کو خبر ہوئی۔ اس ہنگامے میں وہ بے اختیار اپنے بھائی کو ڈھونڈھنے چل پڑا۔ وہ رات گیارہ بجے سے غائب تھا۔ وہ ایک اضطراری کیفیت تھی۔ وہ فیصلہ نہ کر پایا کہ آخر وہ پیلار ترنیرا کے کمرے سے بھائی کو کیسے نکالے؟ اس نے گھر کے کئی چکر لگائے۔ سیٹیاں بجائیں یہاں تک کہ بھور بھئے وہ مایوس لوٹ آیا۔ جوزے ارکیدو ماں کے کمرے میں معصوم بہن سے کھیل رہا تھا۔

ارسلا کے چالیس دن مکمل نہیں ہوئے تھے کہ خانہ بدوش واپس آ گئے۔ یہی جادوگر اور

شعبدہ باز پہلی بار بستی میں برف لائے تھے۔ ملکیادیس کے مزاج کے برعکس' انھوں نے جلد ہی بستی والوں پر یہ بات واضح کر دی کہ ان کا کام سائنسی ترقی نہیں' محض تفریح مہیا کرنا ہے۔ انھوں نے برف کی نمائش بھی اس کی تشہیر نہیں بلکہ محض سرکس میں ایک عجوبے کے طور پر کی تھی۔ اب کی بار ان کے پاس نئے عجوبوں کے ساتھ اڑن قالین بھی تھا اور اس کی نمائش بھی انھوں نے حمل و رسد کی ترقی کی بجائے محض تفریح کے طور پر کی۔ بستی والوں نے بستی کے اوپر سیر کرنے کے لئے اپنے سکے زمین سے نکالے۔ اس تفریحی ہنگامے میں جوزے ارکیدو اور پیلار ترنیرا ایک دوسرے میں ڈوبے رہے۔ وہ میلے میں ایک مسرور اور محبت کرنے والے جوڑے کی طرح گھومتے رہے۔ انھوں نے سوچ لیا کہ محبت لمحاتی اور بے لگام خفیہ ملاقاتوں کے علاوہ ایک خوبصورت احساس بھی ہے۔ البتہ پیلار ترنیرا نے جوزے ارکیدو کے اس اظہار محبت میں ڈوب کر موقع اور مناسبت کے برعکس آسمان سر پر ڈھا دیا۔

"تم اب واقعی مرد بن چکے ہو۔" پیلار ترنیرا نے اپنی بات کی وضاحت کی۔ "تم باپ بننے والے ہو۔"

طلسم ٹوٹ گیا۔

چند روز تک جوزے ارکیدو کو گھر سے نکلنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ کچن میں پیلار ترنیرا کے پتھریلے قہقہے سن کر وہ تجربہ گاہ کی اور بھاگ جاتا۔ اب ارسلا کی رضامندی کے سبب دوبارہ کام شروع ہو چکا تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اپنے بیٹے کو یہاں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے پارس پتھر کی تلاش کے گر بتائے۔ وہ اسی سبب سرگرداں تھا۔ ایک سہ پہر اڑتا ہوا قالین تجربہ گاہ کی کھڑکی کے برابر سے گزرا تو لڑکے جوش میں آ گئے لیکن جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ "انہیں ایسے خواب دیکھنے دو۔" اس نے کہا۔ "ہم اس گھٹیا چادر کی بجائے بہت اچھی اور سائنسی وسائل کے ساتھ اس سے بہتر اڑان اڑیں گے۔"

جوزے ارکیدو پارس کی بنیادی ہیئت کبھی نہ سمجھ پایا۔ یہ کام اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ اسے محض ایک بے ڈھنگی بوتل کی طرح دیکھتا۔ وہ اپنی فکر میں کھبا ہوا تھا۔ اس کی بھوک اڑ چکی تھی۔ آنکھوں میں بے خوابی ناچتی۔ وہ چڑچڑا ہو گیا۔ بے چینی کی وجہ سے جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے تجربہ گاہ سے نکال دیا۔ اس نے سوچا۔ شاید یہ کیمیاگری کی وجہ سے ہے لیکن ارلیانو کو پتہ تھا کہ یہ پریشانی پارس پتھر کی تلاش کی وجہ سے نہیں۔ جوزے ارکیدو

نے اسے کچھ نہ بتایا۔ بے تکلفی اور رازداری کی بجائے اس نے اپنے آپ کو اپنی ذات میں سمیٹ لیا۔ وہ دنیا سے بے زار ہو گیا۔ تنہائی کی تلاش میں ایک رات وہ گھر سے نکلا اور پیلار ترنیرا کی طرف جانے کی بجائے میلے میں گم ہو گیا اور تمام تماشے بغیر دلچسپی لئے پھرتا رہا۔ اسی لمحے اسے ایک بالکل الھڑ پکھی واس لڑکی نظر آئی جو کم از کم اس میلے کا حصہ نہ لگتی تھی۔ وہ بالکل معصوم سی بچی تھی جو منکوں اور موتیوں کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہو۔ جوزے ارکیدو نے اتنی خوبصورت لڑکی آج تک نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس مجمع میں کھڑی تھی جہاں والدین کی نافرمانی کرنے والے ایک شخص کو سانپ میں بدلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔

جوزے ارکیدو نے تماشہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اسے سانپ نما اداکار سے تکلیف دہ تشویش ہو رہی تھی۔ وہ مجمعے کو چیرتا پہلی قطار میں پہنچ کر لڑکی کے پیچھے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکی نے ہٹنے کی کوشش کی تو وہ اور قریب ہو گیا۔ پھر لڑکی خوف اور حیرانی میں ڈوبی ساکت کھڑی رہی۔ اسے لنگ کے لمس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر جوزے ارکیدو کو دیکھا اور مسکرا پڑی۔ اس سے دو پکھی واس سانپ نما آدمی کو پنجرے میں ڈال کر خیمے میں جا رہے تھے تو ایک پکھی واس نے اعلان کیا۔

"خواتین و حضرات اب ہم اس عورت کی آزمائش کا وہ ناٹک پیش کرتے ہیں۔ جس کا سر پچھلے ڈیڑھ سو سال سے قلم کیا جا رہا ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اس نے وہ دیکھا جو اسے نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔"

جوزے ارکیدو اور پکھی واس لڑکی نے عورت کا سر قلم ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ مجمع سے نکل کر لڑکی کے خیمے میں چلا گیا۔ انہوں نے اپنے کپڑے اتارتے ہوئے ایک دوسرے کو کسی بے خوف اشتیاق میں بوسے دیئے۔ پکھی واس لڑکی نے اپنی کلف دار قمیض اور انگیا اتاری۔ اس کا سینہ چھوٹا سا تھا اور جوزے ارکیدو کے بازوؤں سے بھی پتلی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ ننگی کھڑی ایک چھوٹے اور کمزور سے مینڈک کی طرح لگ رہی تھی۔ اس کی خواہش اور گرم لمس اس کی جسمانی کمزوری سے بڑھ کر تھا لیکن جوزے ارکیدو جھجک رہا تھا۔ کیونکہ پکھی واس کے اس عام خیمے میں ان کی آمدورفت جاری تھی۔ وہ بستر کے ساتھ کچھ دیر کے لئے پانسہ بھی کھیل لیتے۔ خیمے کے کھمبے پر روشن لیمپ لٹک رہا تھا۔ اپنی جولانی میں وہ کچھ جانے بغیر بستر پر لیٹ گیا اور لڑکی اس کے جذبات ابھارنے میں لگی رہی۔

کچھ دیر بعد ایک بھرپور پکھی واس عورت ایک اجنبی مرد کو لے کر خیمے میں داخل

ہوئی۔ وہ بھی بستر کے قریب اپنے کپڑے اتارنے لگے۔ عورت نے بستر پر لیٹے ہوئے جوزے ارکیدو پر نظر ڈالی اور انتہائی شوق سے اس کے شاندار لنگ کا بغور معائنہ کیا۔

"میرے بچے۔" اس نے کہا۔ "خدا تمہیں سلامت رکھے۔ خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے۔"

جوزے ارکیدو کی ساتھی لڑکی نے انہیں کہا کہ وہ انہیں تنہا چھوڑ دیں لیکن وہ بستر کے قریب فرش پر لیٹ گئے۔ ان کے شہوانی اختلاط سے جوزے ارکیدو کے جذبات بھڑک اٹھے۔

پیار کی پہلی لہر سے لڑکی کا جوڑ جوڑ گوٹیوں کی طرح چیخ گیا۔ اس کے بدن پر پسینے کے قطرے تیرنے لگے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اس کے بدن سے مٹی کی ہلکی سی خوشبو ابھرنے لگی اور سانسوں میں ہچکیاں بھر آئیں۔ وہ انتہائی صبر اور بہادری سے یہ ملاپ برداشت کرتی رہی۔ جوزے ارکیدو اپنے آپ کو کسی طلسماتی دنیا میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے دل سے نکلنے والی تمام گالیاں لڑکی کے کان میں انڈیل دیں اور لڑکی انہیں اپنی زبان میں ترجمہ کر کے اس کے منہ پر مارتی رہی۔

وہ جمعرات کا دن تھا۔

ہفتہ کے دن جوزے ارکیدو نے سر پر سرخ کپڑا باندھا اور پکھی واسیوں کے ہمراہ نکل گیا۔

جب ارسلا کو اس کی گمشدگی کا پتہ چلا تو وہ پوری بستی میں اسے ڈھونڈتی رہی۔ پکھی واس جا چکے تھے اور ان کے خیموں کی خالی جگہ اب کوڑے کے ڈھیر اور بجھی راکھ کے سوا کچھ نہیں تھا۔ کوڑے کے ڈھیر میں سے منکے چننے والے نے ارسلا کو بتایا کہ اس نے ایک رات قبل جوزے ارکیدو کو سانپ نما آدمی کے پنجرے کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ "وہ پکھی واس۔" ارسلا نے بین کرتے ہوئے اپنے خاوند کو بتایا۔ اس نے کسی قسم کی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔

"کاش یہ سچ ہو۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے ہاون دستے میں کسی شے کو بار بار پیٹتے ہوئے کہا۔ "وہ کم از کم مرد تو بن جائے گا۔"

پکھی واسوں کے بارے پوچھتی وہ آگے نکلتی گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پکھی واسوں کو پکڑ لے گی اور وہ بستی سے دور ہوتی گئی۔ اس نے اتنا سفر کر لیا کہ اسے واپسی کا خیال ہی نہ رہا۔ رات آٹھ بجے جوزے ارکیدو بوئندا نے ملغوبے کو گوبر کی کیاری میں گرم ہونے

کے لئے رکھا۔ ننھی امرانتا رو رہی تھی۔ گھر میں آیا تو اسے اپنی بیوی کے گم ہونے کا پتہ چلا۔ چند گھنٹوں کے اندر اس نے بستی کے مکینوں کا ایک مسلح جتھہ تیار کیا۔ امرانتا کو ایک عورت کے حوالے کر کے ارسلا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ ارلیانو ان کے ساتھ تھا۔ مقامی مچھیروں نے اپنی زبان اور اشاروں سے بنجھی واسوں سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

تین دن کی تلاش کے بعد وہ ناکام لوٹ آئے۔

جوزے ارکیدو بوئندا کئی ہفتے اسی پریشانی میں رہا۔ اس نے ماں کی طرح امرانتا کا خیال رکھا۔ وہ روزانہ اسے نہلاتا، کپڑے بدلتا اور دن میں چار مرتبہ عورت کے گھر دودھ پلانے لے جاتا۔ رات کو اسے ایسی لوریاں سناتا جو ارسلا نہیں سنا سکتی تھی۔ ایک دن پیلار ترنیرا نے گھر کا کام کاج کرنے کی پیش کش کی لیکن اس افتاد نے ارلیانو کی پراسرار حس کو جگا دیا۔ پیلار ترنیرا کو دیکھتے ہی جیسے الہام سا ہوا کہ پیلار ترنیرا ہی اس کے بھائی اور ماں کی گمشدگی کی ذمے دار ہے۔ وہ خاموش اور سخت نظروں سے اسے گھورتا رہا۔

وہ دوبارہ گھر میں کبھی داخل نہ ہوئی۔

پھر سب کچھ ڈگر پر آ گیا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اور اس کے بیٹے کو احساس تک نہ ہوا کہ وہ کب اپنی تجربہ گاہ میں لوٹے۔ انہوں نے گرد جھاڑی۔ نلکیاں صاف کیں۔ مہینوں سے گوبر میں رکھے ملغوبے کو نکالا۔ امرانتا بید کی ٹوکری میں لیٹی اپنے باپ اور بھائی کو تجسس بھری نظروں سے دیکھتی رہتی۔ اس چھوٹے سے کمرے کی فضا پارے کی وجہ سے خاصی ہلکی تھی۔ ارسلا کے گم ہونے کے چند مہینے بعد تجربہ گاہ میں عجیب و غریب واقعات رونما ہونے لگے۔ الماری میں مدتوں سے رکھا ہوا خالی پلاسٹک اتنا بھاری ہو گیا کہ اسے ہلانا مشکل ہو گیا۔ برتن میں رکھا ہوا پانی بغیر آگ کے ابلنے لگتا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اور اس کا بیٹا ایسے عجیب و غریب کرشمے حیرانی سے دیکھتے۔ ایک دن امرانتا کی ٹوکری ہلنے لگی اور پھر کمرے میں گردش کرنے لگی۔ ارلیانو نے جلدی سے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس کا باپ اس عمل سے قطعاً نہ ڈرا۔ اس نے ٹوکری کو میز پر رکھ کر پائے سے مضبوطی سے باندھ دیا۔ اسے یقین سا ہونے لگا کہ جس واقعے کا وہ مدتوں سے انتظار کر رہا ہے۔ وہ رونما ہوا چاہتا ہے اور اسی موقع پر جوزے ارکیدو بوئندا نے ارلیانو سے کہا۔

"اگر تمہیں خدا کا خوف نہیں، تو ان دھاتوں کے ذریعے ڈرو۔"

پانچ مہینے بعد اچانک ارسلا لوٹ آئی۔ اس پر شباب امڈ پڑا تھا۔ وہ خوشی کے سحر میں

تھی۔ اس نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ان کی تراش خراش بستی والوں کے لباس کی طرح نہیں تھی۔ اسے دیکھ کے جوزے ارکیدو بوئندا اٹھ نہ سکا۔ "تو یہ بات تھی۔" اس نے کہا۔ "یہ سب کچھ مجھے معلوم تھا۔" اسے واقعی یقین تھا۔

اتنے طویل عرصے میں جب وہ دھاتوں کے تجربات میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے دل کی گہرائیوں سے خواہش ابھری کہ پارس پتھر کی دریافت کا معجزہ ظہور پذیر ہو۔ جس سے مردہ دھاتیں جی اٹھیں یا پھر ایک ایسی قوت' جس سے گھر کے تالے اور کھڑکیاں سونا ہو جائیں۔ لیکن ہوا وہی جو ہونا تھا۔ ارسلا لوٹ آئی۔ ارسلا اس خوشی میں شامل نہ ہوئی۔ اس نے آتے ہی ایک روایتی بوسہ دیا۔ گویا وہ گھنٹہ بھر گھر سے باہر رہی ہو۔

"باہر آ کر دیکھو۔"

جوزے ارکیدو بوئندا نے گلی میں جھانک کر دیکھا تو لوگوں کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ وہ پکھی واس نہیں تھے بلکہ سانولے اور سیدھے بالوں والی' انہی کی طرح کی نسل کے تھے۔ ان کی سی زبان بولتے تھے اور ایک جیسے مسائل کا شکار تھے۔ ان کے کھانے پینے کی چیزیں خچروں پر لدی تھیں۔ بیل گاڑیوں پر روزمرہ کے استعمال کے سادہ برتن تھے اور خوانچہ فروش اشیاء کو بڑے سکون سے بیچ رہے تھے۔

وہ ساحلی علاقے کے پار سے آئے تھے۔ انہیں پیدل سفر میں دو دن لگے۔ اس بستی میں ہر مہینے ڈاک پہنچتی تھی۔ اس بستی کے واسی زیادہ مہذب تھے۔ ارسلا کو پکھی واس نہ ملے لیکن اس نے وہ رستہ ڈھونڈھ لیا جو اس کا شوہر اپنی ایجادات کی بے نتیجہ کوشش کے دوران دریافت نہ کر پایا تھا۔

پیلار ترنیرا کے بطن سے پیدا ہونے والا لڑکا دو ہفتے بعد دادا اور دادی کے ہاں آگیا۔ ارسلا ایک بار پھر اپنے خاوند کی ضد کے آگے ہار گئی۔ اسے بچے کو مجبوراً" قبول کرنا پڑا۔ اس کے لئے یہ ناقابل برداشت تھا کہ ان کا خون باہر رہے۔ ارسلا نے یہ شرط رکھی کہ بچوں کو کبھی اپنے اصل کا علم نہ ہو۔ بچے کا نام جوزے ارکیدو رکھا گیا۔ لوگ اسے ارکیدو کے نام سے پکارتے تاکہ الجھن نہ ہو۔ ان دنوں بستی میں سرگرمی عروج پر تھی۔ گھر میں بھی اتنی مصروفیت تھی کہ بچوں کی دیکھ بھال صحیح طریقے سے ممکن نہ رہی۔ بچے کے لئے ایک مقامی انڈین گوجیرا عورت و ۔ستاکان کو ملازمہ رکھا گیا۔ برسوں پہلے ان کے قبیلے میں بے خوابی کا مرض پھیل گیا تھا اور وہ اپنے بھائی کاتورے کے ہمراہ اس بستی میں آ بسی۔ دونوں بہن بھائی فرمانبردار اور محنتی تھے۔ ارسلا نے انہیں کام میں مدد کے لئے ملازم رکھ لیا۔ ان کی وجہ سے ہسپانوی زبان سے پہلے ارکیدو اور امرانتا گوجیرا زبان بولنے لگے۔ چھپکلی کا شوربہ اور مکڑیوں کے انڈے کھانا شروع کر دیئے۔ ارسلا اپنے کینڈی کے پھیلتے ہوئے کاروبار میں مصروف تھی۔ اسے بالکل پتہ نہ چلا۔

ماکوندو میں تبدیلی آ گئی۔

جو لوگ ارسلا کے ساتھ بستی آئے تھے۔ ان کے بقول یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے اور دلدلی علاقے کی زمین اس کی زرخیزی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس زرخیزی نے ماکوندو کو قدیم زمانے کی بستی کی بجائے ایک قصبہ میں بدل گیا۔ دکانیں' ورکشاپیں اور باقاعدہ تجارتی راستے کا فعال قصبہ۔ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے' کانوں میں بالے لٹکائے عرب اسی رستے یہاں پہنچے۔ کانچ کے منکوں کے عوض طوطے خریدتے۔ جوزے ارکیدو بوئندا بہت مصروف تھا۔ حقیقت کا سامنا کرتے کرتے وہ اپنی کیمیا گری بھول گیا۔ یہ حقیقت اس کے تخیل کی دنیا سے مختلف تھی۔ اس نے مہینوں کے کیمیائی عمل سے ہونے والا تمام رقیق مادہ ایک طرف رکھ دیا اور پہلے کا سا محنتی اور پرعزم انسان بن گیا۔

اس نے بستی کا نقشہ ایسا ترتیب دیا تھا کہ کسی کو کسی پر فوقیت نہیں تھی۔ نئے آنے والوں کے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ اس سے مشورے کے بغیر کسی گھر کی بنیاد ڈالیں اور نہ دیواریں کھڑی کی جائیں۔ ایک فیصلہ کے مطابق زمین کی تقسیم کا اسے نگران بنا دیا گیا۔ جب کرتب دکھانے والے پکھی واس آئے' جو اب ترقی کر کے تقدیر اور اتفاقات کے کھیلوں کا ایک ادارہ سا بن گیا تھا تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ شاید اس سانپ نما آدمی کے ہمراہ جوزے ارکیدو بھی لوٹ آیا ہو۔ ارسلا کو یقین تھا کہ وہی شخص جوزے ارکیدو کے بارے کچھ بتا سکتا ہے لیکن پکھی واسوں کو پڑاؤ کی اجازت نہ ملی بلکہ یہاں نہ آنے کی دھمکی بھی دے دی گئی۔ ان کی وجہ سے بستی میں شہوت پرستی اور جنسی بے راہروی کا خطرہ تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے صرف ملکیادیس کے پرانے قبیلے کو یہاں آنے کی اجازت دی لیکن ان پکھی واسوں کے بقول' ملکیادیس کا قبیلہ اپنی علمیت کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔

تخیلاتی دنیا سے کچھ مدت دور رہ کر جوزے ارکیدو بوئندا نے مختصر عرصے میں بستی کے اندر نظم و ضبط اور کام کرنے کا ایک نظام ترتیب دے لیا۔ اس میں ایک گنجائش بھی رکھی۔ پرندوں کی آبادی کی گنجائش۔ جنہوں نے ہمیشہ اپنے خوبصورت نغموں سے ماکوندو کو مسرور کیا تھا پھر ان کی جگہ ہر گھر میں موسیقی والی گھڑیاں لگائی گئیں۔ یہ منقش لکڑی کی گھڑیاں عربوں نے طوطوں کے بدلے دیں۔ انہیں جوزے ارکیدو بوئندا نے اس طرح سے ہم وقت کیا کہ ہر آدھے گھنٹہ بعد پوری بستی ایک ہی نغمہ سے گونج اٹھتی اور وہ نغمہ دن کے بارہ بجے' مکمل والز کی طرح درست اور ہم آواز ہو کر اپنے عروج کو پہنچ جاتا۔ پھر جوزے ارکیدو بوئندا نے بستی کی گلیوں میں کیکر کی بجائے بادام کے درخت لگانے کی ٹھانی۔ کیونکہ یہ درخت ہمیشہ ہرے بھرے رہتے ہیں۔ برسوں بعد ماکوندو لکڑی کے گھروں اور جست کی چھتوں میں بدل گیا۔ بادام کے پرانے اور گرد آلود درخت بستی میں اب بھی موجود تھے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ درخت کس نے لگائے تھے۔ جن دنوں جوزے ارکیدو بوئندا بستی کا نظام درست کر رہا تھا۔ ارسلا شکر کی مچھلیوں اور مرغیوں کے کاروبار میں جتی تھی۔ جس کی وجہ سے دن میں دو مرتبہ سالسا لکڑی کی ڈنڈیاں لٹکائی جاتیں۔ ارلیانو اس بند تجربہ گاہ میں گھسا رہتا اور خود گھنٹوں تجربے کر کے چاندی کا کام سیکھتا رہتا۔ تھوڑے عرصے میں اس کا قد نکل آیا۔ اس کے بڑے بھائی کے رکھے کپڑے چھوٹے پڑ گئے۔ وہ اپنے باپ کے کپڑے پہننے لگا لیکن ویستاکان کو ان قمیضوں اور پتلونوں کو تنگ کر کے اس کی جسامت پر فٹ کرنا

پڑتا۔ جوانی کی آمد نے اس کے لہجے کی نرمی ختم کر دی۔ وہ خاموش طبع اور تنہائی پسند ہو گیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں تاثرات کی وہ شدت دوبارہ آ گئی جو پیدائش کے وقت تھی۔ وہ چاندی کے کام میں اتنا مصروف رہتا کہ اسے کھانا یاد نہ رہتا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اس کے بارے اندازا کیا۔ شاید اسے عورت کی محبت کی ضرورت ہے۔ اس نے گھر کی چابیاں اور کچھ رقم دی لیکن ارلیانو نے اس رقم سے آب شاہی کے لئے جوہر نمک خرید لئے اور چابیوں پر سونے کا پانی چڑھا کر خوبصورت بنا لیا۔ اس روپے کا جائزہ ننھے ارکیدو اور امرانتا کی شرارتوں سے ممکن نہ تھا۔ جن کے دودھ دانت گرنے کے بعد دوسرے دانت نکل رہے تھے۔ وہ دونوں ریڈ انڈین کی طرح لمبے چولے گھسیٹتے پھرتے۔ جوزے ارکیدو بوئندا کو اتنا علم تھا کہ وہ ہسپانوی زبان کی بجائے گوجیرا بول سکتے ہیں۔ "تمہیں گلا نہیں کرنا چاہئے۔" ارسلا نے اپنے خاوند سے کہا۔

"پاگل پن وراثتی ہوتا ہے۔"

جب وہ اپنی قسمت کا رونا رو رہی تھی کہ اس کی اولاد ویسی ہی وحشیانہ اور خوفناک حرکتیں کرتی ہے جیسی وہ سور کی دم تو ارلیانو نے اس کی طرف یوں دیکھا کہ وہ چپ ہو گئی۔

"کوئی آ رہا ہے۔" اس نے ارسلا سے کہا۔

ارلیانو ہمیشہ ایسی پیشن گوئی کرتا اور ارسلا ہمیشہ کی طرح عورت کے ذہن سے سمجھنے کی کوشش کرتی۔ کسی کا گھر آنا عام سی بات تھی۔ روزانہ کئی افراد' وجہ یا بلا وجہ ماکوندو آتے لیکن ہر جواز اور منطق سے ہٹ کر اسے ارلیانو کی پیشن گوئی پر یقین تھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ کون ہے؟" اس نے کہا۔ "خیر' جو بھی ہے راہ میں ہے۔" اس اتوار گیارہ سالہ ربیکا پہنچ گئی۔ اسے مینورے سے ماکوندو چمڑے کے چند تاجر لائے تھے۔ انہوں نے ایک خط بھی جوزے ارکیدو بوئندا تک پہنچایا۔ انہیں پوری طرح علم نہیں تھا کہ انہیں یہ کام کس نے ذمے لگایا تھا۔ ربیکا کے ساتھ ایک چھوٹا سا صندوق' رنگدار جھولنے والی کرسی اور ایک بوری تھی جس سے کلاک کلاک کلک کی آواز نکلتی۔ اس میں اس کے والدین کی ہڈیاں تھیں۔ وہ گرم جوش خط جوزے ارکیدو بوئندا کے نام ایسے شخص کا تھا جو اتنے فاصلے سے بھی اس کی محبت کا دعوے دار تھا اور اس نے انسانی ہمدردی کے تحت اس بے سہارا یتیم بچی کو بھیجا تھا۔ وہ رشتہ میں ارسلا کی عزیز تھی اور جوزے ارکیدو بوئندا کی بھی۔ وہ اس کے ناقابل فراموش دوست نکانور اولار اور ربیکا مونٹیل کی بیٹی تھی۔ خدا انہیں

اپنی امان میں رکھے۔ ان کی ہڈیاں بوری میں بند تھیں تاکہ عیسائی طریقے سے انہیں کہیں دفنایا جا سکے۔ ارسلا اپنے کسی ایسے نام کے رشتہ دار کو جانتی تھی۔ اس گاؤں کا نام سنا تھا اور نہ جوزے ارکیدو بوئندا نے۔ لڑکی انہیں مزید کچھ نہ بتا سکتی تھی۔ جس وقت سے وہ یہاں آئی تھی۔ وہ جھولنے والی کرسی پر بیٹھی انگوٹھا چوستی اور وحشت زدہ آنکھوں سے دیکھتی رہتی۔ اس کے چہرے اور حرکات سے ان کی بات نہ سمجھنے کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے ایک پرانا دھاری دار کالے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے پیروں میں پٹی دار چمڑے کے جوتے تھے۔ اس کے بال سر کے پیچھے کالے ربن سے بندھے تھے۔ اس نے پسینے سے مٹی شکلوں والا دوشالہ اوڑھا ہوا تھا۔ دایاں کلائی میں نظر بد کے لئے گوشت خور جانور کے چمڑے سے منڈھا ہوا تانبے کا کڑا تھا۔ اس کی جلد سبزی مائل تھی۔ ڈھول کی طرح تنا گول پیٹ اس کی بیماری اور بھوک کا اشارہ کرتا تھا۔ جب اس کے سامنے کھانا رکھا گیا تو وہ پلیٹ کو محض گھٹنوں پر رکھے بیٹھی رہی۔ انہیں شبہ ہوا' شاید بچی گونگی اور بہری ہے۔ مقامی لوگوں نے اپنی زبان میں پانی کے بارے پوچھا تو اس نے اپنی آنکھیں گھمائیں جیسے انہیں پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو اور اپنا سر ہلا دیا۔

انہوں نے بچی کو اپنے ہاں رکھ لیا۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ ارلیانو نے کافی دیر تمام ولیوں کے نام لئے لیکن اس نے کسی نام پر ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ لہٰذا اس کو رابیکا نام دینے کا فیصلہ ہوا جو خط بموجب اس کی ماں کا نام تھا۔ اس وقت ماکوندو میں قبرستان نہیں تھا لہٰذا ہڈیوں کو تدفین کے لئے مناسب وقت اور مناسب مقام کے لئے رکھ دیا گیا۔ عرصہ تک وہ بوری ہر جگہ پڑی ہوتی جہاں اس بوری کے ہونے کی توقع نہیں ہونی چاہئے تھی اور مرغی کی کڑکڑاہٹ کی سی آواز دیتی۔ رابیکا کو اس خاندان میں ضم ہونے میں کافی عرصہ لگا۔ وہ سب سے علیحدہ گھر کے کسی کونے میں' اپنی کرسی پر بیٹھی اپنا انگوٹھا چوستی رہتی اور اپنے آپ میں گم رہتی۔ جب بستی کی گھڑیاں ہر آدھے گھنٹے بعد موسیقی بجاتیں تو وہ خوفزدہ ہو کر اسے ہوا میں کھوجنے لگتی۔ انہوں نے اسے کھلانے کی بے سود کوشش کی۔ ان کا خیال تھا کہ اسے بھوک سے مر جانا چاہئے تھا اور ہر وقت' بے وقت آنے والے مقامی انڈین لوگوں نے یہ کھوج لگایا کہ رابیکا صحن کی مٹی اور چونا رغبت سے کھاتی ہے۔ وہ چوری چھپے اپنے ناخنوں سے کھرچتی رہتی۔ یہ بالکل واضح تھا کہ اس کے والدین یا اس کے سرپرست نے اس عادت کو چھوڑنے کے لئے سختی کی تھی۔ یہ کام وہ انتہائی خفیہ اور احساس جرم سے کرتی۔ وہ

کوشش کرتی کہ تھوڑا سی مٹی اور چونا اس کے ہاں چھپا رہے اور جب کوئی نہ دیکھ رہا ہو چپکے سے کھا لے۔ یہ گندی عادت چھڑوانے کے لئے انہوں نے نگرانی شروع کر دی۔ صحن میں گائے کا گوبر ڈال دیا اور دیواروں پر تیز مرچیں مل دیں لیکن اس نے مٹی حاصل کرنے کے لئے ایسی چترائی دکھائی کہ مجبورا" ارسلا کو سختی کرنی پڑی۔ اس نے ایک برتن میں موسمی کا عرق اور ریوند چینی ڈال کر باہر رکھ دیا تاکہ تمام رات اس میں اوس پڑتی رہے۔ صبح اٹھ کر یہ دوا اسے پلائی۔ اگرچہ ارسلا نے اسے مٹی کی عادت چھڑوانے کے علاج کا نہ بتایا۔ اس نے سوچا کہ کوئی بھی کڑوی چیز اندر جانے سے جگر کا رد عمل ہو گا۔ رابیکا اپنے کمزور سے جسم میں اتنی مضبوط اور پھرتیلی نکلی کہ اسے کسی بچھڑے کی طرح باندھ کر دوا اس کے منہ میں ڈالنی پڑی۔ پھر تھوکتی' لاتیں چلاتی اور عجیب و غریب آوازیں نکالتی رہی۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ یہ انتہائی غلیظ گالیاں بک رہی تھی تو ارسلا نے دوا پلانے کے ساتھ ساتھ اس کی پٹائی بھی کی۔ معلوم نہیں کہ یہ دوائی کا اثر تھا' مار کا یا دونوں کا کہ چند ہفتوں میں رابیکا سدھرنے لگی۔ وہ ارکیدو اور امرانتا کے ساتھ کھیلتی۔ وہ اسے بڑی بہن کا سا احترام دیتے۔ وہ برتنوں میں رکھا کھانا جی بھر کے کھاتی۔ بہت جلد یہ پتہ بھی چل گیا کہ وہ مقامی بولی کی طرح ہسپانوی زبان بھی روانی سے بولتی ہے۔ اس میں جسمانی کام کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت تھی۔ وہ گھڑیوں کے والز کی طرز پر اپنے مزاحیہ گانے گاتی۔ بہت جلد وہ اس گھر کا فرد بن گئی۔ وہ ارسلا سے اتنی محبت کرتی تھی کہ اس کی اپنی اصلی اولاد کیا کرتی ہو گی۔ وہ ارکیدو اور امرانتا کو بھائی اور بہن کہتی۔ ارلیانو کو چچا اور جوزے ارکیدو بوئندا کو دادا کہہ کر پکارتی۔ دوسروں کی طرح اسے بھی رابیکا بوئندا کہا جانے لگا اور اس نے اپنی موت تک اس خاندان کے وقار کو برقرار رکھا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب رابیکا مٹی چونا کھانے کی عادت سے چھٹکارا پا کر دوبارہ بچوں کے کمرے میں سونے لگی تھی۔ ایک رات آیا کی آنکھ اتفاق سے کھل گئی جو ان بچوں کے ساتھ کمرے میں سوتی تھی۔ اسے کونے سے وقفہ وقفہ سے عجیب و غریب آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ شاید کوئی جانور اندر گھس آیا ہے۔ اس نے رابیکا کو آرام سے اپنی کرسی سے بیٹھے دیکھا۔ وہ اپنا انگوٹھا چوس رہی تھی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں بلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ قسمت ماری و۔ستاکان نے ان آنکھوں میں بیماری کی علامات پہچان لیں جس کے ڈر سے ان دونوں بہن بھائی کو اس دنیا سے بھاگنا پڑا' جہاں وہ شہزادی اور شہزادہ

تھے۔ یہ بے خوابی کا مرض تھا۔

صبح ہوتے ہی کاتورے گھر سے بھاگ گیا لیکن اس کی بہن ہمت ہار گئی کہ یہ بیماری دنیا کے کسی کونے میں بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ و۔ستاکان کی بات کسی کے سمجھ میں نہ آئی۔ "اس سے بھلا اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمیں نیند نہ آئے۔"

جوزے ارکیدو بوئندا ہنس پڑا۔ "ہم اور زیادہ کام کر سکتے ہیں۔" و۔ستاکان نے بتایا کہ اس بیماری کا محض المیہ یہ نہیں کہ نیند نہیں آتی بلکہ جسمانی تھکن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اگر اس کا علاج نہ ہو تو آہستہ آہستہ یادداشت ختم ہو جاتی ہے۔ شاید وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ بیمار آدمی پہلے بے خوابی میں مبتلا ہوتا ہے پھر بچپن کی یادداشت اس کے ذہن سے محو ہو جاتی ہے پھر اشیاء کے نام اور ان کی تصویریں ذہن سے مٹنے لگتی ہیں پھر لوگوں کی شناخت ختم ہوتی ہے۔ بالاخر اس کی اپنی ذات کی آگہی نہیں رہتی۔ وہ ایک ایسا انسان رہ جاتا ہے۔ ایسی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے جس کا کوئی ماضی نہیں ہوتا۔ جوزے ارکیدو دیر تک مقامی توہم پرستی پر ہنستا رہا لیکن ارسلا نے احتیاطاً" رابیکا کو بچوں سے علیحدہ کر دیا۔

کچھ دن گزرے و۔ستاکان کا خوف کم ہونے لگا۔ جوزے ارکیدو بوئندا تمام رات بستر پر کروٹیں بدلتا رہا لیکن اسے نیند نہیں آئی۔ ارسلا کی آنکھ کھلی تو پوچھا۔ "کیا بات ہے۔"

"میں پروڈنیسو آگویلار کے بارے سوچ رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ دونوں کی ایک لمحہ کے لئے آنکھ نہ لگی لیکن دوسرے دن وہ ہشاش بشاش تھے۔ انہیں تھکاوٹ کا احساس نہ ہوا اور نہ پچھلی رات کا عذاب یاد رہا۔ دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے ارلیانو حیران تھا کہ تمام رات ایک بروچ پر سونے کا پانی چڑھاتا رہا ہے جو اس نے ارسلا کو سالگرہ پر دینا تھا لیکن اسے اب تک تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ کسی نے اس طرف توجہ نہ دی۔ جب تیسرے دن کسی کو رات بھر نیند نہ آئی تو انہیں احساس ہوا کہ وہ پچاس گھنٹے سے نہیں سوئے۔

"بچے بھی نہیں سوئے۔" مقامی عورت نے تقدیر کے آگے ہار مان لی۔ "ایک مرتبہ یہ گھر میں آ جائے پھر کوئی نہیں بچتا۔"

وہ سب بے خوابی کا شکار ہو گئے۔

ارسلا نے جڑی بوٹیوں کے بارے اپنی ماں سے سیکھا تھا۔ اس نے گل تاج ملک کشید کر کے سب کو پلایا لیکن کسی کو نیند نہ آئی۔ تمام جاگتے میں خواب دیکھتے رہے۔ اس کیفیت میں انہیں نہ صرف اپنے خواب نظر آئے بلکہ کچھ شبیہیں دوسروں کے خوابوں کی بھی نظر

آئیں۔ باورچی خانے کے کونے میں رکھی جھولنے کی کرسی پر بیٹھی رابیکا نے دیکھا کہ اس کا ایک ہمشکل سفید قمیص پہنے' کالر سونے کے بٹن سے بند کئے ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ لئے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت ہے۔ جس کے ہاتھ بہت نازک ہیں۔ اس عورت نے گلدستے میں سے گلاب کا ایک پھول رابیکا کے بالوں میں لگایا۔ ارسلا نے سمجھا کہ یہ رابیکا کے والدین تھے۔ جنہیں رابیکا پہچان نہ سکی کیونکہ رابیکا نے اپنے والدین کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس دوران ان سے ایک غلطی ہوئی۔ جس پر جوزے ارکیدو بوئندا نے خود کو کبھی معاف نہ کیا کہ گھر میں بننے والے شکر کے جانور قصبہ بھر میں بکتے رہے۔ بچے اور بڑے مزے لے لے کر بے خوابی کے ننھے ننھے ہرے مرغ' گلابی مچھلیاں اور پیلے گھوڑے چوستے رہے۔ سوموار کو پورا قصبہ جاگ رہا تھا۔ شروع میں کسی نے اس طرف خیال نہ کیا بلکہ سب لوگ بے خوابی پر خوش تھے کیونکہ ماکوندو میں اتنا کام تھا کہ وقت ہی نہیں بچتا تھا۔ انہوں نے اتنا کام کیا کہ جلد ہی وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ گئے۔ وہ صبح تین بجے سے فارغ بیٹھے گھڑیوں کے والٹز کی موسیقی سنتے رہتے۔ اب لوگ تھکن کی وجہ سے سونا نہیں چاہتے تھے بلکہ خواب دیکھنے کی خاطر سونا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو تھکانے کے لئے لاکھ جتن کئے۔ سب مل کر باتیں کرتے رہتے۔ ایک لطیفہ بار بار سناتے۔ خصی مرغ کی کہانی کو بار بار سنتے۔ یہ کبھی نہ ختم ہونے والی کہانی تھی۔ اگر کوئی کہتا' انہیں خصی مرغ کی کہانی سننی ہے۔ وہ ہاں میں جواب دیتے تو کہانی سنانے والا کہتا' میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ہاں کہیں بلکہ میں نے تو محض یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ یہ کہانی سننا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر سننے والے "نہیں" میں جواب دیتے تو کہانی سنانے والا کہتا۔ میں نے "نہیں" کہنے کو نہیں کہا تھا بلکہ سوال یہ ہے کہ آیا خصی مرغ کی کہانی سنائی جائے یا نہیں۔ اگر سامعین چپ رہتے تو قصہ گو کہتا۔ میں نے چپ رہنے کو نہیں کہا تھا۔ کیا وہ چاہتے ہیں کہ انہیں خصی مرغ کی کہانی سنائی جائے۔ کوئی سامع محفل سے اٹھ کے نہ جا سکتا تھا کیونکہ قصہ گو کہتا کہ اس نے جانے کو نہیں کہا تھا بلکہ یہ پوچھا تھا کہ وہ خصی مرغ کی کہانی سننا چاہتے ہیں۔ یوں وہ تمام رات ایک لاحاصل دائرے میں گھومتے رہتے۔

جب جوزے ارکیدو بوئندا کو احساس ہوا کہ قصبے پر بیماری حملہ آور ہو چکی ہے تو اس نے پنچایت بلائی اور بے خوابی کے بارے اپنے علم کے مطابق بتایا۔ مزید کہا کہ اس بیماری کو دوسرے دلدلی قصبوں میں پھیلنے سے روکنے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔ انہوں نے

عربوں سے لی گئی گھنٹیاں بکریوں کے گلے سے اتار لیں اور بستی کے اندر داخل ہونے والے راہ گیروں کے لئے رکھ دیا۔ جو پہرے داروں کے منع کرنے کے باوجود باز نہ آتے اور بستی میں داخل ہونے کے لئے بضد رہتے۔ یہ راہ گیر جب بستی میں سے گزرتے تو وہ یہ گھنٹیاں بجاتے۔ اس کا مقصد یہ جتانا تھا کہ یہ صحت مند لوگ ہیں۔ وہ جتنی دیر بستی میں رہتے۔ انہیں منہ میں کوئی چیز ڈالنے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ ان کے نزدیک بیماری کے جراثیم منہ کے ذریعے پہنچتے ہیں اور کھانے پینے کی تمام چیزوں پر بے خوابی کے جراثیم ہو سکتے ہیں۔ اس طرح یہ بیماری اسی بستی تک محدود رہی۔ یہ اتنا موثر طریقہ تھا کہ ان حالات کو فطری جان کر قبول کر لیا گیا۔ زندگی اس ڈگر پر چل پڑی کہ کام کی رفتار اپنے معمول پر آ گئی اور لوگوں نے نیند کے بارے سوچنا چھوڑ دیا۔

ارلیانو اس بیماری میں یادداشت گم ہو جانے پر ایک عرصہ تک محفوظ رہا۔ اس نے نسخہ "اتفاقاً" دریافت کیا۔ اسے سب سے پہلے یہ بیماری لاحق ہوئی تھی اور اسے بے خوابی کا زیادہ تجربہ تھا۔ اس دوران اس نے چاندی کے کام میں مہارت حاصل کر لی۔ ایک دن وہ سندان تلاش کر رہا تھا۔ یہ دھات پر پانی چڑھانے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ وہ اس اوزار کا نام یاد نہ کر سکا۔ باپ نے کہا یہ "دستہ" ہے۔ ارلیانو نے ایک پرزے پر "دستہ" لکھ کر پیندے سے لگا دیا۔ اسے یقین تھا کہ یہ کبھی نہ بھولے گا۔ یہ یادداشت گم ہونے کی پہلی علامت تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اسے احساس ہوا کہ تجربہ گاہ میں رکھی چیزوں کے نام وہ بھولتا جا رہا ہے۔ اس نے تمام چیزوں پر نام لکھ کر چپکا دیئے۔ تاکہ ناموں سے شناخت ممکن ہو۔ جب اس کا باپ اپنے بچپن کے اہم واقعات کے ذہن سے محو ہونے پر پریشان ہوا تو ارلیانو نے اسے بھی اپنا طریقہ بتایا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنے تمام گھر والوں کو بتایا اور پھر بستی والوں کو بتایا۔ اس نے برش سے تمام چیزوں پر نام لکھ دیئے۔ میز' کرسی' گھڑی' دروازہ' دیوار' بستر۔ وہ جانوروں کے باڑے میں گیا۔ اس نے تمام جانوروں اور پھر پودوں کے نام لکھے۔ گائے' بکری' سور' مرغی' کساوا' کلاڈیم' کیلا۔ یادداشت کے اس طرح آہستہ آہستہ گم ہونے کے امکان پر اسے احساس ہوا کہ ممکن ہے کہ لوگ ناموں کے حوالے اشیاء کو پہچان لیں لیکن ان کے استعمال کا علم نہ ہو۔ پھر اس نے اپنا کام اور بڑھا دیا۔ گائے کے گلے کی تختی اس کی عمدہ مثال تھی۔ اس سے ماکوندو کے رہنے والے یادداشت کے ختم ہونے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ "یہ گائے ہے۔ اس کو ہر صبح دوہنا ہے تاکہ یہ اور دودھ پیدا کرے۔ دودھ

گرم کرنا ہے تاکہ اسے کافی میں ملا کر پیا جائے۔" یہ ایسی صورتحال تھی جو ان کے قابو میں نہیں تھی۔ گو اب ان کی یادداشت الفاظ کے سہارے تھی۔ آخر اس نے ہمیشہ کے لئے تو ختم ہونا تھا۔

دلدلی علاقوں کی طرف جانے والے رستوں پر "ماکوندو" کی تختی لگا دی گئی۔ ایک بڑی تختی سڑک پر نصب کر دی گئی۔ ان پر "خدا موجود ہے۔" کے الفاظ لکھے گئے۔ تمام گھروں میں اشیاء اور ان کا استعمال لکھ کر رکھ دیا گیا لیکن یہ سب کچھ اتنی احتیاط اور اخلاقیات کا متقاضی تھا کہ بہت سے لوگ حقیقت کے اس روپ پر ہمت ہار گئے۔ ایسی حقیقت جو عمل سے زیادہ بے عملی تھی۔ پیلار ترنیرا کا اس سارے معمہ میں بڑا ہاتھ تھا۔ وہ پہلے مستقبل بینی کرتی تھی۔ اس طریقے سے یہ بے خوابی مستقبل بینی کا متبادل بن گئی۔ جہاں باپ کی حیثیت ایک ایسے سانولے آدمی کی رہ گئی جو اپریل کے شروع میں یہاں آیا اور ماں محض ایک ایسی سانولی عورت تھی جس کی بائیں ہاتھ کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی اور جنم دن پچھلے منگل تک محدود رہ گیا۔ دل بہلانے کے ان طریقوں سے ہار کر جوزے ارکیدو بوئندا نے یادداشت کی مشین بنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایسی تمنا تھی کہ پکھی واسوں کی ایجادات کو یاد رکھا جا سکے۔ اس مشین کے خاکے میں تمام دن کی کارکردگی کا امکان تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا کے ذہن میں اس مشین کے خاکے میں بنیادی حیثیت ایک چرخی کی تھی جسے ایک محور پر رکھ کر دستے کے ذریعے چلایا جاتا۔ یوں زندگی کے ضروری کام، کچھ دیر بعد، اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتے۔ اس نے تقریباً چودہ ہزار نکات بنا لئے۔ پھر دلدلی رستوں کی طرف سے عجیب و غریب حلیے کا ایک شخص، بے خوابی سے محفوظ لوگوں کی دردناک گھنٹی بجاتا آیا۔ اس نے رسی سے بندھا ہوا ایک سوٹ کیس اٹھا رکھا تھا جو کالے رنگ کے کپڑے سے ڈھکے ٹھیلے کو کھینچ رہا تھا۔ وہ سیدھا جوزے ارکیدو بوئندا کے گھر کی طرف گیا۔

جب ویستاکان نے دروازہ کھولا تو اسے پہچان نہ سکی۔ اس کا خیال تھا، شاید کچھ فروخت کرنے کے ارادے سے آیا ہے۔ اسے شاید معلوم نہیں تھا کہ اس خود فراموشی میں پھنسے قصبہ میں کوئی چیز نہیں بیچی جا سکتی۔ وہ ایک پیر فرتوت تھا۔ اس کے لہجہ میں بے اعتباری تھی جیسے اس کے ہاتھ اشیاء کے وجود پر شک کرتے ہوں۔ لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ ایسے علاقے سے آیا تھا۔ جہاں رات کو لوگ سوتے ہیں اور جن کی یادداشت ابھی تک باقی ہے۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا آیا۔ وہ بیٹھک میں بیٹھا اپنے پرانے کالے ہیٹ سے ہوا

جھل رہا تھا اور انتہائی توجہ کے ساتھ دیوار پہ ٹنگے نام اور علامات پڑھ رہا تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا لیکن اسے دکھ ہوا کہ وہ اسے جانتا ہے لیکن پہچان نہیں پا رہا۔ ملاقاتی کو بھی اس مصنوعی پن کا احساس ہو گیا کہ نہ پہچاننے کا عمل دل سے نہیں بلکہ کسی اور قسم کی خود فراموشی کی وجہ سے ہے۔ اس خود فراموشی سے وہ پوری طرح واقف تھا۔ اس نے اپنا سوٹ کیس کھولا۔ جو عجیب و غریب چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک پٹی میں بہت سی چھوٹی بوتلیں پڑی تھیں۔ اس نے جوزے ارکیدو بوئندا کو ہلکے رنگ کا مائع پینے کے لئے دیا۔ اس کی یادداشت لوٹ آئی۔ وہ کسی احمق کی طرح ایک بیٹھک میں بیٹھا تھا۔ جہاں اشیاء کے نام لکھے تھے۔ دیواروں پر عجیب و غریب قسم کی تحریریں تھیں اور اس سے قبل کہ وہ مسرت کے ساتھ اپنے مہمان کو پہچانتا۔ اس کی آنکھیں رو دیں۔ آنے والا ملکیا دیس تھا۔

پھر پوری بستی نے اپنی یادداشت کی واپسی کا جشن منایا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اور ملکیا دیس نے پرانے زمانے کی باتیں کیں۔ ملکیا دیس موت کے منہ سے نکل کر بستی میں رہنے کے لئے آیا تھا۔ اب اس سے تنہائی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ قبیلے نے اسے باہر نکال دیا تھا۔ وہ اپنی تمام ماورائی صلاحیتیں کھو چکا تھا۔ وہ اس بستی میں اس لئے رہنے کے لئے آیا تھا کہ ابھی یہاں موت نے پنجے نہیں گاڑھے تھے۔

اس نے ڈگیرو ٹائپ سے تصویر بنانے کی دکان تیار کر لی۔ جوزے ارکیدو اس ایجاد کے بارے نہیں جانتا تھا۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا کی اپنے خاندان سمیت تصویر دھات کے پترے پر اتری تو وہ حیران رہ گیا۔ اس تصویر میں جوزے ارکیدو بوئندا کے سرمئی بال کھڑے تھے۔ اس کے کلف دار کالر کانسی کے بٹن سے قمیض سے جڑے تھے۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ ارسلا نے اس کی تصویر پر تبصرہ کرتے ہوئے "خوفزدہ جرنیل" کہا۔ دسمبر کی اس روشن صبح کو جوزے ارکیدو بوئندا واقعی خوفزدہ تھا۔ اسے یہ سوچ پریشان کر رہی تھی کہ لوگ بوڑھے ہو جائیں گے لیکن دھات کے پترے پر یہ تصویر ہمیشہ ایسے رہے گی۔ اس پریشان حالت میں ارسلا نے اسے نکالا اور ملکیا دیس کا گھر میں ٹھہرنا مان لیا لیکن اپنے پڑپوتوں کے مذاق سے بچنے کے لئے اپنی تصویر بنانے سے منع کر دیا۔ اس صبح اس نے اپنے بچوں کو خوبصورت کپڑے پہنائے، چہروں پر پوڈر لگایا۔ ہر بچے کو شربت پلایا تاکہ وہ کیمرے کے سامنے ساکت کھڑے رہیں۔ اس منفرد خاندانی ڈگیرو ٹائپ میں امرانتا اور رابیکا کے

درمیان سیاہ لباس میں ملبوس ارلیانو کھڑا تھا۔ اس وقت بھی اس پر ویسی ہی افسردگی اور روشن بینی کی کیفیت تھی جیسے برسوں بعد، وہ فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن اس وقت اسے اپنے بارے اتنی پیش آگہی نہیں تھی۔ وہ ماہر سنار تھا۔ تمام علاقہ اس کے کام کا معترف تھا۔ اس تجربہ گاہ میں جہاں اب ملکیا دیس کا قبضہ تھا، وہ دم سادھے کام کرتا رہتا جیسے وہ کسی اور زمانے کا انسان ہو۔ ملکیا دیس اور اس کا باپ بوتلوں، طشتوں کے سٹور، تیراب چھلکنے اور پارے نلی کے ہر خم میں گم ہونے پر چیخ چیخ کر ناسترا دیس کی پیشن گوئیوں پر بحث کرتے۔ اس ارتکاز اور توجہ کی وجہ سے کم وقت میں ارسلا کے لذیذ شکر کے جانوروں سے زیادہ پیسہ گھر میں آگیا۔ یہ ماجرا ہر ایک کے لئے اچنبھے کی بات تھی کہ جوان ہونے کے باوجود ارلیانو کبھی کسی عورت کی طرف راغب نہیں ہوا اور یہ سچ تھا۔

کچھ عرصہ بعد دو سو سال کا بوڑھا فرانسسکو اپنے نغمے بکھیرتا ماکوندو سے گزرا۔ فرانسسکو مانورے سے لے کر دلدلی علاقے کی آخری بستی تک کے واقعات اپنے گانوں میں بھرتا۔ اگر کہیں پیغام پہچانا مقصود ہوتا۔ کسی واقعے کی تشہیر کروانی ہوتی تو دو سکوں کے عوض اس کے گانوں میں شامل کروا دیتے۔ اسی طریقے سے ارسلا کو اپنی ماں کے مرنے کا پتہ چلا۔ وہ یہ گانے اس لئے بھی سنتی تھی کہ کہیں اس کے بیٹے جوزے ارکیدو کا ذکر آ جائے۔ فرانسسکو کا نام لوگوں نے اس لئے رکھا کہ ایک مرتبہ اس نے شیطان کو بدیہہ گوئی میں ہرا دیا۔ اس کا اصل نام کسی کے علم میں نہیں تھا۔ بے خوابی کے عذاب سے بچنے کے لئے وہ ماکوندو سے بھاگ گیا۔ پھر ایک رات وہ کاتارینو کی دکان پر بیٹھا تھا۔ تمام بستی اس کے گانے سننے کے لئے اکٹھی ہوئی تاکہ یہ علم ہو کہ دردناک دنیا میں کیا کیا ہوا۔ اب کی بار اس کے ساتھ ایک موٹی عورت تھی۔ چار مقامی انڈین اسے ایک جھولنے والی کرسی میں اٹھا کر چلتے تھے۔ اس کے ساتھ کھوئی آنکھوں والی نو عمر ملاتو لڑکی تھی جو گرمی سے بچنے کے لئے ایک چھتری اٹھائے ساتھ پھرتی تھی۔ فرانسسکو کے پاس گیانا کے سر والٹر ریلے کا دیا ہوا قدیم آرکاڈین تھا جس پر وہ تھکے قدموں سے تال دے رہا تھا اور اپنے پرانے، پھٹے اور بے سرے انداز میں گا رہا تھا۔ وہ کسی موٹے گرگٹ کی طرح بیچ میں بیٹھی تھی۔ دکان کے عقبی دروازے سے لوگ آ جا رہے تھے۔ دکان کے سامنے جھولنے والی کرسی پر بیٹھی وہ خود پنکھا جھل رہی تھی۔ کاتارینو کان کے پیچھے مصنوعی گلاب اٹکائے، گنے کی شراب بیچ رہا تھا۔ وہ موقع دیکھ کر مردوں کے قریب ہوتا اور اس جگہ ہاتھ رکھ دیتا جہاں نہیں رکھنا چاہئے۔ آدھی

رات کے قریب حبس ناقابل برداشت ہو گئی۔ ارلیانو یونہی آخر تک گانے سنتا رہا لیکن اسے کوئی ایسی بات نہ ملی جو اس کے خاندان کے لئے دلچسپی کا موجب بنتی۔ وہ گھر جانے کے لئے اٹھا تو اس موٹی امیر زادی نے اسے اشارہ کیا۔

"تم بھی اندر جاؤ۔" اس نے ارلیانو سے کہا۔ "صرف بیس پیسو۔"

ارلیانو نے امیرزادی کی ٹوکری میں سکے ڈالے اور سوچے سمجھے بغیر اندر چلا گیا۔ کمرے میں نوعمر لڑکی بستر پر ننگی لیٹی تھی۔ پستانوں کے نپل کسی کتیا کی طرح تھے۔ اس رات تریسٹھ مردوں نے باری لی۔ کمرے کی فضا پسینے اور آہوں کی وجہ سے بھاری تھی۔ لڑکی نے اٹھ کر بستر کی گیلی چادر اٹھائی اور ارلیانو کے ہاتھ میں کونہ دیا چادر کینوس کی طرح بھاری تھی۔ انہوں نے چادر نچوڑ کر دوبارہ سیدھی کی۔ دری الٹی کی تو قطرے ٹپکنے لگے۔ ارلیانو کا دل چاہا کہ یہ کام کبھی ختم نہ ہو۔ وہ ذہنی طور پر ملاپ کے عمل کو جانتا تھا لیکن اب اس کا بدن تپ رہا تھا۔ گھٹنے کانپ رہے تھے۔ روں روں کانپ رہا تھا اور اس کے اندر کا بوجھ خارج ہوا چاہتا تھا۔ جب لڑکی نے بستر درست کر لیا تو اس نے ارلیانو کو کپڑے اتارنے کا کہا۔ اس نے جلدی سے صفائی پیش کی "مجھے اس نے اندر بھیجا ہے۔" بیس سکے لے کر اور جلدی کرنے کو کہا ہے۔ لڑکی اس کی ذہنی حالت سمجھ گئی۔ "اگر بیس سکے اور دے دو تو کچھ دیر اور یہاں رہ سکتے ہو" اس نے آہستہ سے کہا۔ ارلیانو کو کپڑے اتارتے ہوئے شرم سی محسوس ہوئی۔ اسے عجیب سا خیال آیا کہ اس کا لنگ اپنے بھائی سے چھوٹا ہے۔ لڑکی کی کوشش کے باوجود اسے تنہائی کا احساس ہوا۔

"میں بیس سکے اور دوں گا" اس نے مریل آواز میں کہا۔

لڑکی نے شکریہ ادا کیا۔ اس کی کمر پتلی سی تھی۔ اس کی کھال ہڈیوں سے لپٹی منڈھی ہوئی تھی اور بمشکل سانس لے سکتی تھی۔ وہ بہت تھکی سی لگتی تھی۔

اس کی دادی نے اسے پالا اور اسی کے ساتھ رہتی تھی۔ ایک رات وہ بتی بجھائے بغیر سو گئی اور گھر کو آگ لگی تو سب کچھ جل گیا۔ اب اس گھر کی قیمت پوری کرنے کے لئے اس کی دادی بستی بستی پھر رہی تھی اور بیس پیسو دے کر کوئی بھی اس سے ہم بستری کر سکتا تھا۔ لڑکی نے بتایا کہ ابھی اسے دس سال اور ہر رات ستر مردوں کے ساتھ لیٹنا ہے۔ کیونکہ اس سفر میں اس کا اپنا اور اپنی دادی کا خرچ بھی اس کے ذمے تھے اور ان چار مقامی انڈین کی تنخواہ بھی اس نے دینی تھی جو دادی کی کرسی کو اٹھاتے تھے۔ امیر زادی نے جب دروازہ

کھنکھنایا تو وہ کچھ کہئے بغیر رونے کی خواہش لئے باہر نکل گیا۔ اس کی تمام رات آنکھ نہ لگی۔ وہ خواہش اور رحم کے جذبات کے ساتھ لڑکی کے بارے سوچتا رہا۔ اسے لڑکی سے محبت ہو گئی اور وہ لڑکی کی مدد کے بارے سوچتا رہا۔ بے خوابی اور بخار سے جلتا' صبح تک اس نے لڑکی سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لڑکی کی آزادی اسی طور ممکن تھی اور یوں ستر مردوں میں بٹنے والی کی تمام راتیں اس کے لئے محفوظ ہو گئیں۔ جب وہ دس بجے صبح کاتارینو کی دکان پر پہنچا تو لڑکی بستی چھوڑ کر جا چکی تھی۔

وقت نے یہ زخم آہستہ آہستہ مندمل کر دیئے لیکن اس کے اندر خالی پن اور بڑھ گیا۔ آخر اس نے اپنے آپ کو کام میں مصروف کر لیا۔ اس نے اپنی زندگی عورت کے بغیر گزارنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ اندر کے بے کار وجود کو چھپایا جا سکے۔ ملکیا دیس ماکوندو کی تمام ممکنہ اشیاء کی تصویریں دھات کی پلیٹ پر اتار چکا تھا۔ پھر اس نے اپنی تجربہ گاہ جوزے ارکیدو بوئندا کی تخیلاتی جولانیوں کے لئے پیش کی۔ وہ خدا کے وجود کے ثبوت میں جت گیا۔ اس نے گھر کے مختلف حصوں کی تصویریں اتاریں۔ پھر یہ تصویریں ایک دوسرے پر بنائیں۔ اس کے ذہن میں تھا کہ یوں وہ کبھی نہ کبھی خدا کی تصویر اتار لے گا اور خدا کے وجود یا ناوجود کی بحث ختم ہو جائے گی۔ ملکیا دیس ناستراو یمس کی پیشن گوئیوں میں گم ہو کر رہ گیا۔ وہ اپنی پرانی مخملی واسکٹ پہنے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے رات بھر لکھتا رہتا۔ ایک رات اس نے ماکوندو کے بارے پیشن گوئی کی۔ یہ ایک روشن شہر ہے۔ یہاں شیشے کے بڑے بڑے گھر ہیں لیکن اس شہر میں بوئندا نسل کا کوئی شخص نہیں ہے۔

"نہیں۔" جوزے ارکیدو بوئندا چیخ پڑا۔ "وہ شیشے کے گھر نہیں۔ برف کے ہوں گے اور یہاں ایک بوئندا ہو گا۔"

"یہ غلط ہے۔"

ارسلا اس غیر منظم گھر میں شعور اور ہوش و حواس کی فضا قائم رکھنے کی کوشش کرتی رہتی۔ شکر کی ٹافیوں،کا کاروبار بڑھا تو اس نے ایک تنور بنا لیا جو تمام رات گرم رہتا۔ رات بھر ڈبل روٹیاں' پڈنگ اور بسکٹ بنتے رہتے اور چند گھنٹوں میں دلدلی علاقوں کی بڑی بڑی گلیوں میں پہنچ جاتے۔ اس کی عمر کافی ہو چکی تھی لیکن اس کی کام کرنے کی طاقت اور بڑھ گئی۔ وہ اپنے بڑھتے ہوئے کاروبار میں اتنی مصروف تھی کہ بے خیالی میں اس نے صحن کی طرف دیکھا۔ اس وقت مقامی انڈین عورت آٹے میں شکر ملا رہی تھی۔ اس نے دو نو عمر

لڑکیوں کو ڈوبتے سورج کے سائے میں کشیدہ کاری کرتے دیکھا۔ وہ رابیکا اور امرانتا تھیں۔ وہ دادی کے مرنے کے بعد مسلسل تین سال تک ماتمی لباس پہنتی رہیں۔ اب رنگ برنگے کپڑے پہنے تو تمام خوبصورتی ان میں سمٹ آئی۔ رابیکا بہت خوبصورت تھی۔ اس کا رنگ گورا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور نازک نازک سے ہاتھ۔ کشیدہ کاری کرتے وقت یوں لگتا تھا جیسے نظر نہ آنے والے دھاگوں سے کاڑھ رہے ہیں۔ امرانتا اس سے کم عمر اور پروقار تھی اس میں اپنی نانی کا موروثی اعتماد تھا۔ ارکیدو اپنے باپ پر گیا تھا اور ان کے سامنے بچہ نظر آتا۔ وہ ارلیانو سے چاندی کے کام کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ رہا تھا۔

اچانک ارسلا نے محسوس کیا کہ اس کے بچے اور پھر ان کے بچے ہونے کی وجہ سے یہ گھر چھوٹا پڑ گیا ہے۔ خاندان بکھر گیا ہے۔ اس نے عمر بھر کی سخت محنت کی کمائی نکالی اور اپنے کچھ گاہکوں سے مل کر گھر کو بڑا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے مہمانوں کے لئے ایک بڑا دیوان خانہ بنایا۔ عام ملاقاتیوں کے لئے ایک بیٹھک۔ ٹھنڈی اور آرام دہ بیٹھک۔ ایک کھانے کا کمرہ جس میں بارہ کرسیاں رکھی گئیں تاکہ گھر کے افراد کے ساتھ ساتھ مہمان بھی کھانا کھا سکیں۔ پھر نو کمرے تعمیر کروائے۔ جن کی کھڑکیاں باہر صحن کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک ڈیوڑھی بنوائی جس کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے گلاب کی کیاریاں تیار کیں۔ فرن اور بیگونیا کے گملے احاطے میں رکھوائے۔ باورچی خانہ بڑا کروایا گیا۔ اس میں دو تنور لگوائے۔ وہ گودام جہاں پیلار ترنیرا نے جوزے ارکیدو کے لئے پیشن گوئی کی تھی۔ اس کو گرا کر اس کی جگہ نیا اور بڑا گودام بنوایا تاکہ وہاں گھریلو استعمال کی چیزوں کو رکھا جا سکے۔ صحن میں شاہ بلوط کے نیچے مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ غسل خانے بنوائے۔ گھر کے عقبی حصہ میں ایک بڑا سا اصطبل' مرغی خانہ' بھینسوں کی باڑ اور ایک چڑیوں کا کھلا ڈربہ تاکہ پرندے سکون کے ساتھ انڈے دے سکیں۔ بیسیوں راج اور بڑھیوں سے کام لیتے وقت وہ اپنے شوہر کی طرح جنونی تھی۔ وہ وقت کا خیال کئے بغیر تعمیر کے لئے جگہ بتا رہی ہوتی۔ پہلے دن کی تعمیر شدہ قدیم عمارت' پسینہ سے شرابور' تھکے مزدوروں' ان کے سامان اور تعمیر کے سامان سے بھر گئی۔ وہ بھی جنونی طریقے سے کام کر رہے تھے لیکن وہ ہڈیوں کی اس بوری سے پریشان تھے جو ایک غم ناک کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے رہتی۔ اس ہلچل' کولتار کے دھوئیں میں سانس لیتے' کوئی درست سے نہیں کہہ سکتا کہ زمین کے اندر سے یہ گھر کیسے اٹھ رہا ہے۔ یہ محض بستی کا نہیں بلکہ اس دلدلی علاقہ کا سب سے بڑا اور مہمان نواز گھر تھا۔

اس تمام اکھاڑ پچھاڑ سے دور جوزے ارکیدو بوئندا خدا سے ملاقات کے کھوج میں تھا۔ وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز رہتا۔ نیا گھر تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ ارسلا اسے خیالی دنیا سے یہ جتانے کے لئے باہر نکال لائی کہ وہ گھر کو سفید رنگ کروانا چاہتی ہے لیکن اسے نیلا رنگ کرنے کا حکم ملا ہے۔ اس نے سرکاری چھٹی اس کے سامنے رکھ دی۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنی بیوی کی بات سمجھے بغیر کاغذ پر دستخط دیکھے۔

"یہ کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مجسٹریٹ۔" ارسلا نے پریشانی میں جواب دیا۔ "کہتے ہیں۔ سرکار کا آفیسر ہے۔"

ہوٹل ہاکوب طوطوں کے عوض چیزیں بیچنے والے عربوں میں سے کسی نے بنوایا تھا۔ مجسٹریٹ ڈان اپولینار مسکاٹ خاموشی سے ماکوندو آیا اور اس ہوٹل میں قیام کیا۔ دوسرے دن اس نے جوزے ارکیدو بوئندا کے گھر سے دو بلاک دور ایک چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ اس کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ اس نے ایک میز اور کرسی ہوٹل سے خرید لی۔ دیوار میں کیل ٹھونک کر جمہوریہ کی مہرلگائی اور باہر "مجسٹریٹ" کی ایک تختی لگا دی۔ اس نے پہلا حکم دیا کہ ملک کے یوم آزادی کے جشن کے موقعے پر تمام گھروں کو نیلا رنگ کیا جائے۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا حکم نامے کی نقل لئے پہنچا تو مجسٹریٹ ایک کمرے میں لگی ایک جھولنی میں آرام کر رہا تھا۔

"یہ تم نے لکھا ہے؟" اس نے پوچھا۔

ڈان اپولینار مسکاٹ ایک ادھیڑ عمر' شرمیلا اور سرخی مائل رنگت کا شخص تھا۔ اس نے جواب میں ہاں کہہ دی۔

"کس قانون کے تحت؟" جوزے ارکیدو بوئندا نے دوبارہ پوچھا۔

ڈان اپولینار مسکاٹ نے میز کی دراز سے ایک کاغذ نکال کر دکھایا۔

"میں یہاں کا مجسٹریٹ ہوں۔"

جوزے ارکیدو بوئندا نے اس کاغذ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔

"اس بستی میں حکم کاغذوں پر نہیں چلتے۔" اس نے سکون سے کہا۔ "اور' بات اپنے ذہن میں رکھ لو کہ یہاں کسی جج کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں کوئی چیز فیصلہ طلب نہیں۔"

جوزے ارکیدو بوئندا نے ڈان اپولینار مسکاٹ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نرم لہجے میں ماکوندو کو آباد کرنے کی داستان سنائی۔ سرکار کی مدد کے بغیر' کس طرح اس نے زمین

تقسیم کی۔ سڑکیں بنائیں۔ "ہم تو اتنے امن پسند ہیں کہ اب تک ہم میں سے کوئی, طبعی موت بھی نہیں مرا۔" سرکار نے کبھی ان کی مدد نہیں کی بلکہ وہ حکومت کی دخل اندازی نہ دینے پر خوش تھے اور ان کا خیال تھا کہ سرکار اب بھی ان کے معاملات میں نہیں آئے گی۔ انہیں ایسے ہی رہنے دے گی۔ چونکہ اس قصبہ کی تعمیر میں سرکار کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہاں آکر بتائے کہ انہوں نے کیا کرنا ہے۔ ڈان اپولینار مسکاٹ نے انتہائی سکون کے ساتھ اپنی ڈینم کی سفید جیکٹ پہنی۔

"لہٰذا۔ اگر تم عام شہریوں کی طرح رہو تو ہم تمہیں خوش آمدید کہیں گے۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنی بات ختم کی۔" اور اگر تم لوگوں کو نیلے رنگ کروانے پر مجبور کرو گے یا گڑبڑ کرنے آئے ہو تو یہ اپنا کاٹھ کباڑ سمیٹو اور ادھر سے نکل جاؤ۔ جہاں سے تم آئے ہو۔ کیونکہ میں اپنے گھر سفیدی کروا رہا ہوں۔"

ڈان اپولینار مسکاٹ کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور جبڑے سکیڑ کر اس نے غصے سے کہا۔ "تمہیں بتا دوں۔ میرے پاس اسلحہ ہے۔"

جوزے ارکیدو بوئندا کو بالکل پتہ نہ چلا کہ اس کے اندر گھوڑے کو کان سے پکڑ کر روکنے والی طاقت دوبارہ عود آئی۔ اس نے ڈان اپولینار مسکاٹ کو کوٹ کے کالر سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔

"یہ اس لئے ہے کہ" اس نے کہا "تم زندہ رہو۔ میں زندگی بھر مردے نہیں اٹھا سکتا۔"

اس نے ڈان اپولینار مسکاٹ کو اسی طرح اٹھائے بستی کے رستے پہ چلتا دلدلی سڑک پر پیروں پر کھڑا کر دیا۔ ایک ہفتہ بعد وہ ننگے پیر' پھٹی وردیاں پہنے' چھ مسلح سپاہی لے کر آ گیا۔ ایک بیل گاڑی میں اس کی بیوی اور سات بیٹیاں تھیں۔ دو اور بیل گاڑیوں میں گھر کا سامان' فرنیچر اور برتن تھے۔ وہ ہوٹل ہاکوب ٹھہرے اور کرائے کے مکان کی تلاش شروع کر دی۔ سپاہیوں کے ہمراہ اپنا دفتر کھولا۔ ماکوندو کے لوگ اپنے بڑے بیٹے لے کر جوزے ارکیدو بوئندا کے ہاں پہنچ گئے تاکہ ان کو نکالا جا سکے لیکن اس نے کہا کہ کسی کو ان کی بیوی بچوں کی موجودگی میں تنگ کرنا بہتر نہیں۔ اس مسئلہ کو خوشگوار طریقے سے حل کیا جائے۔

ارلیانو اس کے ہمراہ تھا۔ اس نے سیاہ مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ جن کے کونے تیل سے بھیگے رہتے۔ اس کی آواز بلند تھی۔ آنے والی جنگ میں یہی اس کی بڑی صفت بننے والی

تھی- مسلح سپاہیوں کی طرف توجہ کئے بغیر وہ مجسٹریٹ کے دفتر میں گئے- ڈان اپولینار مسکاٹ نے بڑے تحمل سے کام لیا- اس نے اپنی دو بیٹیوں' سولہ سالہ امپالا اور نو سالہ ر-میڈلیس سے ان کا تعارف کرایا- وہ دونوں مہذب' پروقار اور شائستہ تھیں- ر-میڈلیس بہت خوبصورت بچی تھی- گل سوسن کی طرح سفید رنگ- اس کی آنکھیں سبزی مائل تھیں- جونہی وہ دونوں اندر داخل ہوئے- انہوں نے اٹھ کر اپنی کرسیاں پیش کیں لیکن وہ دونوں کھڑے رہے-

"خوب- میرے دوست-" جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا- "مسلح ڈاکوؤں کی وجہ سے نہیں بلکہ تم اپنی بیوی اور بچوں کے احترام میں یہاں رہ سکتے ہو-"

ڈان اپولینار مسکاٹ پریشان ہو گیا لیکن جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے بات کرنے کی مہلت نہ دی- "صرف دو شرائط پر-" اس نے بات جاری رکھی- "پہلی' اپنے گھر کو جس رنگ میں رنگنا چاہئے وہ رنگ سکتا ہے دوسری- سپاہیوں کو فوراً واپس بھیج دو- یہاں کے امن و امان کی ہم ضمانت دیتے ہیں-"

مجسٹریٹ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا-

"زبان دیتے ہو؟"

"دشمن کی طرح-" جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا-

"لیکن ایک بات کی وضاحت کر دوں" اس نے تلخی سے کہا- "اب ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں-"

سپاہی سہ پہر کو واپس چلے گئے- چند دنوں میں جوزے ارکیدو بوئندا نے مجسٹریٹ کو مکان لے کر دیا- سب پرسکون ہو گئے لیکن ارلیانو ایک اور عذاب میں آ گیا- مجسٹریٹ کی چھوٹی بیٹی ر-میڈلیس' جو عمر کے لحاظ سے اس کی بیٹی کی ہم عمر تھی- اس کے اندر درد جگاتی رہی- وہ جسمانی ہیجان تھا جو جوتے کے اندر کنکر کی طرح' اسے چلتے ہوئے بھی تنگ کرتا-

بطخ کی طرح سفید نئے گھر کا افتتاح رقص سے ہوا۔ ارسلا کے ذہن میں افتتاح کا خیال اس سے پھر ابھرا جس دن اس نے امرانتا اور رابیکا کو بچپنے سے جوانی میں قدم رکھتے محسوس کیا۔ اس نئے گھر کی تعمیر میں یقیناً یہی بات پس منظر میں تھی۔ آخر مہمانوں اور سہیلیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے لئے اچھی جگہ ہونی چاہئے۔ ان کے ہاں اب کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن ارسلا نے غلاموں کی طرح کام کیا۔ گھر کے مکمل ہونے سے قبل اس نے ڈیکوریشن' ٹیبل سروس اور حیرت انگیز ایجاد "پیانو" جیسی قیمتی اشیاء کا آرڈر دے دیا۔ یوں پوری بستی میں حیرانی پھیل گئی اور خصوصاً نوجوان نسل بہت خوش ہوئی۔ وینس کا فرنیچر' بوہیمن کراکری' انڈیانا کمپنی کی ٹیبل سروس' ہالینڈ سے ٹیبل کلاتھ' موم بتی اور لیمپوں کے لئے لٹکتی جھالریں بند ڈبوں میں بھیجی گئیں۔ کمپنی نے ڈیکوریشن کے لئے ایک اطالوی ماہر پیڑو کریسی کو اپنے خرچ پر بھیجا جس کا کام پیانو کے ٹکڑوں کو دوبارہ جوڑنا اور خریدار کو پیانو کے بارے معلومات مہیا کرنا تھا۔ چھ رول پر چھپا جدید ترین موسیقی کا طریقہ اور اس پر رقص کرنا سکھانا تھا۔

پیڑو کریسی خوبصورت' چٹا گورا اور پورے ماکونڈو میں سب سے مہذب نوجوان تھا۔ وہ اپنے لباس کے بارے اتنا محتاط تھا کہ انتہائی شدید گرمی میں کام کرتے ہوئے بھی وہ اپنی کم خواب کی واسکٹ اور کالے رنگ کا کوٹ پہنے رہتا۔ وہ اپنے مالکوں سے ایک مناسب فاصلہ رکھتا۔ پسینے میں شرابور ہفتوں پارلر میں نہایت ایمانداری سے کام کرتا رہا۔ جیسے ارلیانو چاندی گری میں مصروف تھا۔ ایک صبح اس نے پارلر کا دروازہ بند کیا۔ اس نے اور کسی کو یہ معجزہ دکھائے بغیر موسیقی کا پہلا رول پیانو پر رکھا اور اسے بجانا شروع کر دیا۔

چھت کی لکڑی کی مستقل آواز تھم گئی گویا موسیقی کی خوبصورت ترتیب اور ترکیب کے سبب گنگ ہو گئی ہو۔ سب لوگ پارلر کی طرف بھاگے۔ جوزے ارکیدو بوئندا موسیقی کی بجائے جلتی بجھتی روشنی میں گم ہو گیا۔ پیانو کی آٹومیٹک مشین کی وجہ سے اس نے جلدی سے ملکیادیس کا کیمرہ لیا تاکہ وہ جلدی سے اس ملکوتی موسیقار کی تصویر لے لے۔ اس دن

اطالوی ماہر نے لنچ ان کے ساتھ کیا۔ رابیکا اور امرانتا میز پر کھانا لگاتے ہوئے بہت خوف زدہ تھیں لیکن اس زرد اور خالی ہاتھ ماورائی انسان نے گھریلو چیزیں پیار سے استعمال کیں۔ پھر پارلر کے سامنے کے لونگ روم میں ارسلا کی مہربان موجودگی میں انہیں ڈانس کا سبق دیا اور انہیں ہاتھ لگائے بغیر قدم اٹھانے کے طریقے بتائے۔ وہ جتنی دیر ڈانس کا سبق لیتی رہیں۔ ارسلا وہیں موجود رہی۔ ان دنوں پیٹرو کریسی مخصوص، چمکدار تنگ پتلون اور ڈانسنگ سلیپر استعمال کرتا۔ "اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" جوزے ارکیدو بوئندا نے اپنی بیوی سے کہا۔ "یہ نوجوان ایماندار ہے۔" اطالوی ماہر کے ماکوندو چھوڑنے تک یہ سبق چلتا رہا اور وہ انتہائی چوکس رہی۔

انہوں نے دعوت کا اہتمام کیا۔ ارسلا نے انتہائی باریک بینی سے مہمانوں کی فہرست تیار کی۔ اس دعوت میں صرف ان لوگوں کو مدعو کیا گیا جو اس بستی کے بانی تھے اور یہی اشرافیہ شمار ہوتی تھی۔ وہ ہجرت سے پہلے بھی جوزے ارکیدو بوئندا کے خیرخواہ تھے اور آج بھی ان میں دوستی کا احترام موجود تھا۔ ان کے بیٹے اور پوتے بچپن سے ہی ارلیانو اور جوزے ارکیدو کے دوست تھے۔ ان کی بیٹیاں رابیکا اور امرانتا کی سہیلیاں تھیں اور رابیکا اور امرانتا کے ساتھ بیٹھ کر کشیدہ کاری کرنے آ جاتیں۔ اس دعوت میں بستی کا مہربان حکمران ڈان اپالینار مسکاٹ بھی مدعو تھا۔ جس کا کام گھٹ کر اپنے دو ڈنڈا بردار سپاہیوں اور محدود ذرائع سے بستی کا امن و عامہ قائم رکھنا رہ گیا تھا۔ گھر کی آمدنی بڑھانے کے لئے اس کی بیٹیوں نے سلائی کی دکان کھول لی تھی۔ جہاں نمدے کے پھول بنتے۔ امرود کی لکڑی سے نفیس چیزیں بنتیں اور آرڈر پر خوبصورت الفاظ ترتیب دیئے جاتے۔ اس دعوت میں پیلار ترنیرا کو نہیں بلایا گیا۔ جس کے بارے مشہور تھا کہ اس کے دو اور بچے بھی حرامی ہیں۔

اس دوران ارسلا اور دونوں لڑکیوں نے فرنیچر ترتیب سے رکھا۔ اسے پالش کیا۔ گلاب پھولوں کی ٹوکریوں میں کنواری مریم کی تصویریں لگائیں اور مستریوں سے بچ جانے والی خالی جگہوں میں اپنی محنت سے نئی زندگی بھر دی۔ جوزے ارکیدو بوئندا کو خدا کے وجود کی بجائے اس کے ناوجود کا یقین سا ہونے لگا۔ وہ پیانو کو کھول کر اس معجزاتی معمے کو حل کرنے میں لگ گیا۔ پارٹی سے دو دن قبل بورڈ اور اس کی سنک کی ترتیب سمجھنے اور تاروں کے ملاپ میں الجھا رہا جو کبھی ایک سمت پھسل جاتیں، کبھی دوسری سمت۔

بالآخر وہ انہیں دوبارہ صحیح ترتیب میں کامیاب ہو گیا۔ یہ گھرانہ اس سے قبل کبھی اتنا

جذباتی اور خوش نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے نئے ڈیزائن کے لیمپ دن کو بھی جلائے اور دروازے کھول دیئے۔ گھر میں ابھی تک گندے بیروزے اور گیلی سفیدی کی بو پھیلی ہوئی تھی۔

بستی کے بانیوں کی نسل نے فرن اور بوگیا سے بھرے پورچ کو دیکھا۔ پرسکون کمرے، گلاب کے پھولوں سے بھرا باغ۔ پھر وہ پارلر میں سجی نامعلوم ایجاد کے رخ کھڑے ہو گئے۔ جس پر سفید چادر ڈالی گئی تھی۔ انہیں پیانو کے بارے علم تھا۔ یہ ساز دوسری دلدلی بستیوں میں بہت مقبول تھا۔ کچھ بدمزہ بھی ہوئے۔ سب سے زیادہ مایوسی ارسلا کو ہوئی کیونکہ جب امرانتا اور رابیکا کے ڈانس کے لئے موسیقی کا پہلا رول چڑھایا گیا تو پیانو نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ملکیا دیس نے اپنے لرزتے ہاتھوں سے اپنی بے انت حکمت کے ساتھ اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کی لیکن بڑھتی عمر نے اسے بکھیر دیا تھا۔ وہ اندھا ہوچکا تھا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے کسی تدبیر سے اسے ٹھیک کر دیا کہ غلطی سے کہیں ہاتھ جا لگا اور پیانو بجنا شروع ہو گیا۔ پہلے ایک دم دھماکہ سا ہوا اور پھر اس کی آواز میں ترتیب آتی گئی۔ پیانو کے اندر کی تاریں کانپنے لگیں اور پھر ٹک بھی لگنا شروع ہو گئیں۔ وہ اکیس لوگ جو پہاڑ پار کرنے مغرب کی طرف سمندر کی تلاش میں نکلے تھے نوجوانوں میں نہ گھلے ملے۔

ڈانس صبح تک جاری رہا۔

پیٹرو کریسی دوبارہ پیانو درست کرنے آیا۔ رابیکا اور امرانتا نے تاروں کو ٹھیک کرنے میں اس کی مدد کی۔ کام کرتے ہوئے ان کے قہقہے بکھرتے رہے۔ اب کے پارلر کی فضا بہت خوشگوار تھی۔ ارسلا نے بھی چوکسی چھوڑ دی۔ اس کی واپسی پر الوداعی دھنیں بجائی گئیں اور ڈانس ہوا۔ اس نے رابیکا کے ساتھ مل کر جدید رقص کا مظاہرہ کیا۔ جوزے ارکیدو بوئندا اور امرانتا نے ایمانداری سے ان دونوں کے فن اور انداز کا موازنہ کیا۔ رقص روکنا پڑا کیونکہ پیلار ترنیرا دروازے پر کھڑی ایک عورت سے اس وجہ سے لڑ پڑی اسے مارا' کاٹا کیونکہ اس نے جوزے ارکیدو بوئندا کو زن مرید کہا تھا۔ آدھی رات کو پیٹرو کریسی نے انتہائی جذباتی الفاظ کے ساتھ رخصت چاہی اور دوبارہ آنے کا وعدہ کیا۔ رابیکا اسے گھر کے دروازے تک چھوڑنے آئی۔ واپسی پر اس نے گھر کے تمام دروازے بند کئے' لیمپ بجھائے اور اپنے کمرے میں جا کر رونا شروع کر دیا۔ آنسو دنوں بہتے رہے۔ آنسوؤں کا سبب امرانتا بھی نہ معلوم کر سکی۔

رابیکا پر بھرپور جوانی اتری۔ وہ بہت سندر تھی۔ دراز قد اور سڈول جسم۔ وہ انتہائی باکردار اور سخت دل تھی۔ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ چست اور پرجوش رکھتی۔ وہ اب بھی کبھی کبھار اس کرسی پر جا بیٹھتی جو وہ اپنے گھر سے لائی تھی۔ اسے کئی بار درست کروایا گیا۔ اب اس کے بازو ٹوٹ چکے تھے۔ یہ بات کسی کے علم میں نہیں تھی کہ اب بھی اس میں اپنی انگلی چوسنے کی عادت موجود ہے۔ اسی لئے وہ باتھ روم میں جانے کا کوئی موقع ضائع نہ کرتی۔ آج تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دیوار کی طرف کروٹ لے کر کیوں سوتی ہے۔

بارش کی سہ پہروں میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ پورچ میں بیٹھتی اور اس کی باتوں کا سلسلہ اچانک ٹوٹ جاتا۔ جب باغ کی گیلی زمین اور کیچڑ میں کینچوے نظر آتے تو نسٹلجیا کا ایک آنسو اس کا تالو نمکین کر دیتا۔ مٹی کھانے کا جو ذائقہ وہ سنگترے اور ریوند چینی کی وجہ سے بھول گئی تھی۔ اس کے اندر ایک بے داغ سی خواہش ابھری۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اترے اور اس نے دوبارہ مٹی چاٹنا شروع کر دی۔ پہلے وہ خوف زدہ تھی لیکن پھر اسے یقین ہو گیا کہ گندہ ذائقہ ہی اس بے قابو خواہش کا علاج ہے اور اس عمل سے گزرنا ضروری ہے۔ اس نے پہلے مٹی کو منہ میں رکھا۔ اسے برداشت نہیں ہوا لیکن وہ تجسس کی وجہ سے اسے منہ میں رکھ کر بیٹھی رہی۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی پرانی عادت کی طرف لوٹ رہی تھی۔ پرانے ذائقہ سے روشناس ہو رہی تھی۔ پہلے اسے دھاتوں کا ذائقہ محسوس ہوا۔ ساتھ ہی اس کے اندر سکون کی ایک لہر اٹھی۔

وہ مٹھی بھر کر مٹی اپنی جیبوں میں ڈال لیتی اور چپ چاپ چھپ کر تھوڑی تھوڑی کر کے کھاتی رہتی۔ اس کے اندر غصے اور خوشی کا ملا جلا تاثر ابھرتا رہتا۔ جب وہ سلائی کا کوئی مشکل نکتہ اپنی سہیلیوں کو سمجھاتی یا مردوں کی خصلت بارے بولتی تو اس کی سوچیں بہنے لگتیں۔ جو قربانی کے حق دار نہیں تھے۔ خدا نے صرف مرد کو یہ حق دیا ہے کہ وہ دوسروں کی توہین کرے۔ خواہ اس کی خاطر کوئی مٹی چونا کھائے _ جب وہ اپنے خوبصورت اور نفیس لمبے بوٹوں کے ساتھ دنیا کے کسی خطے میں بھی چلتا تو مٹی کے ذروں کے ذریعے دھمک اس کے اندر پہنچ جاتی اور مٹی کا ذائقہ اسے اچھا لگنے لگ جاتا۔ اس کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔ اسے سکون سا محسوس ہوتا۔

ایک سہ پہر، غیر متوقع طور پر امپارا مسکاٹ گھر آ گئی۔ امرانتا اور رابیکا نے مروتاً اس کا استقبال کیا۔ اپنا نیا گھر دکھایا۔ بڑی بے دلی سے پیانو پر رول لگا کر موسیقی سنائی۔ خستہ

بسکٹوں اور مار ملیڈ سے اس کی تواضع کی۔ امپارا نے بڑے احترام' وقار اور مہذب انداز میں گفتگو کی۔ ارسلا بہت جلد اس سے متاثر ہو گئی۔ دو گھنٹے بعد جب بوریت ہو رہی تھی۔ اس نے امرانتا کی بے توجہی سے فائدہ اٹھا کر رابیکا کو ایک خط پکڑا دیا۔ یہ خط اسی سبز روشنائی سے لکھا گیا تھا جس سے پیٹرو کریپی نے پیانو کو بجانے کے لئے ہدایات لکھی تھیں۔

رابیکا نے خط اپنی انگلیوں کی پوروں میں لپیٹ کر اپنے سینہ بند میں چھپا لیا۔ اس نے امپارا مسکاٹ کو بے انت' جذباتی اور غیر مشروط شکریہ کے انداز میں دیکھا۔ اس انداز میں آخری سانس تک خاموش رہنے کا وعدہ بھی تھا۔

رابیکا اور امپارا مسکاٹ کی اس اچانک دوستی سے ارلیانو کی امیدیں جاگ اٹھیں۔ کم عمر ر۔میڈلیس کی یاد اسے ہمیشہ اذیت دیتی اور اسے ایک نظر دیکھنے کا موقع بھی نہ مل پاتا۔ وہ اپنے قریبی دوستوں میگنیفسکو وزبل اور گر ینلڈا مارکیز کے ساتھ بستی میں آوارہ گردی کرتے سلائی کی دکان کی طرف اشتیاق بھری نظروں سے دیکھتا۔ ہمیشہ اس کی بڑی بہنیں کام میں مصروف ہوتیں۔

امپارا مسکاٹ کا اس گھر میں آنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ "ر۔میڈلیس کو اس کے ساتھ آنا پڑے گا۔" ارلیانو نے ہلکی سی آواز میں کہا۔ "اسے آنا پڑے گا۔" اس نے یہ الفاظ اتنی مرتبہ اور اتنے یقین کے ساتھ دہرائے کہ ایک سہ پہر جب وہ ورکشاپ میں سنہری مچھلی بنا رہا تھا۔ اس نے اچانک ایک یگانی سی آواز سنی۔ اس کا دل انجانے خوف سے دھڑکنا بھول گیا۔

اس نے ر۔میڈلیس کو دروازے پر کھڑے دیکھا۔ اس نے گلابی رنگ کی ارگنڈی اور سفید بوٹ پہنے ہوئے تھے۔ وہ جم کر رہ گیا۔

"ر۔میڈلیس! ادھر نہ جاؤ۔" امپارا مسکاٹ نے ہال سے آواز دی۔ "وہاں کام ہو رہا ہے۔" لیکن ارلیانو نے اسے جواب دینے کا موقع نہ دیا۔ اس نے چھوٹی سی نقرئی مچھلی اٹھائی۔ زنجیری اس کے منہ سے نکلتی تھی اور اسے دیتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔"

ر۔میڈلیس اندر آ گئی۔ اس نے سنہری مچھلی کے بارے کئی سوال پوچھے لیکن ارلیانو کوئی جواب نہ دے پایا جیسے اس پر اچانک دمہ کا حملہ ہو گیا ہو۔ وہ اپنا وقت اس کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ اس کی سدا بہار سوہنی جلد' روشن آنکھوں اور اس کی آواز کے بہت قریب۔ وہ ہر سوال کے ساتھ اسے "سر" کہتی۔ اس کے انداز میں ایسا ہی احترام تھا جیسا وہ

اپنے باپ کا احترام کرتی تھی۔ ملکیا دیس ڈیسک کے پیچھے بیٹھا غیر مبہم الفاظ میں جلدی جلدی کچھ لکھ رہا تھا۔ ارلیانو کو اس سے شدید نفرت محسوس ہوئی۔ وہ صرف ر۔میڈلیس کو یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ سنہری مچھلی کا تحفہ قبول کرے لیکن ر۔میڈلیس اس تحفہ سے اتنی حواس باختہ ہوئی کہ وہ جلدی سے ورکشاپ سے باہر نکل گئی۔

اس سہ پہر ارلیانو کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اسی گہرائیوں میں چھپے جذبے سے وہ اسے بار بار دیکھنے کے مواقع پیدا کر سکتا تھا۔ وہ تمام دن کوشش کے باوجود کام کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اسے ایک خیال ستا رہا تھا کہ اس کی کوشش کے باوجود ر۔میڈلیس نے کوئی تاثر نہیں دیا۔ وہ اظہار کرنا چاہتا تھا۔

وہ اس کی بہنوں کی دکان پر' گھر کی کھڑکیوں کی اوٹ میں سے' اس کے باپ کے دفتر میں اور ہر ممکنہ جگہ پر' جہاں اس کے ہونے کا امکان تھا۔ اسے ڈھونڈھتا رہا۔ ر۔میڈلیس نے اس کے اندر ایک خوفناک تنہائی عذاب کر دی تھی۔

وہ تمام وقت رابیکا کے ساتھ پارلر میں موسیقی سنتے گزارتا۔ وہ ہر بار وہ گانا گاتی جو پیٹرو کریپی نے اس وقت سنایا تھا جب وہ اسے ڈانس سکھا رہا تھا۔ ارلیانو نے اس گانے کو بے توجہی سے سنا کیونکہ ہر شے یہاں تک کہ موسیقی بھی اسے ر۔میڈلیس کی یاد میں تڑپاتی۔

ہر اور محبت کی پھوار پڑتی۔ ارلیانو اس کا ایسی شاعری میں اظہار کرتا جس کے آغاز کا پتہ چلتا نہ انجام کا۔ ملکیا دیس نے اسے کھردرے کاغذ دیئے تو اس نے ان پر لکھنا شروع کر دیا۔ باتھ روم کی دیواروں پر' اپنے بازو کی جلد پر۔ اسے ہر طرف ر۔میڈلیس کی تصویر نظر آتی۔

"ر۔میڈلیس سہ پہر کے دو بجے خواب آلود فضا میں
ر۔میڈلیس گلاب کے پھولوں کی نرم سانسوں میں
ر۔میڈلیس پروانے کے رازوں میں
ر۔میڈلیس صبح کی گرم گرم روٹیوں میں
ر۔میڈلیس ہر جگہ
ر۔میڈلیس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

رابیکا کھڑکی سے لگی سہ پہر چار بجے تک کشیدہ کاری کرتی اپنے محبت نامہ کا انتظار کرتی رہتی۔ اسے معلوم تھا کہ ڈاک لانے والا خچر ہر دوسرے ہفتے بستی میں آتا ہے لیکن وہ ہر

لمبے انتظار کی سولی پر لٹکی رہتی۔ وہ اپنے آپ کو یقین دلاتی کہ ڈاک کا خچر کہیں غلطی سے دوسرے دن نہ آ جائے لیکن اب کی بار سب کچھ الٹ ہوا اب کی بار خچر مقررہ دن بھی نہ آیا۔ مایوسی میں پاگل' رابیکا آدھی رات کو اٹھی اور باغ میں جا کر مٹھی بھر بھر کر مٹی کھاتی رہی۔ نرم نرم کینچوے اور گھونگھوں کے خول چباتی اور بے آواز بین کرتی رہی۔ صبح تک وہ مسلسل تے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی۔

ارسلا اسی وقت سمجھ گئی۔

اس نے رابیکا کے ٹرنک کا تالا توڑا تو ٹرنک کی سب سے نچلی تہہ میں خوشبوؤں میں لپٹے سولہ خطوط سرخ پن میں بندھے مل گئے۔ پرانی کتابوں میں سوکھے پتے اور پھولوں کی پنکھڑیاں اور سوکھی تیلیاں ہاتھ لگانے سے مٹی ہو گئیں۔

اس عذاب کا احساس صرف ارلیانو کو تھا۔

اس سہ پہر ارسلا رابیکا کو بچانے میں لگی رہی۔ اب کی بار دورہ شدید تھا۔

ارلیانو اپنے دوست میگفیسکو وزیل اور گر ینلڈو مارکیز کے ساتھ کاتاریو کے سٹور کی طرف نکل گیا۔ سٹور کی انتظامیہ نے دباؤ بڑھنے کی وجہ سے سٹور میں مزید لکڑی کے کمرے بنائے جہاں عورتیں سوکھے پھولوں کی مردہ خوشبو کی طرح لہراتیں۔ وہاں پہ اکارڈین اور ڈرم کی لے پر ایک میوزیکل گروپ نے فرانسسکو کے گیت گائے۔ برسوں گزر گئے۔ فرانسسکو ماکوندو میں نظر نہیں آیا۔ تینوں دوست گنے کی شراب پیتے رہے۔ میگفیسکو اور گر ینلڈو اس کے ہم عمر تھے لیکن ارلیانو کی نسبت وہ زیادہ عملی زندگی کے بارے جانکاری رکھتے تھے۔ وہ اپنی گود میں عورتوں کو بٹھا کر طریقے سے شراب پیتے رہے۔ سونے کے دانتوں والی ایک مریل سی عورت نے ارلیانو کو پچکارا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ جلدی میں ارلیانو نے سر ہلا کر انکار کر دیا۔ اسے لگا' وہ جتنی زیادہ شراب پیتا ہے۔ ر۔میڈلیس ٹوٹ کے یاد آتی ہے ورنہ وہ یادوں کے عذاب کو اسی طریقے سے برداشت کر سکتا تھا۔

صحیح طور پر اسے یاد نہیں تھا کہ اس نے رات کے کس لمحے اپنے آپ کو بے وزن سا محسوس کیا۔ اسے یوں لگا اس کے دوست اور وہ عورتیں کسی نورانی لہر میں تیر رہے ہیں۔ ان کے بے آواز ہونٹ باتیں کر رہے ہیں۔ پراسرار اشارے کر رہے ہیں۔ ان اشاروں اور تاثرات میں کوئی تعلق نہیں تھا۔ کاتاریو نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔ "گیارہ بجنے والے ہیں۔" ارلیانو نے مڑ کر دیکھا۔ اسے کاتاریو کا بگڑا ہوا چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس کے کان کے پیچھے نمدے کا پھول ٹنگا دیکھا۔ پھر اسے کوئی ہوش نہ رہا۔

بے ہوشی کے اس وقفہ میں اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔

وہ ایک اجنبی کمرے میں لیٹا تھا اور پیلار ترنیرا اپنے الجھے بال' ننگے پاؤں اور مختصر لباس میں لیمپ لئے قریب کھڑی تھی۔

اس کی آنکھوں میں بے یقینی مترشح تھی۔

"ارلیانو۔"

پہلے اس نے اپنے پیر ہلائے پھر سر اٹھا کر دیکھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچا اور یہاں آنے کا اس کا مقصد کیا ہے؟ کیوں کہ وہ اپنے بچپن سے ہی یہ احساس چھپائے پھرتا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ لیٹنے کے لئے آیا ہوں۔" اس نے کہا۔

ارلیانو کے کپڑے تے اور کیچڑ سے لتھڑے ہوئے تھے۔ ان دنوں پیلار ترنیرا اپنے دو بچوں کے ہمراہ اکیلی رہ رہی تھی۔ اس نے کوئی بات نہیں کی۔ وہ اسے بستر تک لے گئی۔ اس کے کپڑے اتارے۔ گیلے کپڑے سے منہ صاف کیا۔ پھر پیلار ترنیرا نے اپنے کپڑے اتارے اور مچھردانی نیچے کر لی تاکہ بچے جاگیں تو نہ دیکھ سکیں۔

پیلار ترنیرا کسی ایک مرد کا انتظار کرتے کرتے تھک چکی تھی۔ ایسے مرد جو اسے چھوڑ گئے جو اس کے ساتھ رہے۔ ان گنت لوگ اس کے گھر کا رستہ بھول گئے۔ قسمت کے تپوں کی بے یقینی کی وجہ سے ابہام کا شکار ہو گئے۔

اس ایک مرد کے انتظار میں پیلار ترنیرا کی جلد میں جھریاں پڑ گئیں۔ اس کا سینہ مرجھا گیا۔ دل مردہ ہو گیا۔

اندھیرے میں اس نے ارلیانو کے لئے بے انتہا پیار محسوس کیا۔ اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا اور مادرانہ شفقت سے اس کی گردن چومی۔

"بے چارہ" وہ بڑبڑائی۔

ارلیانو کانپ اٹھا۔

اسے دل کی گہرائیوں میں کہیں جا کر محسوس ہوا کہ ر۔میڈیس بے انت دلدل میں بدل گئی ہے جس میں سے گندے اور مرے ہوئے جانوروں کی بو آتی ہے اور تازہ استری شدہ

کپڑوں کی تہوں میں۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ رو رہا تھا۔ اس کی سسکیوں میں تواتر نہیں تھا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے اندر کوئی بڑی اور درد ناک چیز ٹوٹ گئی ہے۔ وہ بے قابو ہو گیا۔

پیلار ریزنیرا اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی اور انتظار کرتی رہی۔ بالاخر ارلیانو نے اس عذاب سے جان چھڑائی جو اسے زندہ نہیں رہنے دیتا تھا۔

"کون ہے؟" پیلار ترنیرا نے پوچھا۔

ارلیانو نے پوری رام کتھا کہہ سنائی۔

اس نے اونچا قہقہہ لگایا جو کسی دوسرے لمحے بطخوں کو ڈرا دیتا لیکن بچے سکون سے سوتے رہے۔

"تمہیں تو پیار سکھانا پڑے گا۔" اس نے مذاق اڑایا۔

اس ٹھٹھے کے پیچھے کہیں ارلیانو نے مفہوم سمجھ لیا۔ جب وہ کمرے سے باہر نکلا تو اسے اپنی مردانگی اور قوت پہ شک تھا نہ اپنے گزرے مہینوں کا خوفناک بوجھ کاندھوں پہ دھرا تھا۔ پیلار ترنیرا نے اچانک کہا۔

"وعدہ! میں اس لڑکی سے بات کروں گی۔ تم دیکھنا۔ میں اسے کیسے مناتی ہوں۔"

پیلار ترنیرا نے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ ان دنوں گھر کا ماحول مختلف تھا۔ جب پیلار ترنیرا نے رابیکا کے جذبات دیکھے تو اسے یوں لگا کہ ان چیخوں کے سبب اب راز کا راز رہنا ناممکن ہے۔ امرانتا بھی اسی بخار میں مبتلا تھی۔ تنہائی کا کانٹا اس کے حلق میں ابھی اٹکا تھا۔

وہ باتھ روم میں بند ہو کر اپنے محبت ناموں کے سبب اپنے ناامید جذبوں کی اذیت سے چھٹکارا حاصل کرتی اور پھر انہیں ٹرنک کی آخری تہہ میں سنبھال کر رکھ دیتی۔

ارسلا کے لئے دو بیماروں کی خدمت کرنا مشکل ہو گیا۔

اتنی لمبی تشخیص کے بعد بھی امرانتا کی مغلوبیت کی وجہ کا تعین مشکل تھا۔

احساس کے دوسرے لمحے ارسلا نے امرانتا کا ٹرنک کھولا تو اس کی آخری تہہ میں گلابی ربن میں بندھے خطوط، للی کے تازہ پھول اور ان پر پھیلتے آنسوؤں کے قطرے مل گئے۔ یہ خطوط پیڑو کریسی کے نام تھے جنہیں کبھی بھیجا نہیں گیا۔

ارسلا غصہ اور غم میں اس دن کا ماتم کرتی رہی جب اس نے پیانو خریدا تھا۔ پیڑو کریسی کو سبق دینے کی اجازت دی تھی۔ اسے احساس تھا کہ اس کی بیٹیوں کی امیدیں طوق بن کر

اس کے گلے میں ہیں اور جب تک بیٹیوں کا مسئلہ حل نہیں ہوتا وہ کسی ماتمی کیفیت میں رہے گی۔

جوزے ارکیدو بوئندا کی مداخلت بے فائدہ تھی۔ وہ پیڑو کرپسی کی موسیقی کا دل سے معترف تھا لیکن اب اس کے بارے ایک اور تصور پیدا ہوا۔ جب پیلار ترنیرا نے ارلیانو کو ریمیڈلیس کی آمادگی کا بتایا تو اس نے سوچا۔ یہ بات والدین کے لئے تکلیف دہ ہو گی۔

ایک عام سے دن اسے پارلر میں انٹرویو کے لئے بلایا گیا۔

لڑکی کے بارے بات سنتے ہوئے جوزے ارکیدو بوئندا اور ارسلا کا لہجہ انتہائی پتھریلا تھا۔

"محبت بیماری ہے۔" جوزے ارکیدو بوئندا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ "اتنی مہذب اور خوبصورت لڑکیاں ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ تمہیں صرف میرے دشمن کی بیٹی اچھی لگتی ہے۔"

ارسلا کو اس انتخاب پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

اسے ساتوں مسکاٹ بہنوں کی محبت اور پیار کا اعتراف تھا۔ ان کی خوبصورتی' سادگی' سلیقہ شعاری اور آداب کے بارے بھی وہ ہمیشہ ان کی تعریف کرتی۔ اسے اپنے بیٹے کی عقل مندی اور انتخاب پر دلی خوشی ہوئی۔

جوزے ارکیدو بوئندا کو اریکا سے بہت پیار تھا۔ اس نے بیوی کی خوشی اور پرجوش ہونے کے بدلے ایک شرط رکھی کہ یہ رشتہ اسی صورت منظور ہو گا جب رابیکا کی پیڑو کرپسی سے شادی پر کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔ ارسلا' امرانتا کو لے کر صوبائی دارالحکومت جائے گی اور امرانتا کے پاس اتنا وقت ہو گا کہ وہ مختلف لوگوں سے مل کر اپنی مایوسی پر قابو پا سکے۔

جونہی رابیکا کو اس فیصلہ کی خبر ملی۔ اس کی صحت تیزی سے سنبھلنے لگی۔ اس نے اپنے محبوب کو خوشبوؤں سے بھرا خط لکھا کہ اس کے والدین مان گئے ہیں۔ اب خطوط کے لئے کسی مڈل مین کی ضرورت نہیں۔ امرانتا نے بظاہر یہ فیصلہ قبول کر لیا۔ آہستہ آہستہ اس کا بخار اترنے لگا لیکن اس نے اپنے طور یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کی لاش پر سے گزر کر ہی رابیکا شادی کر سکتی ہے۔

اگلے ہفتہ جوزے ارکیدو بوئندا نے کلف دار کالر کا کوٹ پہنا۔ ہرن کی کھال کے جوتے پہنے جو اس نے پہلی مرتبہ پارٹی کی رات پہنے تھے اور اپنے بیٹے کے لئے ریمیڈلیس کا رشتہ لینے کے لئے چل پڑا۔ مجسٹریٹ اور اس کی بیوی نے یک وقت خوشی اور پریشانی سے اس کا

استقبال کیا۔ اس کی آمد غیر متوقع تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ دلہن بننے والی لڑکی کا نام بھول گیا ہے تو غلط فہمی دور کرنے کے لئے ماں نے ر۔میڈلیس کو جگایا۔ اسے لونگ روم میں لے آئی تو وہ ابھی تک نیند کی حالت میں تھی۔ جب انہوں نے پوچھا کہ کیا وہ واقعی شادی کرنا چاہتی ہے۔ وہ بڑبڑائی "بہتر یہی ہے کہ مجھے دوبارہ سونے دیں۔ مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔"

مسکاٹ خاندان کی مشکل کو سمجھتے ہوئے جوزے ارکیدو بوئندا نے ارلیانو سے دوبارہ بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب وہ گھر لوٹا تو مسکاٹ خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے فرنیچر کی جھاڑ پھونک کی۔ دوبارہ ترتیب دی۔ گملوں میں نئے گلاب کے پھول رکھے گئے اور اپنی دوسری بڑی بیٹیوں کے ساتھ مشورہ کے بعد انتظار کرنے لگے۔ اس ناخوشگوار لمحے میں گھرے اور کلف دار کالر میں الجھا ہوا جوزے ارکیدو بوئندا نے دوبارہ آ کر بتایا کہ واقعی ر۔میڈلیس ہی اس کے بیٹے کا انتخاب ہے۔

"کوئی بات نہیں۔" ڈان اپالینار مسکاٹ نے کہا۔ "ہماری چھ بیٹیاں اور بھی ہیں۔ تمام کنواری ہیں۔ وہ بھی اس کی ہم عمر ہیں۔ جس کا انتخاب چاہیں' کر لیں۔ ہر لڑکی اس نوجوان کی شریک حیات بننے میں فخر محسوس کرے گی۔ ارلیانو مہذب' شریف' سنجیدہ اور محنتی نوجوان ہے۔ اس نے ایسی لڑکی کو پسند کیا جو ابھی بچی ہے۔" اس کی بیوی نے اپنی دکھ بھری آنکھوں کے تاثرات سے یہ غلطی تسلیم کر لی۔ جب وہ پھل کھا چکے تو ارلیانو کا رشتہ قبول کر لیا گیا اور ساتھ ہی مسز مسکاٹ نے ارسلا سے تنہائی میں بات کرنے کی اجازت مانگی۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ مردوں کے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے۔

اگلے روز جذبات میں ڈوبی ارسلا اس سے ملنے گئی۔ آدھے گھنٹے بعد وہ گھر لوٹی تو اس نے بتایا کہ ر۔میڈلیس نے ابھی جوانی میں قدم نہیں رکھا۔ ارلیانو نے اس بات کا اثر نہ لیا۔ اس نے پہلے بھی اتنا انتظار کیا تھا۔ اب تو انتظار کی نوعیت ہی مختلف تھی۔ اس نے جواب دیا۔ جب تک میری دلہن جوان نہیں ہوتی۔ وہ انتظار کرے گا۔

رشتے کا یہ اظہار ملکیا دیس کی موت کی وجہ سے رک گیا۔ یہ ایک متوقع حادثہ تھا لیکن یہ حادثہ کچھ حالات پر ضرور اثر انداز ہوا۔ واپس آنے کے چند ماہ بعد پگھلتی عمر کا عمل شروع ہو چکا تھا۔ یہ عمل اتنا تیز اور نوکیلا تھا کہ دنوں میں وہ کسی قدیم درخت کی طرح ہو گیا۔ اس کے ساتھ گھر والوں کا رویہ بھی کسی بوڑھے کی طرح تھا۔ وہ سائے کی طرح اپنے کمرے میں

پیر گھسیٹتا رہتا۔ اونچی آواز میں اپنی زندگی کا بہترین وقت یاد کرتا رہتا جن کے بارے کسی اور کو کیا غرض ہو سکتی تھی۔ عموماً ایسے لوگ اپنی زندگی کو یاد کرتے ہیں اور صبح، اپنے بستر پر مردہ پائے جاتے ہیں۔

پہلے جوزے ارکیدو بوئندا سرگرمی کے ساتھ ڈگیروٹائپ کی جدت کے لئے اس کی مدد کیا کرتا تھا۔ نسٹرادیمس کی پیشین گوئیوں اور عجیب و غریب شکستہ تحریروں میں اس کا ہاتھ بٹاتا۔ آہستہ آہستہ تنہائی نے تمام دروازے بند کر دیئے کیونکہ اب انہیں ایک دوسرے کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی۔ اس کی نظراور سماعت تیزی سے گم ہو رہی تھی۔

اس کی گفتگو میں کوئی ربط نہیں تھا۔ اب وہ ان نکتوں کے بارے بولتا جن کا ذکر قدیم اساطیر اور رزمیوں میں تھا اور پھر سوال و جواب بھی کسی پیچیدہ اور انجانی زبان میں دیتا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا چلتا۔ وہ کمرے کی اشیاء کے درمیان میں سے جیسے بہہ کر نکلا ہو۔ جیسے وہ کسی بھی سمت جانے کے لئے اپنی جبلت کے زیرِ اثر ہو۔ ایک دن وہ اپنے نقلی دانت منہ میں رکھنا بھول گیا۔ اس نے رات کو سونے سے قبل بستر کے قریب پانی کے گلاس میں انہیں رکھا اور پھراس نے کبھی پوپلے منہ میں نقلی دانت نہیں رکھے۔

جب ارسلا نے گھر کو بڑا کرنے کا منصوبہ بنایا تو ارلیانو کی ورکشاپ کے سامنے ملکیادیس کے لئے بھی الگ سے ایک کمرہ بنایا گیا۔ وہاں گھر کا شور نہیں پہنچتا تھا اور کھڑکی سے دن کی روشنی اس کمرے کو روشن رکھتی۔ ارسلا نے خود شیلف میں ترتیب سے کتابیں رکھیں جنہیں سارا دن کیڑے کھاتے رہتے اور ان پر گرد کی تہیں جمتی رہتیں۔ یہ کتابیں کسی نامعلوم تحریر سے لکھی تھیں۔

گلاس میں رکھے نقلی دانتوں میں سے اب آبی پودے اگ آئے تھے جن پر ننھے ننھے پیلے رنگ کے پھول تھے۔ ملکیادیس اس کمرے میں بہت خوش تھا۔ وہ ہر وقت یہیں بند رہتا یا ڈرائنگ روم میں آنے کی بجائے ارلیانو کی ورکشاپ پہنچ جاتا جہاں وہ گھنٹوں کاغذات پر اپنی پراسرار تحریر سے لکھتا رہتا۔ یہ تحریریں وہ اپنے ساتھ لایا تھا جو کسی پھسپھسے مادے کی طرح تھیں۔ وہ ورکشاپ میں دو مرتبہ کھانا کھاتا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کی بھوک ختم ہو چکی تھی۔ وہ صرف سبزیوں پر گزارا کرتا۔

اس کی واسکٹ اور جلد پر کائی کی ہلکی سی تہہ اگ آئی تھی۔ اس کی سانسوں میں سے کسی مردہ جانور کی سی بو آتی۔ لیکن ارلیانو کو تو اپنے وجود کا بھی احساس نہیں تھا۔ وہ سارا

دن اپنی نظموں کی دنیا میں گم رہتا۔ اس نے ایک بار محسوس کیا کہ ملکیادیس اپنی منتشر قسم کی خود کلامی کو سمجھ گیا ہے جو اس کے سنگلاخ پیراگراف میں ملتی ہے اور ایک نکتہ کی اس پیرے میں بھرمار تھی۔ نقطہ اعتدال' نقطہ اعتدال' نقطہ اعتدال۔ پھرا لیکسندر وال ہمبولٹ کا نام---- جب وہ ارلیانو کے نقرئی کام میں اس کی مدد کرنے لگا تو وہ ملکیادیس کے اور قریب ہو گیا۔ وقت کی بابت ملکیادیس چینی زبان میں جواب دیتا۔

ایک سہ پہر اس نے نروان پا لیا۔

برسوں بعد فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑے کرنل ارلیانو بوئندا کے ذہن میں ملکیا دیس کی تحریر کے وہ الفاظ گونج رہے تھے جو اس نے سنائے تھے۔ لیکن کرنل سمجھ نہیں سکا تھا۔ وہ صرف اتنا جان پایا کہ اگر ان الفاظ کو اونچی آواز میں پڑھا جاتا تو ان میں کسی عظیم رزمیہ کی دھن کا سا ردم تھا۔

ملکیادیس مدتوں بعد مسکرایا اور چینی زبان میں کہا۔ "جب میں مروں تو میرے کمرے میں تین دن تک پارہ جلایا جائے۔"

ارلیانو نے باپ کو بتایا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے مزید کچھ جاننے کی کوشش کی۔ اس نے صرف ایک جواب دیا۔

"میں نے نروان پا لیا ہے۔"

جب ملکیادیس کے سانسوں کی کھڑکھڑاہٹ اور بدبو ناقابل برداشت ہو گئی تو ایک جمعرات ارکیدو اسے دریا پر نہلانے لے گیا۔ یوں لگا جیسے وہ سنبھلنے لگا ہو۔ پھر اس کی عادت بن گئی۔ وہ کپڑے اتارتا اور لڑکوں کے ساتھ دریا میں اتر جاتا۔ اس کے اندر کی پراسراریت اسے خطرناک اور گہرے پانی میں جانے سے بچاتی۔ "انسانی زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔" اس نے ایک خاص موقعے پر کہا۔

گھر کے اندر گئے اسے عرصہ بیت گیا۔ وہ صرف ایک مرتبہ پیانو درست کرنے گیا تھا۔ جب وہ ارکیدو کے ساتھ دریا کی اور جاتا تو بغل میں تولیا لے لیتا اور اس کے اندر لپٹی ہوئی صابن کی ٹکیا۔

ایک بدھ' دریا پر جانے سے قبل ملکیادیس نے ارلیانو سے کہا۔ "میں سنگاپور کے ریت کے ٹیلوں میں بخار کی وجہ سے مرچکا ہوں۔"

اس دن وہ گہرے پانی میں گیا اور وہ اگلے دن تک اسے ڈھونڈھ نہ پائے۔ دریا کے بہاؤ

میں کچھ میل دور ایک تیز موڑ پر اس کی لاش ملی۔ اس کے پیٹ پر ایک گدھ بیٹھا تھا۔ ملکیادیس سے دوری کے باوجود اس دن ارسلا اتنا روئی جتنا اپنے باپ کی موت کا دکھ محسوس کر کے روئی تھی۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے دفن کرنے کی مخالفت کی۔ "یہ غیر فانی ہے۔" اس نے زور دے کر کہا۔ "اس نے اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا فارمولا ایجاد کر لیا تھا۔"

وہ ایک پرانا واٹر پائپ لے آیا اور پارے کی کیتلی اس کی میت کے قریب آگ پر رکھ دی۔ پارہ آہستہ آہستہ نیلے بخارات میں تبدیل ہونے لگا۔ ڈان اپالینار مسکاٹ نے اسے کہا کہ پانی میں ڈوبے ہوئے شخص کو جلد نہ دفنایا جائے تو وہ پبلک ہیلتھ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

"یہ ممکن نہیں کیونکہ وہ زندہ ہے۔"

جوزے ارکیدو بوئندا پورے تین دن پارے کی کیتلی میت کے قریب ابالتا رہا۔ اب میت نیلگوں ہو کر پھٹنے کو تھی اور پورے گھر میں بدبو پھیلنے لگی تھی۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے دفنانے کی اجازت دے دی۔ کسی عام انسان کی بجائے اس بستی کے محسن کے طور پر اس کی میت اس مرکزی جگہ پر دفنائی گئی جو قبرستان کے لئے مختص کی گئی تھی۔ کتبہ پر صرف "ملکیا دیس" لکھا گیا۔ وہ اس بارے صرف اتنا جانتے تھے۔ اس کے جنازے سے قبل بستی میں اتنے لوگ کبھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ ایک صدی بعد "بڑی ماما" کا جنازہ اس سے سبقت لے گیا۔ سب نے نو راتیں جاگ کر قبر پر حاضری دی۔ وہ قبرستان میں اکٹھے ہو کر کافی پیتے۔ ہنسی مذاق کرتے اور تاش کھیلتے رہے۔

اسی دوران امرانتا کو پیڑو کرسپی سے اظہار محبت کا موقع مل گیا۔ چند ہفتے قبل وہ رابیکا سے اپنا وعدہ اور قبول نبھانے پہنچ گیا تھا۔ اس نے بستی میں موسیقی کے آلات کا ایک سٹور کھول لیا۔ جس کے سامنے کی گلی میں سارا دن پرانے زمانے سے آئے ہوئے عرب ننھے منے طوطوں کے لئے معمولی زیور اٹھا کر پسینے سے شرابور چکر لگاتے رہتے۔

وہ گلی "ترکوں والی گلی" کے نام سے مشہور تھی۔

گھنگھریالے بالوں والے اطالوی نے امرانتا سے کسی من موجی سی، چھوٹی سی بچی کا سا برتاؤ کیا۔ جس کی کسی بات کو سنجیدہ نہیں لیا جاتا۔

"میرا ایک چھوٹا بھائی ہے۔" اس نے امرانتا کو بتایا۔ "وہ سٹور میں میرے ساتھ کام

کرے گا۔"

یہ امرانتا کی ہتک تھی۔

اس نے پاگل لہجے میں پیٹرو کریسی سے کہا کہ وہ اپنی بہن کی شادی اس طور بھی رکوا سکتی ہے کہ خود اس کی اپنی لاش دروازے سے باہر پڑی ہو۔ اطالوی اس دھمکی سے اتنا خوف زدہ ہوا کہ اس نے رابیکا کو سب کچھ بتا دیا۔ امرانتا کا معاملہ ارسلا کی مصروفیات کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔ وہ ایک ہفتہ سے بھی کم وقت میں طے ہو گیا۔ جب رابیکا اسے خدا حافظ کہنے لگی تو امرانتا نے اس کے کان میں کہا۔

"اتنا مت اتراؤ۔ انہوں نے مجھے پاتال میں بھی ڈال دیا تو میں وہاں سے بھی تمہاری شادی رکوانے کے لئے کوئی رستہ ڈھونڈھ لوں گی اور میرے اندر تمہیں قتل کرنے کی جرات بھی ہے۔"

ارسلا کے بغیر گھر خالی خالی سا لگتا حالانکہ ملکیا دیس کی روح کمروں میں گھستی پھر رہی تھی۔ رابیکا نے گھر کا انتظام سنبھال لیا۔ انڈین ملازمہ بیکری میں آ گئی۔ شام کو خوشبوؤں میں ڈوبا پیٹرو کریسی پہنچ جاتا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور ہوتا۔ وہ دونوں کسی کو شک و شبے میں ڈالنے کی بجائے پارلر میں ہی ملتے اور اس کی تمام کھڑکیاں کھلی رہتیں حالانکہ یہ ایک غیر ضروری احتیاط تھی لیکن اس اطالوی نے اپنی شرافت ثابت کر دی تھی۔ اس سے بڑی بات اور کیا تھی کہ اس نے لڑکی کو ہاتھ تک نہ لگایا جو سال کے اندر اس کی بیوی بننے والی تھی۔

ان ملاقاتوں کی وجہ سے گھر میں کھلونے بھرتے جا رہے تھے۔ میکانکی بیلیرنا' میوزک باکس' بازی گر بندر' دلکی چال والے گھوڑے' مسخرے' طنبورے' سہمے جانور۔ جوزے ارکیدو بوئندا ملکیا دیس کی موت کی وجہ سے دل برداشتہ تھا۔ یہ کھلونے پیٹرو کریسی اس کے لئے لاتا۔ وہ آہستہ آہستہ سنبھل رہا تھا۔ جب وہ کیمیا گر تھا۔ وہ ایسی ہی جنت میں رہتا تھا۔ صحت مند جانوروں کی جنت' میکا نکیت کی جنت۔ اس نے یہ بھی کوشش کی تھی کہ ماحول پنڈولم کے اصول کے تحت بنایا جائے جہاں یہ ہمیشہ حرکت میں رہیں۔

ریمیڈیس کو لکھنا پڑھنا سکھانے کی وجہ سے ارلیانو کی توجہ ورکشاپ پر کم ہو گئی۔ اس نے ارلیانو کی بجائے گڑیوں کو اہمیت دی۔ جب وہ سہ پہر کو وہاں جاتا تو اس کی پہلی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ ریمیڈیس کی گڑیوں اور کھلونوں کو علیحدہ رکھے تاکہ اس دوران وہ نہا دھو

کر کپڑے پہن کر پارلر میں آن بیٹھے- ارلیانو کا صبر اور قوت ارادی اس پر حاوی ہو گئی-
اب وہ گھنٹوں ارلیانو کے ساتھ بیٹھی رہتی- الفاظ کے معنی سمجھتی- اپنی نوٹ بک میں رنگ
برنگی پنسلوں سے چھوٹے چھوٹے گھر اور باڑے میں بندھی گایوں کی تصویریں بناتی رہتی-
پس منظر میں پہاڑی کے پیچھے چھپے سورج کے اردگرد پیلے رنگ کی کرنیں ہوتیں-

رابیکا امرانتا کی دھمکی کی وجہ سے خوف زدہ تھی- اسے اپنی بہن کے مزاج کا علم تھا-
اس کی فطرت میں بے انتہا ضدی پن تھا- وہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے کوئی بھی قدم اٹھا
سکتی تھی-

اسی خوف کے عالم میں وہ باتھ روم میں جا کر گھنٹوں اپنی انگلی چوستی رہتی اور اپنی مٹی
نہ کھانے کی تھکا دینے والی مضبوط خواہش پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہتی- اس غیر یقینی
صورتحال سے بچنے کے لئے اس نے اپنی قسمت کا حال جاننے کے لئے پیلار ترنیرا کو بلوا
بھیجا-

"جب تک تمہارے والدین کی ہڈیاں دفن نہیں کی جاتیں خوشی ممکن نہیں-"

رابیکا کانپ اٹھی- اس کی یادوں میں ایک خواب محفوظ تھا- جب وہ ایک ننھی سی بچی
تھی اور ایک گھر میں داخل ہو رہی تھی- اس کے ساتھ ایک ٹرنک اور پنگوڑا تھا- اس کے
ساتھ ایک بیگ تھا- جس کے اندر کی چیزوں کے بارے اسے علم نہیں ہو سکا- اسے وہ
خوبصورت نوجوان بھی یاد تھا جس نے لینن کا لباس پہنا ہوا تھا- اس کے کالر سنہری بٹن سے
بند تھے- اس کے ساتھ ایک نوجوان اور خوبصورت عورت تھی- اس کے بدن سے خوشبو
پھوٹتی- اس کے ہاتھ گرم تھے- اس کی انگوٹھی کے ہیروں اور گھٹیا سے مڑے ہاتھوں میں
کوئی قدر مشترک نہیں تھی حالانکہ اس کے بالوں میں بھی ہیرے جڑے تھے- اپنے بالوں
میں پھول سجاتی اور شام کو اسے لے کر ایک بستی میں سیر کرتی- جس کی گلیاں سبز رنگ کی
تھیں-

"مجھے سمجھ نہیں آتی-" اس نے کہا-

پیلار ترنیرا اسے پریشان کرنے پر تلی تھی- "میں وہی کچھ کہہ رہی ہوں جو پتوں میں
ہے-"

پان کا بادشاہ اس کے لئے کیا کر سکتا تھا-

رابیکا پتوں کی اس بجھارت سے اتنی پریشان ہوئی کہ اس نے یہ بات جوزے ارکیدو

بوئندا کو بتا دی۔

اس نے قسمت کے پتوں پر اعتقاد کرنے پر اسے ڈانٹ دیا لیکن اس نے خاموشی سے کمروں اور ٹرنکوں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ فرنیچر دوبارہ ترتیب دیا۔ بستروں کو الٹ پلٹ کیا۔ جوزے ارکیدو بوئندا فرشی پھٹوں کو ہٹا کر ہڈیوں کا تھیلا تلاش کر رہا تھا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ گھر کی دوبارہ تعمیر کے بعد وہ تھیلا نظر نہیں آیا۔ اس نے خفیہ طور پر ان مستریوں کو بلوایا۔ ان میں سے ایک نے بتایا کہ وہ تھیلا کسی بیڈ روم کی دیوار میں چنا گیا تھا۔ پھر وہ بہت دنوں تک کان لگا کر دیواریں ٹھونکتا رہا۔ آخر ایک دن اس نے دیوار میں سے ایک گہری گونج سنی۔ دیوار کی اینٹیں اکھیڑی گئیں۔ اندر تھیلا موجود تھا۔ اسی دن ملکیا دیس کی قبر کے قریب ان ہڈیوں کو دفن کر دیا گیا۔ قبر پر کتبہ نہیں لکھا گیا۔ جوزے ارکیدو بوئندا کے حواس پر جو بوجھ تھا۔ وہ آزاد ہو گیا۔ ورنہ وہ پرودنیسو آگویلار کے برابر کی پریشانی میں تھا۔ کچن سے گزرتے ہوئے اس نے رابیکا کی پیشانی چوم لی۔

"اپنے دماغ سے ساری پریشانی کھرچ ڈالو۔" اس نے کہا۔ "تمہیں تو اب خوش رہنا چاہئے۔"

رابیکا سے دوستی کی وجہ سے پیلار ترنیرا کے لئے اس گھر کے دروازے دوبارہ کھل گئے۔ حالانکہ ارسلا نے ارکیدو کی پیدائش سے آج تک اسے گھر کے اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب وہ پیار کرنے والے کاموں سے فارغ ہوتی۔ وہ کسی ریوڑ کے جانور کی طرح کسی وقت بھی گھر آ جاتی۔ بعض اوقات وہ ورکشاپ میں چلی جاتی اور ڈیگروٹائپ کی پلیٹوں کو ڈھالنے میں مدد دیتی۔ وہ اتنی محنت اور دھیان سے کام کرتی کہ جوزے ارکیدو بوئندا گڑبڑا جاتا۔ اسے ایسی عورتیں اچھی نہیں لگتی تھیں۔ تمباکو کی بو' جلد کا سانولا رنگ' ڈارک روم میں بے ہنگم قہقہے اور بے ترتیبی اس کی توجہ کام سے ہٹا دیتے اس کے کام میں کوئی نقص آ جاتا۔

ایک موقع پر ارلیانو چاندی کے کام میں جتا تھا۔ پیلار ترنیرا اس کے سخت کام کی تعریف کرتے میز پر جھکی۔ یہ سب کچھ اچانک ہوا۔ نظریں اٹھانے سے پہلے ارلیانو جان گیا کہ جوزے ارکیدو بوئندا ڈارک روم میں ہے۔ ورنہ پیلار ترنیرا کی سوچ بالکل واضح تھا۔ سورج کی کرنوں کی طرح۔

"اچھا۔" ارلیانو نے کہا۔ "بتاؤ۔ یہ کیا ہے؟"

پیلار ترنیرا نے ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ہونٹ چبا لئے۔

"تم اچھے جنگی فوجی ہو گے۔" پیلار ترنیرا نے کہا۔ "تمہاری گولی تمہاری آنکھ کی محتاج ہو گی۔"

ارلیانو اس فال سے خوش ہو گیا۔ جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ اس میں اعتماد لوٹ آیا۔

"میں تسلیم کر لوں گا۔" اس نے سوچا۔ "خدا ہی میرا نام باقی رکھے گا۔"

بالاخر جوزے ارکیدو بوئندا کھڑا ہو گیا۔ اس نے گھڑی کا میکنزم، بلیرینا کے ساتھ جوڑا اور تین دن تک وہ کھلونا، موسیقی کے ردم کے ساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے ساتھ ناچتا رہا۔ اس دریافت نے اسے اور پرجوش بنا دیا۔ ان تین دنوں میں اس نے کھانا کھایا نہ اس کی آنکھ لگی۔ رابیکا کی چوکسی اور خبر گیری اسے تخیلات کی دائمی حالت میں جانے سے روک دیتی۔ جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔ وہ رات بھر کمرے میں چکر لگاتا اور بلند آواز میں سوچتا رہتا۔ اب وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح پنڈولم کے اس اصول کو بیل گاڑی، سہاگے اور ہر قابل استعمال چیز پر جوڑے اور وہ خود بخود حرکت کرتی رہیں۔ مسلسل جاگنے کے اس عمل نے اسے تھکا دیا۔

ایک صبح ایک بوڑھا اسے ملنے آیا۔ اس کے بال سفید تھے اور اس کا انداز عجیب و غریب تھا۔ وہ اسے پہچان نہ سکا۔

وہ پرودنیسو اگویلار تھا۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا نے اسے پہچانا تو حواس باختہ ہو گیا کہ مردہ لوگوں کی بھی عمر بڑھتی ہے۔ جوزے ارکیدو بوئندا اپنے ماضی کی یاد کی وجہ سے ہل کر رہ گیا۔ "پرودنیسو اگولار۔" اس نے کہا۔ "بڑے عرصے بعد آئے ہو۔ مرنے کے بہت عرصہ بعد---- واقعی تمہارے اندر زندگی کی شدید خواہش تھی اور باتیں کرنے کی اس سے بھی زیادہ۔ موت کے اندر بھی ایک موت ہوتی ہے۔ وہ بہت خوفناک ہے۔" اسے اپنے دشمن سے محبت نہیں تھی لیکن وہ اتنی مدت سے اس کے انتظار میں تھا۔ اس نے ریہوچا کے بارے پوچھا۔ وہ اپار وادی سے آیا تھا۔ دلدلی علاقے کی اس بستی کا علم وہاں کے مردہ لوگوں کو بھی نہیں تھا یہاں تک کہ ملکیا دیس کو بھی موت کے نقشے پر سیاہ نکتہ لگا کر سمجھانا پڑا۔ جوزے ارکیدو بوئندا صبح تک پرودنیسو سے باتیں کرتا رہا۔ رات کا تھکا ہارا ارلیانو کی ورکشاپ میں داخل ہوا اور پوچھا۔ "آج کیا دن ہے؟"

"آج منگل ہے۔" ارلیانو نے جواب دیا۔

"لیکن مجھے اچانک محسوس ہوا کہ جیسے آج سوموار ہے۔ میں یہی بات سوچ رہا تھا"
جوزے ارکیدو بوئندا نے کہا۔ "آسمان کو دیکھو، دیواروں کو دیکھو، بیگونیا کو دیکھو، آج بھی سوموار ہے۔" اس کے جنون کا عادی ہونے کی وجہ سے ارلیانو نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

اگلے دن جوزے ارکیدو بوئندا دوبارہ ورکشاپ گیا۔ "ایک بڑا مسئلہ ہے۔" اس نے کہا۔ "ہوا کو دیکھو۔ سورج پر ہونے والی بھنبھناہٹ سنو۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے کل تھی یا پھر پرسوں تھی۔ تو آج بھی سوموار ہے۔"

اگلے دن بدھ تھا۔ وہ پیڑو کرپی کو پورچ میں ملا۔ وہ پرودنیسو کے لئے بیٹھا رو رہا تھا۔ ملکیادیس کے لئے، رابیکا کے والدین کے لئے، اپنی ماں کے لئے، باپ کے لئے اور ان تمام کے لئے رو رہا تھا جو اسے یاد تھے۔ وہ تمام لوگ موت وادی میں اکیلے تھے۔

پیڑو کرپی اس کے لئے ایک ایسا بھالو لے آیا جو ایک سخت تنی ڈوری پر اپنی پچھلی ٹانگوں سے چلتا تھا لیکن یہ کھلونا بھی اس کی جنونی حالت کو نہ سنبھال سکا۔ پیڑو کرپی نے اس پراجیکٹ کے بارے پوچھا جو پنڈولم مشین کی ایجاد کے امکان بارے تھا کہ یہ اصول اڑنے میں مدد دے سکتا ہے۔

"یہ ناممکن ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "کیونکہ پینڈولم کسی اور چیز کو تو اٹھا سکتا ہے اپنے آپ کو نہیں۔"

جمعرات کو ادھڑے ہوئے فرش کو دکھ سے دیکھتا وہ دوبارہ ورکشاپ میں داخل ہوا۔

"ٹائم مشین ٹوٹ گئی۔" وہ کسی بچے کی طرح ہچکیاں لے کر رونے لگا۔

"اور امرانتا اور ارسلا اتنی دور ہیں۔" ارلیانو نے کسی بچے کی طرح اسے ڈانٹ دیا۔ وہ سہم گیا۔

وہ مسلسل چھ گھنٹے تمام چیزیں دیکھتا رہا۔ وہ اس کوشش میں تھا کہ وہ چیزوں کی بیرونی شکل میں کوئی ایسی تبدیلی جان سکے جو آج ہے کل نہیں تھی۔ تاکہ وقت گزرنے کا رستہ مل سکے۔

وہ تمام رات بستر میں پڑا جاگتا اور پرودنیسو اور ملکیادیس سمیت تمام روحوں کو بلاتا رہا کہ اس کے دکھ میں شریک ہوں لیکن کوئی نہ آیا۔

جمعہ کے روز کسی کے جاگنے سے پہلے وہ فطرت کا ظہور دیکھتا رہا لیکن اسے کہیں سے

ہلکے سے شک کی ڈوری نہ ملی بلکہ یہ سب کچھ ایسا تھا جیسا سوموار کو۔

پھر اس نے سلاخ اٹھا کر دروازے میں گھونپ دی۔ اپنی غیر معمولی طاقت سے کیمیا گری کا سارا سامان توڑ دیا۔ ڈگیرو ٹائپ کا کمرہ' سلور شاپ۔ وہ کسی غیر معمولی طاقتور انسان کی سی اونچی آواز میں چیختا رہا۔ اس کے منہ سے صاف الفاظ نکل رہے تھے لیکن یہ کوئی ناقابل فہم زبان تھی۔

وہ باقی گھر کو ختم کرنے کو تھا کہ ارلیانو نے چیخ کر ہمسایوں کو بلا لیا۔

اس کو قابو کرنے کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت تھی۔ چودہ آدمی اسے باندھنے کے لئے چاہئے تھے۔ بیس آدمی اسے گھسیٹ کر صحن میں شاہ بلوط کے درخت سے باندھنے کے لئے چاہئے تھے۔ وہ درخت سے بندھا کسی نامانوس آواز میں چیخ رہا تھا۔ سبز رنگ کی جھاگ اس کے منہ سے نکل رہی تھی۔

ارسلا اور امرانتا لوٹیں تو اس کے ہاتھ اور ٹخنے درخت سے بندھے تھے۔ وہ بارش میں بھیگ چکا تھا۔ وہ معصوم بچے کی طرح دکھتا تھا۔ انہوں نے باتیں شروع کیں تو وہ انہیں پہچانے بغیر دیکھتا رہا۔ جواب میں وہ ایسی باتیں کرتا جو ان کی سمجھ میں نہ آتیں۔ ارسلا نے اس کی کلائی اور ٹخنوں کے رسے کھول دیئے جہاں رسوں کی وجہ سے زخم پڑ گئے تھے۔ اب وہ صرف کمر سے بندھا تھا۔ بعد میں پام کی شاخوں سے انہوں نے ایک چھپری بنا دی تاکہ وہ سورج کی تپش اور بارش سے محفوظ رہے۔

مارچ کے ایک اتوار کو ارلیانو بوئندا اور ر۔میڈس کی شادی فادر نیکانار رینا کی موجودگی میں پارلر میں سجی عشائے ربانی کی میز کے سامنے ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی مسکاٹ خاندان کی خواتین کا چار ہفتوں کی جذباتی ہیجان ختم ہو گیا۔ ر۔میڈیس بچپنے کی عادتیں چھوڑنے سے پہلے ہی جوان ہو چکی تھی۔ اس کی ماں نے جوانی میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے اسے تفصیل سے بتایا لیکن فروری کی ایک سہ پہر کو لونگ روم میں بیٹھے بیٹھے چیخ اٹھی۔ اس وقت ارلیانو اور ر۔میڈیس کی بہنیں قریب ہی گپ شپ کر رہی تھیں۔ اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنا زیر جامہ دکھایا۔ وہاں گہرے سرخ رنگ کا ایک دھبہ تھا۔

شادی کی تاریخ ایک مہینہ بعد طے کر دی گئی۔

اس دوران اسے بڑی کوششوں سے سکھایا گیا کہ اپنے آپ کو صاف ستھرا کیسے رکھا جاتا ہے۔ کیسے لباس پہنتے ہیں۔ گھر کا کاروبار کیسے چلاتے ہیں اور سوتے میں بستر گیلا کرنے کی عادت چھڑوانے کے لئے اسے گرم اینٹوں پر بیٹھا کر پیشاب کروایا گیا۔ ازواجی زندگی کے مقدس رازوں کے بارے جان کاری اسے بہت بھاتی۔ لیکن وہ اتنا ہی الجھن کا شکار ہوتی اور ہر نئے انکشاف پر اس کا انگ انگ مست ہو اٹھتا۔ وہ سہاگ رات کے بارے ہر ایک سے تفصیل جاننا چاہتی تھی۔ گو یہ ایک تھکا دینے والی کوشش تھی لیکن شادی کے دن وہ اتنی پختہ کار نظر آ رہی تھی جیسے وہ اپنی بہنوں میں سب سے بڑی ہو۔ ڈان اپالینار مسکاٹ اسے بازوؤں میں تھام کر نیچے گلی میں لے گیا۔ گلی پھولوں سے سجی تھی اور ان پھولوں کے درمیان نقلی راکٹوں کے دھماکے ہو رہے تھے۔ موسیقی کا بینڈ دھنیں بکھیر رہا تھا۔ اس نے کھڑکیوں میں سے جھانکنے والوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور مسکرا کر ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ اس کے لئے دعائیں کر رہے تھے۔

ارلیانو سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ اس کا بوٹ نیا تھا۔ اس پر کسی دھات کے بٹن لگے تھے۔ برسوں بعد فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑے کرنل ارلیانو بوئندا نے وہی بوٹ پہن

رکھے تھے۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی زردی پھیلی ہوئی تھی۔ گلے میں سخت گولا سا محسوس ہوتا تھا۔ گھر کے دروازے پر وہ دلہن سے ملا اور اسے مقدس میز کے سامنے لے گیا۔

ر۔میڈلیس کا رویہ انتہائی فطری اور جداگانہ تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان جھلکتا تھا۔ انگوٹھی پہناتے ہوئے ارلیانو کے ہاتھ سے انگوٹھی گر گئی اور دولہا نے جلدی سے پیر رکھ کر انگوٹھی کو دروازے سے باہر جانے سے روکا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سا دوبارہ مقدس میز کے سامنے آیا۔ ر۔میڈلیس نے مہمانوں کی جھنجھناہٹ اور الجھن میں بھی گلو کے بغیر خالی ہاتھوں کو سیدھا تھامے رکھا جیسے اس کی درمیانی انگلی انگوٹھی کے لئے تیار ہے۔ ماں اور بہنیں خوفزدہ تھیں کہ وہ کہیں غلط حرکت نہ کر بیٹھے اور اسے وداع کرتے ہوئے اسے چومتے ہوئے وہ خود بے وقوفانہ حرکتیں کرنے لگیں۔

پھر ذمہ داری کا احساس 'فطری گریس' مناسب مزاج اور ہر قسم کے حالات میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ر۔میڈلیس کی شناخت بن گئے۔

شروع میں شادی کا کیک کاٹتے ہوئے اس نے خود ہی ایک بڑا ٹکڑا ایک طرف رکھ دیا' پھر اسے پلیٹ میں چمچ سمیت جوزے ارکیدو بوئندا کو دینے گئی جو درخت کے تنے سے بندھا پام کی چھپری تلے ایک سٹول پر بیٹھا تھا۔ بوڑھے آدمی کا رنگ سورج کی تپش اور بارش کی وجہ سے بدل چکا تھا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور پھر مسکرا پڑا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے کیک کھایا اور منہ ہی منہ میں نہ سمجھ آنے والی دعا پڑھی۔ اس تقریب میں صرف ایک انسان اداس تھا۔ اور وہ تھی رابیکا۔ یہ اداسی اگلے سوموار کی صبح تک رہی۔ اس کی بھی شادی کی تقریب تھی۔ ارسلا کے انتظامات کی وجہ سے رابیکا کی رخصتی بھی اسی دن طے تھی لیکن جمعہ کے دن پیڑو کریسی کو ایک خط کے ذریعے ماں کی موت کی خبر ملی۔ شادی ملتوی کر دی گئی اور خط ملنے کے ایک گھنٹے بعد وہ روتا ہوا صوبائی دارالحکومت چلا گیا۔ ہفتہ کی صبح اس کی ماں بستی پہنچ گئی۔ اس نے ایک گانا گایا۔ یہ گانا اس نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے تیار کیا تھا۔ اتوار کی آدھی رات کو پیڑو کریسی لوٹ آیا لیکن شادی کی تقریب ختم ہو چکی تھی۔ یہ بات کسی کے علم میں نہ آ سکی کہ آخر خط لکھا کس نے تھا۔ ارسلا نے امرانتا کو مارا اور کھینچ کر مقدس میز کے سامنے لے گئی۔ بڑھئی ابھی میز تیار کر رہے تھے اپنی معصومیت اور بے گناہی ثابت کرنے کے لئے اس نے قسم اٹھالی۔ وہ غصہ سے بھری کافی دیر تک روتی رہی۔

فادر نیکانار کو ڈان اپالینار مسکاٹ شادی کی تقریب کے لئے خصوصی طور پر دلدلی علاقے

سے لایا تھا۔ یہ بوڑھا آدمی اپنے محکمہ کی احسان فراموشی کی زندہ مثال تھا۔ اس کی جلد سے اداسی جھلکتی۔ پورے جسم کی ہڈیاں نظر آتیں۔ اس کا پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر کسی بوڑھے فرشتے کا گمان گزرتا۔ وہ بستی میں اپنی نیکی کی بجائے سادگی کی بدولت آیا۔ شادی کے بعد اس کا واپسی کا پروگرام تھا۔ وہ ماکوندو کے لوگوں کے رویے دیکھ کر شرم سار ہوا۔ یہ لوگ جو آج بھی فطری قوانین کے تحت زندگی گزار رہے تھے۔ وہ بچوں کو بپتسمہ نہ دیتے۔ ان کے تہوار مذہبی نہیں تھے۔ اس نے سوچا کہ دین کی خدمت اس سے زیادہ اور کیا ہو گی کہ وہ انہیں دوبارہ مذہب کی طرف راغب کرے۔ ختنہ شدہ اور غیر ختنہ شدہ لوگوں کو دوبارہ عیسائی بنایا جائے۔ طوائف بازی کا قانونی تعین، میت کو مذہبی رسم کے تحت دفنانے کا بتایا جائے۔ اس نے اپنا قیام مزید ایک ہفتہ بڑھا دیا لیکن کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ وہ جواب دیتے کہ ان کے مذہبی تصورات اور روحانی مسائل پادری کے بغیر ہی براہ راست خدا کے ساتھ ہیں۔ وہ پہلے گناہ کے شیطان کو بھی بھول چکے ہیں۔ تبلیغ سے تھک کر فادر نیکانار نے چرچ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ دنیا کی اس عظیم الشان عمارت میں بڑے بڑے سینٹ ہوں گے۔ عمارت کے ہر طرف دودھیا رنگ کی کھڑکیاں ہوں گی اور دنیا کے ان غلیظ لوگوں کے درمیان خداوند کے حضور لوگ روم سے آئیں گے۔ وہ ایک پیتل کی تھالی میں چندہ مانگنے گیا۔ بستی والوں نے کافی امداد کی لیکن اسے بہت بڑی رقم چاہیے تھی تاکہ وہ اتنی بڑی گھنٹی لے سکے جس کی آواز سن کر مردے بھی دریا کی سطح پر آ جائیں۔ وہ اتنا بولا کہ اس کی آواز بیٹھ گئی۔ اس کی ہڈیوں میں سے آواز آنا شروع ہو گئی۔ سات دنوں میں وہ دو دروازوں کی قیمت بھی اکٹھی نہ کر سکا۔ مایوسی نے اسے شکستہ کر دیا۔ اس نے چوک میں مقدس آثار کے ساتھ کھڑے ہو کر نغمہ سرائی کی۔ اتوار کو وہ بستی میں بے خوابی کے دنوں کی سی ایک چھوٹی سی گھنٹی لے کر گیا۔ رت جگے کا موسم تھا۔ کچھ لوگ دعا کی خاطر آئے۔ کچھ تجسس کی وجہ سے۔ کچھ لوگوں کے اندر نسٹلجیا جاگ رہا تھا۔ باقی اس یقین کے ساتھ گئے کہ خدا اور بندے کے براہ راست تعلق میں کسی درمیانی بندے کے آنے سے خدا ناراض نہیں ہو گا۔ آٹھ بجے صبح تک آدھا چوک بھر چکا تھا۔ فادر نیکانار نے تلاوت کی آخیر پر جب یہ مذہبی اجتماع بکھرنے لگا تو توجہ حاصل کرنے کے لئے اس نے ہاتھ اٹھائے۔

"بس ایک منٹ۔" اس نے کہا۔ "اب ہم خدا کے وجود اور طاقت کا ایک ناقابل انکار ثبوت دیکھیں گے۔"

ایک لڑکا اس کی مدد کرنے میں پیش پیش تھا۔ وہ گرم اور گاڑھے سیال کا ایک کپ لایا جو فادر نے ایک ہی سانس میں پی لیا۔ آستین سے رومال نکال کر منہ پونچھا۔ اپنے بازو لمبے کئے۔ آنکھیں بند کیں اور پھر فادر نیکانار دھرتی سے چھ انچ اوپر اٹھ گیا۔

یہ قائل کرنے کا پیمانہ تھا۔ کافی دنوں تک وہ گھر گھر جا کر چاکلیٹ کے ذریعے اپنے چھچھورے پن کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اس دوران اس کے چیلے نے اتنی رقم اکٹھی کر لی کہ ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں چرچ کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ اس خدائی معجزے کا ماسوائے جوزے ارکیدو بوئندا کے، ہر شخص نے یقین کر لیا۔

ایک صبح وہ اپنے تاثرات بدلے بغیر ان لوگوں کو دیکھتا رہا جو اس شاہ بلوط کے درخت کے اردگرد اس چھچھورے مظاہرے کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس نے سٹول کھسکایا۔ اپنے کاندھے جھٹکے۔

جب وہ کرسی جس پر فادر نیکانار بیٹھا تھا، اٹھنے لگی تو جوزے ارکیدو بوئندا نے اطالوی زبان میں کہا۔ "یہ عام سی بات ہے۔ بس ایسا مادہ تیار کیا گیا ہے"۔

فادر نیکانار نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اسی وقت کرسی کی چاروں ٹانگیں دھرتی سے ٹک گئیں۔

"یہ عام سی بات ہے۔" اس نے دوبارہ کہا۔

بعد میں یہ پتہ چلا کہ جوزے ارکیدو بوئندا کی لفتی زبان اطالوی تھی۔ فادر نیکانار بھانپ گیا کہ اس بستی میں ایک شخص اس قابل ہے جو اس کی بات سمجھ سکتا ہے۔ اس کے باغی ذہن میں یقین کا ٹیکہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ ہر سہ پہر، درخت کے ساتھ بیٹھ کر اطالوی زبان میں تبلیغ کرتا رہتا لیکن جوزے ارکیدو بوئندا اس شعبدہ بازی کو محض چاکلیٹ کی کیمیائی تبدیلی کہہ کر اس کی دلیل رد کر دیتا۔ اس نے پادری سے خدا کے وجود کے بارے تصویری ثبوت مانگا۔ فادر نیکانار اپنے میڈل، تصویریں یہاں تک کہ ویرونیکا کی ایک پروڈکشن لایا لیکن جوزے ارکیدو بوئندا نے انہیں محض فنکارانہ نوعیت کی چیزیں قرار دیا۔ جن کی کوئی سائنسی توجیہہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ وہ اتنا ہٹ دھرم تھا کہ بالآخر فادر نیکانار نے اسے "اچھا انسان" بنانے کی تمام کوششیں ترک کر دیں۔ اب وہ اسے انسانی ہمدردی کے تحت ملنے آتا۔

اب جوزے ارکیدو بوئندا نے ایک اور قدم اٹھایا اور پادری کے یقین کو عقلی ٹریک پر لانے کی کوشش کی۔ ایک خاص موقع پر جب فادر نیکانار درخت کے نیچے شطرنج کھیلنے کے

لئے لایا اور اسے کھیلنے کی دعوت دی تو جوزے ارکیدو بوئندا نے کھیلنے سے انکار کر دیا۔ اس کا نظریہ تھا کہ کبھی بھی ایسے مقابلے کے احساس کو نہیں سمجھ سکتا جس میں دو آدمی ایک قانون کے تحت متفق ہو جائیں۔ فادر نیکانار کے لئے یہ عجیب بات تھی۔ وہ یہ کھیل نہ کھیل سکا اور جوزے ارکیدو بوئندا کی اس دلیل پر حیران رہ گیا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے تمہیں ایک درخت کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔" فادر نے پوچھا۔

"عام سی بات ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ میں پاگل ہوں۔"

اس دن کے بعد اپنے عقیدے کی روح میں ڈوبا پادری دوبارہ اس سے ملنے نہیں آیا۔ وہ چرچ کی تعمیر میں بری طرح مصروف ہو گیا۔ رابیکا کا مستقبل اور امیدیں اس کام کی تکمیل سے وابستہ تھیں۔ ایک اتوار فادر نیکانار رابیکا کے گھر میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ پورے گھر میں احترام میں ڈوبی خاموشی تھی کہ "مذہبی رسومات تو اس وقت شروع ہوں گی۔ جب چرچ مکمل ہو جائے گا۔"

امرانتا نے پوچھا۔

"رابیکا سب سے زیادہ خوش قسمت ہو گی۔" رابیکا نہ سمجھ سکی کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ امرانتا نے معصوم سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے بتایا۔

"تم پہلی لڑکی ہو گی جس کی شادی سے اس چرچ کا افتتاح ہو گا۔"

رابیکا نے پیش بندی شروع کر دی۔ جس رفتار سے چرچ کی تعمیر جاری تھی۔ اس کی تکمیل اگلے دس سال تک ممکن نہیں تھی۔ ادھر فادر نیکانار کسی طور راضی نہیں تھا۔ اعتقادات کی تقویت کے لئے اس نے اپنا تخیلاتی حساب کتاب شروع کر دیا۔ رابیکا نے غصہ اور برہمی کی وجہ سے کھانا نہ کھایا۔ ارسلا اور امرانتا نے اس بات پر کافی حظ اٹھایا۔ ارسلا نے چرچ کی جلد تعمیر کے لئے مناسب امداد دی۔ فادر نیکانار نے اندازہ لگایا کہ اس طرح کی ایک اور امداد سے چرچ کی تعمیر تین سال میں ممکن ہے۔

اس کے بعد رابیکا نے امرانتا سے بول چال بند کر دی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کے انداز گفتگو میں معصومیت قطعاً" نہیں تھی۔ جس کا اس نے تاثر دینے کی کوشش کی تھی۔

"بس یہی بات ممکن تھی' جو وہاں کی جا سکتی تھی۔" امرانتا نے اس رات سخت دلائل دیتے ہوئے کہا۔ "اس طرح میں تمہیں تین سال تک قتل نہیں کروں گی۔"

رابیکا نے یہ چیلنج قبول کر لیا۔

شادی ملتوی ہونے کا سن کر پیڑو کریسی بہت مایوس ہوا۔ لیکن رابیکا نے اسے اپنی وفاداری کا آخری ثبوت دیا۔ "تم جب کہو میں تمہارے ساتھ بھاگنے کے لئے تیار ہوں۔"

پیڑو کریسی مزاجاً" مہم جو نہیں تھا۔ اس کے اندر اس کی منگیتر کی طرح کا جذباتی پن نہیں تھا۔ اس کے پاس یہی اعتماد کی دولت تھی جسے وہ گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

پھر رابیکا نے ایک اور بہادرانہ طریقہ اختیار کیا۔ پارلر میں ایک پراسرار قسم کی ہوا چلی اور تمام لیمپ بجھ گئے۔ ارسلا پریشان ہو گئی کیونکہ اندھیرے میں دو دھڑکتے دل پیار کر رہے تھے۔ پیڑو کریسی نے ان نئے ڈیزائن کے لیمپوں کی کوالٹی کے بارے ملی جلی سی توجیح بیان کی اور یہ آفر بھی پیش کی کہ کمرہ کو روشن رکھنے کے لئے اس سے بہتر انتظام کرنے کے لئے ان کی مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن تیل دوبارہ ختم ہو گیا اور لیمپ چکناہٹ کی وجہ سے بجھ گئے۔ ارسلا نے رابیکا کو پیڑو کریسی کی گود میں بیٹھے دیکھا۔ اب کی بار وہ کسی قسم کی صفائی ماننے کو تیار نہیں تھی۔ اس نے بیکری انڈین ملازمہ کے سپرد کی اور بڑی جھولنے کی کرسی پر بیٹھ کر نوجوان جوڑے کی ملاقات میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ وہ دونوں آخری حدوں تک پہنچنے لگے تھے۔ یہ المیہ انسان کی عمر کے ساتھ ہے۔ وہ خود بھی تو کبھی لڑکی تھی۔

"بے چاری ماں!" ملاقات کے دوران وہ بوریت کا شکار رہتی۔ رابیکا پھنکارتی۔ "جب وہ مرے گی تو بھی یہی کرسی اس کا نصیب ہو گا۔"

اس نگرانی میں ہونے والی محبت کے تین ماہ بعد چرچ کی تعمیر دیکھنے وہ روزانہ جاتا۔ پیڑو کریسی نے فادر کی امداد کا فیصلہ کر لیا تاکہ چرچ جلدی سے تعمیر ہو سکے۔ امرانتا کو کوئی جلدی نہیں تھی۔ ہر سہ پہر وہ اپنی سہیلیوں سے پورچ میں بیٹھ کر گپیں ہانکتی۔ نت نئے بہانے گھڑتی لیکن ریاضی کی غلطی ہمیشہ کہیں نہ کہیں اثر ضرور ڈالتی ہے۔

ابھی چرچ مکمل ہونے میں دو ماہ باقی تھے کہ اس نے رابیکا کی شادی کے لباس میں رکھی کیڑے اور پتنگے مارنے کی گولیاں اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیں لیکن رابیکا نے شادی کے لئے اتنی بے صبری کا مظاہرہ کیا کہ اپنی شادی کا نیا لباس امرانتا کی توقع سے بھی پہلے دوبارہ تیار کر لیا۔

جب اس نے ڈریسر کھولا۔ کاغذات کھولے اور پھر حفاظتی کپڑوں کو ہٹایا تو اس کا فیبرک کا جوڑا جس پر بہترین سجی ہوئی ویل اور زردی رنگ کے بیزیئر میں کیڑوں نے

سوراخ کر دیئے تھے۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے جوڑے میں کافی تعداد میں کیڑے مارنے کی گولیاں رکھی تھیں لیکن معاملہ اتنا فطری لگتا تھا کہ وہ امرانتا پر الزام نہیں دھر سکتی تھی۔

شادی میں ایک مہینہ باقی تھا لیکن امپارا مسکاٹ نے ایک ہفتہ کے اندر نیا لباس تیار کرنے کا وعدہ کیا۔

بارش کی ایک دوپہر کو امرانتا بے ہوش ہوتے ہوتے بچی جب امپارا مسکاٹ رابیکا کی آخری فٹنگ کے لئے آئی۔ امرانتا کی آواز ڈوب گئی۔ ٹھنڈے پسینے کی ایک باریک سی لکیر اس کی کمر پر بہنے لگی۔

مہینوں سے وہ اس لمحہ کے بارے خوف زدہ تھی۔

اب رابیکا کی شادی روکنے کے لئے آخری حربہ بھی ضائع گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کی کوشش کے تمام ذرائع ختم ہو گئے تو اس کے اندر رابیکا کو زہر دینے کی جرات بھی ہے۔

اس سہ پہر، جب دھاگوں کے زرہ بکتر کے اندر رابیکا کا دم گھٹ رہا تھا۔ امپارا مسکاٹ ہزاروں پنوں اور صبر کے ساتھ لباس کا آخری حصہ مکمل کر رہی تھی۔ امرانتا نے کروشیے کا کام کرتے ہوئے کئی غلطیاں کیں۔ پھر نوک اس کی انگلی میں کھب گئی۔ اس نے انتہائی سرد مہری سے فیصلہ کیا کہ ابھی شادی سے پہلا کا ایک جمعہ باقی ہے۔ طریقہ وہی بہتر تھا۔ اس کے لئے کافی میں شراب میں ڈوبی ہوئی ہضیم کی ایک خاص مقدار بہتر رہے گی۔

اب کی بار ایک بہت بڑی، ناقابل نظر، نئی اور ناقابل یقین وجہ شادی میں رکاوٹ بن گئی۔ شادی کی تاریخ سے ایک ہفتہ قبل ننھی ر۔میڈلیس آدھی رات کو جاگی۔ گرم یخنی جو اس نے رات کے شروع میں پی تھی، اسے اندر سے کاٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ تین دن بعد خون میں زہر پھیلنے سے وہ مر گئی۔ کہا گیا کہ اس کے جڑواں بچوں کا خون اس کی رگوں میں پھیل گیا تھا۔

امرانتا ضمیر کی قیدی بن گئی۔

اس نے خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگی تھی کہ کوئی خوفناک حادثہ ہو جائے تاکہ رابیکا کو زہر نہ دینا پڑے لیکن وہ اپنے آپ کو ر۔میڈلیس کی موت کا ذمہ دار سمجھتی تھی۔ امرانتا نے ایسا نہیں چاہا تھا۔

ر۔میڈلیس اس گھر میں خوشیاں لائی تھی۔ وہ ورکشاپ کے قریب کے کمرے میں اپنے

خاوند کے ساتھ رہتی جہاں اس نے ابھی تک اپنے گزرے بچپن کے کھلونے اور گڑیاں سجا رکھی تھیں۔ اس کی خوشگوار ازدواجی زندگی اس کمرے سے پھوٹتی پڑتی تھی۔ وہ بگولے کی طرح پورچ میں جاتی۔ ہر صبح وہ گنگناتی۔ وہ واحد شخصیت تھی جو امرانتا اور رابیکا کی ولائٹ کی جنگ میں مداخلت کر سکتی تھی۔ جوزے ارکیدو بوئندا کی دیکھ بھال اس کے روزمرہ کے کاموں میں شامل تھی۔ وہ اس کے لئے کھانا لاتی۔ اس کی روزانہ کی ضروریات میں اس کی مدد کرتی۔ صابن سے نہلاتی۔ کنگھی کرتی۔ اس کے بالوں اور داڑھی سے جوئیں نکالتی۔ چھپر اچھی حالت میں رکھتی اور طوفانی موسموں میں واٹر پروف کینوس چھپر پر ڈال کر اسے محفوظ کر دیتی۔ اس آخری مہینہ میں ریمیڈیس ٹوٹی پھوٹی اطالوی میں اس سے بات بھی کر لیتی۔

جب ارلیانو اور پیلار ترنیرا کا بیٹا پیدا ہوا تو اسے بھی گھر لایا گیا اور ایک مخصوص تقریب میں اسے بپتسمہ دیا گیا اور اس کا نام ارلیانو جوزے رکھا گیا۔ ریمیڈیس نے فیصلہ کیا کہ وہ ان کی اولاد میں سب سے بڑا بیٹا ہو گا۔

اس کی مادرانہ شفقت نے ارسلا کو حیران کر دیا۔ ارلیانو نے اپنے طور فیصلہ کیا کہ زندہ رہنا اب اس کی ضرورت بن گیا ہے۔ وہ تمام دن ورکشاپ میں کام کرتا۔ تڑکے ریمیڈیس اس کے لئے کافی کا کپ لاتی۔

وہ روزانہ رات کو مسکاٹ خاندان سے ملنے جاتے۔ ارلیانو اپنے سسر کے ساتھ DOMINOES کھیلتا رہتا۔ ریمیڈیس اپنی بہنوں سے گپیں ہانکتی اور اپنی ماں سے ازدواجی زندگی کی اہم چیزوں کے بارے پوچھتی رہتی۔

بستی میں اب بوئندا خاندان سے رشتہ داری کے بعد خود مسکاٹ خاندان کی حیثیت مستحکم ہو چکی تھی۔ صوبائی دارالحکومت میں آنے جانے کی وجہ سے وہ بستی میں ایک سکول قائم کروانے میں کامیاب ہو چکا تھا تاکہ ارکیدو اپنے دادا کی طرح وراثتی، تعلیمی جنون اور جوش کو سنبھال سکے۔ ترغیب دے کر یوم آزادی کے موقع پر سارے گھروں کو نیلا رنگ کروایا۔ فادر نیکانار کے ولائل پر کاتارینو کا سٹور پچھلی گلی میں منتقل کرنے کا انتظام کروایا۔ وہ تمام بدنام چیزیں بند کروا دیں جو بستی کے بیچ ترغیب کا سامان مہیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ چھ مسلح سپاہی اس کے ساتھ تھے تاکہ کہیں امن و عامہ کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ یہ شاید کسی کو یاد نہ ہو کہ اس بستی میں مسلح رہنا بنیادی شرط تھی۔

ارلیانو اپنے سسر کی اہلیت کا معترف تھا۔

"تم بھی اس کی طرح موٹے ہوتے جا رہے ہو۔" اس کے دوست کہتے لیکن اس کی سست طرز زندگی کی وجہ سے اس کے گالوں کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور اس کی آنکھیں چمکتی تھیں۔ اس کا وزن بڑھا اور نہ اس کے ہاتھ میں کفایت شعاری کی عادت آئی بلکہ اس کے ہونٹوں پر سخت سوچوں اور ناقابل بدل فیصلوں کی وجہ سے ایک سیدھی اور سخت لکیر کھنچ گئی۔ میاں بیوی میں اتنی محبت تھی کہ دونوں خاندانوں میں اپنی حیثیت منوانے میں کامیاب ہو گئے۔ جب ر۔یمیڈیس نے کہا۔ وہ امید سے ہے تو امرانتا اور رابیکا نے عارضی جنگ بندی کا اعلان کر کے بچے کے لئے بنائی کا کام سنبھال لیا اگر بیٹا ہوا تو نیلی اون استعمال کی جائے گی۔ اگر لڑکی ہو گی تو گلابی اون سے بنائی کریں گی۔

وہ آخری شخصیت تھی جس کے بارے ارکیدو نے فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑے سوچا۔

ارسلا نے غم منانے کے لئے کھڑکیاں اور دروازے بند کروا دیئے۔ بہت ضروری کام کے علاوہ کسی کو باہر یا اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک سال کے لئے اونچا بولنا منع کر دیا گیا۔ اس نے ر۔یمیڈیس کا فوٹو اس جگہ رکھوا دیا جہاں اس کی میت رکھی گئی تھی۔ اس کے اردگرد ایک کالا ربن تھا۔ مٹی کے تیل کا ایک لیمپ ہر وقت جلتا رہتا۔ آنے والی نسلیں اس لڑکی پر حیران ہوں گی کہ وہ ایک لپٹے لپٹائے سکرٹ میں ملبوس ننھی سی لڑکی' سفید بوٹ پہنے اور سر کے گرد لپٹی ارگنڈی کی پٹی باندھے کھڑی ہے۔ اس کے بارے ایک عظیم دادی ماں کا معیاری تصور نہیں باندھ پائیں گے۔

امرانتا نے ننھے ارلیانو جوزے کو گود لے لیا۔ کم از کم اس کی تنہائی دور کرے گا اور اس غیر ارادی طور پر شراب میں نہائی افیم سے جان چھوٹے گی جو اس کی پاگل سوچیں ر۔یمیڈیس کی کافی میں ڈال چکی تھیں۔

شام سے پیر پر پیر رکھتا پیٹرو کریسی ہیٹ پر کالا ربن باندھے دبے پاؤں آتا۔ چپ چاپ رابیکا سے ملتا۔ وہ کالے لباس میں لپٹی خون کا قطرہ قطرہ جلاتی موت کی طرف جاتی محسوس ہوتی۔ اس کی آستین کلائیوں تک تھیں۔

شادی کی نئی تاریخ کے بارے سوچنا اب اتنا غیر متعلق لگتا کہ منگنی محض ایک روحانی تعلق بن کر رہ گیا۔ ایک تھکی ہاری محبت کی کہانی جس کے بارے کوئی اور نہ سوچتا تھا۔ اگر وہ دونوں لیمپ بجھا کر ایک دوسرے سے پیار کرتے تو ساتھ ہی موت کی ایک آزادانہ خواہش

بھی رکھتے۔ اتنی تکالیف برداشت کرتے۔ ہمت ہار کر رابیکا نے دوبارہ مٹی کھانا شروع کر دی۔

گھر میں کافی دنوں سے سوگ کی فضا طاری تھی۔ سلائی کڑھائی کا زمانہ لوٹ آیا تھا۔ اچانک ایک دن کسی نے گرمی کی بے قرار خاموشی میں سہ پہر کے دو بجے گلی کی طرف کا دروازہ دھکیلا۔ اس کی طاقت سے گھر کی بنیادیں تک ہل گئیں۔ اس وقت امرانتا پورچ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ سلائی کڑھائی میں مصروف تھی۔ رابیکا اپنے بیڈ روم میں لیٹی انگلی چوس رہی تھی۔ ارسلا کچن میں تھی۔ ارلیانو اپنی ورکشاپ میں بند تھا۔ جوزے ارکیدو بوئنڈا درخت کے نیچے بندھا پڑا تھا۔ سب کو یوں لگا جیسے زلزلے سے سارا گھر ہل گیا۔

ایک دیو قامت شخص گھر کے اندر آ گیا۔ اس کے گول کاندھے بمشکل ہی دروازے سے گزر پائے۔ اس نے اپنی بھینسے جیسی گردن میں "OUR LADY OF HELP" کا میڈل پہنا ہوا تھا۔ اس کے بازو اور سینے پر پیچیدہ قسم کے نشان کھدے ہوئے تھے۔ داہنی کلائی پر نکل میں بند بڑا تعویذ تھا۔ کھلی فضا میں رہنے کی وجہ سے اس کی جلد سنولا گئی تھی۔ اس کے بال چھوٹے اور خچر کی طرح سیدھے تھے۔ اس کے چہرے اور آہنی جبڑوں پر ایک اداس سی مسکراہٹ تھی۔ اس کی کمر گھوڑے کی کمر سے بھی دوہری تھی۔ لمبے بوٹوں پر جھالریں تھیں اور تلوے پر لوہا جڑا تھا۔

اس کی آمد نے بھونچال سی صورت پیدا کر دی۔

وہ آدھی خرجین ہاتھ میں لئے کسی گرج کی طرح پورچ سے گزرا۔ امرانتا اپنی سہیلیوں سمیت فالج زدہ ہو کر بیٹھ گئی۔ سوئیاں ان کے ہاتھ میں کانپ سی گئیں۔

"ہیلو۔" اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ کام کرنے کی میز پر اپنی خرجین پھینکی اور اندر چلا گیا۔

"ہیلو۔" اس نے دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے حواس باختہ رابیکا سے کہا۔

"ہیلو۔" اس نے ننھے ارلیانو سے کہا جو اپنے تمام جاگتے حواس لئے، بنچ پر بیٹھا تھا۔ وہ کسی کے پاس نہ رکا۔ وہ سیدھا کچن کی طرف گیا اور اپنے اس سفر میں پہلی مرتبہ وہیں رکا جو دنیا کی دوسری اور سے شروع ہوا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے کہا۔

ارسلا لمحہ بھر کے لئے منہ کھولے کھڑی رہی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ایک چیخ

ماری اور اس کے گلے میں ترازو ہو گئی۔

یہ جوزے ارکیدو تھا۔

وہ اب بھی اتنا ہی غریب تھا جتنا بستی چھوڑتے وقت تھا۔ ارسلا کو اس کے کرائے کے لئے گھوڑے والے کو دو پیسو دینے پڑے۔ وہ ہر بات میں چینی ملاحوں کی سی گالیاں بکتا۔

سب نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں کہاں رہا۔

"بس باہر۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

اس نے کمرے میں جھولی لٹکائی۔ سب نے اس کی مدد کی۔ وہ جھولی میں تین دن سوتا رہا۔ جب وہ جاگا تو اس نے سولہ انڈوں کا ناشتہ کیا اور سیدھا کاتارینو کے سٹور پر گیا۔ اس کی دیو قامت جسامت نے تمام عورتوں کو تجسّس میں مبتلا کر دیا۔ اس نے سٹور کے مالک سے موسیقی بجانے کا کہا اور سٹور میں موجود تمام لوگوں کے لئے اپنی طرف سے شراب کا آرڈر دے دیا۔ وہ پانچ انڈین سے اکیلا کشتی لڑ سکتا تھا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے کہا اور وہ قائل بھی تھے کہ وہ اس پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکیں گے۔

کاتارینو کو طاقت کے اس معجزاتی داؤ پر اعتبار نہ آیا۔ شرط بندھی کہ اگر وہ اس کاونٹر کو ہلا دے تو وہ بارہ پیسو دے گا۔ جوزے ارکیدو نے اسے سر کے اوپر تک اٹھایا اور باہر گلی میں رکھ آیا۔ اسے دوبارہ اپنی جگہ رکھنے پر گیارہ آدمی بلانے پڑے۔ اس نے پارٹی کے عروج پر غیر متوقع طور پر اپنا جسم دکھایا۔ جس پر مختلف زبانوں میں نیلے اور سرخ رنگ کے نشان کھدے ہوئے تھے۔ جن عورتوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔ ان کی رالیں ٹپک رہی تھیں۔

اس نے سب سے پوچھا۔ "بولو۔ زیادہ بولی کون دے گی؟"

ان میں سے جس کے پاس زیادہ رقم تھی۔ اس نے رات کی قیمت بیس پیسو لگائی۔ جوزے ارکیدو نے تجویز دی کہ ہر باری پر دس پیسو ہونے چاہئیں۔ یہ ہر ایک کے لئے قابل قبول قیمت تھی۔ ہر عورت آٹھ پیسو روزانہ کما لیتی تھی۔ انہوں نے اپنے نام چودہ پرچیوں پر لکھے۔ انہیں ہیٹ میں رکھا اور ہر عورت نے ایک ایک پرچی اٹھائی۔ ابھی دو پرچیاں ہیٹ میں باقی تھیں کہ ہر ایک نے جان لیا کہ یہ پرچیاں کس کی ہیں؟

"ان میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پیسو زیادہ ہوں گے۔" جوزے ارکیدو نے تجویز

دی۔ ''میں بھی ان کی مدد کروں گا۔''

اسی طرح اس نے اپنی روزی پیدا کر لی۔

اس نے پینسٹھ بار دنیا کا چکر لگایا۔ وہ کسی ملک کا باشندہ نہیں تھا۔ اس کا نام جہاز رانوں میں شامل تھا۔ اس رات جو عورتیں اس کے ساتھ رہیں۔ وہ اسے ننگا دھڑنگا ڈانسنگ فلور پر لے آئیں تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ اس کے بدن پر ایک مربع انچ بھی ایسی جگہ نہیں جس پر نشان نہ کھدے ہوں۔ آگے پیچھے' سر سے لے کر پاؤں تک' ہر طرف۔

وہ اپنے خاندان میں گھلنے ملنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

وہ تمام دن گھر میں پڑا سوتا اور تمام رات طوائفوں سے کھیلتا اور جاگتا رہتا۔ اپنی مردانگی اور قوت پر شرطیں لگاتا رہتا۔ کبھی کبھار ارسلا اسے گھسیٹ کر کھانے میں شریک کرتی تو وہ ہلکی سی ہنسی مذاق کر لیتا اور بہت دور کے ملکوں کی مہموں کے بارے واقعات سناتا۔ ایک مرتبہ اس کا جہاز تباہ ہو گیا وہ جاپان کے سمندر میں ایک ہفتہ تک تختے پر لیٹا بہتا رہا اور اس دوران وہ اپنے مردہ دوست کا گوشت کھاتا رہا جو گرمی کی تاب نہ لا کر مر گیا اور اس کا نمکین گوشت سورج کی گرمی میں پک گیا تھا۔ اس کا ذائقہ نمکین اور مزیدار تھا۔ ایک گرم دوپہر کو بحیرہ بنگال میں ان کے جہاز نے ایک سمندری اژدہا مارا۔ اس کے پیٹ میں سے کسی سپاہی کی ہیلمٹ' بکل اور اسلحہ نکلا۔ کریبن میں اس نے وکٹر ہیگو کے سمندری قزاقوں کی روحیں دیکھیں۔ موت کی ہواؤں کے سبب ان کے جہازوں کے بادبان پھٹے ہوئے تھے۔ ان کے مستول سمندری کیڑے کھا گئے۔ وہ گینڈی لوپ کی طرف جا رہے تھے۔

ارسلا میز پر رکھے ان خطوط کو پڑھ کر رو رہی تھی جو اس تک کبھی نہ پہنچ پائے۔ ان خطوط میں جوزے ارکیدو نے اپنے کاموں اور حادثوں کے بارے لکھا تھا۔

''میرے بیٹے! تمہارے لئے اس گھر میں ہر شئے موجود تھی۔'' وہ سسکیاں لیتی۔ ''اور معلوم نہیں کتنی بچی ہوئی خوراک سوروں کے آگے ڈال دی جاتی'' اس تمام پس منظر میں وہ یہ نہ سوچ پائی کہ واقعی یہ وہی لڑکا ہے جو خانہ بدوشوں کے پیچھے بھاگ گیا تھا۔ کیا واقعی یہ وہی لڑکا ہے جو ایک وقت میں آدھا اور دوپہر کے کھانے میں پورا سور چٹ کر جاتا ہے اور جس کے پیٹ کی گیس کو تمام پھولوں کی مہک بھی ختم نہیں کر سکتی۔

سب ایسا ہی سوچتے تھے لیکن اس نے کھانے کی میز پر جانوروں کی طرح زور سے ڈکار لی تو امرانتا اپنی نفرت نہ چھپا سکی۔

جوزے ارکیدو کو ان خفیہ تعلقات اور رشتے کا علم نہیں تھا۔ وہ کسی بات کا بمشکل ہی جواب دیتا۔ اسے اپنی محبت حاصل کرنے کا سادہ طریقہ آتا تھا۔ ارلیانو اس کے قریب ہوا اور باتیں شروع کردیں جب وہ دونوں اکٹھے ایک کمرے میں سوتے تھے۔ اس نے بچپن کی یادیں دہرائیں لیکن جوزے ارکیدو سب کچھ بھول چکا تھا۔ سمندری زندگی کی یادیں اتنی زیادہ تھیں کہ پہلے کے واقعات یاد نہ رہے۔

صرف رابیکا اس سے متاثر ہوئی۔ جب پہلے دن وہ دروازے کے سامنے سے گزرا تو اس نے سوچا کہ پیٹرو کریسی تو اس کے سامنے محض بانکا ہے۔ اور جوزے ارکیدو کی آتش فشاں سی سانس پورے گھر میں سنی جا سکتی ہے۔ وہ اس کے قریب ہونے کے بہانے ڈھونڈھتی رہتی۔

ایک موقع پر جوزے ارکیدو نے بڑی بے شرمی کے ساتھ اس کے بدن کا جائزہ لیا۔

"چھوٹی بہن! تم تو بہت خوبصورت ہو۔"

رابیکا اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔ وہ دوبارہ مٹی کھانے لگ گئی۔ دیواروں کی سفیدی دیکھ کر بچپن کے دنوں کی طرح رال بہنے لگتی۔ پریشانی میں اس نے دوبارہ اتنی شدت سے انگلی چوسنا شروع کر دی کہ اس کے انگوٹھے پر زخم کا نشان پڑ گیا۔ اس کی قے میں سے کینچوے اور سبز رنگ کا مادہ نکلا۔ وہ رات بھر بخار میں تڑپتی رہی۔ اپنے جنون کے خلاف لڑتی' جاگتی رہی یہاں تک کہ صبح جوزے ارکیدو کی آمد سے پورا گھر ہل گیا۔

ایک سہ پہر تمام گھر والے سو رہے تھے۔ وہ اپنے آپ کو قابو نہ کر سکی اور اس کے بیڈ روم کی طرف چل پڑی۔ وہ جھولی میں شرٹ پہنے سو رہا تھا جو کسی جہاز کی چھت پر لٹکتے بادباں کی تھی۔ اس کے بدن پر مختلف رنگوں کے کندہ نشان دیکھ کر بہت متاثر ہوئی۔ اس نے واپس جانے کا سوچا۔ "معاف کیجئے۔" اس نے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ادھر ہیں۔؟"

اس نے اپنی آواز اتنی مدھم رکھی کہ کہیں گھر کا کوئی فرد نہ جاگ پڑے۔

"ادھر آؤ۔" جوزے ارکیدو نے کہا۔

وہ انکار نہ کر سکی۔

وہ جھولی کے قریب آ گئی۔ اس وقت اس کے پیٹ میں میٹھے احساسات کی مروڑ سی اٹھتی محسوس ہوئی۔ جوزے ارکیدو نے اپنی انگلیاں اس کے ٹخنے کو لگائیں پھر اس کی پنڈلیوں کو' اس کی رانوں کو' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"ننھی گڑیا۔"

اس نے بچنے کی ایک ماورائی کوشش کی لیکن اس طوفانی گرد و باراں نے آرام سے اس کی کمر کو پکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔ اس کے منہ پر تین ہلکے سے مکے مارے اور پھر ننھے پرندے کی طرح اسے اپنی امان میں لے لیا۔

رابیکا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ عمر میں اس سے بڑا ہے اور پھر وہ ناقابل برداشت درد کے ناقابل یقین سواد میں گم ہو گئی۔ وہ چھولی کی بہتی کشتی میں جھول رہی تھی۔ جس نے رگوں میں ہونے والے دھماکے سیاہی چوس کی طرح چوس لئے۔

تین دن بعد----

شام پانچ بجے کی دعا کے وقت ان کی شادی ہو گئی۔ شادی سے ایک دن قبل وہ پیڑو کریسی سے ملنے گیا۔ وہ چھ تارے کا سبق دے رہا تھا۔ اس کے بولنے پر بھی وہ چھ تارا گود میں لے کر بیٹھا رہا۔

"میں رابیکا سے شادی کر رہا ہوں۔" جوزے ارکیدو نے کہا۔

پیڑو کریسی کا رنگ زرد پڑ گیا۔

اس نے چھ تارہ اپنے دوست کو دیا۔ کلاس ختم ہو گئی۔ جب وہ کمرے میں اکیلے رہ گئے جو آلات موسیقی اور کھلونوں سے بھرا تھا۔ پیڑو کریسی نے کہا۔

"وہ رشتے میں تمہاری بہن لگتی ہے۔"

"پھر کیا ہے؟"

پیڑو کریسی نے لیونڈر کی خوشبو میں مہکتے رومال سے پسینہ صاف کیا۔

"یہ فطرت کے خلاف ہے۔" پیڑو کریسی نے کہا۔ "اور اس کے علاوہ ____ یہ قانون کے خلاف ہے۔"

جوزے ارکیدو کو غصہ آ گیا۔ اس کی دلیل پر نہیں بلکہ اس کی لاف زنی پر۔

"جائے بھاڑ میں یہ فطرت۔" اس نے کہا۔ "میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اب تمہیں رابیکا سے ملنے کی ضرورت نہیں۔"

جب اس نے پیڑو کریسی کی آنکھیں نم ہوتے دیکھیں تو اس کا تمام وحشیانہ پن بکھر گیا۔

"اب۔" اس نے مختلف لہجے میں کہا۔ "اگر تمہیں یہ خاندان پسند ہے تو تمہارے لئے امرانتا موجود ہے۔"

اتوار کے وعظ میں فادر نیکانار نے انکشاف کیا کہ جوزے ارکیدو اور رابیکا بہن بھائی نہیں ہیں۔ خاندان کے احترام کی کمی کی وجہ سے ارسلا انہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی تھی۔ جب وہ چرچ سے واپس آئے تو نوبیاہتا جوڑے کو اس گھر میں قدم رکھنے پر معاف کر دیا گیا ورنہ وہ دونوں ان کے لئے مر چکے تھے۔

انہوں نے قبرستان کے پار ایک گھر کرائے پر لے لیا۔

سہاگ رات کو رابیکا کے سلیپر میں موجود بچھو نے اسے پاؤں کی انگلی پر کاٹ لیا۔ اس کی زبان سن ہو گئی۔ لیکن انہوں نے اپنی سہاگ رات ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ رابیکا کی جذبات اور درد میں ڈوبی چیخوں نے ہمسایوں کو پریشان کر دیا۔ پورا علاقہ جاگ اٹھا۔ ایک رات میں آٹھ مرتبہ اور سہ پہر کو آرام کے وقت پھر تین مرتبہ۔ انہوں نے دعا کی کہ ایسا وحشی جذبہ کہیں قبرستان کے مردوں کو نہ بھگا دے۔

صرف ارلیانو نے ان سے میل ملاقات رکھی۔ ان کے لئے فرنیچر لے آیا۔ انہیں کچھ نقد رقم دی۔ آہستہ آہستہ جوزے ارکیدو اپنی حقیقی زندگی میں لوٹ آیا۔ اس نے گھر کے قریب کی غیر ملکیتی زمین پر کام شروع کر دیا۔

امرانتا کبھی بھی رابیکا کے خلاف اپنی نفرت ختم نہ کر سکی۔ اگرچہ زندگی نے اسے ایسا موقع دیا جس کا اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ ارسلا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر شرمندگی سے کیسے بچا جائے۔ پیٹرو کریپی ہر منگل دوپہر کا کھانا ان کے ہاں آ کر کھایا کرتا۔ اس نے بڑے سکون سے اپنی شکست کا سامنا کیا۔ وہ اب بھی ہیٹ پر کالا ربن باندھتا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اب بھی اس خاندان کا احترام کرتا ہے۔ وہ اب بھی ارسلا کو بہت احترام سے غیر ملکی تحائف پیش کرتا۔ پرتگیزی اکارڈین' ترک گلاب کا مارملیڈ۔ ایک مرتبہ اس نے میلا کی شاندار شال پیش کی۔ امرانتا بڑے خلوص سے اس کا خیال رکھتی۔ اس کی شرٹ کے ادھڑے دھاگے کھینچتی۔ اس کی سالگرہ پر امرانتا نے اپنے دستخطوں والے درجن بھر کڑھے ہوئے رومال دیئے۔

منگل کو وہ پورچ میں بیٹھی سلائی کڑھائی کر رہی تھی اس نے پیٹرو کریپی سے کہا۔ اس کی صحبت میں اسے بہت خوشی ہوتی ہے۔ پیٹرو کریپی نے اسے کبھی اچھا نہ جانا۔ وہ ہمیشہ اسے ننھی سی بچی کی طرح سمجھتا۔ اگرچہ اس کے لہجے اور انداز میں بردباری نہیں تھی۔ اسے دنیا کی چیزوں کو سمجھ سکتی تھی اور نہ تعریف کرنا آتی تھی۔ وہ محبت کے اظہار میں بھی گاؤدی

تھی۔

ایک منگل جب کسی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ بالآخر یہ ہوگا۔ اس نے امرانتا سے شادی کرنے کی پیش کش کر دی۔

امرانتا نے اپنا ہاتھ نہ روکا۔ اس نے اپنے کانوں سے گرم بھاپ نکل جانے کا انتظار کیا اور متانت سے جواب دیا۔

"بالکل کریپی۔" اس نے کہا۔ "ہم ایک دوسرے کو بہتر جانتے ہیں۔ پھر بھی ایسے معاملات میں جلدی نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔"

ارسلا الجھن میں تھی۔

پیٹرو کریپی کے بارے اس کے اچھے جذبات تھے۔ اس کے لئے مسئلہ تھا کہ اخلاقی نقطہ نظر سے امرانتا کا یہ اقدام صحیح ہے یا نہیں۔ ایک عرصہ تک پیٹرو کریپی کی منگنی ربیکا سے رہ چکی تھی لیکن ارسلا کو یہ ننگی کڑوی گولی سمجھ کر نگلنا پڑی۔ وہ اپنے شکوک و شبہات کا اظہار بھلا کس سے کرتی۔ ارلیانو اب اس گھر کا سربراہ تھا۔ اس نے آخری فیصلہ اپنے مبہماتی انداز میں ڈال دیا۔

"میرے پاس شادی جیسی چیزوں کے بارے سوچنے کے لئے فضول وقت نہیں ہے۔"

یہ معاملات ارسلا نے چند ماہ بعد سمجھ لئے ورنہ الیانو ایک لمحہ میں ایک لفظ کہہ کر بات ختم کر سکتا تھا کیونکہ یہ کوئی اختلافی بات نہیں تھی۔ مشورہ تھا۔ لیکن وہ فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑا ہو کر بھی یہ مسئلہ نہ سمجھ سکا۔ وہ ناقابل تنسیخ اور لطیف حادثات کے سلسلوں کو سمجھ نہیں سکتا تھا جو خود اسے اس مقام تک لائے تھے۔

ر۔میڈلیس کی موت اس کے اندر وہ مایوسی پیدا نہیں کر سکی' جس کا اسے خوف تھا بلکہ اس کے اندر ایک مبہم قسم کا غصہ تھا جو آہستہ آہستہ تنہائی میں بدلتا جا رہا تھا۔ یہ انداز اس بالواسطہ فرسٹریشن کی طرح تھا جو انسان محسوس کر چکا ہو کہ اب اسے عورت کے بغیر رہنا ہے۔

اس نے اپنے آپ کو کام میں مصروف کر لیا لیکن وہ اپنے سسر کے ساتھ DOMINEOS کھیلنے جاتا رہا۔ "ارلیانو! دوسری شادی کر لو۔" اس کے سسر نے کہا۔ "میری چھ بیٹیاں اور ہیں۔ جس سے چاہو' شادی کر لو۔" وہ رات کے وقت اس کھیل کے دوران ہونے والی گفتگو نے ان کے درمیان دوستی کا ایک مضبوط رشتہ قائم کر دیا حالانکہ گھر میں ابھی

سوگوار فضا طاری تھی۔

الیکشن کے دنوں ڈان اپلینار مسکاٹ دوروں میں رہتا۔ ایک دورے کی واپسی پر وہ ملک کی سیاسی صورتحال کے بارے بہت پریشان تھا۔ لبرل پارٹی خانہ جنگی پر آمادہ تھی۔ اس وقت تک ارلیانو کو لبرل اور کنزویٹو کے فرق کا علم نہیں تھا۔ اس کے سسر نے بڑی سکیم کے ساتھ اسے سبق دیئے۔ اس نے لبرل پارٹی کے بارے بتایا کہ وہ "فری میسن نظام" کے حامی ہیں۔ برے لوگ ہیں۔ پادریوں کو پھانسی پر لٹکانا چاہتے ہیں۔ سول میرج اور طلاق کا قانون لاگو کرنا چاہتے ہیں۔ حرامی اور حلالی بچے کو برابر کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ جاگیرداری نظام پر سخت تنقید کرتے ہیں اور اختیارات کے لئے خدا پر بھروسہ نہیں کرتے۔

دوسری طرف، کنزویٹو اپنی طاقت کا ارتکاز خدا کو مانتے ہیں۔ خاندان کی اخلاقیات پر زور دیتے ہیں۔ عیسائیت کے اعتقادات کا تحفظ کرتے ہیں۔

اپنے انسانی احساسات کی وجہ سے فطری بچوں کے حقوق کے بارے ارلیانو خود لبرل پارٹی سے زیادہ لبرل تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہ آتا کہ لوگ آخر ایسی چھوٹی باتوں کے لئے جنگ کرنے کے لئے کیوں تیار ہو جاتے ہیں۔ جن کو وہ ہاتھ لگا کر محسوس نہیں کر سکتے۔ یہ تو محض بات کا بتنگڑ تھا۔

الیکشن کے سلسلے میں اس کے سسر کے پاس ایک سارجنٹ کی زیر کمان چھ مسلح سپاہی بھیجے گئے۔ انہوں نے گھر گھر جا کر تلاشی لی اور شکار کرنے والے ہتھیار، یہاں تک کہ کچن میں استعمال ہونے والے چاقو بھی ضبط کر لئے۔ انہوں نے اکیس سال سے زیادہ عمر کے لوگوں کو پہلے نیلے رنگ کے بیلٹ تقسیم کئے جن پر کنزویٹو امیدواروں کا اندراج تھا اور پھر سرخ رنگ کے بیلٹ جن پر لبرل امیدواروں کے نام درج تھے۔

الیکشن شروع ہونے پر ڈان اپلینار مسکاٹ نے ایک حکم نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس میں درج تھا کہ شراب پر پابندی ہے اور تین سے زیادہ لوگوں کا اکٹھے ہونا جو ایک خاندان کے نہ ہوں، خلاف قانون ہے۔

الیکشن کسی حادثے کے بغیر گزر گیا۔ اتوار کو بیلٹ باکس چوک میں رکھ دیا گیا۔ چھ مسلح سپاہی اس ڈبے کی حفاظت پر معمور تھے۔ ووٹنگ بالکل آزادانہ تھی۔ خود ارلیانو کسی بھی ووٹر کی تصدیق کر سکتا تھا۔ وہ پورا دن سسر کے ساتھ نگرانی کے لئے پھرتا رہا کہ کہیں ووٹ دوسری بار تو نہیں ڈالا گیا۔

سہ پہر کے چار بجے منادی کے ساتھ ووٹنگ ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ ڈان اپالینار مسکاٹ نے ڈبے پر کراس لگا کر اپنے دستخط کئے پھر سیل لگا دی گئی۔

ڈان اپالینار مسکاٹ نے رات کو ارلیانو سے کھیلتے ہوئے سارجنٹ کو سیل توڑنے کا حکم دیا کہ ووٹوں کی گنتی کی جائے۔ سرخ اور نیلے بیلٹ برابر نکلے لیکن سارجنٹ نے ڈبے میں صرف دس سرخ ووٹ بیلٹ میں رکھ کر واضح فرق سے نیلے بیلٹ بڑھا دیئے۔ نئے لیبل کراس کئے اور سیل لگا کر دستخط کر کے انہیں صوبائی دارالحکومت بھیج دیا گیا۔

"لبرل خانہ جنگی شروع کر دیں گے۔" ارلیانو نے کہا۔

کھیل میں اب ڈان اپالینار مسکاٹ کی باری تھی۔

"تمہارا اندازا ممکن ہے ٹھیک ہو۔ لیکن بیلٹ کا جو چکر چلا ہے۔ اب وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔" اس نے کہا۔ "ہم نے چند سرخ بیلٹ باکس میں چھوڑ دیئے ہیں۔ اب انہیں کوئی شکایت نہیں رہے گی۔"

ارلیانو نے اپوزیشن میں رہنے کے نقصانات کا اندازہ لگایا۔

"اگر میں لبرل ہوتا۔" اس نے کہا۔ "تو میں جنگ میں شامل ہو جاتا۔ صرف اس بیلٹ کے چکر کی وجہ سے۔"

اس کے سسر نے اپنی عینک کے اوپر سے دیکھا۔

"چلو چھوڑو۔ ارلیانو۔" اس نے کہا۔ "اگر تم لبرل ہوتے تو پھر بھی تم میرے داماد ہی ہوتے۔ یوں سمجھ لو' بیلٹ میں تبدیلی کو تم نے دیکھا ہی نہیں۔"

بستی میں برہمی الیکشن کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ سپاہیوں نے اسلحہ واپس نہیں کیا تھا۔ کچھ عورتوں نے ارلیانو سے بات کی کہ وہ اپنے سسر سے کہہ کر ان کے کچن کے چاقو واپس کروا دے۔ ڈان اپلینار مسکاٹ نے انتہائی اعتماد سے ساری بات سمجھائی کہ سپاہیوں نے یہ ہتھیار اس ثبوت کے لئے اپنے پاس رکھ لئے ہیں کہ لبرل خانہ جنگی کی تیاری کر رہے ہیں۔ ان الفاظ کے پیچھے چھپی بے ایمانی اور بداخلاقی نے ارلیانو کو ہوشیار کر دیا۔ وہ چپ رہا۔

ایک رات گرینلڈو مارکیز اور میگنیفیکو وزبل ان چاقوؤں کی بابت دوسرے دوستوں سے بات کر رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ارلیانو سے پوچھا۔ آیا وہ لبرل ہے یا کنزرویٹو۔

ارلیانو نے بلا جھجک جواب دیا۔

"اگر میں سیاست میں آؤں گا تو لبرل ہی بنوں گا کیونکہ کنزرویٹو پکے بے ایمان اور پرلے

درجے کے حرامی ہیں۔"

اگلے روز دوستوں کے اصرار پر ارلیانو جگر میں فرضی درد کا بہانہ بنا کر ڈاکٹر الیریو ناگیورا کے ہاں علاج کی غرض سے گیا۔ ارلیانو اس بہانے کا مطلب بھی نہ سمجھ سکا۔

چند سال قبل ڈاکٹر الیریو ناگیورا اپنی بے ذائقہ گولیوں سے بھری ایک الماری اور "One Nail Draws Another" کے میڈیکل ماٹو کے ساتھ ماکونڈو وارد ہوا۔ اس ماٹو سے کوئی متاثر نہ ہوا۔ وہ عطائی تھا لیکن اس چہرے کے پیچھے ایک دہشت گرد چھپا تھا۔ اس کے چھوٹے بوٹوں نے پیروں پر موجود وہ نشان چھپا رکھے تھے جو پانچ سال قید میں رہنے کی وجہ سے بنے تھے۔ وہ پہلی "فیڈرلسٹ مہم" میں قیدی بنا۔ اس نے کالے رنگ کی عبا میں بھیس بدل کر "کیوراکا" کی طرف فرار ہونے کا پروگرام بنایا حالانکہ وہ اس لباس سے ہمیشہ نفرت کرتا تھا۔

اتنی لمبے عرصے کی جلا وطنی کے بعد' اس افواہ نے اسے اور خوف زدہ کر دیا کہ کرابیین کے تمام جلا وطن "کیوراکا" لائے جائیں گے۔ وہ ایک سمگلر کے بحری جہاز کے ذریعے وہاں سے بھاگ کر ریوچا پہنچا۔ اس کے پاس لیپ زگ یونیورسٹی کا ڈپلومہ تھا اور ساتھ شوگر کی میٹھی گولیاں۔ یہ گولیاں اس کی اپنی ایجاد تھیں۔ اس نے مکمل بھیس بدل لیا۔

وہ افواہ سن کر رو پڑا۔

جلاوطنی کے دوران "فیڈریسٹ جوش" ذہن پر کندہ ہو کر رہ گیا۔ اب وہ کسی آتش فشاں کی طرح پھٹنے کو تھا۔ اب کے الیکشن کے بدصورت ہیولے میں وہ ابھرا۔ ناکامی کے بعد تلخی سمیٹے' انتظار میں پھنسا' اپنی آخری عمر سکون کے ساتھ گزارنے کے لئے کسی محفوظ مقام کی تلاش میں ایک نقلی ہومیوپیتھک بن کر ماکونڈو میں پناہ گزین ہو گیا۔ اس نے چوک میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا جو بوتلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اب وہ ناامیدی کی بیماری میں مبتلا تھا۔ ہر اور ہاتھ پیر مارنے کے بعد شوگر کی گولیوں کو ایک نیا نام دے کر مارکیٹ میں لے آیا اور جب تک ڈان اپالینار مسکاٹ ماکونڈو کا سرکاری سربراہ رہا۔ اس شرپسند کی جبلت کسی آتش فشاں کی طرح چھپی رہی اور اپنا تمام وقت اپنا ماضی یاد کرتے گزارتا اور دمے کے خلاف لڑتا رہا۔

الیکشن کے اعلان پر اسے ایک مرتبہ پھر تخریب کاری کا موقع مل گیا۔ اس نے بستی کے ان نوجوانوں سے رابطہ قائم کیا جنہیں سیاست کے بارے قطعاً" علم نہیں تھا۔ وہ آہستہ

آہستہ انہیں اس ڈگر پر لا رہا تھا۔ بہت سے سرخ بیلٹ دراصل اسی کی کارستانی تھی۔ ڈان اپلینار مسکاٹ اسی وجہ سے پریشان تھا۔ ڈاکٹر الیریوناگیورا اپنے شاگردوں کو یہ باور کروانا چاہتا تھا کہ الیکشن محض ڈھونگ ہیں۔

"مسئلہ ایک طور ہی حل ہو سکتا ہے۔" وہ کہتا۔ "اور وہ ہے تشدد۔"

ارلیانو کے کافی دوست کنزویٹو سرکار کے خلاف سرگرم تھے لیکن اس کے بشمول کسی کو بھی اس منصوبے کو سنبھالنے کی جرات نہیں تھی۔ اس کی وجہ مجسٹریٹ سے رشتہ داری نہیں تھی بلکہ اس کے تنہائی پسند اور تحفظ پسند رویے کی وجہ سے تھی۔ اپنے سسر کے کہنے پر وہ نیلے بیلٹ کو ووٹ دے چکا تھا۔ اسی بات نے اس کے سیاسی نظریات واضح کر دیئے اور یہی تجسس اور متلون مزاجی تھی کہ وہ اپنے درد کا علاج ڈاکٹر سے کروانے چلا گیا۔ کافور کی بو سے بھری اس کچھار میں، ڈاکٹر جب بھی سانس لیتا، اس کے پھیپھڑوں سے سیٹی کی آواز نکلتی۔ کوئی سوال پوچھنے سے پہلے ڈاکٹر اسے کھڑکی کے پاس لے گیا اور اس کی آنکھ کے نچلے چھپر میں جھانک کر دیکھا۔

"یہاں نہیں ہے۔"

ارلیانو کو دوستوں نے جو سکھایا تھا۔ اس نے ویسے ہی اپنے جگر پر انگلیوں سے دباتے ہوئے کہا۔ "یہاں ____ مجھے یہاں درد ہے۔ میری رات بہت بے قرار گزرے گی۔"

ڈاکٹر الیریوناگیورا نے بہانے سے کھڑکی بند کی۔ "بہت گرمی ہے۔" اور پھر سادہ اصطلاحات میں ثابت کر دیا کہ کنزویٹو کو قتل کرنا عین حب الوطنی اور فرض ہے۔ کافی دن ارلیانو اپنی جیب میں گولیوں کی شیشی لئے پھرتا رہا۔ ہر دو گھنٹے بعد شیشی جیب میں سے نکالتا ہتھیلی پر تین گولیاں رکھتا اور پھر منہ میں ڈال لیتا۔ گولیاں آہستہ آہستہ لعاب میں گھلتی رہتیں۔ ڈان اپلینار مسکاٹ ہومیوپیتھی پر اس کے یقین کا مذاق اڑاتا۔

ارلیانو نے اس منصوبے میں شامل تمام لوگوں کا پتہ لگا لیا۔ وہ تقریباً اسی بستی کے بانیوں کی اولاد تھی۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ آخر کیا منصوبہ بن رہا ہے۔ تاہم جب ڈاکٹر نے ارلیانو کو اعتماد میں لیا تو سب کو منصوبہ کا علم ہو گیا۔ اگرچہ ارلیانو کنزویٹو سرکار کو ختم کرنے کے لئے قائل ہو چکا تھا لیکن ڈاکٹر الیریوناگیورا کی ذاتی قتل و غارت سے اسے اختلاف تھا۔ یہ انتہائی فرسودہ طریقہ تھا کہ گوریلا انداز جنگ نہ صرف سرکار کو ناکام کرے گا بلکہ سرکار کے حمایتی خاندانوں اور خاص طور پر بچوں کو ختم کرے گا تاکہ کنزویٹو سرکار کو جڑ

سے اکھاڑا پھینکا جائے۔ ڈان اپالینار مسکاٹ' اس کی بیوی اور چھ بیٹیاں بھی اس فہرست میں شامل تھیں۔

"تم لبرل نہیں ہو۔ کوئی اور بلا ہو۔" ارلیانو نے غیر جذباتی انداز میں کہا۔ "تم قصائی ہو' صرف قصائی۔"

"اس کام میں۔" ڈاکٹر نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "میری دوائی کی شیشی واپس کرو۔ تمہیں دوائی کی مزید ضرورت نہیں۔"

چھ ماہ بعد اسے بتایا گیا کہ ڈاکٹر اسے باعمل آدمی نہیں سمجھتا بلکہ اس کے نزدیک ارلیانو ایسا جذباتی انسان ہے جس کا کوئی مستقبل نہیں۔ وہ سرد مزاج ہے۔ تنہائی کا شکار۔ جو لوگ اس کے قریب رہتے انہیں خوف تھا کہیں ارلیانو یہ سازش چاک نہ کر دے۔

ارلیانو نے انہیں تسلی دی کہ وہ کسی کو بھی اس بارے کچھ نہیں بتائے گا۔

ایک رات وہ لوگ مسکاٹ خاندان کو قتل کرنے گئے تو وہ دروازے پر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

منصوبہ غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ارسلا نے امرانتا اور پیٹرو کریپی کی شادی کے بارے اس سے رائے لی اور اس نے جواب دیا کہ اس کے پاس ایسی باتوں کے بارے سوچنے کے لئے وقت نہیں ہے۔

پچھلے ایک ہفتہ سے اس نے اپنی قمیض کے اندر پرانے دور کا ایک پستول چھپا رکھا تھا اور اپنے دوستوں پر اس کی کڑی نظر تھی۔

وہ روزانہ سہ پہر کو جوزے ارکیدو کے ہاں جا کر چائے پیتا۔ آج کل وہ اپنے گھر کو ترتیب دے رہے تھے۔ سات بجے اپنے سسر کے ہاں جاتا اور DOMINOES کھیلتا۔ لنچ پر ارکیدو سے گپیں لگاتا۔ وہ اب کافی بڑا ہو چکا تھا۔

ارکیدو دن بدن جنگ کی ضرورت پر جذباتی ہوتا جا رہا تھا۔ ارکیدو سکول میں اپنے کلاس فیلوز سے عمر میں کافی بڑا تھا لیکن وہ ان بچوں میں بھی گھلا ملا رہتا جنہوں نے ابھی ابھی بولنا سیکھا تھا۔ اسے بھی "لبرل" کا بخار چڑھا ہوا تھا۔ ارلیانو نے ارکیدو کو اپنی رفتار پر سکون رکھنے کو کہا۔ ورنہ فادر نیکانار کو گولی مارنے کی بات ہو رہی تھی۔ تاکہ چرچ کو سکول میں تبدیل کر دیا جائے۔ تمام وجوہات سے مبرا' حقائق جانے بغیر ادکیدو نے پبلک میں کھڑے ہو کر اس کے

کردار پر باتیں کیں۔

ارلیانو اب بھی انتظار میں تھا۔ دسمبر کے شروع میں ارسلا پریشان پریشان سی ورکشاپ میں آ کر چیخ پڑی۔

"جنگ پھوٹ پڑی ہے۔"

جنگ تین مہینے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے ڈان اپالینار مسکاٹ کو پتہ چلا۔ اس نے خبر اپنی بیوی کو بھی نہ دی۔ آرمی پلٹون اچانک یہاں قبضہ کرنے کے لئے پہنچنے والی تھی۔ ایک صبح دو حصوں میں منقسم خچروں پر سوار لائٹ آرٹلری بستی میں داخل ہوئی اور سکول میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔

چھ بجے شام کو کرفیو کا اعلان کر دیا گیا اور پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ گھر گھر کی تلاشی لی گئی۔ اب کی بار کھیتی باڑی میں استعمال ہونے والے اوزار بھی لے لئے گئے۔ انہوں نے ڈاکٹر ناگیورا کو کمرے سے گھسیٹ کر نکالا اور چوک میں لا کر' درخت سے باندھ کر' قانون کی کسی شق پر عمل کئے بغیر' اسے گولی مار دی۔

فادر نیکانار نے اپنے معجزے کے ذریعے فوجیوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔ ایک سپاہی نے رائفل کا بٹ مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔

لبرل وجد و کیفیت کی جگہ خاموش قسم کے خوف اور دہشت نے لے لی۔ رزد اور پراسرار ارلیانو اپنے سسر کے ساتھ DOMENIO کھیلتا رہا۔ اس نے سمجھ لیا کہ سول اور آرمی خطابات کے علاوہ بھی ڈان اپالینار مسکاٹ بستی کی سب سے بڑی شخصیت ہے۔ آرمی کپتان کی زیر کمان سپاہیوں نے ایک عورت کو اس کے گھر والوں سے چھین کر رائفلوں کے بٹ مار مار کر قتل کر دیا۔ اسے ایک پاگل کتے نے کاٹ لیا تھا۔

قبضہ کے دو ہفتہ بعد' ایک اتوار ارلیانو اپنے دوست گرینلڈو مارکیز کے گھر داخل ہوا۔ اپنے فطری اختصار پسندی کے ساتھ بغیر چینی کے کافی کا مگ مانگا۔ جب وہ دونوں کچن میں اکیلے رہ گئے۔ ارلیانو نے ایسے لہجے میں بات کی جو گرینلڈو مارکیز نے کبھی نہیں سنا تھا۔

"لڑکوں کو تیار کرو" اس نے کہا۔ "ہم جنگ میں شامل ہو رہے ہیں۔"

گرینلڈو مارکیز کو اس کی بات پر یقین نہ آیا۔

"کونسے ہتھیاروں کے ساتھ۔" اس نے پوچھا۔

"انہی کے ہتھیاروں سے۔" ارلیانو نے جواب دیا۔

منگل کی آدھی رات کو ایک جنونی قسم کے اپریشن میں ارلیانو بوئندا کے زیر کمان تیس سال سے کم عمر کے اکیس آدمی اکٹھے ہوئے۔ وہ میز پہ رکھے جانے والے چاقوؤں اور تیز ہتھیاروں سے مسلح تھے انہوں نے اچانک اس گریژن کو جالیا۔ ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کیا اور صحن میں کپتان سمیت ان چار سپاہیوں کو پھانسی دے دی جنہوں نے عورت کو قتل کیا تھا۔

اس رات فائرنگ سکواڈ کی آواز دور دور تک سنی جا سکتی تھی۔ ارکیدو کو بستی کا سول اور ملٹری لیڈر بنا دیا گیا۔ شادی شدہ باغیوں کے پاس بہت تھوڑا وقت تھا کہ وہ اپنی بیویوں سے مل لیں۔ جنہیں وہ اپنی مرضی اور خوشی سے چھوڑ کر جا رہے تھے۔

صبح سویرے وہ رخصت ہونے لگے تو بستی والوں نے انہیں بڑی محبت اور خوشی سے الوداع کہا۔ انہوں نے خوف سے آزادی دلوائی تھی۔ وہ انقلابی جنرل وکٹاریو ماڈینا کی فوج میں شامل ہونے کے لئے روانہ ہو گئے۔ آخری خبریں آنے تک وہ مینورے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

بستی چھوڑنے سے قبل ارلیانو ڈان اپالینار مسکاٹ کو الماری سے باہر نکال لایا۔

"سسر صاحب۔ پریشان نہ ہوں۔" اس نے کہا۔ "نئی حکومت اپنے الفاظ کا احترام کرتے ہوئے تمہاری اور تمہارے گھر کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہے۔"

ڈان اپالینار مسکاٹ کو یہ جان کر تکلیف ہوئی کہ یہ بہت بڑا سازشی ہے۔ لمبے بوٹ پہنے اور کاندھے پر رائفل لٹکا کر اس کے سامنے ایک ایسا شخص کھڑا ہے جو رات نو بجے تک اس کے ساتھ DOMENIOS کھیلتا رہا ہے۔

"ارلیانو! یہ پاگل پن ہے۔" اس نے کہا۔

"یہ کوئی پاگل پن نہیں۔" ارلیانو نے کہا۔ "یہ جنگ ہے۔ مجھے دوبارہ ارلیانو نہیں کہنا۔ اب میرا نام ہے۔ کرنل ارلیانو بوئندا۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے بیس مقامی مسلح جنگوں میں حصہ لیا۔ ایک جھڑپ میں اس کے ساتھ صرف بتیس سپاہی تھے۔ سارے مارے گئے۔ وہ بچ گیا۔ سترہ مختلف بیویوں میں سے سترہ لڑکے پیدا ہوئے اور صرف ایک رات کے اندر انہیں چن چن کر مار دیا گیا۔ اس وقت بڑے بیٹے کی عمر پینتیس سال تھی۔ اس پر چودہ قاتلانہ حملے ہوئے۔ پچھتّر بار اس پر شب خون مارا گیا۔ ایک مرتبہ اسے فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ کچلے کی اتنی زیادہ مقدار کافی میں دی گئی جو ایک گھوڑے کو مارنے کے لئے کافی تھی۔ لیکن وہ ہر بار بچ گیا۔

وہ اپنے تمام اختیارات سمیت انقلابی فوجوں کا متوقع کمانڈر ان چیف تھا جس کی حدود ایک سرحد سے لے کر دوسری سرحد تک تھیں۔ پوری سرکار اس سے خوف زدہ تھی۔ اس نے کبھی اپنا فوٹو کھینچنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نے ریپبلک صدر سے ORDER OF MERIT لینے سے انکار کر دیا۔ جنگ کے بعد تاحیات پنشن نہیں لی اور آخری عمر تک ماکوندو میں اپنی ورکشاپ میں نقرئی مچھلیاں بنا کر گزارا کرتا رہا۔ وہ عمر بھر لوگوں کے لئے لڑتا رہا لیکن اسے صرف ایک زخم آیا۔ معاہدہ نیرلینڈیا ہوا تو بیس سالہ خانہ جنگی ختم ہو گئی لیکن دستخط کرنے کے بعد اس نے اپنے سینے پر پستول رکھ دیا۔ گولی کوئی بڑا نقصان کئے بغیر باہر نکل گئی۔ بس اس کے پاس ایک چیز رہ گئی اور وہ تھی ماکوندو کی ایک گلی یہ اس کے نام سے مشہور تھی۔ وہ طبعی موت مرا۔

اس صبح وہ جنرل وکٹاریوماڈینا کی فوج میں شامل ہونے کے لئے اکیس سپاہی لے کر گیا۔ اسے ایسی کسی چیز کی توقع نہیں تھی۔

"ہم ماکوندو تمہاری نگرانی میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔" اس نے بستی چھوڑنے سے پہلے ارکیدو سے کہا۔ "اسے اچھی شکل میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جب میں لوٹوں کوشش کرنا کہ یہ اس سے بھی بہتر شکل میں ملے۔"

ارکیدو نے ان ہدایات کی اپنی شخصی تشریح کی۔

اس نے خود ایک یونیفارم وضع کی۔ جس کے بریڈ اور ایپلٹ کسی مارشل کے تھے۔ جن کی تصویر اس نے ملکیا دیس کی کتابوں میں دیکھی تھی۔ کمر کے ساتھ تلوار لٹکائی جس کے گرد نقرئی خول اس نے گولی کھانے والے کپتان کی یونیفارم سے نوچے تھے۔ اس نے بستی میں داخل ہونے کے رستے پر دو فوجی چوکیاں بنائیں۔ اپنے دوستوں کو یونیفارم پہننے کا حکم تھا جو اس کا اعلان سنتے ہی اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس نے انہیں گلیوں میں چکر لگانے کا کہا تاکہ حملہ آوروں پر تاثر قائم رہے۔ یہی چکر تھا کہ سرکار دس ماہ تک ماکوندو پر حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکی۔ انہیں حملے کے وقت خاصی بڑی فوج لانی پڑی لیکن مزاحمت صرف آدھے گھنٹے میں ختم ہو گئی۔

اپنی حکومت قائم ہونے کے پہلے دن اس نے اپنے احکامات کی خود تشریح کی کہ وہ اپنے حکم کی تکمیل کے لئے صرف چار تک گنے گا اور ہر بات جو اس کے دماغ میں آتی گئی۔ وہ حکم بن جاتی۔ اس نے اٹھارہ سال کی عمر سے اوپر کے ہر شخص کے لئے رضاکار فوجی سروس ضروری قرار دے دی۔ شام کے چھ بجے کے بعد گلیوں میں پھرنے والے جانوروں کو عوامی ملکیت میں لینے کا اعلان کر دیا۔ ہر بوڑھے مرد کے لئے بازو پر سرخ پٹی باندھنا ضروری تھا۔ پھانسی کا خوف پھیلا کر اس نے فادر نیکانار کو چرچ تک محدود کر دیا۔ دعا اور چرچ میں گھنٹیاں بجاتے وقت لبرل کی فتح کی دعا ضروری تھی۔

اس کے نظریات کی سختی کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

چوک میں فائرنگ سکواڈ بنایا گیا۔ سامنے ایک نقلی دشمن کھڑا کیا۔ شروع میں کسی نے اس طرف توجہ نہ دی۔ بہرحال وہ سکول جانے والے بچے تھے جو اب بڑے ہوتے جا رہے تھے۔

ایک رات ارکیدو کاتارینو کے سٹور پر گیا تو ٹرمپر بجانے والے ایک گروپ نے اس کے ساتھ بے ہودہ مذاق کیا۔ ٹرمپ کی آواز سن کر سٹور میں بیٹھے تمام لوگ ہنس پڑے۔ ارکیدو نے حکام کی بے عزتی کرنے کے جرم میں انہیں گولی مار دی۔ جن لوگوں نے احتجاج کیا انہیں سکول میں لا کر بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ انہیں صرف روٹی اور پانی دیا جاتا۔

"قاتل۔" ارسلا ہر وقت اس پر چیختی رہتی۔ جب ارسلا کو پتہ چلا تو اس نے کہا۔ "جب ارلیانو کو پتہ چلے گا تو وہ تمہیں گولی مار دے گا اور مجھے سب سے زیادہ خوشی ہو گی۔"

اس کی چیخ و پکار کا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ ارکیدو نے مزید سختی کر دی۔ یہاں تک کہ وہ

ماکوندو کی تاریخ میں سب سے ظالم حکمران بن گیا۔

"اب انہیں یہ عذاب بھوگنے دو۔" ڈان لاپلیناز مسکاٹ نے ایک موقع پر کہا۔

"یہ ہے لبرل والوں کی جنت۔"

یہ بات ارکیدو تک پہنچ گئی۔

اس کا گھر ملیا میٹ کر دیا گیا۔ فرنیچر تباہ کر دیا۔ اس کی بیٹیوں پر تشدد کیا گیا اور ڈان لاپلیناز مسکاٹ کو گھسیٹتا ہوا لے گیا۔ ارسلا شرم سے پانی پانی اور غصہ سے تڑپتی' ڈنڈا لئے بستی میں سے گزری۔ اس وقت ارکیدو فائرنگ سکواڈ کو فائرنگ کا حکم دینے کو تھا۔ وہ ہیڈ کوارٹر کے صحن میں جا کر پھٹ پڑی۔

"حرامی پلے! مجھ میں بھی اتنی جرات ہے۔" اس سے پہلے کہ ارکیدو کوئی ردعمل ظاہر کرتا۔ ارسلا نے جا کر اس کے منہ پر ایک مکا جڑ دیا۔ "حرامی پلے! مجھ میں بھی اتنی جرات ہے۔" وہ چلائی۔ "مجھے بھی قتل کرو۔ کسی شیطانی ماں کی اولاد تاکہ اس طرح ایک شیطان کو پالنے کے جرم میں اور شرم کے مارے رونے کے لئے میری آنکھیں کچھ نہیں دیکھ سکیں گی۔" اسے بے رحمی سے مارتے ہوئے تیزی سے وہ ہیڈ کوارٹر کے عقب میں گئی۔ ارکیدو ایسے تڑپتا رہا جیسے خول کے اندر مچھلی تڑپتی ہے۔

ڈان لاپلیناز مسکاٹ وہاں بے ہوش پڑا تھا۔ اسے فائرنگ سکواڈ کے سامنے نقلی دشمن کی جگہ لٹکایا گیا جسے ہنسی مذاق میں فائرنگ کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ سکواڈ کے ممبران ادھر ادھر ہو گئے۔ وہ ڈرے ہوئے تھے کہ کہیں ارسلا ان کا تعاقب نہ شروع کر دے۔

ارسلا نے ایک نظر بھی اٹھا کر انہیں نہ دیکھا۔

جب وہ ڈان لاپلیناز مسکاٹ کو اٹھا کر گھر لے گئی تو ارکیدو کی یونیفارم تار تار تھی اور وہ درد اور غصے کی وجہ سے بلبلا رہا تھا۔

ارسلا نے ہیڈ کوارٹر میں موجود تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد اب بستی پر ارسلا کی حکومت تھی۔ اتوار کو دعا دوبارہ شروع کر دی گئی۔ بازو پر پٹی باندھنا ختم ہو گیا۔ بے وقوفانہ احکامات ختم ہو گئے لیکن اتنی طاقت کے باوجود وہ اپنی بدقسمتی پر روتی رہتی۔ جب اسے تنہائی بہت زیادہ ڈنگ مارتی تو وہ اپنے خاوند کی بے فائدہ صحبت میں سکون ڈھونڈتی۔ جسے درخت کے نیچے ڈال کر سب بھول گئے تھے۔

"دیکھو۔ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا؟" جب جون کی بارشیں اس کا چھپر ادھیڑنے لگیں تو

ارسلا نے اسے بتایا۔" اس خالی گھر کو دیکھو۔ ہمارے تمام بچے دنیا میں بکھر گئے۔ پہلے کی طرح ہم دونوں پھر اکیلے رہ گئے۔"

جوزے ارکیدو بوئندا اپنی بے خودی میں ڈوبا رہتا۔ وہ اظہار سے بھی بے بہرہ تھا۔ پاگل پن کے ابتدائی دنوں میں وہ اپنی روزمرہ کی ضروریات جلدی جلدی اطالوی زبان میں بتاتا۔ جب امرانتا کھانا لاتی تو وہ اسے بتاتا کہ اسے کیا چیز زیادہ تنگ کر رہی ہے۔ وہ جلدی سے مسٹرڈ پلاسٹر کے گلاسوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا۔

جب ارسلا اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی۔ اس وقت تک وہ حقیقت سے تمام رشتے ختم کر چکا تھا۔ وہ اسے سٹول پر بٹھاتی۔ آہستہ آہستہ نہلاتی اور اس کے ساتھ خاندان کی باتیں کرتی رہتی۔

"چار مہینے ہو گئے۔ ارلیانو جنگ پر گیا تھا۔ ابھی تک کوئی خبر نہیں آئی۔" صابن لگا کر اس کی کمر پر برش رگڑتے ہوئے کہتی۔

"جوزے ارکیدو دیو بن کر لوٹا ہے۔ اس کا قد تم سے بھی بڑا ہے۔ اس کے تمام بدن پر نشان کھدے ہیں لیکن اس کی وجہ سے ہمیں بڑی شرمندگی اٹھانی پڑی۔" اسے خیال آیا کہ ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اس کے خاوند کو دکھ ہو گا پھر وہ جھوٹ بولنے لگی۔

"تمہیں یقین نہیں آئے گا' میں تمہیں کونسی بات سناتی ہوں۔"

وہ جوزے ارکیدو بوئندا کے چہرے پر راکھ ڈال کر شاول سے دھونے لگی۔

"خدا نے چاہا کہ جوزے ارکیدو اور رابیکا شادی کر لیں---- اب وہ دونوں بہت خوش ہیں۔" وہ ایسی گفتگو میں یوں بہتی کہ اب ایسے جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بھی تسلی دیتی رہتی۔

"ارکیدو اب کافی سمجھدار اور سنجیدہ ہو گیا ہے۔" جیسے وہ کسی مردہ شخص سے باتیں کر رہی ہو۔ "وہ بہت بہادر ہے۔ یونیفارم میں بہت خوبصورت اور صوبر نظر آتا ہے۔" لیکن جوزے ارکیدو بوئندا کسی قسم کی پریشانی سے ماوراء تھا۔ وہ یوں بیٹھا اتنا پرسکون نظر آتا اور تمام چیزوں سے اتنا بے نیاز کہ اسے بے ضرر نظر آیا۔ ارسلا نے اسے درخت سے کھول دینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ویسے ہی سٹول پر بیٹھا رہا۔ گرمی اور بارش میں چمڑے کی یہ پٹیاں غیر ضروری تھیں۔ نظر نہ آنے والے بندھن کے احساس نے اسے درخت کے ساتھ بٹھائے رکھا۔

اگست کے مہینے، سرما کی نہ ختم ہونے والی بارشیں شروع ہو گئیں۔ ارسلا نے اسے یوں خبر دی جیسے یہی سچ ہو۔

"تم یقین کرو آخر خوش قسمتی نے ہمارے گھر دستک دی ہے۔ امرانتا اور اطالوی پیانو ساز دونوں شادی کر رہے ہیں۔"

حقیقت میں امرانتا اور پیٹرو کرپسی ارسلا کی امان میں دوستی کے مضبوط بندھن میں بندھے تھے۔ اب کی بار ان کی ملاقاتوں کی نگرانی غیر ضروری تھی۔ یہ مروجہ منگنی تھی۔

شام کے وقت وہ ایک بوتل میں پھول لے کر آتا۔ وہ دونوں پورچ میں بیٹھ جاتے۔ جہاں ہر طرف گلاب اور اوگیونا کی مہک پھیلی رہتی۔ وہ امرانتا کو "نبی کی آیات" کا ترجمہ پڑھ کر سناتا رہتا اور وہ بنائی کرتی رہتی۔ پھر تمام حادثوں اور جنگ کی بری خبروں سے بے نیاز روحوں کو مچھر تنگ کرتے اور وہ اٹھ کر پارلر میں آ جاتے۔ امرانتا کی حساسیت، اس کی خاموش محبت اس کے منگیتر کے گرد ان دیکھے جال بنتی جا رہی تھی۔ جسے آٹھ بجے پارلر سے جاتے ہوئے باقاعدہ اپنی زرد اور خالی انگلیوں سے اون کا دھاگا ہٹانا پڑتا۔ انہوں نے پوسٹ کارڈز کی ایک البم بنائی۔ یہ پوسٹ کارڈ پیٹرو کرپسی کو اٹلی سے آتے تھے۔ ان میں ایسے محبت کرنے والے جوڑوں کی تصویریں تھیں جو اکیلے پارک میں بیٹھے تھے۔ ان کی تصویروں کے ساتھ دل میں تیر کھبا ہوا تھا۔ ساتھ نقرئی ربن تھے، جنہیں بطخوں نے اپنی چونچ میں لئے ہوئے تھے۔

"فلورنس میں، میں اسی پارک میں جایا کرتا تھا۔" پیٹرو کرپسی کارڈز دیکھتے ہوئے کہتا۔

"بندہ اپنا ہاتھ آگے کرے تو پرندے ہتھیلی سے کوئی چیز کھانے کے لئے آ جاتے ہیں۔"

کبھی کبھار وینس کے پانی کا رنگ، اس کا بچپن، کیچڑ کی بو اور شیل فش کی بو پھولوں کی مہک میں بدل جاتی۔ امرانتا گہری سانس لیتی ہنستی اور خوبصورت مردوں اور عورتوں کے دیس کے خواب دیکھنے لگ جاتی جو بچوں کی طرح کی زبان بولتے تھے۔ اس دیس میں دنیا کے قدیم شہر آباد تھے۔ محبت کی تلاش میں سمندر پار سے آنے والے اجنبی کے جذبات کو رابیکا نے کچل دیا تھا لیکن اب اسے محبت مل گئی۔ خوشی کی دولت ہاتھ آئی۔

اب اس کی دوکان ایک بلاک پر مشتمل تھی۔ یہ دوکان بہت خوبصورت اور تخیلاتی تھی۔ جہاں فلورنس کے ٹاور کی گھنٹیوں کی آواز سنائی دیتی۔ جو موسیقی میں سے وقت بتاتیں۔ ٹورنٹو سے موسیقی کا سامان، چین سے درآمد شدہ سامان جس کے کھولنے پر پانچ

دھنوں میں گانے ابھرتے۔ میکانکی کھلونے جو انسان کو مبہوت کر دیتے۔

اس کا چھوٹا بھائی برنو کریسی سٹور کا انچارج تھا کیونکہ میوزک سکول سے پیڑو کریسی بمشکل ہی کوئی وقت نکال پاتا۔ اس کمال میں ترک سٹریٹ کا بھی ہاتھ تھا جن کے پاس چھوٹے چھوٹے کھلونے تھے جن کی جگہ موسیقی کے اعلیٰ سازوں نے لے لی تھی۔ یہاں آ کر لوگ ارکیدو کے ذاتی احکام اور جنگ کی تباہ کاریوں کو بھول جاتے۔

جب ارسلا نے اتوار کی دعا کا حکم دیا تو پیڑو کریسی نے ایک جرمن ہارمونیم چرچ کو دان کیا اور ساتھ ہی بچوں کا ایک کورس کمپوز کیا۔ ایک غنائیہ تیار کیا جو فادر نیکانار کی خاموش تلاوت میں جلال پیدا کرتا۔ کسی کو بھی شک نہیں تھا کہ وہ امرانتا کے لئے ایک خوش قسمت ساتھی ہے۔ ان کے دلوں میں ایک فطری بہاؤ اور جھکاؤ تھا۔ وہ اس مقام تک پہنچ چکے تھے جہاں شادی کی تاریخ طے کرنا باقی تھا۔ اب کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ ارسلا اپنے آپ کو بار بار ملزم ٹھہراتی کہ شادی کا بار بار ملتوی ہونا ہی رابیکا کے لئے مسئلہ بنا تھا۔ اب وہ مزید کسی صدمے سے دوچار نہیں ہونا چاہتی۔ ر۔میڈلیس کی موت اور سوگ' جنگ کی تباہ کاریاں' ارلیانو کی غیر حاضری' ارکیدو کے ظلم' رابیکا اور جوزے ارکیدو کا سانحہ۔ سب کچھ پس منظر میں چلا گیا۔

شادی کی جلدی کے بارے پیڑو کریسی نے اشارتاً" کہا کہ ارلیانو جوزے نے اس کی محبت کو جھنجھوڑا۔ وہ ان کا سب سے بڑا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔

ہر بات سے یوں لگتا تھا جیسے ہر اور امرانتا کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ رابیکا کے برعکس اس نے کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہ کیا۔ اسی جذبے کے ساتھ وہ نیبل کلاتھ رنگتی۔ لیس سیتی۔ موروں کی کشیدہ کاری کرتی اور انتظار کرتی رہتی کہ پیڑو کریسی کے دل میں جو بھی ہے' وہ باہر آ جائے۔

بدقسمتی اکتوبر کی بارشوں میں شروع ہوئی۔

پیڑو کریسی نے سلائی کی ٹوکری اس کی گود سے اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اگلے مہینے ہماری شادی ہو رہی ہے۔" امرانتا اس کے سرد ہاتھوں کے چھونے پر بالکل نہ کانپی۔ کسی پست ہمت جانور کی طرح اپنے ہاتھ پیچھے کھینچے اور اپنا کام کرنے لگی۔

"بھولے نہ بنو کریسی۔" وہ مسکرائی۔ "میں مر کر بھی تم سے شادی نہیں کروں گی۔"

پیڑو کریسی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔

وہ مایوسی میں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے رو دیا لیکن وہ امرانتا کو نہ جیت سکا۔

"اپنا وقت ضائع نہ کرو۔" امرانتا صرف اتنا بولی۔ "تم مجھ سے اگر اتنا پیار کرتے ہو تو اس گھر میں دوبارہ قدم مت رکھنا۔"

ارسلا کو یوں لگا جیسے وہ شرم کے مارے پاگل ہو جائے گی۔

پیڑو کریسی ہر طور کوشش کر کے تھک ہار گیا۔ اس کی بہت بے عزتی تھی۔ وہ پوری سہ پہر ارسلا کی گود میں سر رکھ کر روتا رہا۔ بارشوں میں رات بھر اس گھر کے اردگرد پھرتا رہتا' شاید امرانتا کے بیڈ روم میں روشنی ہو۔ اس کے کپڑے میلے ہو گئے لیکن کسی طاقتور شہنشاہ کی طرح اس کے غم زدہ چہرے پر اب بھی ایک شان تھی۔ اس نے پورچ میں کام کرنے والی امرانتا کی سہیلیوں سے درخواست کی تاکہ وہ اسے قائل کریں لیکن وہ اپنے کام میں مصروف رہتی۔ پیڑو کریسی دن بھر سٹور میں بیٹھا خط لکھتا رہتا پھر گلاب کی پتیوں اور خشک تیلیوں کے ساتھ امرانتا کو بھیجتا۔ وہ انہیں بغیر کھولے واپس کر دیتی۔

اس نے اپنی روح بیچ دی۔ وہ کنڈی لگا کر روتا رہتا۔

ایک رات وہ گاتا رہا۔ پورا ماکوندو اس کی فرشتوں کی سی مایوس آواز سے جاگ اٹھا۔ یہ نئے جنم کی ارداس تھی۔ یقین کی آواز کہ اس دنیا میں ایسی محبت کوئی نہیں کر سکتا۔

پیڑو کریسی کو یوں لگا جیسے بستی کی ہر کھڑکی روشن ہے ماسوائے امرانتا کی کھڑکی کے۔

دو نومبر کو All Soul's Day کے موقع پر اس کے بھائی نے اسٹور کھولا' دیکھا تو تمام لیمپ جل رہے تھے۔ موسیقی کے تمام باکس کھلے تھے۔

گھڑیوں پر ایک ہی وقت تھا۔ کنسرٹ کے درمیانی ڈیسک پر بیٹھ کر پیڑو کریسی نے اپنی کلائیاں استرے سے کاٹ ڈالی تھیں۔ اور اس کے ہاتھ بیسن میں پڑے تھے۔

ارسلا نے حکم دیا کہ جنازہ اس کے گھر سے اٹھے گا۔ فادر نیکانار کسی ایسی جگہ پر مذہبی اجتماع اور دفن کے انتظامات کے خلاف تھا۔

"یہ بات نہ آپ سمجھ سکتے ہیں نہ میں۔ وہ ولی تھا۔" اس نے کہا۔ "میں اسے ملکیا دیس کی قبر کے ساتھ دفن کروں گی۔ آپ کی مرضی کے خلاف۔"

تمام بستی ارسلا کے ساتھ تھی۔

جنازے میں بہت بڑا اجتماع تھا۔ اس دوران امرانتا اپنے کمرے میں بند رہی۔ اس نے

کمرے میں لیٹے لیٹے ارسلا کے بین کی آوازیں' گھر میں آنے والے لوگوں کے قدموں کی چاپیں اور سرگوشیاں سنتی رہی۔

پھر ایک گہری خاموشی چھا گئی۔ ایسی خاموشی جس میں زخمی پھولوں کی خوشبو بسی تھی۔ دنوں تک شام کو وہ پیڑو کریسی کے محبت بھرے سانسوں کی مہک محسوس کرتی رہی۔ امرانتا میں اتنی زیادہ قوت ارادی تھی کہ وہ کسی قسم کے جنون میں مبتلا نہ ہوئی۔ ارسلا اس سے دور رہی۔

ایک سہ پہر کو جب امرانتا کچن کی طرف گئی تو ارسلا نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ امرانتا نے جلتے ہوئے اسٹوو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ شدید درد اس نے برداشت کر لیا بلکہ اس نے اپنے جلتے ہوئے گوشت کی بو خود محسوس کی۔

یہ غم منانے کا ایک انداز تھا۔

دنوں تک وہ اپنے ہاتھ پر انڈے کی سفیدی کا لیپ چڑھائے گھر میں پھرتی رہی۔ جب زخم ٹھیک ہو گیا تھا تو ایسا ہی انڈے کی سفیدی کا سا نشان اس کے دل پر بھی تھا جیسا زخم کے اوپر بن گیا تھا۔ اس نے کالے رنگ کی ایک پٹی ہاتھ پر باندھ دی جو اس کی موت تک ہاتھ پر لپٹی رہی۔

غیر متوقع طور پر ارکیدو نے پیڑو کریسی کا سرکاری طور پر سوگ منانے کا اعلان کر کے مہذب ہونے کا ثبوت دیا۔ ارسلا نے سوچا' بھیڑ کا بچہ اپنی جون میں لوٹ رہا ہے لیکن یہ اس کی غلطی تھی۔ وہ ارسلا کے ہاتھ سے اس دن نکل بھاگا جس دن اس نے یونیفارم پہنی بلکہ شروع سے ہی اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ وہ دکھ سے سوچتی۔ اس نے رابیکا کی طرح ارکیدو کو بھی بیٹے کی طرح پالا بغیر کی امتیاز اور فرق کے۔ تاہم بے خوابی کے طاعون کی وجہ سے وہ انتہا درجے کا تنہائی پسند اور خوف زدہ بچے کی طرح ہو گیا تھا۔

ارسلا کے سماجی کام' جوزے ارکیدو بوئندا کا پاگل پن' ارلیانو کی تنہائی پسندی' امرانتا اور رابیکا کی زندگی موت تک کے اعلان جنگ کی وجہ سے ارکیدو پر زیادہ توجہ نہ دی جا سکی۔ صرف ارلیانو اسے لکھنا پڑھنا سکھاتا رہا۔ پہننے کو کپڑے دیئے۔ ارلیانو کے جوتے اس کے سائز سے بڑے تھے۔ پیوند لگی پینٹ اور زنانہ قسم کی کمر سے اسے ہمیشہ شکایت رہی۔ وہ صرف و-ستاکان اور کاتورے کے ساتھ ان کی ہی زبان میں کھل کر بات کر سکتا تھا۔

ملکیا دیس ہی اس دھرتی کا واحد شخص تھا جو اس سے پیار کرتا تھا۔ اسے ناقابل فہم

زبان میں کتابیں سنایا کرتا۔ ڈگیرو ٹائپ کے فن میں اسے سبق دیا کرتا۔ کسی کو کیا معلوم کہ وہ چھپ کر کتنا رویا کرتا۔ اور جب اس نے ملکیا دیس کے فضول کاغذات کو پڑھ کر اس کو زندہ کرنا چاہا تو وہ بہت اداس ہوا۔ سکول میں اسے بہت توجہ ملی۔ عزت ملی اور پھر اسے اپنی طاقت کا احساس ہوا۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل اور اس کی شاندار یونیفارم کے احساس نے اسے اس عذاب سے نجات دلا دی۔

ایک رات کاتاریو کے سٹور پر کسی نے جرات سے اسے کہہ دیا۔

"یہ جو تم اپنے نام کا آخری حصہ استعمال کرتے ہو۔ تم اس کے حق دار نہیں ہو۔"

لوگوں کی توقع کے خلاف ارکیدو نے اس شخص کو گولی نہیں ماری۔

"یہ میرے لئے عزت کی بات ہے۔" اس نے کہا۔ "کہ میں بوئندا نہیں ہوں۔"

جو لوگ اس کی اصل کے راز کو جانتے تھے۔ انہوں نے اس جواب سے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ اسے سب کچھ معلوم ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ اسے اپنی اصلیت کا کبھی پتہ نہ چل سکا۔

اس کی ماں پیلار ترنیرا نے اسے ایک ڈارک روم میں جنم دیا تھا۔ وہ جنوں کی حد تک اس سے پیار کرتی تھی۔ وہی جنوں کا ردعمل جو اس کے دل میں جوزے ارکیدو کے لئے تھا اور پھر وہی احساس ارلیانو کے لئے محسوس کیا۔

پیلار ترنیرا کے قہقہے اور اس کی جوانی گم ہو چکی تھی لیکن ارکیدو نے اسے سگریٹ کے دھوئیں کی لکیر کے ذریعے ڈھونڈ لیا۔ جنگ کے کچھ دن بعد جب وہ سکول سے اپنا بیٹا لینے معمول سے زیادہ لیٹ ہو گئی۔ ارکیدو اس کمرے میں لیٹا انتظار کر رہا تھا جہاں وہ دوپہر کو لیٹتا تھا۔ پھر وہاں اس نے اپنے کمرے میں جھولی ٹانگ لی تھی اور بعد میں اس جھولی میں اپنا سامان رکھتا تھا۔

جب بچے صحن میں کھیلنے کے لئے چلے گئے تو جھولی میں پڑا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ پیلار ترنیرا نے ابھی قریب سے گزرنا ہے تو وہ کانپنے لگا۔ وہ قریب پہنچی تو ارکیدو نے اس کی کلائی پکڑ لی اور اپنی جھولی کی طرف کھینچنے لگا۔

"نہیں۔ نہیں۔" پیلار ترنیرا نے وحشت زدہ ہو کر کہا۔

"تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں تمہیں کتنا خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

ارکیدو نے اپنی بے انتہا وراثتی طاقت سے اسے کمر سے پکڑا۔ اس کی جلد کو ہاتھ لگانے کے بعد دنیا اس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گئی۔

"تنگ نہ کرو۔" ارکیدو نے کہا۔ "آخر ہر بندہ جانتا ہے کہ تم طوائف ہو۔"

پیلار ترنیرا اس بدمزگی پر اس طور قابو پا گئی کہ سارا قصور اس کی بدنصیبی کا ہے۔

"بچے دیکھ لیں گے۔" وہ منمنائی۔ "بہتر ہو گا کہ آج رات تم کنڈی نہ چڑھانا۔"

اس رات ارکیدو جھولی میں لیٹا پیلار ترنیرا سے ملن کے بخار میں پھنکتا رہا۔ ایک لمحے کے لئے بھی اس کی آنکھ نہ لگی۔ وہ رات کے پچھلے پہر میں گرگٹوں کی اکتا دینے والی بولیاں سنتا رہا۔ بن ککڑی اپنی کرخت آواز میں بار بار وقت بتاتی۔ اسے ہر گزرتے سے یقین ہو تا گیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ اس کی پریشانی غصہ میں بدلنے لگی۔ اچانک دروازہ کھلا۔ چند ماہ بعد فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑے اسے یہی بات یاد تھی۔ کوئی کلاس روم کی سیڑھیاں جھولتے ہوئے چڑھ رہا تھا۔ کمرے کے اندر وہ بنچوں سے ٹکرائی۔ کمرے کے اندھے سایوں میں اس کا بدن لرز رہا تھا۔ اس کے کہیں اندر سے ہوا نکلنے لگی۔ یہ سانس اس کی اپنی نہیں تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو ایک دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ٹکرایا۔ ایک انگلی میں دو انگوٹھیاں تھیں اور وہ ہاتھ اندھیرے میں بھٹک رہا تھا۔ جب ہاتھ ٹکرائے تو دوسرے ہاتھ کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ نبض تیزی سے چل رہی تھی اور ہتھیلی گیلی تھی۔ اس کے انگوٹھے کے نیچے موت کے پنجوں کی وجہ سے زندگی کی لکیر کٹی ہوئی تھی۔ تب اس نے محسوس کیا کہ وہ جس عورت کا انتظار کر رہا تھا یہ وہ نہیں ہے۔ اس عورت کے بدن سے دھوئیں کی بو کی بجائے پھولوں کی مہک آ رہی تھی۔ اس کی ابھری ہوئی چھاتیوں پر نپل مردوں کی طرح تھے۔ اس کے زنانہ اعضاء گول اور پتھر کی طرح سخت تھے۔ اس کے سموچے بدن میں جذباتی ناتجربہ کاری اور نرم نرم سی بے ترتیبی تھی۔ وہ لڑکی ابھی تک کنواری تھی۔ اس کا نام سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ تھا۔

پیلار ترنیرا نے اسے پچاس پیسو دیئے تھے۔ اپنی زندگی کی آدھی پونجی اور اس کے بدلے اس نے سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کو تیار کیا تھا۔

ارکیدو اس کے والدین کے چھوٹے سے فوڈ سٹور میں کام کرتے ہوئے کئی مرتبہ دیکھ چکا تھا، لیکن ارکیدو نے اسے کبھی توجہ سے نہ دیکھا تھا کیونکہ اس کے اندر ایک نایاب قسم کی پاکیزگی تھی۔ نامکمل سی، کچی سی۔ شاید کسی لمحے کی منتظر۔ اس رات کے بعد ارکیدو بلی کی

طرح اس کے بغل میں سمٹا رہتا۔ وہ دوپہر کے وقت والدین کی مرضی سے سکول ارکیدو سے ملنے جاتی۔ پیلار ترنیرا نے اپنی زندگی کی باقی کمائی پچاس پیسو اس کے والدین کو دیئے تھے۔ بعد میں سرکاری دستوں نے انہیں ملن کی جگہ سے بھگا دیا تو وہ گھر میں سٹور کے پیچھے سور کی چربی کے لئے رکھے گئے ڈرم میں ملتے۔ جب ارکیدو کا نام سول اور ملٹری لیڈر کے طور آیا تو اس وقت ان کی ایک بیٹی ہو چکی تھی۔

ارکیدو کے رشتہ داروں میں صرف جوزے ارکیدو اور رابیکا کو ان کے تعلقات کا علم تھا۔ ارکیدو ان سے ملنے آیا کرتا۔ ان کا یہ تعلق رشتہ داری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک گہری سازش تھی۔ جوزے ارکیدو کی اپنی مرضی سے اس کے گلے میں ازواجی طوق پڑا تھا۔ رابیکا کے مضبوط کردار' کھانے کا شوق اور زندگی کے بارے بامقصد جذبے نے اس کے خاوند کی بے انتہا طاقت کو ترتیب دے دی تھی۔ اس کے خاوند کی سستی اور کاہلی ختم ہو چکی تھی۔ اس نے ہروقت عورتوں کے پیچھے بھاگنے والے مرد کو ہر وقت کام کرنے والا جانور بنا دیا۔ ان کا گھر انتہائی صاف ستھرا تھا۔ رابیکا صبح سویرے گھر کے دروازے اور کھڑکیاں کھول دیتی اور ہوا قبرستان کی اور کھڑکیوں میں سے گزر کر سامنے کے دروازوں سے گزرتی صحن کی طرف نکل جاتی اور دیواروں کی سفیدی اور فرنیچر پر مردوں کا قلمی شورہ چھوڑ جاتی۔ مٹی کھانے کے بارے اس کی خواہش' اس کے والدین کی ہڈیوں کی آوازیں' اس کے خون میں موجود بے صبری' پیٹرو کریسی کی یادیں اس کے ذہن میں بند ہو کر رہ گئیں۔ وہ تمام دن کھڑکی کے ساتھ بیٹھی کشیدہ کاری کرتی رہتی۔ اسے جنگ سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہتی پھر الماری میں رکھے برتن کھنکنے لگتے اور وہ اٹھ کر کھانا گرم کرتی۔ جوزے ارکیدو کے آنے سے پہلے وہ شکاری کتوں کو خوراک ڈالتی۔ اسی دوران چمڑے کے لمبے بوٹ اور تنگ پینٹ پہنے' کاندھے پر شاٹ گن رکھے عظیم الجثہ شخص آ جاتا۔ کبھی کبھار اس کے کاندھے پر ہرن ہوتا' خرگوش یا جنگلی بطخوں کی تار ہوتی۔

اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں' ایک سہ پہر اچانک ارکیدو ان کے گھر آ گیا۔ جب سے انہوں نے گھر چھوڑا تھا' انہوں نے دوبارہ ارکیدو کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا انداز اتنا دوستانہ اور پیارا تھا انہوں نے اسے کھانے میں ساتھ بٹھا لیا۔

کافی پینے کے دوران ارکیدو نے اپنی آمد کا اصل مقصد بتایا۔ اسے جوزے ارکیدو کے سے کچھ شکایات ملی تھیں۔ اسے بتایا گیا کہ جوزے ارکیدو نے کچھ کسانوں سے زمینیں ہتھیا

لی ہیں۔ اس نے بیلوں کے ذریعے جنگلے توڑے اور علاقے کی بہترین زمینیں اب اس کی ملکیت ہیں۔ اور جن کسانوں سے اس نے کھیت نہیں لئے وہ نسبتاً اچھی نہیں تھیں لیکن اپنی کاندھے پر شاٹ گن دھرے شکاری کتوں کے غول میں ان سے ہر ہفتہ کے دن جبراً ٹیکس وصول کرتا ہے۔ جوزے ارکیدو اپنے آپ کو اس بات کا حق دار سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بات ثابت کی جا سکتی تھی کہ بستی آباد کرتے وقت جوزے ارکیدو بوئندا نے یہ کھیت تقسیم کئے تھے۔ چونکہ اس کا باپ شروع سے ہی پاگل تھا۔ اسی لئے اس نے اپنے خاندان کی جائیداد لوگوں میں بانٹ دی۔ یہ بات غیر ضروری تھی کیونکہ ارکیدو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر نہیں آیا تھا۔ اس نے بس ایک چھوٹی سی رائے دی کہ ایک رجسٹری آفس بنایا جائے تاکہ جوزے ارکیدو کے پاس تمام جائیداد کی ملکیت کا ثبوت ہو اور اس کے بعد جوزے ارکیدو کو مقامی حکومت کی طرف سے ٹیکس وصول کرنے کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔

ان میں معاہدہ طے پا گیا۔

سالوں بعد جب کرنل ارلیانو بوئندا نے جائیداد کے کاغذات دیکھے تو تمام جائیداد اس کے بھائی کے نام تھی۔ پہاڑی کے درمیان اس کے گھر کے صحن سے لے کر تاحد نظر اس کے کھیت پھیلے ہوئے تھے اور اپنے دور حکومت کے گیارہ مہینوں میں ارکیدو نے جبراً ٹیکس لیا بلکہ جوزے ارکیدو کی جائیداد میں موجود قبرستان میں مردے دفن کرنے کی بھی فیس لیتا رہا۔

ارسلا کو کئی مہینے بعد پتہ چلا کیونکہ اسے دکھی نہ کرنے کی خاطر لوگ اس سے ایسی باتیں چھپاتے تھے۔ "ارکیدو گھر بنوا رہا ہے۔" اس نے اپنے خاوند کے منہ میں سیرپ ڈالتے ہوئے بڑے فخر سے اظہار کیا پھر غیر شعوری طور پر ٹھنڈی سانس بھرتے کہا۔ "مجھے ساری بات کا علم تو نہیں لیکن مجھے کوئی چکر لگتا ہے۔"

بعد میں اسے پتہ چلا کہ ارکیدو نے گھر بنوا لیا ہے اور اب اس نے وینس کے فرنیچر کا حکم دیا ہے۔

ارسلا کا شک یقین میں بدل گیا گویا وہ پبلک فنڈ کھا رہا ہے۔

"تم ہمارے خاندان کے لئے باعث شرم ہو۔" ایک اتوار دعا کے بعد وہ چیخ پڑی۔ اس وقت ارکیدو اپنے گھر میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ تاش کھیل رہا تھا۔ ارکیدو نے

اس کی طرف توجہ نہ دی۔ اس وقت ارسلا کو پہلی بار پتہ چلا کہ اس کی چھ ماہ کی بیٹی بھی ہے۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ بغیر شادی کئے اس کے ساتھ رہ رہی ہے اور اب دوبارہ ماں بننے والی ہے۔ اس نے کرنل ارلیانو بوئندا کو خط لکھنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہ صورتحال کو سنبھالے لیکن تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے وہ خط نہ لکھ سکی۔ اسے اس بات پر بہت دکھ تھا۔ پہلے جنگ گندی گالی اور پس ماندگی کی طرف دھکیلنے والی ایک آفت سمجھی جاتی تھی۔ اب وہ ایک مستقل اور ڈرامائی سچ بن کر سامنے آ گئی۔

فروری کے آخیر پر راکھ راکھ سی ایک بوڑھی عورت ماکوندو پہنچی۔

وہ ایک گدھے پر سوار تھی۔ جس پر جھاڑو لدے ہوئے تھے۔ وہ دوسرے دلدلی علاقوں سے آنے والے دوکانداروں کے برعکس اتنی بے ضرر نظر آتی تھی کہ بستی کے باہر چیک پوسٹ کے سپاہیوں نے اس کی تلاشی نہیں لی ورنہ یہاں سے گزرتے ہوئے لوگوں کی سختی سے تلاشی لی جاتی تھی۔ وہ سیدھی بریکوں کی طرف گئی۔ ارکیدو اسے کلاس روم میں ملا۔ سکول کا ایک کمرہ ارکیدو کے استعمال میں تھا اور باقی کمرے چھاؤنی کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ جھولیاں ایک ھک میں ٹنگی تھیں۔ میٹ ایک کونے میں پڑے تھے۔ رائفلیں' کاربین' شکاری بندوقیں اور کارتوس فرش پر بکھرے پڑے تھے۔ اپنے آپ کو شناخت کروانے سے پہلے اس نے فوجی سلیوٹ کیا اور کہا۔

"میرا نام کرنل گیریگوریو سٹیون سن ہے۔"

جنگ کی خبریں بہت بری تھیں۔ اس نے بتایا کہ لبرل مزاحمت کے آخری مراکز پر سرکاری فوجوں کا انتہائی دباؤ تھا۔ اس کے آتے وقت کرنل ارلیانو بوئندا ریوچا کے قریب دباؤ کی وجہ سے پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس کے پاس ارکیدو کے نام کرنل ارلیانو بوئندا کا پیغام تھا کہ لبرل عوام کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت پر بستی بغیر مزاحمت کے حوالے کر دی جائے۔

ارکیدو نے اس اجڑی پجڑی وادی کے سے پیامبر کی طرف بڑی رحم دلی سے دیکھا۔

"یہ بتا کہ تمہارے پاس اس بات کا کوئی تحریری ثبوت؟" اس نے پوچھا۔

"سیدھی سی بات ہے۔" پیامبر نے جواب دیا۔ "میرے پاس اس قسم کی کوئی چیز نہیں۔ یہ بات باآسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ جنگ کے دنوں میں ایسی چیز نہیں لا سکتا تھا جو مجھے پھنسا دے۔"

گفتگو کے دوران اس نے اپنی قمیض کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک نقرئی مچھلی نکالی۔
"میرا خیال ہے یہ ثبوت کافی ہے۔" اس نے کہا۔
ارکیدو نے دیکھا۔ وہ واقعی ان مچھلیوں کی طرح تھی جو کرنل ارلیانو بوئندا بنایا کرتا تھا۔ اس نے سوچا کہ ممکن ہے یہ جنگ سے قبل خریدی گئی ہو یا اسے کہیں سے چوری کیا گیا ہو۔ یہ خفیہ پیغام رسانی کے معیار پر نہیں اترتی تھی۔ وہ پیامبر اپنے ایک اہم فوجی راز کو افشا کرنے کی حد تک گیا تاکہ وہ اس کی شناخت پر اعتماد کر لیں۔ اس نے بتایا کہ وہ کیوراکا کے مشن پر جا رہا ہے جہاں اسے تمام کرابیین جلا وطنوں کی بھرتی کی امید ہے۔ اس میں سال کے آخیر تک اسلحہ اور مناسب سپلائی کے انتظامات بھی شامل ہیں۔ اس منصوبے کی کامیابی تک کرنل ارلیانو بوئندا کسی قسم کی بے مقصد قربانی کے حق میں نہیں تھا۔
ارکیدو اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔ اسے اپنی شناخت ثابت کرنے تک گرفتار کر لیا گیا اور ارکیدو نے آخری لمحے تک بستی کی حفاظت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنی پڑی۔
لبرل فوجوں کی شکست پہ شکست کی خبریں آ رہی تھیں۔ مارچ کی ایک بھیگی صبح تھی۔ بارش ہو رہی تھی کہ پچھلے چند ہفتوں سے بستی پر مسلط خاموشی توپ کے گولوں اور کارنٹ کے دھماکوں سے ٹوٹ گئی۔ گولہ باری سے چرچ کا منارہ گر گیا۔ مزاحمت کا فیصلہ ارکیدو کا پاگل پن تھا۔ اس کا پاس پچاس سے بھی کم سپاہی تھے اور ہر سپاہی کے پاس صرف بیس کارتوس تھے۔ گولہ باری کی وجہ سے اس کے ساتھی بہت جذباتی ہو رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔ وہ ایک گم شدہ نظریہ کے لئے اپنی جانوں کی قربانی کے لئے تیار تھے۔ متضاد احکامات، بھاری قدموں کی چاپیں، توپوں کے گولے، جن سے زمین کانپ رہی تھی، اندھا دھند شوٹنگ، کارنٹ کے پاگل کر دینے والے دھماکے---- کرنل گریگوریو نے ارکیدو سے بات کرنا چاہی۔
"عورتوں کے کپڑوں میں اور اس طرح مرنے کی بے عزتی پر مجھے مجبور نہ کرو۔" اس نے ارکیدو سے کہا۔
"اگر مجھے مارنا ہے تو لڑتے ہوئے مرنے دو۔"
وہ ارکیدو کو سمجھانے میں کامیاب ہو گیا۔
ارکیدو نے اسے ایک رائفل اور بیس کارتوس دینے کو کہا۔ اس کی زیر کمان ہیڈ کوارٹر

کی حفاظت کے لئے پانچ مسلح سپاہی چھوڑ کر ارکیدو مزاحمت کے لئے آگے بڑھا لیکن اس کی ناکہ بندی ٹوٹ چکی تھی۔ اب لڑائی گلیوں میں ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ رائفلوں کے کارتوس ختم ہو گئے پھر رائفلوں کے مقابلے میں پسٹل آ گئے پھر دو بدو لڑائی۔ شکست قریب تھی کہ کچھ عورتیں کچن کے چھوٹے چھوٹے چاقو اور لکڑیاں لے کر گلیوں میں آ گئیں۔ اسی آگ میں اس نے امرانتا کو دیکھا۔ وہ نائٹ گاؤن پہنے کسی پاگل عورت کی طرح نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں جوزے ارکیدو بوئندا کے دو پرانے پسٹل تھے۔ ارکیدو نے اپنی رائفل ایک سپاہی کو دی جو لڑائی میں غیر مسلح ہو گیا تھا اور امرانتا کو گھر تک چھوڑنے کے لئے قریب کی گلی میں گھس گیا۔

جنگ کی گھن گرج سے بے خبر ارسلا گھر کا دروازہ کھولے کھڑی انتظار کر رہی تھی کہ گھر کے سامنے ایک گولا آ کر پھٹا اور گڑھا پڑ گیا۔

بارش تیز ہو رہی تھی گلیوں میں اتنی پھسلن تھی جیسے صابن پگھلا کر پھیلا دیا گیا ہو۔ ہر سپاہی نے گلی میں فاصلے کا اندازہ کر کے آگے بڑھنا تھا۔

ارکیدو نے امرانتا کو ارسلا کے پاس چھوڑا اور ان دو دشمنوں کا سامنا کرنے کی کوشش کی جو گلی کی نکڑ سے فائرنگ کر رہے تھے لیکن برسوں سے درازوں میں پڑے ہوئے پسٹل نہ چل سکے۔ ارسلا نے اپنے جسم کی ڈھال بنا کر اسے گھر کے اندر گھسیٹنے کی کوشش کی۔

"خدا کے لئے ادھر آ جاؤ۔" اس نے ارکیدو کو چیخ کر کہا۔ "یہ پاگل پن ہے۔"

سپاہیوں دونوں پر نشانہ باندھا۔

"ماں! اس شخص کو ادھر آنے دو۔" ایک سپاہی نے چیخ کر کہا۔ "ورنہ ہم ذمے دار نہیں ہوں گے۔"

ارکیدو نے ارسلا کو گھر کی طرف دھکا دیا اور دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

کچھ دیر بعد فائرنگ رک گئی اور چرچ کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ لڑائی آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں ختم ہو گئی۔ ارکیدو کے تمام ساتھی مارے گئے لیکن مرنے سے پہلے انہوں نے دشمن کے تین سو سپاہی ختم کر دیئے تھے۔ بڑا معرکہ بیرکوں کے نزدیک ہوا۔ حملہ سے قبل کرنل گریگوریو نے تمام قیدی رہا کر دیئے اور گلیوں میں جا کر لڑنے کا حکم دیا۔ اس نے اپنی غیر معمولی تیز حرکت اور صحیح نشانہ لے کر بیس کارتوس استعمال کئے اور اس طریقے سے یہ تاثر ابھرا کہ بیرکوں کی حفاظت کے لئے بہترین محافظ ہیں۔ حملہ آوروں نے بریک توپ کے

گولے سے اڑا دی۔

حملہ کی کمان سنبھالے والا کپتان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک مردہ سپاہی جس کے بدن پر پورا لباس بھی نہیں تھا۔ اس نے ابھی تک خالی رائفل اپنے مضبوط ہاتھوں سے تھام رکھی تھی۔ اس سپاہی کے بال عورتوں کی طرح لمبے تھے اور گردن پر گندھے ہوئے تھے۔ اس کے گلے میں ایک زنجیری تھی جس میں ایک چھوٹی سی نقرئی مچھلی تھی۔ جب اس نے اپنے بوٹ کی نوک سے لاش کو سیدھا کیا اور اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تو کپتان حیران رہ گیا۔

"خدایا۔" اس نے کہا۔ اس دوران دوسرے افسر بھی آ گئے۔ "دیکھو! یہ ہمیں کہاں ملا۔"

کپتان نے کہا۔ "یہ گریگوریو سٹیون سن ہے۔"

اگلی صبح سمری کورٹ مارشل نے فیصلہ سنا دیا اور ارکیدو کو قبرستان کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے گولی مار دی گئی۔

زندگی کے آخری دو گھنٹوں کے دوران اسے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ وہ خوف جو بچپن سے ہی اسے اذیت دیتا آ رہا تھا وہ کیوں کر ختم ہو گیا۔ اپنی بہادری کے اقرار کے ساتھ اس نے بے حسی اور کسی پریشانی کے بغیر لگائے گئے طویل لزامات سنے۔ اس دوران وہ ارسلا کے بارے سوچتا رہا کہ اس وقت وہ شاہ بلوط کے درخت کے نیچے بیٹھی جوزے ارکیدو بوئندا کے ساتھ کافی پی رہی ہو گی۔ پھر اس نے اپنی آٹھ ماہ کی بیٹی کے بارے سوچا جس کا ابھی نام نہیں رکھا گیا تھا۔ پھر اس نے اگست میں پیدا ہونے والے بچے کے بارے سوچا۔ وہ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کے بارے سوچتا رہا۔ جس کو ایک رات پہلے لنچ کے لئے ہرن کے گوشت کو نمک لگا کر دے آیا تھا۔ وہ صوفیہ کے کاندھوں پر بکھرے ہوئے بالوں کو بھول گیا۔ وہ آنکھیں اس کے تصور میں نہ آئیں جس کی پلکیں مصنوعی سی لگتی تھیں۔ اس نے غیر جذباتی طریقے سے ان لوگوں کے بارے سوچا جو اس کے قریب تھے۔

اب اس کی سوچ میں یہ بات آئی کہ وہ جن لوگوں سے جتنی نفرت کرتا تھا ان سے کہیں زیادہ پیار کرتا تھا۔

کورٹ مارشل کے صدر نے آخری تقریر شروع کی تو اسے احساس ہوا کہ دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔

"اگرچہ ثبوت ناکافی ہیں۔" صدر کہہ رہا تھا۔ "لیکن ملزم انتہائی غیر ذمہ داری اور مجرمانہ بہادری سے اپنے ساتھیوں کو بے مقصد موت کے لئے آگے لایا اسی لئے یہ سب سے بڑی سزا کا حق دار ہے۔"

اس تباہ شدہ سکول میں' جہاں اسے پہلی مرتبہ اپنی قوت' اور طاقت کا احساس ہوا تھا اور اس کمرے سے چند قدم دور' جہاں وہ پہلی مرتبہ محبت کے غیر یقینی پن سے آشنا ہوا تھا۔ اس کی موت کی رسم ادا ہوئی۔

دراصل موت اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا بلکہ اصل مسئلہ زندگی تھی۔ اس نے سوچا کہ ان کا فیصلہ اس کے نسٹلجیا کے لئے تھا۔ ارکیدو کے خوف کے احساس کے خلاف فیصلہ نہیں تھا۔ ارکیدو اپنی آخری خواہش کے پوچھے جانے تک چپ رہا۔ پھر بولا۔

"میری بیوی سے کہنا۔" اس نے مضبوط آواز میں کہا۔ "لڑکی کا نام ارسلا رکھے۔" اس نے تھوڑا سا وقفہ کیا اور دوبارہ کہا۔ "ارسلا۔ اس کی دادی کا نام۔ اور اسے کہنا کہ پیدا ہونے والا بچہ اگر لڑکا ہو تو اس کا نام جوزے ارکیدو رکھنا چچا کے نام پر نہیں بلکہ دادا جوزے ارکیدو بوئندا کے نام پر۔"

جب اسے دیوار کے ساتھ کھڑا کیا گیا تو فادر نیکانار نے اس سے اعتراف کی کوشش کی۔

"میں نے کچھ نہیں کرنا۔" ارکیدو نے کہا۔ بلیک کافی کا ایک مگ پینے کے بعد اس نے اپنے آپ کو سکواڈ کے حوالے کر دیا۔ سکواڈ کا افسر موت دینے کا ماہر تھا۔ اس کا نام بھی اس کے عمل کی طرح تھا۔ اس کا نام کپتان راکی کارنی میرو تھا۔ جس کا مطلب تھا "قصائی۔"

قبرستان کی طرف جاتے ہوئے بارش کی مستقل پھوار میں ارکیدو نے دیکھا کہ روشن بدھ افق سے ابھر رہا تھا۔ اس کا نسٹلجیا دھند میں غائب ہو گیا اور اس کی جگہ تجسس نے لے لی۔

جب انہوں نے ارکیدو کو دیوار کے ساتھ لگانے کا حکم دیا تو اس نے رابیکا کو دیکھا۔ اس کے بال گیلے تھے۔ اس نے گلابی رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ اپنا دروازہ کھول رہی تھی۔ اس نے کوشش کی کہ رابیکا اسے دیکھ لے۔ رابیکا نے ایک نظر اس سمت دیکھا اور جم کر رہ گئی۔ وہ بمشکل ہی حرکت کر سکتی تھی۔ اس نے ارکیدو کو خدا حافظ کہنے کے لئے ہاتھ ہلائے۔ ارکیدو نے بھی ہاتھ ہلا کر اسے خدا حافظ کہا۔

اسی لمحے دھواں اگلنے والی رائفلوں نے نشانہ باندھا۔

ارکیدو کی نظروں کے سامنے وہ حروف پھڑپھڑائے اور اس کے کانوں میں ان باتوں کی آوازیں آنے لگیں جو کبھی ملکیا دلیں سے سنی تھیں۔ اس نے سکول کے کمرے میں آنے والی دوشیزہ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کی گم ہوتی آہٹیں سنیں۔ اس نے اپنے نتھنوں میں وہی سرد سی سختی محسوس کی جو اس نے ر۔میڈلیس کی میت کے نتھنوں میں دیکھی تھی۔

"او۔ خدا غارت کرے۔" اس نے اچانک سوچا۔ "میں انہیں یہ کہنا تو بھول گیا کہ اگر لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام ر۔میڈلیس رکھنا۔"

پھر اسے یوں لگا جیسے وہ کسی خونی پنجے کی گرفت میں آگیا ہو۔ اسی لمحے اس نے وہی خوف اپنے بدن میں محسوس کیا جو تمام عمر اسے اذیت دیتا رہا تھا۔

کپتان نے فائر کا حکم دیا۔ ارکیدو کو بمشکل وقت ملا کہ اپنی چھاتی باہر نکال سکے اور اپنا سر اوپر اٹھا سکے۔ اسے پتہ نہ چلا کہ کہاں سے یہ گرم مادہ اس کی رانوں کو جلا کر بہہ رہا ہے۔

"حرامیو!" وہ چیخا۔ "لبرل پارٹی زندہ باد۔"

جنگ مئی میں ختم ہو گئی۔

دو ہفتے قبل سرکار نے بڑے یقین کے ساتھ جنگ کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اس اعلامیہ میں ان لوگوں کے خلاف بے رحمانہ سزاؤں کا ذکر بھی تھا جنہوں نے بغاوت کا آغاز کیا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کو اس وقت گرفتار کر لیا گیا جب وہ ایک انڈین وچ ڈاکٹر کا بھیس بدل کر مغربی سرحد پار کرنے والا تھا۔ اس کے ساتھ اکیس سپاہی تھے۔ اس کے چودہ ساتھی مار دیئے گئے۔ چھ شدید زخمی ہوئے۔ اس آخری کوشش میں کرنل گرینلڈو مارکیز کے ساتھ ایک سپاہی زندہ گرفتار ہوا۔ ماکوندو میں اس کی گرفتاری کے لئے خصوصی منادی کروائی گئی۔

"وہ زندہ ہے۔" ارسلا نے اپنے خاوند سے کہا۔ "چلو خدا سے دعا کریں کہ خداوند اس کے دشمنوں کے دل میں رحم پیدا کرے۔"

وہ تین دن تک روتی رہی۔

ایک سہ پہر وہ ٹافیاں بنانے کے لئے میٹھا دودھ ہلا رہی تھی کہ اس نے واضح طور پر اپنے بیٹے کی آواز سنی۔

"یہ ارلیانو ہے۔" وہ چیخ پڑی۔

یہ بات اپنے خاوند کو بتانے کے لئے شاہ بلوط کے درخت کی طرف بھاگی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ یہ معجزہ کیسے ہوا لیکن وہ زندہ ہے۔ ہم بہت جلد اس سے ملیں گے۔" اس نے ماتمی لہجے میں کہا۔

اس نے گھر کا فرش کھرچ کھرچ کر دھویا۔ فرنیچر کی جگہ بدلی۔ ایک ہفتہ بعد' سرکاری اعلان کی بجائے کسی نے افواہ اڑائی جو اس کے اندازوں کی تصدیق کرتی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کو موت کی سزا سنائی گئی اور لوگوں کی عبرت کے لئے اس سزا پر عمل درآمد ماکوندو میں ہو گا۔

سوموار کی صبح ساڑھے دس بجے امرانتا ارلیانو جوزے کو کپڑے پہنا رہی تھی کہ اس

نے کسی دستے کے کارنٹ کی دور سے آواز سنی۔ ارسلا کمرے سے چیختی ہوئی باہر نکلی۔

"وہ اسے لا رہے ہیں۔"

فوجی دستے اڑتے ہوئے لوگوں کو پیچھے ہٹانے کے لئے رائفلوں کے بٹ مارتے رہے۔

ارسلا اور امرانتا لوگوں کو ہٹاتے سڑک کے کنارے پہنچ گئیں۔ انہوں نے کرنل ارلیانو بوئندا کو دیکھا۔ وہ بالکل کسی منگتے فقیر کی طرح نظر آ رہا تھا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال الجھے ہوئے تھے۔ وہ ننگے پیر تھا۔ وہ آگ برساتی گرمی کے احساس سے ماورا چل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف ایک رسہ سے بندھے ہوئے تھے اور رسے کا دوسرا سرا گھوڑے کی گردن میں تھا جس پر ایک فوجی افسر سوار تھا۔ اس کے ہمراہ شکست خوردہ اور چیتھڑوں میں ملبوس کرنل گرینلڈو مارکیز تھا۔ دونوں باغیوں کے چہروں پر سکون برس رہا تھا لیکن وہ ہجوم کی وجہ سے پریشان نظر آتے تھے جو فوجی دستہ کو ہر قسم کی گالیاں بک رہا تھا۔ بے عزتی کر رہا تھا۔

"میرے بیٹے!" ارسلا نے ہجوم کے شور میں کہا اور اس سپاہی کو ایک تھپڑ جڑ دیا جو اسے پیچھے ہٹانے کے لئے دھکے دے رہا تھا۔ افسر کا گھوڑا الف ہو گیا پھر کرنل ارلیانو بوئندا رکا۔ وہ کانپ رہا تھا۔ اپنی ماں کے بازوؤں سے بچتے ہوئے اسے سخت نظروں سے دیکھا۔

"اماں! گھر جاؤ۔" اس نے ارسلا سے کہا۔ "تم مجھ سے جیل میں ملنے کے لئے اعلیٰ حکام سے اجازت نامہ حاصل کرو۔"

اس نے امرانتا کی طرف دیکھا۔ وہ متزلزل سی کھڑی کانپ رہی تھی۔ کرنل نے اس سے مسکرا کر پوچھا۔

"تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا۔"

امرانتا نے کالی پٹی میں لپٹے ہاتھ کو اوپر اٹھا کر کہا۔ "جل گیا۔"

امرانتا نے ارسلا کو پیچھے ہٹا لیا۔ کہیں گھوڑے کے سموں تلے کچلی نہ جائے۔ دستہ پھر روانہ ہو گیا۔ ایک سپیشل گارڈ نے قیدیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور انہیں دلکی چال میں بھگاتے جیل کی طرف لے گئے۔

شام کو ارسلا کرنل ارلیانو سے ملنے جیل گئی۔ اس نے ڈان اپلینار مسکاٹ کے ذریعے اعلیٰ حکام سے ملاقات کی اجازت لینے کی کوشش کی لیکن فوجی افسروں کی وجہ سے اس کے اختیارات ختم ہو چکے تھے۔ فادر نیکانار جگر کی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش تھا۔

کرنل گرینلڈو مارکیز کو موت کی سزا نہیں ملی تھی۔ اس کے والدین اپنے بیٹے سے ملنے گئے تو ان کی تواضع رائفلوں کے بٹوں سے ہوئی۔ اب کسی مداخلت کا گمان نہ تھا۔ ارسلا کو یقین ہو گیا کہ آج صبح اس کے بیٹے کو گولی مار دی جائے گی۔ وہ تمام ضروری سامان لے کر اکیلی جیل میں اپنے بیٹے سے ملنے چل پڑی۔

"میں کرنل ارلیانو بوئندا کی ماں ہوں۔"

سپاہیوں نے اس کا رستہ روک لیا۔

"میں ہر طور پر اس سے ملوں گی۔" اس نے سپاہیوں سے کہا۔

"اگر تمہیں گولی کا حکم مل چکا ہے تو اسے ابھی مار دو۔" اس نے ایک سپاہی کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ وہ سکول کے کمرے میں پہنچ گئی جہاں فوجی دستے کے نیم ننگے سپاہی ہتھیاروں کو تیل دے رہے تھے۔

وہاں فیلڈ یونیفارم میں ملبوس ایک سرخ و سپید افسر کھڑا تھا۔ اس نے موٹے شیشوں کی عینک پہنی ہوئی تھی۔ اس کے انداز و اطوار روایتی تھے۔ اس نے سپاہیوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

"میں کرنل ارلیانو بوئندا کی ماں ہوں۔" ارسلا نے دوبارہ کہا۔

"میں مانتا ہوں۔" افسر نے ایک دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ ارسلا کی تصیح کی "تم مسز ارلیانو بوئندا کی ماں ہو۔"

ارسلا نے اس کے شفقت آمیز لہجے اور الفاظ کے اتار چڑھاؤ کو پہچانتے ہوئے سوچا کہ یہ کوہستانی ہے۔

"ٹھیک ہے جیسا تم کہتے ہو۔ مسٹر۔" اس نے کہا۔ "میں اس سے صرف ملنا چاہتی ہوں۔"

اعلیٰ فوجی حکام کی طرف سے موت کے قیدیوں سے ملاقات پر پابندی تھی لیکن اس افسر نے پندرہ منٹ کی ملاقات کی اجازت دے دی۔ اس ارسلا نے اپنا تمام سامان کھول کر اسے دکھایا سامان میں پہننے کے لئے کپڑے اور جوتے تھے جو اس کے بیٹے نے شادی کے دن پہنے تھے۔ میٹھے دودھ کی ٹافیاں تھیں جو اس نے اس دن بنائی تھیں جب اسے ارلیانو کے آنے کا پتہ چلا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا اس کمرے میں تھا جو ایک سیل کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ وہ ایک چارپائی پر لیٹا تھا اور بغلوں میں زخم کی وجہ سے اس کے بازو کھلے ہوئے تھے۔ انہوں

نے اسے شیو کی اجازت دے دی تھی۔ اس کی موٹی مونچھیں گالوں پر کنڈلی مارے بیٹھی تھیں۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ پیلا نظر آ رہا تھا۔ اسے گھر کے بارے ہر بات کا علم تھا۔ پیڑو کرپسی کی خودکشی، جوزے ارکیدو کا ظالمانہ رویہ اور پھر قتل، جوزے ارکیدو بوئندا کی شاہ بلوط کے درخت کے نیچے مستقل رہائش۔

اسے یہ بھی علم تھا کہ امرانتا اپنے کنوار پنے کی بیوگی ارلیانو جوزے کے لئے مخصوص کر چکی ہے اور ارلیانو جوزے میں آگے بڑھنے کے جراثیم موجود ہیں۔ جب سے اس نے بولنا سیکھا اسی وقت سے وہ لکھنا پڑھنا سیکھ رہا ہے۔

جب سے ارسلا کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اپنے بیٹے کی پختگی، حکم دینے کا انداز اور حاکمیت کے سے لہجہ کی وجہ سے مسلسل جھجھک رہی تھی۔ وہ گھر کے بارے اس کی باخبری پر حیران تھی۔

"تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں شروع سے ہی حیرت انگیز خصوصیات کا حامل تھا۔" اس نے مذاق کیا اور پھر سنجیدگی سے کہا۔ "اس صبح جب وہ مجھے یہاں لائے۔ مجھے یوں لگا کہ وہ مجھے اس سے قبل بھی یہاں لا چکے ہیں۔"

جب ہجوم شور مچاتا اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا تو وہ سوچ رہا تھا کہ اب بستی کتنی بڑی ہو گئی ہے۔ بادام کے درختوں کے پتے گر چکے تھے۔ گھروں پر نیلا رنگ پینٹ کیا گیا تھا پھر سرخ رنگ کیا گیا۔ اب کوئی رنگ واضع نہیں تھا۔

"تمہارا کیا خیال تھا؟" ارسلا نے پوچھا۔ "آخر وقت گزرتا ہے۔"

"پتہ نہیں کیسے گزرتا ہے؟" ارلیانو نے بات تسلیم کرلی۔ "لیکن یوں نہیں۔"

اتنی طویل جدائی کی ملاقات میں دونوں کے ذہن میں سوال تھے اور ویسے ہی جواب تھے۔ گفتگو سے لگتا تھا جیسے یہ روزمرہ کی گفتگو ہو۔ جب گارڈ نے ملاقات ختم ہونے کا اعلان کیا تو کرنل ارلیانو بوئندا نے چارپائی کے نیچے سے خوشبودار کاغذوں کا پلندہ نکالا۔ یہ اس کی شاعری تھی۔ جو اس نے اپنی ریمیڈلیس کی یاد میں ڈوب کر کی تھی۔ جس دن اس نے بستی چھوڑی۔ یہ کاغذات اپنے ہمراہ لئے پھرتا رہا۔ جنگ کے دوران اسے جونہی وقت ملتا۔ وہ شاعری کرتا۔

"یہ وعدہ کرو اسے کوئی نہیں پڑھے گا۔" اس نے ارسلا سے کہا۔ "اور آج رات اسے چولہے میں جلا دینا۔" ارسلا نے وعدہ کر لیا۔ اسے خدا حافظ کہنے اور ماتھا چومنے کے لئے

کھڑی ہو گئی۔

"میں تمہارے لئے ایک ریوالوار لائی ہوں۔" اس نے سرگوشی کی۔

کرنل نے سپاہی کی طرف دیکھا۔ وہ ادھر نہیں دیکھ رہا تھا۔

"اب یہ میرے کسی کام کا نہیں۔" اس نے ہلکی سی آواز میں کہا۔ "لیکن یہ مجھے دیتی جاؤ، کہیں باہر جاتے ہوئے تمہاری تلاشی نہ لیں۔"

ارسلا نے ریوالور اپنے سینہ بند سے نکالا اور چارپائی کے گدے کے نیچے رکھ دیا۔

"بس اب خدا حافظ نہ کہو۔" کرنل نے گہری سرگوشی سے کہا۔ "کسی سے رحم کی بھیک نہیں مانگنی اور نہ کسی کے آگے جھکنا۔ یہ سمجھ لو کہ انہوں نے کافی عرصہ پہلے مجھے گولی مار دی تھی۔"

ارسلا نے اپنی چیخ روکنے کے لئے اپنے ہونٹ چبا لئے۔

"بغل کے زخموں پر گرم پتھر رکھ لو۔" ارسلا نے کہا۔

وہ پیچھے مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کمرے کے بند ہونے تک کھڑا سوچتا رہا۔ پھر بازو پھیلا کر دوبارہ لیٹ گیا۔ وہ اندیشوں میں گھرتا جا رہا تھا۔ جوانی سے لے کر اس لمحے تک اسے یقین تھا کہ موت آنے پر اسے ایک مخصوص، واضح اور ناقابل تنسیخ اشارہ ملے گا لیکن موت میں چند گھنٹے باقی تھے اور اسے کسی قسم کا اشارہ نہیں ملا تھا۔

ایک بار توکیورنیکا میں ایک خوبصورت لڑکی نے اس سے ملنے کے لئے سپاہیوں سے اجازت چاہی۔ انہوں نے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ کیونکہ ان علاقوں میں ماؤں کے ذہن میں ایک تصور تھا اور وہ اپنی بیٹیوں کو مشہور جنگی سورماؤں کے بیڈ رومز میں بھیج دیتی تھیں۔ ان کے رواج کے مطابق یہ بہترین نسل کے لئے ضروری ہے۔ جب لڑکی اندر داخل ہوئی تو اس رات کرنل ارلیانو بوئندا اپنی ایک نظم کی نوک پلک سنوار رہا تھا۔ اس نظم کا موضوع تھا کہ ایک شخص بارش میں کھو جاتا ہے۔ اس نے تالا بند دراز میں اپنی نظم رکھی۔ وہ اسی دراز میں اپنی شاعری رکھتا تھا۔ جونہی نظم رکھنے کے لئے مڑا اور لڑکی کی طرف پشت کی تو اسے الہام سا ہوا۔ اس نے اپنا سر موڑے بغیر اپنی دراز سے پسٹل اٹھایا۔

"پلیز! گولی نہیں چلانی۔" کرنل نے کہا۔

جب وہ اپنا پسٹل ہاتھ میں لے کر گھوما تو لڑکی اپنا ریوالور نیچے کر چکی تھی اور اسے معلوم نہیں تھا کہ اب اس نے کیا کرنا ہے؟ اسی طرح وہ گیارہ میں سے چار حملوں سے بچ چکا

تھا۔ ایک بار مینورے میں ایک نامعلوم شخص، جو پھر کبھی گرفتار نہ ہوا، نے انقلابی ہیڈ کوارٹر کے کیمپ میں داخل ہو کر اس کے عزیز ترین دوست کرنل میگفیسکو وزبل کو چھرا گھونپ دیا جو بخار کی وجہ سے اس کی چارپائی پر لیٹ گیا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا چند گز دور اسی کمرے میں ایک چھولی میں لیٹا ہوا تھا اور اسے خبر تک نہ ہوئی۔ اپنے خطرات کے احساس کا عملی جامہ پہنانا بے فائدہ تھا۔ اچانک اس کی ماورائی آنکھ کسی لمحاتی اور سموچی کیفیت میں سامنے آ جائے۔ یہ ممکن نہیں تھا۔

ایک بار بالکل فطری انداز میں ان تمام خدشات کو جان گیا جبکہ یہ کیفیت اس لمحے گزر چکی تھی۔ اکثر اوقات کچھ بھی محسوس نہ ہوتا بلکہ یہ سب کچھ ایک ٹونا سے محسوس ہوتا لیکن جب انہوں نے اسے موت کی سزا دی اور آخری خواہش پوچھی تو اسے اپنی اس ماورائی حس کو جانچنے میں ذرا مشکل پیش نہیں آئی۔ اس نے واضح طور پر کہا۔

"میں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے ماکوندو میں سزا دی جائے۔" اس نے کہا۔

کورٹ مارشل کے صدر نے انکار کر دیا۔

"بوئندا چالاک مت بنو۔" صدر نے کہا۔ "یہ تو صرف زیادہ وقت حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے۔"

"اگر تم میری خواہش پوری نہیں کر سکتے تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔" کرنل نے کہا۔ "لیکن یہ میری آخری خواہش ہے۔"

اس کے بعد یہ الہامی کیفیت ختم ہو گئی۔ اس سے ارسلا جیل میں ملنے آئی تو بہت سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اب اس کی موت کی سزا پر عمل درآمد نہیں ہو گا اور یہ کسی موقع اور واقعہ پر منحصر نہیں ہے بلکہ پھانسی دینے والوں کی مرضی پر ہے۔ اس کے زخموں میں بہت زیادہ تکلیف تھی۔ اس نے رات جاگتے ہوئے گزاری۔ سورج نکلنے سے کچھ دیر قبل اس نے قدموں کی آہٹ سنی۔

"وہ آ رہے ہیں۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

پھر اس نے بلاوجہ جوزے ارکیدو بوئندا کے بارے سوچا کہ اس اداس صبح کو شاہ بلوط کے درخت کے نیچے بیٹھا اس کے بارے سوچ رہا ہو گا۔ اسے کسی قسم کا خوف محسوس ہوا نہ دہشت لیکن اس کی آنتوں میں ایک لہر سی اٹھی کہ اس مصنوعی موت کی وجہ سے وہ بہت سی چیزوں کا انجام نہیں دیکھ پایا۔ جنہیں اس نے ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

دروازہ کھلا اور پہرے دار کافی کا ایک مگ لے کر آیا- اگلے دن پھر وہی پہرے دار اسی وقت کافی کا مگ لے آیا- کرنل ارلیانو بوئندا اپنی بغلوں میں درد کی وجہ سے بے تاب تھا- پھر معمول بن گیا- جمعرات کو اس نے پہریداروں کے ساتھ میٹھے دودھ کی ٹافیاں کھائیں- نئے کپڑے پہنے جو اسے تنگ تھے اور چمڑے کے مضبوط بوٹ پہنے-

جمعہ کے دن انہوں نے کرنل کو گولی نہیں ماری-

درحقیقت انہیں سزا پر عمل درآمد کی جرات نہیں ہو رہی تھی- بستی کے باغیانہ انداز نے فوجیوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کرنل ارلیانو بوئندا کی موت پر نہ صرف ماکونڈو میں سنجیدہ قسم کے سیاسی نتائج نکلیں گے بلکہ تمام ساحلی پٹی میں اس کا شدید ردعمل ہو گا- فوجی افسران نے صوبائی دارالحکومت سے مشورہ مانگا تھا-

ہفتہ کی رات تک کوئی جواب نہ آیا- کیپٹن راکی کارنی سیرو اپنے چند افسروں کے ساتھ کاتارینو کے سٹور پر گیا اور بالاخر دھمکی دینے پر ایک عورت انہیں اپنے کمرے میں لے جانے پر راضی ہوئی-

"اس شخص کے ساتھ' جن کے بارے تمام عورتوں کو علم ہے کہ وہ قتل ہونے والا ہے-" عورت نے کپتان کے سامنے اعتراف کیا- "وہ رات کیسے گزار سکتی ہیں- کسی کو پتہ نہیں کہ یہ سب کیسے ہو گا- لیکن ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ کرنل ارلیانو بوئندا پر سکواڈ میں موجود جس افسر یا سپاہی نے گولی چلائی- وہ تمام کو ایک ایک کر کے قتل کر دیں گے- فرار ممکن نہیں- جلد یا بدیر- خواہ وہ پاتال میں کیوں نہ جا چھپیں-"

کیپٹن راکی کارنی سیرو نے یہ بات دوسرے افسروں کو بتائی اور اپنے اعلیٰ حکام تک بھی پہنچائی- اتوار تک کسی نے اس بات کا انکشاف نہیں کیا- اگرچہ فوج کی طرف سے کسی قسم کی سختی نہیں ہوئی تھی لیکن پوری بستی جانتی تھی کہ افسر کسی بہانے کی تلاش میں ہیں تاکہ گولی مارنے کے عمل سے وہ بچ جائیں-

سوموار کی ڈاک سے سرکاری حکم پہنچ گیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر گولی مار دی جائے-

اس رات آفیسرز نے ایک ٹوپی میں سات پرچیاں ڈالیں- کیپٹن راکی کارنی سیرو کی غیر محفوظ قسمت کی پیشن گوئی اس کے انعام کی پرچی کے ساتھ لکھی تھی-

"اس میں بدقسمتی کی کیا بات ہے؟" اس نے تلخی سے کہا- "میں کتیا کا پلا ہوں اور اسی موت مروں گا-"

صبح کے پانچ بجے اس نے سکواڈ کے لئے سپاہی چنے۔ انہیں صحن میں ترتیب دی اور موت کے قیدی کو کھری آواز دے کر جگایا۔

"بوئندا! آؤ چلیں۔" اس نے کرنل سے کہا۔ "ہمارا وقت آ گیا ہے۔"

"ہاں! بس یہی ہونا تھا۔" کرنل نے جواب دیا۔ "میں خواب دیکھ رہا تھا کہ میرے بغل کے ناسور پھٹ گئے ہیں۔"

رابیکا بوئندا کو جب پتہ چلا کہ آج ارلیانو کو گولی مار دی جائے گی تو وہ صبح کے تین بجے جاگ گئی۔ وہ بیڈ روم میں اندھیرے میں کھڑی رہی اور پھر اپنی ادھ کھلی کھڑکی میں سے قبرستان کی دیوار دیکھتی رہی۔ وہ جس بستر پر بیٹھی وہ جوزے ارکیدو کے خراٹوں سے کانپ رہا تھا۔ وہ پورا ہفتہ اپنے دل کو مضبوط کیے انتظار کرتی رہی جس طرح وہ پیٹرو کریپی کے خطوط کا انتظار کیا کرتی تھی۔

"وہ اسے یہاں گولی نہیں ماریں گے۔" جوزے ارکیدو نے کہا۔ "وہ اسے آدھی رات کو بیرکوں میں گولی ماریں گے تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ سکواڈ میں کون کون سے سپاہی شامل تھے اور اسے وہیں دفن کر دیں گے۔" رابیکا انتظار کرتی رہی۔

"وہ اتنے ہی بے وقوف ہیں۔ وہ یہیں گولی ماریں گے۔ اسے اس بات پر اتنا یقین تھا کہ جیسے کوئی اندر سے بول رہا ہو کہ اسے خدا حافظ کہنے کے لئے اپنا دروازہ کیسے کھولے گی۔"

"وہ اسے گلیوں میں سے لے کر نہیں جائیں گے۔" جوزے ارکیدو کی ضد برقرار تھی۔ "اور وہ بھی چھ سپاہیوں کے ساتھ۔ انہیں پتہ بھی ہے کہ لوگ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔"

اپنے خاوند کی دلیل کے برعکس رابیکا کھڑکی میں کھڑی رہی۔

"تمہیں پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے پاگل ہیں؟" رابیکا نے کہا۔

منگل کی صبح کے پانچ بجے جوزے ارکیدو کافی پی چکا تھا۔ رابیکا نے کھڑکی بند کی تو اس نے اپنے کتے چھوڑ دیے۔ رابیکا نے اپنا سر بستر سے نکا دیا کہیں گر نہ پڑے۔

"وہ۔ وہ اسے لا رہے ہیں۔" رابیکا نے آہ بھری۔ "وہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔"

جوزے ارکیدو نے کھڑکی کھول کر دیکھا۔ وہ صبح کی روشنی میں جھلملا رہا تھا۔ اس کی پشت دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ کولھوں کے پیچھے تھے۔ اس کی بغلوں میں زخم تھے اور وہ بازو نیچے نہیں کر سکتا تھا۔

"ایک انسان اتنی حد تک بھی بے بس ہو سکتا ہے۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے کہا۔

"ہاں اتنی حد تک بے بس ہو سکتا ہے۔ صرف چھ گولیاں اس کو ختم کر سکتی ہیں۔ اور وہ ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔"

اس نے جوش سے کہا۔ اس کا لہجہ کہیں اندر سے آتا محسوس ہوا کیپٹن راکی کارنی سیرو اس کی بات سے متاثر نظر آتا تھا۔ اس نے سوچا شاید وہ کوئی دعا پڑھ رہا ہے۔ جب سکواڈ نے نشانہ لیا تو اس کا غصہ تلخی میں بدل گیا۔ اس کی زبان رک گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ صبح کی چمکیلی روشنی غائب ہو گئی۔ اس نے اپنے آپ کو چھوٹے اور تنگ کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔ اس کے گلے میں ایک ٹائی تھی۔ اس نے اپنے باپ کو دیکھا جو ایک بہترین سہ پہر کو ایک خیمے میں لے گیا اور اس نے برف دیکھی تھی۔ جب اس نے چیخنے کی آواز سنی تو اس نے سوچا۔ فائرنگ سکواڈ کو آخری حکم دیا جا رہا ہے۔ اس نے انتہائی تجسس سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ گولیوں کی سنسناہٹ کی توقع کر رہا تھا۔ اس نے کیپٹن راکی کارنی سیرو کو دیکھا۔ اس کے بازو اوپر اٹھے ہوئے تھے اور گلی میں جوزے ارکیدو اپنی شاٹ گن چلانے کے لئے تیار تھا۔

"گولی نہ چلانا۔" کیپٹن نے جوزے ارکیدو سے کہا۔ "تمہیں خدا نے بھیجا ہے۔"

پھر ایک اور جنگ چھڑ گئی۔

کیپٹن راکی کارنی سیرو اور اس کے چھ سپاہی کرنل ارلیانو بوئندا کی زیر کمان انقلابی جنرل وکٹاریوماڈینا کو آزاد کرانے کے لئے روانہ ہو گئے جسے ریوچا میں موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ پہاڑوں کو پار کر کے اپنا وقت بچا سکتے ہیں۔ انہوں نے وہی راستہ اپنایا جو جوزے ارکیدو بوئندا نے ماکوندو بسانے کے لئے اپنایا تھا۔

ایک ہفتہ گزرنے کے بعد انقلابی لوگ اس بات پر قائل ہو گئے کہ یہ کام ناممکن ہے اور اتنے کم اسلحہ کے ساتھ یہ کام انتہائی خطرناک ہے۔ فائرنگ سکواڈ کے سپاہیوں کا اسلحہ ہی ان کے پاس تھا۔ انہوں نے بستیوں کے قریب اپنے کیمپ لگائے اور ان میں سے ایک نے نقرئی مچھلی اپنے ہاتھ میں لے کر بھیس بدل کر لبرل لوگوں سے رابطہ کیا کہ لبرل شکار کا بہانہ بنا کر ان سے آن ملیں۔ جب انہوں نے پہاڑ کی اوٹ سے ریوچا کو دیکھا تو جنرل وکٹاریوماڈینا کو گولی ماری جا چکی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے ساتھیوں نے اسے کریبیین ساحل کا جنرل بنا کر انقلابی فوج کا سربراہ بنانے کا اعلان کر دیا۔ اس نے یہ حیثیت قبول کر لی

لیکن جنرل کی ترقی لینے سے انکار کر دیا۔ اس نے عہد کیا کہ جب تک کنزرویٹو سرکار موجود ہے اس وقت تک وہ یہ عہدہ قبول نہیں کرے گا۔

تین مہینوں میں وہ تین ہزار مسلح سپاہی اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن وہ کسی حرف غلط کی طرح مٹا دیئے گئے۔ زندہ بچ جانے والوں کو مشرقی سرحد کی طرف دھکیل دیا گیا۔ اگلی خبر یہ تھی کہ جب وہ انٹیلی کے جزائر پار کر کے کلاؤڈی لاویلا پہنچے تو سرکار کی طرف سے ہر جگہ ٹیلی گرام بھیجے گئے اور پورے ملک میں خوشی کے ساتھ اعلان کیا گیا کہ کرنل ارلیانو بوئندا قتل کر دیا گیا ہے۔ دو دن بعد بہت سے ٹیلی گرام پچھلے اعلان کی تردید میں پہنچ گئے کیونکہ جنوبی میدانی علاقوں میں نئی شورش کھڑی ہو گئی۔ اس کی موت کا اعلان اور اس کی تردید نے اسے ویلانیوا کا فاتح بنا دیا۔ اسے گواکیمال میں شکست ہوئی۔ موتیلان انڈین نے اسے کچا کھا لیا۔ ولدلی علاقے کی ایک بستی میں وہ مر گیا اور یوری متیا میں اس نے دوبارہ ہتھیار سنبھال لئے اور یوں کرنل ارلیانو بوئندا "ہر جگہ موجود ہے" کا لیجنڈ بن گیا۔

اس وقت لبرل لیڈر کانگریس میں شمولیت کے لئے مذاکرات کر رہے تھے۔ انہوں نے کرنل ارلیانو بوئندا کی مزاحمت کو مہم جوئی کا نام دیا۔ وہ ان کی پارٹی کی نمائندگی نہیں کر رہا تھا۔ سرکار نے اسے "ڈاکو" قرار دے دیا اور اس کے سر کی قیمت پانچ ہزار پیسو مقرر کی گئی۔ سولہ شکستوں کے بعد کرنل ارلیانو بوئندا گوجیرا کی طرف ہٹا اور اس کے ہمراہ دو ہزار سپاہی اور انڈین تھے۔ اس نے سرکار کی فوج کو بے خبری میں جا لیا اور ریوچا کا محاصرہ کر لیا۔ وہیں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا اور موجودہ سرکار کے خاتمے تک جنگ جاری رکھنے کا اعلان کر دیا۔ سرکار کی طرف سے اسے پہلا پیغام یہ ملا کہ اگر وہ اڑتالیس گھنٹے کے اندر مشرقی محاذ کی طرف پیچھے نہ ہٹا تو کرنل گرینلڈو مارکیز کو گولی مار دی جائے گی۔ کرنل راکی کارنی سیرو اس وقت اس کا چیف آف سٹاف تھا۔ اس نے خوف زدہ نظروں کے ساتھ اس کو ٹیلی گرام دیا لیکن اس نے کسی ان جانی خوشی سے اسے پڑھا۔

"کتنی اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔ "کہ اب ماکوندو میں بھی ٹیلی گراف آفس ہے۔"

اس کا جواب یقینی تھا۔ اگلے تین ماہ میں ماکوندو میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنانے کا پروگرام تھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر کرنل گرینلڈو مارکیز اسے زندہ نہ ملا تو وہ ان تمام جنگی قیدیوں کو گولی مار دے گا جو اس کی قید میں ہیں اور یہ کام جنرلوں سے شروع کیا جائے گا۔ وہ اپنے

ماتحتوں کو بھی یہ حکم دے گا کہ باقی عرصہ جب تک جنگ جاری ہے۔ یہی کام کرتے رہیں۔
تین ماہ بعد جب وہ فاتح بن کر ماکوندو میں داخل ہوا تو دلدلی سڑک پر جو پہلا شخص اس کے گلے ملا۔ وہ کرنل گرینلڈو مارکیز تھا۔

گھر بچوں سے بھرا ہوا تھا۔ ارسلا سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کو اپنے گھر میں لے آئی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی اور دو جڑواں بچے تھے۔ وہ دونوں ارکیدو کے مرنے کے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ ارکیدو کی خواہش کے برعکس ارسلا نے لڑکی کو ریمیڈیس کے نام سے اسے بپتسمہ دیا۔

"مجھے یقین ہے ارکیدو ایسا ہی چاہتا تھا۔" اس نے کہا۔ "ہم اس کا نام ارسلا نہیں رکھتے۔ اس نام کے شخص کو بہت عذاب جھیلنے پڑتے ہیں۔"

جڑواں بچوں کے نام جوزے ارکیدو سگندو اور ارلیانو سگندو تجویز کیے گئے۔

ان کا تمام کام امرانتا سنبھالتی تھی۔ اس نے لونگ روم میں لکڑی کی چھوٹی کرسیاں رکھیں اور ہمسائے بچوں کو بلا کر نرسری بنا لی۔ جب کرنل ارلیانو بوئنڈا دھماکوں اور بجتی گھنٹیوں کے درمیان ماکوندو لوٹا تو گھر میں بہت سے بچوں نے اسے خوش آمدید کہا۔ ارلیانو جوزے اپنے دادا کی طرح لمبا تڑنگا تھا۔ اس نے ایک انقلابی افسر کی طرح کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے کرنل کو فوجی سلیوٹ کیا۔

جنگ کے بارے خبریں اچھی نہیں آ رہی تھی۔

کرنل ارلیانو بوئنڈا کے جانے کے ایک سال بعد جوزے ارکیدو اور رابیکا نئے گھر چلے گئے۔ یہ گھر ارکیدو نے بہت محنت سے بنوایا تھا۔ کرنل کو گولی مارنے کے دوران اس کی مداخلت کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ نیا گھر چوک کے بہترین کونے میں بادام کے درختوں کے سائے تلے تھا۔ جن پر لال چڑیوں کے گھونسلے تھے۔ ملاقاتیوں کے لئے گھر کا ایک بڑا دروازہ تھا۔ روشنی اندر آنے کے لئے چار کھڑکیاں تھیں۔ مہمان نوازی کے لئے اس گھر کا نقشہ بہترین تھا۔ رابیکا کی پرانی سہیلیاں مسکاٹ فیملی کی کنواری بہنیں وہاں کشیدہ کاری کے لئے آتیں۔ پہلے سالوں میں کشیدہ کاری بیگونیا کے نیچے پورچ میں ہوتی اور پھر ختم ہو گئی۔ قبضہ کے ذریعے ہاتھ آنے والی زمینیں جوزے ارکیدو کو کافی نفع دے رہی تھیں۔ اس کے پاس سرکاری عطا کردہ عہدہ بھی تھا۔

ہر سہ پہر کو وہ شکاری کتوں کے غول میں گھوڑے پر سوار گھر لوٹتا۔ اس کے ہاتھ میں

ڈبل بیرل صندوق ہوتی اور بہت سے خرگوش اس کی زین سے بندھے ہوتے۔

ستمبر کی ایک سہ پہر کو طوفان کے آثار دیکھ کر جلد لوٹ آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں رابیکا سے ملا۔ صحن میں کتے باندھے۔ خرگوش کچن میں لٹکائے تاکہ بعد میں انہیں نمک لگا کر محفوظ کر لیں۔ وہ بیڈ روم میں کپڑے بدلنے گیا۔ اس نے اندر سے کنڈی لگا لی۔ بعد میں رابیکا نے کہا کہ جب وہ بیڈروم میں گیا تو وہ لیٹرین میں تھی۔ اس نے کوئی آواز نہیں سنی۔ یہ بات کچھ ناقابل یقین سی تھی لیکن اس کے علاوہ کوئی معقول وجہ بھی نظر نہیں آتی تھی۔ کوئی بھی شخص رابیکا کے بارے سوچ نہیں سکتا تھا کہ اس نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے اسے بے انتہا محبتیں دی تھیں۔ بس یہی راز تھا جو ماکوندو میں کھل نہ پایا۔

جونہی جوزے ارکیدو نے بیڈ روم کی کنڈی چڑھائی۔ گھر میں گولی کی آواز گونجی۔ خون کی ایک لکیر دروازے کے نیچے سے نکلی اور لونگ روم سے گزرتی گلی میں پہنچ گئی۔ ٹیرس کو پار کرتی سیڑھیوں تک گئی پھر کناروں پر چڑھتی ترکوں والی گلی میں سے گزری۔ گلی کی نکڑ پر ایک لکیر دائیں طرف مڑی اور دوسری کا رخ بائیں طرف تھا۔ خون کی لکیر بوئندا ہاؤس کی طرف زاویہ قائمہ بناتی گئی۔ بند کمرے کے نیچے سے گزری۔ پارلر کو پار کیا۔ ڈائننگ ٹیبل کو بچاتے ہوئے دیواروں کے ساتھ ساتھ بہتی چلی گئی تاکہ گملوں پر خون کے نشان نہ پڑیں اور ایک لمبی موڑ کاٹ کر ایگونیا کے پارلر میں نظر آئے بغیر امرانتا کی کرسی کے نیچے سے گزری۔ وہ ارلیانو جوزے کو ریاضی پڑھا رہی تھی۔ وہ پنیڑی سے گزرتی کچن میں پہنچ گئی۔ ارسلا چھتیس انڈے توڑ کر روٹی بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"او۔۔۔۔ معصوم میری۔" ارسلا چلائی۔

وہ خون کی لکیر کے پیچھے چلی۔ اس کے نکتہ آغاز کی تلاش میں پنیڑی میں سے ہو کر گزری۔ جہاں ارلیانو جوزے رٹا لگا رہا تھا۔ تین جمع تین' بنتے ہیں چھ اور چھ جمع تین بنتے ہیں نو۔ اس نے ڈائننگ روم اور لونگ روم پار کیا۔ سیدھی لکیر کے پیچھے پہلے دائیں مڑی پھر بائیں طرف اور ترکوں والی گلی میں آ گئی۔ اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے ابھی تک ایپرن باندھا ہوا ہے۔ اس کے پاؤں میں گھریلو استعمال کے سلیپر ہیں۔ وہ چوک کے کونے میں ایک ایسے گھر تک پہنچ گئی جہاں وہ پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ گھر گن پوڈر کی بو سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ جوزے ارکیدو اپنے اترے ہوئے زیر جامہ کے قریب الٹا پڑا تھا اور خون کی لکیر یہیں سے شروع ہو رہی تھی۔ دائیں کان سے خون بہنا

بند ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے بدن پر کوئی ضرب نہیں تھی اور نہ ہی قریب کوئی ہتھیار پڑا تھا۔

میت میں سے گن پوڈر کی بو ختم کرنا مسئلہ بن گیا۔ پہلے انہوں نے تین مرتبہ صابن لگا کر میت کو برش سے رگڑا۔ نمک اور سرکے کے ساتھ دھویا۔ پھر راکھ اور لیمن کے ساتھ صاف کیا۔ آخر لائی کے ڈرم کے قریب اسے چھ گھنٹے رکھا۔ انہوں نے اس کی میت کو اتنی بار رگڑا کہ اس کے کندہ نشان دھندلے پڑنے لگے۔ جب انہوں نے کیومن کے بیجوں' مرچ اور لارل کے پتوں کے ساتھ ہلکی آنچ میں ابالا تو لاش گلنا شروع ہو گئی۔ انہوں نے جلدی سے اسے دفن کر دیا۔ انہوں نے اس کے لئے ایک خاص تابوت بنوایا۔ جو ساڑھے سات فٹ لمبا اور چار فٹ چوڑا تھا۔ اس کے اندر لوہے کی چادریں رکھی گئیں اور سٹیل کی کنڈیوں کے ساتھ تابوت بند کیا۔ اس کے باوجود جنازہ جن گلیوں سے گزرا' گن پوڈر کی بو پھیل گئی۔

فادر نیکانار جگر کی سوزش کی وجہ سے صاحب فراش تھا اور اس کا پیٹ ڈھول کی طرح تنا ہوا تھا۔ اس نے بستر پر لیٹے لیٹے اسے دعائیں دیں۔

کئی دنوں تک انہوں نے قبر پر آنکھ رکھی۔ قبر کی دیواروں کے ساتھ دبی ہوئی راکھ' برادہ اور چونا ڈالا لیکن قبرستان سے برسوں تک گن پوڈر کی بو آتی رہی۔ آخر بنانا کمپنی کے انجینئروں نے قبر کے اوپر کنکریٹ کا ایک شیل رکھ دیا۔

جونہی جنازہ گھر سے باہر نکلا۔ رابیکا نے گھر کا دروازہ بند کیا اور اپنے آپ کو وہیں زندہ دفن کر لیا۔ اپنے اوپر حقارت کا خول چڑھا لیا۔ کوئی زمینی جذبہ اس خول کو نہیں توڑ سکتا تھا۔ وہ گلی میں صرف ایک بار باہر نکلی اس وقت وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ اس نے پرانی چاندی کے جوتے پہنے ہوئے تھے اور پھولوں کا ہیٹ سر پر تھا۔ آوارہ گرد یہودی انہی دنوں بستی میں سے گزرا تھا۔ اسی سال شدید گرمی پڑی۔ پرندے کھڑکیوں سے ٹکراتے تھے تاکہ وہ سائے میں مریں۔ اسے آخری مرتبہ اس وقت زندہ دیکھا گیا جب ایک چور اس کے گھر کا دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ رابیکا نے اسے گولی مار دی۔ ار جینڈا اس کی بااعتماد نوکرانی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے کسی سے رابطہ نہ رکھا۔

ایک مرتبہ یہ افواہ اٹھی کہ وہ بشپ کو خط لکھتی ہے۔ جو بقول' اس کا فرسٹ کزن ہے۔ لیکن اس کے جواب کے بارے کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

بستی والے اسے بھول گئے۔

اپنی فاتحانہ واپسی کے بعد کرنل ارلیانو بوئندا اپنے معاملات پر اتنا سرگرم نہیں تھا۔ سرکاری دستوں نے بغیر مزاحمت کے ماکوندو خالی کر دیا۔ یوں لبرل عوام میں فتح کا احساس پیدا ہوا کہ شاید اب مزید تباہی نہ ہو لیکن سب سے زیادہ حقیقت کا علم انقلابیوں کو تھا اور سب سے زیادہ باخبر کرنل ارلیانو بوئندا تھا۔

اس وقت کرنل ارلیانو بوئندا کے زیر کمان پانچ ہزار سپاہی تھے۔ دو ساحلی ریاستوں پر ان کا قبضہ تھا۔ کرنل کو اپنی فوج کو سمندر کی طرف دھکیلے جانے کا احساس تھا۔ صورتحال اتنی الجھی ہوئی تھی کہ جب کرنل ارلیانو بوئندا نے چرچ کی مرمت کا حکم دیا جو سرکاری فوج کی توپوں کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ فادر نیکانار نے اپنے بستر پر لیٹے تبصرہ کیا۔

"یہ کیا ہے؟" یسوع مسیح پر یقین کرنے والے چرچ توڑتے ہیں اور آزاد خیال اسے دوبارہ تعمیر کر رہے ہیں۔"

فرار کی کمزور جگہ پر نظر رکھتے ہوئے وہ گھنٹوں ٹیلی گراف آفس میں بیٹھ کر دوسرے علاقوں کے کمانڈروں کو ہدایات دیتا رہتا۔ ہر لمحے اسے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ جنگ محض تعطل ہے۔ لبرل کی فتوحات کی خبروں کا خوشی کے ساتھ اعلان ہوا لیکن جب وہ نقشہ پر نظر ڈالتا تو اسے عجیب لگتا کہ اس کی فوجیں جنگل کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ انہیں مچھر اور ملیریا کے خلاف جنگ لڑنی پڑ رہی تھی۔ اور اپنے مرکز سے ہٹتی جا رہی ہیں۔

"ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔" وہ اپنے آفیسرز سے گلا کرتا۔ "ہم محض وقت ضائع کر رہے ہیں اور وہ حرامی کانگریس کی سیٹوں کے لئے بھیک مانگ رہے ہیں۔"

اب وہ اسی چھولی میں رات بھر جاگتا رہتا۔ یہ وہی کمرہ تھا جہاں اس نے موت کی آہٹ محسوس کی تھی۔ وہ تصور میں ایک منجمد صبح کو صدارتی محل سے باہر نکلتے کالے کوٹوں میں ملبوس کانوں تک اٹھے ہوئے کالرز میں چھپے وکیلوں کو دیکھتا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے صدر کی باتوں پر تبصرہ کرتے اور خوابیدہ صبحوں کے کیفے میں پناہ جا لیتے کہ جب صدر نے "ہاں" کہا تو اس کے کیا معنی تھے اور "نہیں" سے کیا مطلب اخذ ہوتا ہے۔ وہ یہاں تک تصور کرتا کہ صدر خود کیا سوچتا ہو گا؟ اب کرنل ارلیانو بوئندا مختلف انداز میں سوچتا۔ وہ پچانوے سنٹی گریڈ کے درجہ حرارت پر مچھر پکڑنے کی کوشش کرتا رہتا۔ اور پھر اسے ایک خوفناک صبح کا احساس ہوتا جب وہ اپنے سپاہیوں کو سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم

دے گا۔

غیر یقینی کی ایک رات پیلار ترنیرا سپاہیوں کے ساتھ صحن میں بیٹھی گا رہی تھی تو اس نے تاش کے پتوں کے ذریعے اپنے مستقبل کے بارے پوچھا۔

"اپنے منہ کا خیال رکھو۔" پیلار ترنیرا نے تاش کے پتے پھیلائے اور تین مرتبہ پتے اٹھا کر یہی جواب دیا۔ "مجھے علم نہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ لیکن علامات بہت واضح ہے۔"

دو دن کے بعد کسی نے کرنل ارلیانو بوئندا کو کافی کا ایک مگ پیش کیا۔ کافی کا یہ مگ ہاتھوں ہاتھ گزرتا، کرنل ارلیانو بوئندا کی میز تک پہنچ گیا۔ اس نے کسی کو کافی لانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ کافی پہنچ چکی تھی تو کرنل نے اسے پی لیا۔ کافی میں دس گھوڑے مارنے کی طاقت کی نکس ومیکا تھی۔ جب اسے گھر اٹھا کر لے گئے۔ اس کا بدن کمان کی طرح مڑا ہوا تھا اور اس کی زبان دانتوں میں پھنسی تھی۔

ارسلا اس کی موت کے خلاف لڑتی رہی۔

قے آور دوائیوں سے اس کا معدہ صاف کیا گیا۔ گرم کمبلوں میں لپیٹا گیا۔ ارسلا دو دن اسے انڈے کی سفیدی دیتی رہی۔ بالآخر اس کے مڑے تڑے بدن کا ٹمپریچر نارمل ہو گیا۔ چوتھے دن وہ خطرے سے باہر تھا۔ اس کے اصرار کے باوجود ارسلا اور اس کے ماتحتوں نے ایک ہفتہ تک بستر سے باہر نہ نکلنے دیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کی مددگار ماورائی قوتیں ابھی ختم نہیں ہوئیں۔

"میں نہیں چاہتی کہ تم جلدی کرو۔" ارسلا نے کہا۔ "اس رات میں چولہا جلانے گئی تو اپنے آپ سے یہی کہتی رہی کہ اس کی موت کے آنے تک انتظار کروں۔"

نزاع کے عالم میں وہ ریمیڈیس کی گرد آلود گڑیوں میں گھرا ہوا تھا اور پھر کرنل ارلیانو بوئندا اپنی شاعری کو دوبارہ پڑھ کر اپنے وجود کے دھوکہ باز لمحوں میں کھویا رہا۔

اس نے دوبارہ شاعری شروع کر دی۔ وہ گھنٹوں غیر فیصلہ کن جنگ کی حیرتوں کے توازن میں ڈوبا اپنے گیتوں میں موت کے کناروں کو چھو کر آنے کے تجربات کرتا رہتا۔ اب اس میں وجدان کی ایسی قوت تھی کہ وہ آگے پیچھے ہر اُور دیکھ سکتا تھا۔ ایک رات اس نے کرنل گرینلڈو مارکیز سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ۔ میرے دوست یہ جنگ ہم کیوں لڑ رہے ہیں؟"

"دوسری وجہ کون سی ہو سکتی ہے۔" کرنل گرینلڈو مارکیز نے جواب دیا۔ "عظیم لبرل

پارٹی کے لئے۔"

"تم بہت خوش قسمت ہو کہ تمہیں پتہ ہے کہ ہم یہ جنگ کیوں لڑ رہے ہیں۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے کہا۔

"جہاں تک میرا تعلق ہے۔ مجھے اب ادراک ہوا ہے کہ میں صرف اپنے نام کی وجہ سے جنگ لڑ رہا ہوں۔"

"یہ بری بات ہے۔" کرنل گرینلڈو مارکیز نے کہا۔

کرنل ارلیانو بوئندا اس جواب سے بہت خوش ہوا۔

"فطری سی بات ہے۔" اس نے کہا۔ "لیکن وقتی طور پر بہتر ہے کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو کہ ہم کیوں لڑ رہے ہیں۔" وہ کرنل گرینلڈو مارکیز کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرایا۔ "یا پھر یہ جنگ' تمہارے خیالات کی طرح کسی مقصد کے لئے ہو' کسی چیز کے لئے ہو جو کسی اور کے نزدیک کوئی معنی نہ رکھتی ہو۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے اس سوچ کی وجہ سے ملک کے اندرونی علاقوں میں موجود مسلح دستوں سے رابطہ قائم نہ کیا۔ یہاں تک کہ لبرل پارٹی کے لیڈروں نے کھلے عام اعلان کر دیا کہ کرنل ارلیانو بوئندا ڈاکو ہے۔ اسے یقین تھا کہ جوں ہی اس کے ضمیر کی خلش کم ہو گی۔ وہ جنگ کا یہ دائرہ توڑ دے گا۔ آرام کے دوران اسے سکون کے ساتھ سوچنے کا اور موقع ملا اور ارسلا سے کچھ چھپی ہوئی رقم اور اس کی زندگی بھر کی بچت لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے کرنل گرینلڈو مارکیز کو ماکوندو کا سول اور فوجی سربراہ بنایا اور خود اندرون ملک باقی مسلح گروپوں سے مکمل رابطہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

کرنل گرینلڈو مارکیز نہ صرف کرنل ارلیانو بوئندا کا قریبی ترین' بااعتماد دوست تھا بلکہ ارسلا اسے اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتی تھی۔ ایک موٹا' تازہ' صحت مند اور مہذب انسان جو حکومتی مشینری چلانے کی بجائے جنگی امور میں ماہر تھا۔ اس کے سیاسی مشیر باآسانی اسے کسی تھیوری کی بھول . حیلیوں میں پھنسا لیتے تھے لیکن وہ ماکوندو میں ایسا دیہاتی سکون اور امن پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا جس کا کرنل ارلیانو بوئندا کبھی خواب دیکھا کرتا تھا۔ ایسی بستی جس میں وہ نقرئی مچھلیاں بناتے ہوئے مر جائے۔ اگرچہ کرنل گرینلڈو مارکیز اپنے گھر میں رہائش پذیر تھا لیکن وہ ہفتہ میں دو تین مرتبہ ارسلا کے ہاں لنچ کرتا۔ اس نے ارلیانو جوزے کو اسلحے کا استعمال سکھانا شروع کر دیا۔ فوجی تربیت دینا شروع کی اور ارسلا کی اجازت کے بعد

وہ مہینوں فوجی بیرکوں میں رہا تاکہ وہ انسان بن سکے۔ ارلیانو جوزے ابھی بچہ تھا جب برسوں قبل کرنل گرینلڈو مارکیز نے امرانتا سے اظہار محبت کیا تھا۔ ان دنوں وہ پیٹرو کریسی کی محبت میں گم تھی۔ وہ اس اظہار محبت پر ہنس پڑی تھی۔

کرنل گرینلڈو مارکیز انتظار کی بھٹی میں پستا رہا۔

ایک بار اس نے جیل سے ایک درجن رومال کاڑھ کر بھیجنے کے لئے رقم سمیت خط بھیجا۔ ایک ہفتہ بعد امرانتا رومال لے کر جیل میں اس سے ملنے گئی۔ وہ گھنٹوں ماضی میں کھوئے رہے۔

"جب میں باہر نکلوں گا۔ میں تم سے شادی کروں گا۔" جب امرانتا رخصت ہونے لگی تو اس نے کہا۔ امرانتا ہنس پڑی۔ جب وہ بچوں کو سبق دے رہی تھی تو اس نے اپنے اندر پیٹرو کریسی کے بارے سوئے ہوئے جذبات ابھارنے کی شعوری کوشش کی۔ اس کے بارے سوچتی رہی۔

سنیچر جیل میں ملاقاتیوں کا دن تھا۔ وہ ملاقات کے لئے جاتے ہوئے کرنل گرینلڈو مارکیز کے گھر رکتی اور ان کے ہمراہ جیل جاتی۔ ایک سنیچر ارسلا کچن میں اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ امرانتا اوون سے بسکٹ نکال رہی تھی تاکہ ان میں سے بہترین بسکٹ چن کر اور اس خاص موقع کے لئے کشیدہ کئے کپڑے میں لپیٹ کر کرنل گرینلڈو مارکیز کے لئے لے جائے۔

"اس سے شادی کر لو۔" ارسلا نے امرانتا سے کہا۔ "اس جیسا انسان تمہیں بمشکل ہی ملے گا۔"

امرانتا نے موڈ بنا لیا۔

"مجھے مردوں کو شکار کرنے کا شوق نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "میں گرینلڈو کے لئے یہ بسکٹ صرف اس لئے لے کر جا رہی ہوں کہ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ جلد یا بدیر وہ اسے گولی مار دیں گے۔"

یہ بات اس نے بغیر سوچے سمجھے کہی اور انہی دنوں سرکار نے اعلان کیا کہ اگر باغیوں نے ریوچا کا محاصرہ ختم نہ کیا تو کرنل گرینلڈو مارکیز کو گولی مار دی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد ملاقات پر پابندی لگا دی گئی۔

امرانتا کمرے میں بند آنسو بہاتی رہی۔ اس کے ذہن میں بالکل ایسا ہی احساس جرم ابھرا جس طرح ریمیڈلیس کی موت پر ہوا تھا کہ اس کے غیر محتاط الفاظ ایک اور موت کا سبب

بن جائیں گے۔

ارسلا نے اس کی ہمت بندھائی۔ ارسلا نے اسے یقین دلایا کہ کرنل گرینلڈو مارکیز اپنے بچانے کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لے گا۔ امرانتا نے وعدہ کیا کہ جب جنگ ختم ہو جائے گی تو وہ کرنل گرینلڈو مارکیز کے سوال کا مثبت جواب دے گی۔

امرانتا نے وقت سے پہلے اپنا وعدہ نبھا دیا۔ جب کرنل گرینلڈو مارکیز ماکوندو کا سول اور فوجی سربراہ بن کر آیا تو ارسلا نے اس کا بیٹے کی طرح استقبال کیا۔ وہ خوشامد کی حد تک اس سے پیار کر رہی تھی۔ اس نے روح کی گہرائیوں سے دعا کی کہ اس کے ذہن میں امرانتا سے شادی کا خیال باقی ہو۔

اس کی دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ جس دن وہ ان کے ہاں لنچ کرتا تو بیگونیا کے پورچ میں امرانتا کے ساتھ چینی چیکر کھیلتا رہتا۔ ارسلا ان دونوں کے لئے کافی' دودھ اور بسکٹ لے آتی۔ بچوں کو ان سے دور رکھتی تاکہ وہ ان کی تنہائی میں مخل نہ ہوں۔ امرانتا واقعی اپنی جوانی کے جوان جذبوں کی بھولی بسری راکھ کو اپنے دل میں کریدنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ لنچ کے دن کا بے چینی سے انتظار کرتی۔ وقت سہ پہر کو چینی چیکر کھیلتے اور ایک انقلابی کی صحبت میں بہتا رہا۔ اپنی یادوں کے نام جب بھی وہ کھیل کا پانسہ اٹھاتا۔ اس کی انگلیاں کانپنے لگ جاتیں لیکن جس دن کرنل گرینلڈو مارکیز نے شادی کی خواہش کا دوبارہ اظہار کیا۔ امرانتا نے انکار کر دیا۔

"میں کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے کرنل سے کہا۔ "تم سے بھی نہیں۔۔۔۔ تم نے ارلیانو سے اتنی محبت کی ہے کہ تم مجھ سے شادی اس لئے کرنا چاہتے ہو۔ کیونکہ تم اس سے شادی نہیں کر سکتے۔"

کرنل گرینلڈو مارکیز صابر انسان تھا۔

"میں بار بار کہتا رہوں گا۔" اس نے کہا۔ "کبھی تو میں تمہیں قائل کر لوں گا۔"

وہ گھر اس سے ملنے آتا رہا لیکن وہ اٹھ کر کمرے میں بند ہو جاتی اور اپنے آنسو پیتی رہتی۔ جب وہ ارسلا کو جنگ کی خبریں سنا رہا ہوتا' اس کی آواز سے بچنے کے لئے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی۔ یہ سچ ہے کہ وہ کرنل گرینلڈو مارکیز سے ملنے کے لئے بے تاب تھی لیکن باہر نہ نکلنے اور اس سے نہ ملنے کی طاقت اب بھی اس کے اندر موجود تھی۔

ان دنوں کرنل ارلیانو بوئندا ہر دوسرے ہفتے تفصیل کے ساتھ ماکوندو خط بھیجتا۔ اس

کے جانے کے کوئی آٹھ مہینے بعد اس نے ارسلا کو خط لکھا۔ ایک خاص قاصد خط لایا۔ اس کے اندر کاغذ پر کرنل کے خوبصورت الفاظ تحریر تھے۔

"پاپا کا خیال رکھنا۔ لگتا ہے اس کا وقت آ گیا ہے۔"

ارسلا کو خطرے کا احساس ہو گیا۔

"ارلیانو نے اگر یہ لکھا ہے تو پھر صحیح ہو گا۔ ارلیانو کو باتوں کا پہلے سے پتہ چل جاتا ہے۔" ارسلا نے کہا۔

دوسرے دن وہ لوگوں کی مدد سے جوزے ارکیدو بوئندا کو اس کے بیڈ روم میں لے آئی۔ وہ پہلے سے بہت بھاری ہو چکا تھا۔ اتنا عرصہ شاہ بلوط کے درخت کے نیچے رہنے کی وجہ سے اس میں یہ صلاحیت پیدا ہو چکی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے اپنا کا وزن اتنا بڑھا لیتا تھا کہ اسے سات نوجوان آدمی بھی نہ اٹھا سکے۔ وہ گھسیٹتے ہوئے اسے بیڈ روم میں لے آئے۔ کگر مہیا کی سخت بدبو' لکڑی کی پھپھوندی' باہر کی بو اور پھر بارشوں اور گرمی سے جھلسے عظیم الجثہ بوڑھے آدمی کی سانسوں کی بدبو سے کمرہ بوجھل ہو گیا۔

اگلی صبح وہ بستر پر موجود نہیں تھا۔ بے انتہا طاقت کے باوجود جوزے ارکیدو بوئندا مزاحمت کے قابل نہیں رہا تھا۔ وہ شاہ بلوط کے درخت کے نیچے رہنا چاہتا تھا کیونکہ وہ عادی ہو چکا تھا۔ ارسلا اس کا خیال رکھتی۔ اسے کھانا کھلاتی۔ ارلیانو کے کارنامے سناتی۔ اتنے عرصے میں وہ جس شخص سے رابطہ قائم رکھ سکا۔ وہ پرودنیسو اگیولار تھا۔ وہ اس وقت تک موت کے ہاتھوں سفوف بن چکا تھا۔ پرودنیسو اگیولار اس سے گپ شپ کرنے دن میں دو مرتبہ اس کے پاس آتا۔ وہ لڑاکے مرغوں کی باتیں کرتے۔ انہوں نے اہم پرندوں کی افزائش نسل کے لئے ایک فارم بنانے کا منصوبہ تیار کیا۔ اگرچہ اب وہ اپنی جوانی کی مہموں کو یاد کر کے اتنا لطف اندوز نہ ہوتے' نہ اب اس کی ضرورت انہیں رہی تھی اور نہ وہ موت کے اکتا دینے والے اتوار کے دنوں کے لئے کچھ کرتے۔

پرودنیسو اگیولار نے اس کا بدن صاف کیا۔ وہ کھانا کھانے میں اس کی مدد کرتا اور اسے ایک ایسے ان جانے شخص کی باتیں سناتا جس کا نام ارلیانو تھا۔ وہ کسی جنگ کے دوران کرنل کے عہدے پر فائز تھا۔ جب جوزے ارکیدو بوئندا اکیلا ہوتا تو اسے اپنے ساتھ ہمدردی سی محسوس ہوتی۔

اس نے خواب میں بہت سے کمرے دیکھے۔

اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بستر سے اٹھ رہا ہے۔ ایک جانے پہچانے کمرے کی طرف جا رہا ہے۔ اس کے بستر کے سیرو کی طرف سے ایک لوہے کی راڈ لگی ہے۔ کمرے میں وہی کرسی، وہی پچھلی دیوار پر میری کی چھوٹی سی تصویر۔ وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہ کمرہ بالکل پہلے جیسا تھا۔ پھر آگے ویسا ہی کمرہ۔ وہ ان لامحدود کمروں میں جانا چاہتا تھا۔ کمرے ایسی ترتیب میں تھے جیسے متوازی شیشوں کی گیلری ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ پرودنیسو اگیولار اسے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا۔ اس کے جانے کے بعد وہ پھر اسی کمرے میں پہنچ جاتا۔ اب کے وہ الٹا چلنا شروع کر دیتا۔ اور یوں ہی وہ الٹے قدم چلتا رہتا۔

بیڈ روم میں آنے کے دو ہفتے بعد ایک رات پرودنیسو اگیولار نے اس کے کاندھے پر اس وقت ہاتھ رکھا جب وہ درمیانی کمرے میں تھا تو وہ ہمیشہ کے لئے وہیں کھڑا رہ گیا اور سوچتا رہ گیا کہ اصل اور حقیقی کمرہ یہی ہے۔

اگلی صبح ارسلا اس کے لئے ناشتہ لا رہی تھی کہ اس نے ایک شخص کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کا قد چھوٹا اور جسم مضبوط تھا۔ اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے سر پر کالے رنگ کا ہیٹ تھا۔ جو اس کی خاموش نگاہوں تک جھک آیا تھا۔

"اوہ۔ خدایا۔" ارسلا نے سوچا۔ "قسم سے۔ یہ تو ملکیا دیس ہے۔"

یہ و۔ستاکان کا بھائی کاتورے تھا۔ جو بے خوابی کے طاعون کے دنوں گھر چھوڑ گیا تھا۔ پھر اس کے بارے کوئی خبر نہ ملی۔

و۔ستاکان نے اس سے پوچھا کہ وہ واپس کیوں آیا تو اس نے اسی زبان میں جواب دیا۔

"میں بادشاہ کے احترام میں آیا ہوں۔"

پھر وہ جوزے ارکیدو بوئندا کے کمرے میں گئے۔ انھوں نے اسے ہلایا جلایا۔ اس کے کانوں میں چیختے رہے۔ اس کی ناک کے آگے آئینہ رکھا لیکن وہ اسے نہ جگا سکے۔ کچھ دیر بعد بڑھئی تابوت کا ناپ لے رہا تھا۔ انھوں نے کھڑکی میں سے دیکھا تو باہر چھوٹے چھوٹے پیلے رنگ کے پھولوں کی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ اس خاموش اور چپ چاپ طوفان میں تمام رات پھول برستے رہے۔ چھتیں ان پھولوں سے بھر گئیں۔ دروازے بند ہو گئے۔ رات کو باہر رہ جانے والے جانور پھولوں میں گم ہو گئے۔ آسمان سے اتنے پھول برسے کہ صبح کو تمام لوگ گلیوں میں بچھے پھولوں کے نرم گدوں پر پھر رہے تھے۔ انھیں بیلچوں اور پھاوڑوں سے دروازے اور گلیاں صاف کرنی پڑیں تاکہ جوزے ارکیدو بوئندا کا جنازہ گزر سکے۔

کشیدہ کاری کے کام سے بے زار' کشیدہ کاری کا سامان گود میں رکھے' کرسی پر بیٹھی، امرانتا ارلیانو جوزے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی ٹھوڑی جھاگ سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اپنی زندگی کی پہلی شیو کے لئے اپنا استرا چمڑے پر تیز کر رہا تھا۔ شیو کے دوران اس کی چھائیوں سے خون بہنے لگا۔ گوروں کی سی مونچھوں کو شکل دینے کی کوشش میں اس کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا۔ اس نے شیو بنا لی لیکن اس کے اس تھکا دینے والے کام کو دیکھ کر امرانتا نے سوچا کہ ایک ہی لمحہ میں وہ بوڑھی ہو گئی ہے۔

"جب ارلیانو تمہاری عمر کا تھا' وہ بالکل تمہاری طرح تھا۔" اس نے کہا۔ "اب تم مکمل مرد نظر آتے ہو۔"

امرانتا اسے ہمیشہ بچہ سمجھتی رہی اور باتھ روم میں اس کی موجودگی میں بھی ہمیشہ کی طرح کپڑے اتار دیتی۔ وہ بہت دنوں سے مرد بن چکا تھا اور پیلار ترنیرا نے اس کی اٹھتی جوانی دیکھ کر اسے اپنی طرف راغب کر لیا تاکہ اس کی ابھرتی جوانی کی پلک نوک سنواری جا سکے۔ ارلیانو جوزے نے پہلی مرتبہ امرانتا کی ابھری چھاتیوں کے درمیان ڈھلوانی اور گہری جگہ دیکھی تو اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا کہ یہاں کیا ہوا؟ امرانتا نے اپنی چھاتیاں انگلیوں سے دباتے ہوئے کہا۔

"یہاں مجھے خطرناک زخم آئے تھے۔"

کچھ عرصہ ہوا' امرانتا پیٹرو کریسی کی خودکشی کے صدمے سے جانبر ہوئی تھی۔ وہ ارلیانو جوزے کے ساتھ دوبارہ نہانے لگی۔ اس کے بعد ارلیانو جوزے نے اس خلیج کی طرف کوئی توجہ نہ دی لیکن اس کی چھاتیوں کی چوٹیوں پر موجود خوبصورت' نرم اور گلابی نپل دیکھ کر ارلیانو جوزے پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی۔ وہ انہیں دیکھتا رہتا اور اس کے بدن کے روم روم سے وجود میں آنے والے معجزوں کا مشاہدہ کرتا۔ ان پر پانی گرتا تو ارلیانو جوزے کو جھرجھری سی آ جاتی۔ چھوٹی عمر سے اس کی عادت تھی کہ وہ اپنی چھولی چھوڑ کر امرانتا کے بستر میں

گھس جاتا کیونکہ اس کے لمس سے ارلیانو جوزے کو اندھیرے کا خوف ختم ہو جاتا۔ جس دن اسے امرانتا کے ننگے پن کا احساس ہوا تو اس کے ذہن میں اندھیرے کا خوف نہ تھا بلکہ اس کے ذہن میں رات کے چوتھے پہر امرانتا کے گرم سانسوں کو محسوس کرنے کی خواہش تھی۔ ایک صبح جب امرانتا کرنل گرینلڈو مارکیز کو شادی سے انکار کر چکی تھی۔ ارلیانو جوزے اپنے اندر کے احساسات سے جاگا۔ اس سے سانس نہیں لیا جا رہا تھا۔ اسے لگا امرانتا اس کے پیٹ پر انگلیاں پھیر رہی ہے۔ جیسے کوئی کیڑا رینگتا ہے۔ اس نے گہری نیند کا بہانہ کئے امرانتا کی آسانی کے لئے اپنی پوزیشن بہتر کر لی پھر اس نے محسوس کیا کہ امرانتا کی کالی پٹی کے بغیر ہاتھ کسی اندھی شیل فش کی طرح پیٹ کے نیچے کی طرف بہہ رہا ہے۔

دونوں جان بوجھ کر ان جان بنے ہوئے تھے۔

یہ عمل دونوں کے علم میں تھا۔ اس رات کے بعد دونوں ایک مضبوط رشتہ میں جڑ گئے۔ رات کے بارہ بجے پارلر کے گھڑیال کی وائس کی دھن پر ارلیانو جوزے کو نیند آئی۔ ادھیڑ عمر لڑکی کی جلد اب ڈھلکتی جا رہی تھی۔ اسے بھی ایک لمحہ قرار نہ آتا۔ وہ اپنی مچھر دانی میں جاتی اور نیند میں چلنے کی حالت میں اسے جگاتی۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ وہ اس کی تنہائی میں خواہشوں کی عارضی مراد لاتا ہے۔ بعد میں وہ کپڑے اتار دیتے اور دیر تک ایک دوسرے کے بدن کو چومتے چاٹتے رہتے۔ گھر کے کونوں کھدروں میں ایک دوسرے کو گھسیٹ کر لے جاتے یا دن کے کسی فرصت کے لمحے جذبات بے قابو ہو جاتے تو بیڈ روم میں بند ہو جاتے۔

ایک سہ پہر کو جونہی انہوں نے ایک دوسرے کو چومنا شروع کیا تو گودام میں ارسلا نے انہیں پکڑ لیا۔

"تم اپنی پھوپھی سے بہت پیار کرتے ہو؟" ارسلا نے معصومانہ انداز سے ارلیانو جوزے سے پوچھا۔

اس نے ہاں میں جواب دیا۔

"اچھی بات ہے۔" ارسلا نے روٹی پکانے کے لئے آٹا اٹھاتے ہوئے کہا۔

وہ کچن لوٹ آئی۔

یہ واقعہ امرانتا کو پاگل پن سے باہر لے آیا۔ اسے لگا وہ جذبات میں آ کر بہت آگے تک چلی گئی تھی۔ وہ ایک بچے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ اپنے خزاں رسیدہ

جذبوں کو زندہ کر رہی تھی۔ جس میں بے حد خطرہ تھا اور انتہائی بے سکونی بھی۔

اس نے ایک لمحہ میں تمام کچھ جھٹک دیا۔

ارلیانو جوزے ان دنوں اپنی فوجی ٹریننگ مکمل کر رہا تھا۔ اب اسے بھی حقیقت کا احساس ہو چکا تھا۔ اب وہ ہفتہ کے دن سپاہیوں کے ہمراہ کاتارینو کے سٹور پر چلا جاتا۔ وہ اپنی بے ہنگم تنہائی کا مداوا کر رہا تھا۔ اپنی بالغ عمر سے قبل اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے جس عورت کو دیکھا۔ اس کے بدن سے مردہ پھولوں کی بو آتی تھی۔ اس وقت تاریکی تھی اور اس عورت نے ارلیانو جوزے کے تخیل کی بے پناہ قوت کی وجہ سے امرانتا کا روپ دھار لیا۔

کچھ عرصہ کے بعد خانہ جنگی کے بارے متضاد خبریں آنا شروع ہو گئیں۔ سرکار نے خود بھی بڑھتی ہوئی خانہ جنگی کا اعتراف کر لیا۔ ماکوندو میں موجود آفیسرز کو بھی اس بات چیت کی خفیہ رپورٹ ملی۔ یکم اپریل کو کرنل گر ینلڈو مارکیز خود بھی اس بڑے المیہ کا شکار ہو گیا۔ اس نے خود تصدیق کی کہ سرکاری پارٹی کے لیڈران نے واقعی اندرون ملک انقلابیوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ لبرل لیڈروں کی کابینہ میں مشروط شمولیت کے بدلے عارضی جنگ بندی کے بارے مذاکرات کامیابی کے قریب تر تھے۔ ان مذاکرات میں کانگریس میں تین نشستیں' یعنی اقلیتی شمولیت اور ہتھیار ڈالنے والے انقلابیوں کے لئے عام معافی کا اعلان بھی ایجنڈا پر تھا۔

یہ بات کرنل ارلیانو بوئندا کی ایک خفیہ رپورٹ میں تھی۔ وہ عارضی جنگ بندی کی شرائط کے حق میں نہیں تھا۔ کرنل گر ینلڈو مارکیز کو اپنے پانچ بہترین ساتھی منتخب کرنے کا پیغام دیا جو اس کے ہمراہ ملک چھوڑنے پر راضی ہوں۔ اس حکم نامے کا عمل درآمد انتہائی خفیہ رکھا گیا۔

متضاد افواہوں کے طوفان میں معاہدہ سے ایک ہفتہ قبل کرنل ارلیانو بوئندا' اپنے ساتھی کرنل راکی رانی سیرو سمیت دس بااعتماد دوستوں سمیت آدھی رات کو ماکوندو پہنچا۔ گریژن کو ڈسمس کیا۔ تمام ریکارڈ جلا دیئے اور اپنے تمام ہتھیار زمین میں دفن کر دیئے۔ صبح ہونے سے قبل وہ بستی چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کے ساتھ کرنل گر ینلڈو مارکیز اور پانچ بااعتماد لوگ بھی شامل تھے۔ یہ اتنا تیز اور خفیہ اپریشن تھا کہ ارسلا کو بھی آخری لمحے تک پتہ نہ چل سکا۔ پھر کسی نے اس کے بیڈ روم کی کھڑکی پر دستک دی اور سرگوشی میں کہا۔

"اگر کرنل ارلیانو بوئندا سے ملنا ہے تو ابھی دروازے پر آ جاؤ۔"

ارسلا اپنا نائٹ گاؤن پہنے بستر سے اچھلی اور صرف دور' گرد کے بادلوں میں سرپٹ دوڑتے گھوڑوں کو دیکھ پائی- اگلے دن اسے پتہ چلا- ارلیانو جوزے اپنے باپ کے ساتھ جا چکا ہے-

سرکار اور اپوزیشن کی طرف سے جنگ بندی کے مشترکہ اعلامیہ کے دس دن بعد مغربی محاذ پر کرنل ارلیانو بوئندا کی پہلی مسلح جھڑپ کی خبر اٹھی- اس کی چھوٹی اور غیر منظم فوج ایک ہفتہ کے اندر بکھر گئی- ایک سال کے اندر جب لبرل اور کنزویٹو' ملک کی صورتحال کی بحالی کی کوشش میں تھے تو کرنل ارلیانو بوئندا نے سات مرتبہ تخت الٹنے کی کوشش کی- ایک رات ریوچا میں بمباری کی- سرکاری فوج نے اس حملے کے بدلے شہر میں موجودہ چودہ مشہور لبرل لیڈروں کو گولی مار دی- کرنل کی فوج نے دو ہفتے تک سرحد کے قریبی علاقوں کی چیک پوسٹوں پر قبضہ رکھا اور وہیں سے قوم کو کھلی جنگ کا پیغام دیا- ایک اور مہم میں اس کے فوجی تین ماہ تک ایک جنگل میں بھٹکتے رہے- یہ بے سود کوشش محض اس مقصد کے لئے تھی کہ ایک ہزار میل پر پھیلے ہوئے طویل جنگل کو پار کر کے دارالحکومت کے مضافاتی علاقوں میں جنگ چھیڑی جائے- ایک موقع پر وہ ماکوندو سے صرف پندرہ میل کے فاصلے پر تھا- سرکاری دستوں کی وجہ سے انہیں پہاڑوں میں چھپنا پڑا- وہ اس تاریخی علاقہ کے بہت قریب تھا- جہاں برسوں پہلے اس کے باپ نے قدیم ہسپانوی بحری جہاز کی باقیات دیکھی تھیں-

ویستاکان انہی دنوں بے خوابی کے خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی طبعی موت مری- اس نے وصیت کی کہ قبر میں دفن کرنے کے تمام اخراجات اس کی چارپائی کے نیچے دبی ہوئی بیس سال کی جمع پونجی سے ادا کرنے کی بجائے وہ رقم کرنل ارلیانو بوئندا کو بھجوائی جائے تاکہ وہ اس رقم سے جنگ جاری رکھ سکے- لیکن ارسلا نے ایسا نہ کیا-

پھر یہ افواہ ابھری کہ صوبائی دارالحکومت کے قریب کرنل ارلیانو بوئندا کو ہلاک کر دیا گیا- کرنل ارلیانو بوئندا کے بارے ایسا سرکاری اعلان دو سال کے اندر چوتھی بار کیا گیا تھا- چھ ماہ تک یہ افواہ خبر بن کر گھومتی رہی-

ارسلا اور امرانتا نے گھر میں برسوں سے موجود سوگ کے ساتھ اس سوگ میں ڈوب گئیں- پھر غیر متوقع خبر آئی کہ کرنل ارلیانو بوئندا زندہ ہے- بظاہر اس نے سرکار کے خلاف مزاحمت ترک کر دی ہے اور اس نے کریبین کی دوسری ریپبلک حکومتوں کے فاتح فیڈرل

گروپوں سے اتحاد کر لیا ہے۔ وہ ملک سے دور جا رہا تھا۔ ملک سے باہر اس کے کئی نام تھے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ اس وقت اس کا منصوبہ تھا کہ وسطی امریکہ کی تمام فیڈرلسٹ قوتوں کو اکٹھا کر کے الاسکا لے کر پیٹاگونیا تک موجود تمام کنزرویٹو حکومتوں کو ختم کر دیا جائے۔

کئی برسوں بعد پہلی بار اس کا پیغام براہ راست ارسلا کے نام آیا۔ خط مڑا تڑا مدھم حروف میں تھا۔ جو کیوبا کے شہر سنیٹاگو سے ہاتھوں ہاتھ چلتا اس تک پہنچا تھا۔

"وہ ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔" ارسلا نے خط پڑھتے ہی کہا۔ "وہ یوں چلتا رہا تو اگلا کرسمس وہ دنیا کے دوسرے کنارے منائے گا۔"

اس نے یہ خط کنزرویٹو جنرل راکیل منکاڈا کو سنایا۔ جنگ کے اختتام سے وہ ماکوندو کا میئر تھا۔

"ارلیانو۔" جنرل منکاڈا نے کہا۔ "یہ کتنی دکھ کی بات ہے کہ وہ کنزرویٹو نہیں۔"

جنرل منکاڈا' کرنل ارلیانو بوئندا کا معترف تھا۔ بہت سے دوسرے کنزرویٹو سویلین کی طرح اپنی پارٹی کی خاطر وہ بھی جنگ میں کود پڑا اور میدان جنگ میں بہادری کے صلے میں اسے جنرل کا خطاب اور عہدہ ملا۔ وہ پیشہ ور سپاہی نہیں تھا بلکہ پارٹی میں موجود بہت سے لوگوں کی طرح فوج کے خلاف تھا۔ اس کے نزدیک فوجی غیر اصولی پسند' بے وقوف اور سازشی ہوتے ہیں اور امن کے دنوں وہ لوگوں کی بے عزتی کرتے ہیں۔ ذہین' بذلہ سنج' خوش خوراک' مرغوں کی لڑائی کا شوقین اور سرخ و سپید جنرل منکاڈا کرنل ارلیانو بوئندا کی شخصیت سے بہت خوف زدہ تھا اور معترف بھی۔ وہ ساحلی پٹی میں کافی عرصہ اپنی اتھارٹی میں کامیاب رہا۔ ایک مرتبہ وہ کرنل کے داؤ میں پھنس گیا تو اس نے کرنل ارلیانو بوئندا کو دو خطوط لکھے۔ ایک طویل خط میں اس نے دعوت دی کہ وہ آئے اور جنگ کے حل کے لئے کوئی بہتر فارمولا طے کیا جائے۔ دوسرا خط اس نے اپنی بیوی کو لکھا جو لبرل فوجوں کے زیر اثر علاقوں میں رہ رہی تھی۔ خط پہنچنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا۔ اس نے دونوں خطوط کرنل ارلیانو بوئندا کو بھیج دیئے۔ درخواست کے احترام میں کرنل منکاڈا کی بیوی کو بے حد احترام ملا۔

اس کے بعد جنگ کے دوران بھی دونوں اطراف کے کماندار عارضی جنگ بندی کا اعلان کر کے قیدیوں کا تبادلہ کر لیتے۔ اس عارضی جنگ بندی کے دوران کا وقفہ انتہائی پرسکون ہوتا۔ اس دوران جنرل راکیل منکاڈا کی کوشش رہتی کہ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کو شطرنج

سکھائے دونوں بہترین دوست بن گئے۔ اکثر وہ دونوں پارٹیوں کے مشترکہ نکات اور الحاق کے امکان کے بارے سوچتے تاکہ ان پیشہ ور سیاست دانوں اور فوجیوں کی بجائے ایک انسان دوست حکومت تشکیل دی جائے۔ ایسی حکومت اپنے دور کی بہترین حکومت ہو گی۔

لیکن جنگ ختم ہوئی کرنل ارلیانو بوئندا اپنی مقامی جھڑپوں میں الجھا ہوا تھا۔ تو جنرل منکاڈا ماکوندو کا مجسٹریٹ بن گیا۔ وہ سادہ کپڑوں میں بستی میں پھرتا رہتا۔ فوجی افسروں کی بجائے غیر مسلح سپاہیوں کو تعینات کیا۔ انسانی بنیادی حقوق کا اعلان کر دیا۔ جنگ کے دوران ہلاک ہونے والے لبرل لوگوں کے خاندانوں کی مالی امداد کی۔ لوگوں میں اعتماد پیدا کیا اور لوگ جنگ کو ماضی کا دہشتناک واقعہ سمجھنے لگے۔ ماکوندو کو میونسپل کمیٹی کا درجہ دینے کا سرکار سے اعلان کروایا۔ وہ ماکوندو کا پہلا میئر بنا۔

فادر نیکانار جگر کی سوزش میں مبتلا تھا۔ اس کی جگہ پہلی فیڈرلسٹ جنگ کا تجربہ کار فادر کارانل آ گیا۔ لوگ اسے "پوپ" کہتے۔ برنو کریسی نے امپارا مسکاٹ سے شادی کر لی۔ اب اس کی کھلونوں اور موسیقی کے آلات کی دوکان بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے ایک تھیٹر بنایا۔ جس کا نام سپینی کمپنیوں کے سفری ہدایت نامہ میں بھی موجود تھا۔ یہ لکڑی کے بنچوں کا بڑا اوپن ایئر ہال تھا۔ سٹیج کی طرف ایک مخملی پردہ تھا۔ اس کے تین باکس تھے جن کی شکل شیر کی طرح تھی اور شیر کے منہ میں سے ٹکٹیں دی جاتی تھیں۔ انہی دنوں سکول کی دوبارہ تعمیر کی گئی اور ڈان ملکار ایسکالا اس کے انچارج بن گئے۔ وہ بوڑھا استاد ساحلی علاقوں سے آیا تھا۔ وہ طالب علموں کو سزا کے طور پر چونے بھرے صحن میں ٹخنوں کے بل چلاتا اور جب لڑکے کلاس میں شور کرتے۔ انہیں تیز مرچیں کھلاتا۔ لڑکوں کے والدین کی طرف سے اسے ان سزاؤں کی اجازت تھی۔

سنتا صوفیا ڈی لا پیڈاڈ کے دونوں جڑواں بیٹے ارلیانو سگندو اور جوزے ارکیدو سگندو اپنی سلیٹیں، چاک اور ایلومینیم کے جگ اٹھائے پہلے پہل کلاس روم میں آئے۔ ان کے جگوں پر ان کے نام لکھے تھے۔ ر۔میڈلیس کو وراثت میں اپنی ماں کی خوبصورتی ملی تھی۔ اسے ابھی سے "شہزادی ر۔میڈلیس" کہا جاتا۔

ہر آنے والے سوگ اور دکھ میں ڈوبی ارسلا اپنے بڑھاپے کے خلاف مزاحمت کر رہی تھی۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کے آنے سے بیکری کے کاروبار میں ترقی ہوئی۔ پچھلے چند سالوں میں جنگ اور اس گھر کے بیٹوں کی وجہ سے گھر میں جو معاشی بدحالی پھیلی۔ اس میں تبدیلی

آئی۔ ارسلا نے ایک بار پھر اپنے بیڈ روم میں تانبے کے سے برتن میں خالص سونا بھر کر دفن کیا۔

"جب تک خداوند نے میرے سانس میرے اندر رکھے ہیں۔" ارسلا کہا کرتی۔ "اس پاگل گھر میں دھن برستا رہے گا۔"

انہی دنوں ارلیانو جوزے نے ناکاراگوا میں فیڈرل دستوں کو شکست دی۔ ایک جرمن جہاز کو پکڑ لیا۔ وہ کسی گھوڑے کی طرح صحت مند تھا۔ ایک دن کچن میں وارد ہوا۔ وہ انڈین کی طرح لگتا تھا۔ انہی کی طرح اس کے بال لمبے تھے۔ وہ امرانتا سے شادی کرنے کا فیصلہ کر کے آیا تھا۔

جب امرانتا نے اسے گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ چپ رہی۔ اسے ارلیانو جوزے کی آمد کی وجہ کا علم تھا۔ کھانے کی میز پر بیٹھے تو دوسروں کی موجودگی میں انہیں ایک دوسرے کو دیکھنے کی جرات نہ ہوئی۔ اپنی واپسی کے دو ہفتے بعد اس نے امرانتا پر اپنی نظریں جمائیں اور کہا۔

"میں تمہیں ہر لمحے یاد کرتا تھا۔"

امرانتا نے بچنے کی کوشش کی اور کسی اگلی ملاقات کے لئے محتاط ہو گئی۔ وہ ہر وقت شہزادی ر۔میڈلیس کو اپنے ساتھ رکھتی۔ جب اس کے بھتیجے نے پوچھا کہ اس کے ہاتھ پر کالی پٹی کب تک بندھی رہے گی تو وہ شرم کے مارے زمین میں گڑھ گئی کیونکہ اس نے یہ فقرہ اپنے کنوارے پن کی طرف اشارہ سمجھا۔

وہ جب سے آیا۔ امرانتا رات کو اپنے کمرے کی کنڈی لگا کر سوتی۔ وہ کئی راتوں تک اس کے پرسکون خراٹے سنتی رہی۔ کوئی دو مہینے بعد' ایک صبح اس نے اپنے کمرے میں ارلیانو جوزے کے قدموں کی آہٹ سنی۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ شور مچائے گی۔ اسی لمحے اس نے ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے آپ کو تیار کر لیا۔ ارلیانو جوزے مچھردانی کے اندر بالکل اسی انداز سے آیا جس طرح وہ بچپن میں آیا کرتا تھا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ اس نے تمام کپڑے اتار دیئے ہیں تو وہ ٹھنڈے پسینے میں نہا گئی۔ دانت بجنے لگے۔

"جاؤ یہاں سے۔" اس نے سرگوشی کی۔ تجسس کے مارے اس کی آواز دب گئی۔ "جاؤ۔ ورنہ میں چیخ ماروں گی۔"

لیکن ارلیانو جوزے کو پتہ تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے کیونکہ اب وہ بچہ نہیں ایک فوجی جانور تھا۔ اس رات کے بعد دھیمی اور غیر فیصلہ کن لڑائیاں دوبارہ شروع ہو گئیں جو صبح تک جاری رہتیں۔

"میں تمہاری پھوپھی ہوں۔" امرانتا بڑبڑاتی۔ "میں تمہاری ماں کی طرح ہوں۔ صرف میں تم سے عمر میں ہی بڑی نہیں ہوں بلکہ میں نے تمہیں پالا بھی ہے۔"

ارلیانو جوزے صبح ہوتے ہی بستر سے اٹھ جاتا اور اگلی رات کے چوتھے پھر آ دھمکتا۔ وہ پہلے سے زیادہ پرجوش ہوتا۔ اس کے پاس یہی ایک ثبوت تھا کہ اب وہ رات کو کمرے کی کنڈی بند نہیں کرتی اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی خواہش کو نہ روک سکتا۔ اس نے دور ملکوں کے تاریک اور گھٹیا کمروں میں اسے محسوس کیا تھا۔ وہ ہر جگہ' ہر وقت موت کے خوف میں' زخموں پر بندھی پٹیوں پر جمے خون کی بو کے دوران اور موت کی گولیاں اور دھماکوں کے درمیان اسے سوچتا رہا۔ وہ یادوں کے اسی عذاب کی وجہ سے نکل بھاگا تھا۔ اس کے اس جنون کو اس کے سپاہی بہادری کا نام دیتے۔ امرانتا کا تصور جنگ کی گندگی میں جتنا دھنستا گیا۔ جنگ اتنی ہی امرانتا کی طرح ہوتی گئی۔ امرانتا کی وجہ سے وہ اپنی بستی سے بھاگا۔ جلاوطنی ہو گئی۔ امرانتا کی موت کے ساتھ اس کی اپنی بھی موت تھی۔ پھر ایک بوڑھے نے اسے ایک ایسے انسان کی کہانی سنائی جس نے اپنی آنٹی سے شادی کی تھی جو رشتے میں اپنا کزن بھی تھا اور اپنا دادا بھی۔

"کیا کوئی اپنی پھوپھی سے بھی شادی کر سکتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں کر سکتا۔" ایک سپاہی نے جواب دیا۔ "اور ہم انہی پادریوں کے خلاف لڑ رہے ہیں تاکہ کوئی شخص چاہے تو اپنی ماں سے بھی شادی کر سکے۔"

دو ہفتے بعد وہ بھی پریشان ہو گیا۔ اسے لگا امرانتا پہلے سے بھی زیادہ دکھی' غمگین اور شرمندہ شرمندہ سی ہے۔ وہ کسی فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش میں تھا کیونکہ کمرے کی تاریکی میں وہ زیادہ بے چین' بے قرار اور مزاحمت میں پہلے سے زیادہ ہٹیلی تھی۔

"تم درندے ہو۔" جب وہ درندے کی طرح حملہ کرتا تو وہ اسے کہتی۔ "تم اپنی بے بس پھوپھی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے جب تک تم پوپ سے خصوصی حکم نامہ نہیں لے آتے۔"

ارلیانو جوزے نے روم جانے کا وعدہ کر لیا کہ وہ پورا یورپ پار کر کے پاپائے روم کے

جوتے چوم کر اجازت نامہ لے آئے گا۔ وہ ہر حالت میں منوا لے گا۔

"پھر بھی ممکن نہیں۔" امرانتا نے جواب دیا۔ "پھر تمام بچوں کی' سور کی سی دم ہو گی۔"

ارلیانو کوئی دلیل ماننے کو تیار نہیں تھا۔

"ایسا ہوا بھی تو مجھے قبول ہے۔"

رات کے چوتھے پہر دبے جنون کے ناقابل برداشت بوجھ تلے دبا کاتارینو کے سٹور پر گیا۔ وہاں اسے ایک ڈھیلے اور لٹکے سینے کی ایک سستی عورت ملی۔ وہ کچھ دیر اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ ارلیانو جوزے نے امرانتا کی حقارت سے بچنے کے لئے یہ کلیہ آزمانے کی کوشش کی۔

وہ اسے پورچ میں بیٹھی سلائی مشین چلاتے دیکھتا۔ اس نے امرانتا سے کبھی بات نہ کی۔ اب وہ اس چٹان سے آزادی سی محسوس کرنے لگی تھی۔ امرانتا کی سمجھ میں نہ آتا کہ اب وہ کرنل گرینلڈو مارکیز کے بارے دوبارہ کیوں سوچنے لگی ہے۔ وہ چینی چیکر کھیلنے والی ان سہ پہروں کو کیوں یاد کرنے لگی ہے۔ اسے بطور خاوند کے کمرے میں آنے کی خواہش کیوں ابھر رہی ہے۔

ارلیانو جوزے کو محسوس بھی نہ ہوا کہ اس رات بے پروائی کا انداز اپنا کر اس نے اپنا کتنا نقصان کیا ہے۔ وہ دوبارہ امرانتا کے کمرے میں گیا لیکن اس نے دھتکار دیا اور ہمیشہ کے لئے کمرے کی کنڈی چڑھا لی۔

ارلیانو جوزے کی واپسی کے چند ماہ بعد یاسمین میں ڈوبی ایک صحت مند عورت ایک پانچ سالہ بچے کو لے کر گھر میں وارد ہوئی۔ اس کے بقول یہ کرنل ارلیانو بوئندا کا بیٹا ہے۔ وہ ارسلا کے ہاں بپتسمہ کے لئے لائی تھی۔ کسی کو بھی اس لڑکے پر شک نہ گزرا۔ اس کی شکل اس ننھے سے ارلیانو سے بالکل ملتی تھی۔ جب وہ پہلی مرتبہ برف دیکھنے گیا تھا۔

اس عورت نے بتایا۔ جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور کسی نوجوان مرد کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ وہ عورت بھی پلک جھپکائے بغیر چیزوں کو گھورنے کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"بالکل باپ پر گیا ہے۔" ارسلا نے کہا۔ "بس اس میں ایک چیز کی کمی ہے کہ وہ کسی چیز پر نظر جمائے اور اسے راکھ کر دے۔"

ارسلا نے ننھے ارلیانو کو بپتسمہ دیا اور ارلیانو نام کے ساتھ اس کی ماں کا آخری حصہ جوڑ دیا۔ یہ ایک مروجہ ریت تھی کہ جب تک باپ اپنے بیٹے کو تسلیم نہ کر لے۔ باپ کا نام ساتھ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

جنرل منکاڈا دادا بن گیا۔

امرانتا کا اصرار تھا کہ وہ بچے کو یہیں رہنے کے لئے چھوڑ جائے اور امرانتا اس کی پرورش کرے گی لیکن اس کی ماں نے انکار کر دیا۔

اس وقت تک ارسلا کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ سپاہیوں کے ہاں کنواری لڑکیاں بھیجی جاتی ہیں جیسے اچھی نسل کے مرغوں کے پاس مرغیاں چھوڑی جاتی ہیں۔ ایک سال کے اندر اس کے ہاں کرنل ارلیانو بوئندا کے نو اور بیٹے بپتسمہ کے لئے آئے۔ سب سے بڑا بیٹا عجیب و غریب کالے رنگ کا تھا۔ اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ وہ اپنے باپ کے خاندان سے بالکل لگا نہیں کھاتا تھا۔ اس کی عمر دس سال سے اوپر تھی۔ اس گھر میں ہر رنگ اور ہر عمر کے لڑکے آئے لیکن ان میں تنہائی پسندی کا عنصر مشترک تھا۔ شاید ان میں صرف یہی رشتہ تھا۔ بڑے لڑکے نے آتے ہی چینی کے برتن اور گملے توڑ دیئے۔ یوں لگتا تھا وہ جس چیز کو ہاتھ لگائے گا۔ وہ ٹوٹ جائے گی۔ دوسرے نمبر پر گورے رنگ کا تھا۔ ماں کی طرح اس کی آنکھیں بھی ہلکے رنگ کی تھیں۔ اس کے بال عورتوں کی طرح لمبے اور گھنگھریالے تھے۔ وہ گھر میں جان پہچان کے اس انداز سے داخل ہوا جیسے وہ یہیں پلا بڑھا ہو۔ وہ آتے ہی سیدھا ارسلا کے بیڈ روم کی الماری کی طرف گیا اور کہا۔

"مجھے میکانکی بلیرینا دو۔"

ارسلا حیران رہ گئی۔

ارسلا نے الماری کھولی۔ پرانے اور گرد آلود سامان کی تلاشی لی۔ الماری ملکیا دیس کے زمانے سے بند پڑی تھی۔ وہ جرابوں کے جوڑے میں لپٹا ہوا بلیرینا ڈھونڈھ لایا جو پیڑو کریپی ایک مرتبہ لے کر آیا تھا۔ گھر کا ہر فرد اسے بھول چکا تھا۔ یہ تمام لڑکے جنگ کے تھیٹر میں کرنل کی جہت کا نتیجہ تھے۔ بارہ سال سے کم عرصے میں جو لڑکا آتا اس کے نام کا پہلا حصہ ارلیانو ہوتا اور آخری اس کی ماں کا نام۔ ان کی تعداد سترہ تھی۔

شروع شروع میں ارسلا رقم سے ان کی جیبیں بھر دیتی اور امرانتا انہیں یہیں رہ جانے کا اصرار کرتی۔ بعد میں وہ انہیں صرف تحفے تحائف دیتیں اور ارسلا دادی بن کر کہتی۔

"ہم نے بپتسمہ دے کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔"

ارسلا ایک رجسٹر میں ان کا نام' ان کی ماں کا نام پتہ' جگہ اور بچے کی تاریخ پیدائش درج کر دیتی۔

"ارلیانو لڑکوں کے لئے حساب کتاب کی ضرورت ہے تاکہ جب کرنل ارلیانو بوئندا واپس آئے تو تمام فیصلے خود کرے۔"

لنچ کے وقت جنرل منکاڈا اس فضول رواج کے بارے بولتا رہا۔ ارسلا اپنی اس خواہش پر جذباتی ہو گئی کہ کسی دن کرنل ارلیانو بوئندا واپس آئے اور گھر میں اپنے تمام بیٹوں کو اکٹھا کرے۔

"دوست! پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں۔" جنرل منکاڈا نے پراسرار لہجے میں کہا۔ "وہ تمہاری توقع سے پہلے لوٹ آئے گا۔"

جنرل منکاڈا کے علم میں جو باتیں تھیں وہ لنچ کے وقت نہیں بتانا چاہتا تھا کہ کرنل ارلیانو بوئندا پہلے ہی ایک طویل اور اس خونی جنگ کی طرف بڑھ رہا ہے جو پہلے کی تمام کوششوں سے زیادہ خطرناک ہے۔

پہلی جنگ کے ابتدائی دنوں میں لوگوں میں جو ہیجان پھیلا تھا۔ صورتحال اب ویسی ہی ہوتی جا رہی تھی۔ مرغوں کی جو لڑائیاں میئر نے خود شروع کروائی تھیں۔ وہ ختم ہو گئیں۔ گریژن کے کمانڈر کیپٹن اکیولس ریکارڈو نے میونسپل کمیٹی کے تمام اختیارات خود سنبھال لئے۔ وہ لبرل عوام کے ساتھ اشتعال انگیزی کر رہا تھا۔

"کوئی خوفناک بات ہونے والی ہے۔" ارسلا ارلیانو جوزے سے کہتی۔ "تم چھ بجے کے بعد گھر سے باہر مت نکلا کرو۔"

یہ کوشش فضول تھی۔

وہ ارکیدو کی طرح اس سے کھنچا کھنچا رہتا۔ وہ جب سے گھر لوٹا' زندہ رہنے کے امکان کے لئے اپنے آپ سے تعلق رکھے بغیر صرف روزمرہ کی ضرورت کے تحت' زندہ تھا۔ یہی انداز زندگی اسے اپنے چچا جوزے ارکیدو کی طرح کی شہوت پسندی اور کاہلی کی طرف لے آئی۔ امرانتا کے بارے اس کے جذبات کوئی نشان چھوڑے بغیر ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔

وہ ادھر ادھر پھرتا۔ آوارہ گردی کرتا رہتا۔ تالاب میں تیرتا۔ کبھی سرراہے ملنے والی عورت کے ساتھ لیٹ کر اپنی تنہائی دور کر لیتا۔ ان کونوں کھدروں کو کھوجتا رہتا' جہاں ارسلا

رقم رکھ کر بھول جاتی۔ وہ گھر میں صرف کپڑے تبدیل کرنے آتا۔

"تمام ایک جیسے ہیں۔" ارسلا ماتم کرتی رہتی۔ "شروع میں ان کے رویے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ بہت فرمانبردار اور لگتا ہے مکھی تک نہیں مار سکتے لیکن جوں ہی ان کے چہرے پر داڑھی اگتی ہے۔ وہ تباہی کے رستے پر چل پڑتے ہیں۔" ارکیدو کے برعکس، ارلیانو جوزے کو معلوم تھا کہ وہ پیلار ترنیرا کا بیٹا ہے۔ ارلیانو جوزے نے پیلار ترنیرا کے گھر جھولی ٹانگ رکھی تھی اور ساری سہ پہر وہیں پڑا رہتا۔ ماں بیٹا تنہائی کے بہت شوقین تھے۔

پیلار ترنیرا کے پتے سوکھ چکے تھے۔

اس کے قہقہے بھدی موسیقی کی طرح تھے۔ اس کی چھاتیاں پیٹ تک لٹک آئی تھیں۔ زیادہ چربی کی وجہ سے اس کا پیٹ اور ٹانگیں کسی فاحشہ عورت کی طرح ہو گئی تھیں۔

وہ اندر سے مردہ ہو چکی تھی۔

موٹی، بھدی اور کسی سے بے عزتی کا کوئی لفظ سن کر بھی اپنے حال میں مست پیلار ترنیرا نے اپنے تاش کے پتوں میں عجیب رنگ بھر دیئے تھے۔ اب دوسرے لوگوں کے ملاپ میں اسے تسکین ملتی۔ گھر میں جس جگہ جھولی میں سہ پہر کو ارلیانو جوزے اینٹھتا رہتا۔ ساتھ کے کمرے میں قریب کے گھروں کی لڑکیاں اپنے عاشقوں سے ملتیں۔

"پیلار! میرے لئے جگہ رکھنا۔" وہ اندر آکر صرف اتنا کہتیں۔

"بالکل۔" پیلار ترنیرا جواب دیتی۔

اگر پہلے سے کوئی کمرے کے اندر ہوتا تو وہ کہتی۔

"مسئلہ یہ ہے کہ پہلے سے کوئی موجود ہے۔"

اس نے کبھی ان سے بھاڑا لیا، نہ کبھی کسی مدد سے انکار کرتی۔ اس نے خود بھی کبھی ملاپ کے لئے کسی سے انکار نہیں کیا۔ اس عمر میں اور نہ کبھی جوانی میں۔ اس سے پیلار ترنیرا کو سکون ملتا۔ اس کی پانچ بیٹیاں تھیں اور ہر ایک کا باپ مختلف تھا۔ وہ اپنے لڑکپن سے ہی اپنی دوشیزگی کھو چکی تھیں۔ اس نے اپنے دو بیٹے پال پوس کر جوان کئے۔ ان میں سے ایک کرنل ارلیانو بوئندا کے ساتھ گیا اور جنگ میں مارا گیا۔ دوسرا چودہ سالہ بیٹا دلدلی علاقوں کی ایک بستی میں چوزوں کا ایک کریٹ چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا اور اسے کافی زخم آئے۔ ارلیانو جوزے لمبا تڑنگا نوجوان تھا۔ اس کا رنگ کالا تھا۔ پیلار ترنیرا اسے دل سے پیار کرتی تھی اس نے پتوں کے ذریعے اس کے نام پر موت کا نشان دیکھا۔

"آج رات باہر نہ جاؤ۔" اس نے ارلیانو جوزے سے کہا۔ "یہیں سو جاؤ۔ کارمیلٹا مونٹیل تمہارے بارے مجھے کہہ کہہ کر تھک گئی ہے۔ آج رات اس کے ساتھ گزارو۔"

ارلیانو جوزے نے اس کی التجا کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

"اسے کہنا' آدھی رات کو میرا انتظار کرے۔"

وہ تھیٹر پہنچ گیا۔ جہاں ایک چینی کمپنی ایک فلم THE DAGGER OF THE FOX دکھا رہی تھی۔ وہ زوریلا کی فلم تھی لیکن کیپٹن اکیولس ریکارڈو کے حکم پر اس کا نام بدل دیا گیا کیونکہ لبرل ہمیشہ کنزویٹو کو "گاتھ" کہتے تھے۔ جب ارلیانو جوزے نے ٹکٹ لئے تو اس نے دیکھا۔ کپٹن اکیولس ریکارڈو اور دو مسلح سپاہی ناظرین کی تلاشی لے رہے تھے۔

"کیپٹن! محتاط رہنا۔" ارلیانو جوزے نے اسے وارننگ دی۔ "ایسا آج تک کوئی مرد پیدا نہیں ہوا جو مجھ پر ہاتھ ڈال سکے۔"

کیپٹن نے زبردستی اس کی تلاشی لینا چاہی۔ ارلیانو جوزے غیر مسلح تھا۔ وہ بھاگ اٹھا۔ کیپٹن نے ایک سپاہی کو گولی مارنے کا حکم دیا لیکن سپاہی نے انکار کر دیا۔

"وہ بوئندا ہے۔" ان سپاہیوں نے کہا۔

غصے میں اندھے کیپٹن نے سپاہی سے رائفل چھینی۔ گلی کے درمیان میں پہنچا اور نشانہ باندھ لیا۔

"بزدل۔" وہ چیخا۔ "کاش آج سامنے کرنل ارلیانو بوئندا ہوتا۔"

بائیس سالہ کارمیلٹا مونٹیل نے اپنے کنوارے شریر کو زرد پانی سے غسل دیا۔ وہ پیلار ترنیرا کے بستر پر شب بسری کے لئے روز میری کے پھول بکھیر رہی تھی کہ اس نے گولی چلنے کی آواز سنی۔ ارلیانو جوزے اس کی خوشیوں میں شریک ہو رہا تھا۔ امرانتا نے جس بات پر انکار کر دیا تھا کہ ان کے سات بچے ہوں اور وہ اپنے بیٹوں کے بازوؤں میں مرے لیکن گولی اس کی پشت میں لگی اور اس کا سینہ پھاڑ دیا۔ قسمت کے پتوں کی یہی غلط توجیہہ تھی۔ گولی چلا کر کپٹن اکیولس ریکارڈو نے اپنی موت پر دستخط کر دیئے۔ وہ ارلیانو جوزے سے چار گھنٹے پہلے مر گیا۔

جونہی گولی کی آواز آئی۔ کہیں سے ایک ساتھ دو گولیاں چلیں' جن کا کبھی پتہ نہ چل سکا اور پورے تھیٹر کے شور سے رات کانپ اٹھی۔

"لبرل پارٹی زندہ باد۔" "کرنل ارلیانو بوئندا پائندہ باد۔"

رات کے بارہ بجے زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ارلیانو جوزے مر گیا۔ کارمیلٹا مونٹیل کو لگا جیسے تاش کے پتوں میں اس کی قسمت کے لئے کچھ نہیں ہے۔ تھیٹر چار سو آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے باہر نکل کر کیپٹن اکیولس ریکارڈو کی لاش پر گولیوں سے چیلن ماری شروع کر دی۔ گشتی سپاہی لاش کو ایک ہتھ گاڑی پر اٹھا کر لے گئے۔ لاش پانی میں رکھے ہوئے روئی کے ٹکڑے کی طرح ہو چکی تھی اور لاش کی بجائے گولیوں کا وزن تھا۔

باقاعدہ فوج کے انداز سے ہٹ کر جنرل منکاڈا نے اپنا سیاسی اثر رسوخ استعمال کیا۔ اس نے دوبارہ اپنی فوجی یونیفارم پہنی اور ماکوندو کی فوجی اور عوامی قیادت دوبارہ سنبھال لی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس کا مصالحت پسندانہ رویہ کسی دوسرے بڑے حادثے سے بچا سکے گا۔

ستمبر میں متضاد خبریں آنا شروع ہو گئیں۔ لبرل کی خفیہ اطلاعات تھیں کہ اندرون ملک مسلح جھڑپیں ہو رہی ہیں۔ حکومت ملک میں خانہ جنگی ماننے کو تیار نہیں تھی۔ سرکار نے کورٹ مارشل کے ذریعے کرنل ارلیانو بوئندا کی غیرموجودگی میں موت کا فیصلہ لے لیا۔ ہر اول دستے جب اسے گرفتار کرتے تو سزا پر عمل درآمد کا حکم دے دیا جاتا۔

"اس کا مطلب ہے وہ واپس آ چکا ہے۔" ارسلا نے خوشی خوشی جنرل منکاڈا سے کہا۔

جنرل کو اس کے بارے کچھ خبر نہیں تھی۔

کرنل ارلیانو بوئندا ایک ماہ سے بھی زیادہ عرصہ سے ملک کے اندر تھا۔ اس کے بارے ایسی افواہیں اب روزمرہ کا معمول تھیں۔ کبھی ملک سے باہر کی خبریں۔ کبھی ملک میں موجود ہونے کی افواہیں۔ یہاں تک کہ سرکاری طور پر اعلان ہونے تک جنرل منکاڈا کو یقین نہ آیا کہ کرنل ارلیانو بوئندا نے ساحلی ریاستوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

"دوست! مبارک ہو۔" اس نے ارسلا سے کہا۔ "تم بہت جلد اس سے ملو گی۔"

ارسلا کو پہلی مرتبہ پریشانی لاحق ہوئی۔

"اور تمہارا کیا ہو گا۔" اس نے پوچھا۔

جنرل منکاڈا اپنے آپ سے یہی سوال کئی مرتبہ پوچھ چکا تھا۔

"جیسا اس کا ہوا؟ دوست۔" اس نے جواب دیا۔ "میں اپنی ڈیوٹی ادا کروں گا۔"

یکم اکتوبر کی صبح کرنل ارلیانو بوئندا نے ایک ہزار مسلح سپاہیوں سمیت ماکوندو پر حملہ کیا۔ سرکاری فوج کو آخری دم تک مزاحمت کرنے کا حکم تھا۔ جنرل منکاڈا ارسلا کے ہاں لنچ کر رہا تھا کہ انقلابی توپ کا ایک گولا میونسپل کمیٹی کے دفتر پر گرا اور عمارت تباہ ہو گئی۔

دھماکے سے پوری بستی گونج اٹھی۔

"ان کے پاس ہم سے بہتر اسلحہ ہے۔" جنرل منکاڈا نے تسلیم کیا "اور مزید کہ وہ اس وجہ سے بھی لڑ رہے ہیں کیونکہ وہ لڑنا چاہتے ہیں۔"

سہ پہر کے دو بجے تک دونوں اطراف کے آرٹلری فائر سے دھرتی کانپ رہی تھی۔ جنرل منکاڈا اس یقین کے ساتھ ارسلا سے رخصت ہوا کہ وہ ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا ہے۔

"میری دعا ہے کہ آج رات ارلیانو گھر نہ ہو۔" جنرل نے کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو میری طرف سے بھی اسے گلے ملنا۔ مجھے یقین نہیں کہ میں کبھی دوبارہ اس سے مل پاؤں گا۔"

اس رات جنرل منکاڈا نے کرنل ارلیانو بوئندا کو ایک طویل خط لکھا۔ اس نے خط میں کرنل ارلیانو بوئندا کو یہ بات یاد دلائی کہ ان دونوں کا مشترکہ مقصد یہ تھا کہ جنگ صرف انسانیت کے لئے ہونی چاہئے۔ خط کے آخیر پر اس نے دعا کی کہ اسے سیاست دانوں کے خوفناک ارادوں اور فوج کی کرپشن کے خلاف آخری فتح ہو۔

ماکوندو سے فرار کی ایک کوشش میں جنرل منکاڈا کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسے ارسلا کے گھر کورٹ مارشل کے فیصلے تک نظربند کر دیا گیا۔ اگلے دن دونوں لنچ پر ملے۔ وہ دونوں جنگ کو بھول کر ماضی میں کھوئے ہوئے تھے۔ ارسلا خوش تھی کہ فتح اس کے بیٹے کا مقدر ٹھہری۔ وہ تخیل میں ہمیشہ دیکھتی کہ اس کا بیٹا شور کرتے ہوئے فوجیوں کے پہرے میں آ رہا ہے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب کوئی خطرہ باقی نہیں تو انہوں نے اپنے بستر باہر صحن میں لگوا دیئے۔ کرنل ارلیانو بوئندا کا حکم ابھی تک برقرار تھا کہ کوئی بھی شخص اس کے گرد دس فٹ کے دائرے کے اندر نہ آئے۔ یہاں تک کہ ارسلا بھی نہیں۔ اس نے حفاظتی دستہ ہٹانے کا حکم دے دیا۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے ڈھیلی ڈھالی یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ اس کے کاندھوں پر عہدہ کا کوئی نشان نہیں تھا۔ اس کے چمڑے کے جوتے کیچڑ اور خون سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کی کمر پر ہولسٹر سولر بندھا تھا اور اس کا ایک ہاتھ ہمیشہ پسٹل کے بٹ پر رہتا۔ آج بھی اس کا وہی انداز تھا۔ اس کی آنکھوں میں عزم جھلک رہا تھا۔ اس کے سر سے سینڈھ کے قریب بال اڑتے جا رہے تھے۔ لگتا تھا جیسے بال ہلکی آنچ میں سلگ رہے ہوں۔ اس کا چہرہ کاربیین کے نمک سے اٹا تھا اور چہرے پر ایک آہنی سختی تھی۔ وہ بڑھاپے کی دہلیز پر تھا اور عمر کی پختگی نے اس کے اندر سرد مہری کے ساتھ ساتھ کچھ تازگی بھی بھر دی تھی۔

جب وہ پہلی مرتبہ جنگ کے لئے روانہ ہوا تھا اب اس سے وہ کچھ لمبا نظر آتا تھا۔ وہ

زرد زرد تھا۔ اس کی ہڈیاں لباس میں سے نظر آتیں۔ اس کے اندر پہلی مرتبہ اپنی یادوں کے خلاف مزاحمت ابھری۔

"او خدایا۔" ارسلا نے اپنے آپ سے کہا۔ "اب وہ ایسا انسان نظر آتا ہے جو کچھ بھی کر سکتا ہے۔" اس کا انداز واقعی ایسا تھا۔

وہ امرانتا کے لئے ازنک شال لایا۔ لنچ کے وقت بچپن کی باتیں اور مزاحیہ کہانیاں سناتا جو اس کی حس مزاح کے برعکس سادہ تھیں۔ جب جنگ میں مرنے والوں کی اجتماعی قبر میں دفن کرنے کا مسئلہ ختم ہوا تو اس نے کرنل راکی کارنی سیرو کو کورٹ مارشل کی صدارت سونپ دی اور خود بنیادی اصلاحات کے تھکا دینے والے کام میں جت گیا۔ وہ کنزرویٹو سرکار کی دوبارہ آمد کی صورت میں کوئی کمزور پہلو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

"ہم نے پارٹی کے سیاست دانوں سے بہت آگے جانا ہے۔" وہ اپنے ساتھیوں سے کہتا۔ "جب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ تب ہی انہیں حقیقت کا ادراک ہو گا۔"

ایک صدی قبل کی گئی اشتمال اراضی کا فیصلہ آیا تو اسے اپنے بھائی جوزے ارکیدو کی قانونی بغاوت کا انکشاف ہوا۔ اس نے قلم کے ایک جھٹکے سے تمام رجسٹر میں موجود تمام ملکیت منسوخ کر دی۔ اس نے ایک گھنٹے کے لئے تمام کام بند کر دیا وہ اپنی طرف سے فیصلہ کر چکا تھا لیکن رابیکا کو اعتماد میں لینا ضروری تھا۔

اپنے گھر کے سایوں میں گم' تنہائی مین ڈوبی بیوہ کبھی کرنل کی محبت پر یقین رکھتی تھی۔ اس کے مصمم ارادے نے کرنل کی جان بچائی تھی۔ اب یہ سب کچھ ماضی کا ایک خواب تھا۔ راکھ راکھ دل' ماتمی لباس میں ڈھکی' جنگ کی تباہ کاریوں سے بے خبر' سینٹ ا۔یلمو کی آگ میں جل رہی تھی۔ اس کی ہڈیوں کی رنگت نظر آتی تھی۔ ایک تعفن شدہ فضا میں رہ رہی تھی۔ جس میں اب بھی گن پوڈر کی بو محسوس ہوتی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے اسے سوگ ختم کرنے کا مشورہ دیا۔ گھر کو کھلا رکھنے کا کہا۔ جوزے ارکیدو کی موت کے لئے دنیا کو معاف کرنے کی رائے دی لیکن رابیکا ان باتوں سے بہت آگے جا چکی تھی۔ مٹی کے ذائقے میں' کسی تلاش سے تھک کر' پیٹرو کریپی کے معطر خطوں اور اپنے خاوند کے جنونی پیار کے بستر پر لیٹ کر' اس تمام بے کار تلاش کے بعد اسے اسی گھر میں سکون ملا تھا۔ یہاں یادیں مجسم ہو کر آتیں۔ انسانوں کی طرح چلتی پھرتیں۔ رابیکا نے کرسی کی ٹیک لے لی۔ اسے کرنل ارلیانو بوئندا کمروں کی غلام گردشوں میں پھرنے والا کوئی بھوت لگ رہا تھا۔ رابیکا اس

بات پر قطعاً" پریشان نہ ہوئی کہ جوزے ارکیدو کی مقبوضہ زمین اس کے اصل مالکوں کو واپس کر دی جائے گی۔

"ارلیانو! جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہو گا۔" اس نے سر ہلایا۔ "میں ہمیشہ سوچتی تھی اور اب میرے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ تم ایک غدار انسان ہو۔"

زندگی اپنی ڈگر پر چل پڑی۔ کرنل گرینلڈو مارکیز کی سربراہی میں قائم سمری ملٹری کورٹ نے سرکاری فوج کے افسروں کی پھانسی کا کام مکمل کر لیا۔ انہیں ماکوندو میں انقلابی فوجوں نے گرفتار کیا تھا۔ آخری کورٹ مارشل جنرل منکاڈا کا تھا۔ ارسلا نے مداخلت کی۔

"ماکوندو کی تاریخ میں اس کا دور سب سے بہترین تھا۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

"میں انتظامی امور میں مداخلت نہیں کر سکتا۔" اس نے جواب دیا۔ "اگر تم نے کچھ کہنا ہے تو کورٹ مارشل میں جا کے کہو۔"

کورٹ مارشل میں نہ صرف ارسلا خود پیش ہوئی بلکہ ثبوت کے طور پر ماکوندو میں موجود تمام انقلابی لوگوں کی ماؤں کو بھی لے آئی۔ تمام بوڑھی عورتیں اس بستی کی بانی تھیں اور بہت سوں نے وہ پہاڑ عبور کئے تھے۔ باری باری تمام بوڑھی عورتوں نے جنرل منکاڈا کی تعریف کی۔ ارسلا اس قطار میں سب سے آخر پر تھی۔ اس کا بے مثل جلال، اس کے نام کے ساتھ لگا وزن، اس کی باتوں میں قائل کرنے کی شدت نے ایک لمحہ کے لئے انصاف کے سکیل کو ایک طرف جھکنے پر مجبور کر دیا۔

"تم لوگوں نے اس خوفناک کھیل کو بہت سنجیدہ لیا ہے اور یہ تم نے اچھا بھی کیا ہے۔ تم اپنا فرض پورا کر رہے ہو۔" اس نے عدالت کے ممبران سے کہا۔ "لیکن یہ مت بھولو کہ جب تک خدا نے ہمیں زندگی دی ہے۔ ہمارا رتبہ ماں کا ہی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تم لوگ کتنے بڑے انقلابی ہو لیکن ہمیں تمہاری پینٹیں اتارنے کا حق حاصل ہے اور تم لوگوں کی کسی بدتمیزی اور غلطی پر تمہیں چابک مارنے کا حق بھی۔"

ارسلا کے یہ الفاظ سکول میں گونجتے رہے۔ اب سکول کو فوجی بیرکوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ عدالت فیصلہ کے لئے برخاست کر دی گئی۔

آدھی رات کو جنرل منکاڈا کو گولی مار دی گئی۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے ارسلا کے شدید اصرار کے باوجود سزا منسوخ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ گولی مارنے سے کچھ دیر قبل، صبح کے

وقت' کرنل ارلیانو بوئندا اس موت کے منتظر قیدی سے ملنے گیا۔

"بوڑھے دوست۔ یاد رکھو۔" اس نے جنرل سے کہا۔ "یہ میں تمہیں گولی نہیں مار رہا۔ یہ انقلاب ہے جو تمہیں گولی مار رہا ہے۔"

جب کرنل ارلیانو بوئندا نے اندر آ کر کہا تو جنرل چارپائی سے اٹھنے کی بجائے وہیں لیٹا رہا۔

"جاؤ بھاڑ میں۔"

اس لمحے بلکہ اپنی واپسی تک کرنل ارلیانو بوئندا نے اپنے دل پر قابو رکھا۔ وہ جنرل منکاڈا کو دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا کہ وہ تو بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس کے ہاتھ کانپتے ہیں۔ اور کتنی ہمت سے اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کی طبیعت بہت بوجھل ہو گئی۔

وہ معافی کے بارے سوچنے لگا تھا۔

"تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔" کرنل نے کہا۔ "کورٹ مارشل وغیرہ محض ڈرامہ ہوتی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ تمہیں دوسروں کے جرائم کی سزا مل رہی ہے کیونکہ اب کی بار ہم ہر حالت میں یہ جنگ جیتنا چاہتے ہیں۔ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا تم ایسا نہ کرتے؟"

جنرل منکاڈا نے اپنی ناک پر جمی عینک کو صاف کیا۔ "شاید۔" اس نے کہا۔ "میری پریشانی یہ نہیں ہے کہ تم مجھے گولی مار رہے ہو کیونکہ ہم جیسے لوگوں کے لئے تو یہ ہی فطری موت ہوتی ہے۔"

اس نے اپنی عینک اتار کر بستر پر رکھی۔ اپنی گھڑی اور گلے کی چین اتاری۔ "جو بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔" اس نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔ "وہ یہ ہے کہ فوج کے ادارے سے اتنی نفرت کے باوجود' ان سے جنگ کرنے کے باوجود' ان کے بارے اتنا سوچنے کے باوجود میں' اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم بھی اتنے ہی برے ہو جتنے وہ ہیں۔ زندگی میں کوئی نظریہ اس وقت تک قیمتی نہیں ہوتا جب تک اس کی بنیاد مضبوط نہ ہو۔" پھر اس نے اپنی شادی کی انگوٹھی اتاری۔ VIRGIN OF HELP کا تمغہ اتارا اور انہیں اپنی عینک' گھڑی اور چین کے ساتھ رکھ دیا۔ "اور یاد رکھنا"_ جنرل نے کہا۔ "تم ہماری تاریخ کے سب سے گھٹیا اور خونی قسم کے ڈکٹیٹر ہو گے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ دکھ یہ ہے کہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے چکر میں میری عزیز ترین دوست ارسلا کو بھی مار ڈالو گے۔"

کرنل ارلیانو بوئندا اس سے متاثر وہیں جما کھڑا رہا۔ جنرل منکاڈا نے اسے اپنی عینک'

گھڑی، چین، شادی کی انگوٹھی اور میڈل دیئے۔ پھر اس کا لہجہ بدل گیا۔

"لیکن میں نے تمہیں سخت باتیں سنانے کے لئے نہیں بلایا۔" جنرل نے کہا۔ "میں چاہتا تھا کہ میری یہ تمام چیزیں میری بیوی تک پہنچا دی جائیں۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے وہ تمام چیزیں اپنی جیبوں میں رکھ لیں۔

"کیا وہ ابھی تک مینورے میں ہے؟"

"ہاں وہ وہیں مینورے میں ہے۔" جنرل منکاڈا نے کہا۔ "اسی گھر میں' چرچ کے پیچھے جہاں تم نے خط بھیجا تھا۔"

"منکاڈا! مجھے یہ چیزیں پہنچا کر بڑی خوشی ہو گی۔" اس نے کہا۔

جب کرنل ارلیانو بوئندا کمرے کی بھاری اور کثیف فضا سے باہر نکلا تو اس کا چہرہ گیلا تھا اور اسے یوں لگا جیسے ماضی کی کسی دوسری صبح قبرستان کی دیوار کے ساتھ نہیں بلکہ صحن میں سزا کے عمل درآمد کا حکم دے رہا ہے۔

دروازے کے ساتھ مستعد کھڑے فائرنگ سکواڈ کے دستے نے ریاست کے مستقبل کے سربراہ کو سلامی دی۔

"اب اسے باہر لے جاؤ۔" اس نے حکم دیا۔

جنگ کے خالی پن کا احساس سب سے پہلے کرنل گرینلڈو مارکیز کو ہوا۔ ماکونڈو کے سول اور فوجی سربراہ کے طور پر اسے ہفتہ میں دو مرتبہ کرنل ارلیانو بوئندا سے ٹیلی گرام کے ذریعے بات کرنا پڑتی۔ شروع شروع میں باتیں صرف خون سے بھری جنگ تک محدود رہتیں۔ وہ اپنی جنگی کاروائیوں کا صحیح تجزیہ کرتا اور کرنل ارلیانو بوئندا اس سے مستقبل کی پیشین گوئیوں پر بات کرتا یا پھر سیدھے سادھے فوجی احکامات ہوتے۔ وہ اپنے قریب ترین دوستوں پر بھی اعتماد نہیں کرتا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کا اب بھی وہی جانا پہچانا لہجہ تھا جسے پہچاننا چنداں مشکل نہیں تھا۔ بعض اوقات بات چلتے چلتے دور تک نکل جاتی۔ کبھی کبھار وہ گھریلو قسم کے تبصروں میں پھنس جاتے۔ جوں جوں جنگ شدت پکڑتی گئی۔ پھیلتی گئی۔ جنگ کے بارے کرنل ارلیانو بوئندا کا تصور غیر حقیقی اور دھندلا ہوتا گیا۔ ان کی باتوں میں تخیلاتی عنصر در آیا۔ انہیں اب الفاظ بنانے اور جوڑنے پڑتے۔ ایسے الفاظ جو اپنے معنی کھوتے جا رہے تھے۔ کرنل گرینلڈو مارکیز اب اپنے تاثرات دبائے' صرف باتیں سنتا رہتا' گویا اس کا رابطہ کسی ان جانی دھرتی پر بیٹھے کسی اجنبی سے ہے۔

"ارلیانو! میں سمجھتا ہوں۔" وہ فون بند کرتے ہوئے کہتا۔ "لبرل پارٹی زندہ باد۔"

بالآخر جنگ کے متعلق ان کی باتیں ختم ہو گئیں ورنہ کسی زمانے میں بس یہی ایک حقیقی سرگرمی ہوا کرتی تھی۔ ان کی جوانی کا ایک ناقابل تسخیر جذبہ ایک پرانا حوالہ بن کر رہ گیا اور اب صرف خالی پن کا احساس۔ کرنل گرینلڈو مارکیز کی آخری پناہ گاہ اب امرانتا کا سیونگ روم رہ گیا۔ وہ ہر سہ پہر اس سے ملنے جاتا۔ اسے سلائی مشین میں پیٹی کوٹ کا کپڑا دیتے ہوئے امرانتا کے ہاتھ بہت بھلے لگتے۔

یہ سلائی مشین ربیکا ریمیڈیس استعمال کیا کرتی تھی۔

وہ گھنٹوں چپ رہتے لیکن وہ ایک دوسرے کی موجودگی کے عادی ہو چکے تھے۔ امرانتا نے ابھی تک اپنی اندر قربانی کی آگ جلا رکھی تھی۔ جب امرانتا کو کرنل گرینلڈو مارکیز کی

واپسی کی خبریں ملیں تو وہ پریشان ہو گئی۔ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کے حفاظتی دستے کے درمیان چلتا گھر میں داخل ہو رہا تھا۔ امرانتا نے دیکھا کہ وہ جلا وطنی کی سختیوں سے بد حال ہو چکا ہے۔ خود فراموشی، گرد اور پسینے میں ڈوبا ہوا۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ وہ کسی جانور کی طرح سانس لیتا۔ اس کے گلے میں ایک پٹی بندھی تھی اور اس کا بایاں ہاتھ اس پٹی میں جھول رہا تھا۔ وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

"او خدایا۔" اس نے کہا۔ "یہ وہی انسان ہے جس کا میں انتظار کرتی رہی۔"

اگلے دن وہ آیا تو وہ صاف ستھرا تھا۔ کلین شیو کی ہوئی تھی۔ لیونڈر کے پانی سے اس کی مونچھیں چمک رہی تھیں اور اس نے پٹی اتار پھینکی تھی۔ اس نے امرانتا کو دعاؤں کی کتاب پیش کی جو موتیوں کے ہار میں بندھی ہوئی تھی۔

"مرد کتنے عجیب ہوتے ہیں۔" اس نے کہا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ "وہ عمر بھر پادریوں کے خلاف لڑتے ہیں اور تحفہ میں دعاؤں کی کتاب لے کر آتے ہیں۔"

پھر وہ جنگ کے ان بھیانک دنوں میں ہر سہ پہر اس سے ملنے آتا۔ جب شہزادی ر۔میڈلیس سیونگ روم میں نہ ہوتی تو وہ سلائی مشین کا ہتھا چلاتا رہتا۔ امرانتا اس کی وفاداری، اطاعت شعاری اور ثابت قدمی کی وجہ سے پریشان تھی۔ وہ سیونگ روم میں داخل ہونے سے قبل اپنا اسلحہ لونگ روم میں رکھ دیتا تاکہ وہ اس کمرے میں بغیر ہتھیار کے داخل ہو۔ وہ چار سال تک مسلسل اپنی محبت کا اظہار کرتا رہا اور وہ انکار کرتی رہی۔ وہ اپنے آپ کو محبت کے لئے آمادہ کر سکی اور نہ اب وہ اس کے بغیر رہ سکتی تھی۔

شہزادی ر۔میڈلیس ان باتوں سے بالا تھی۔ اسے ذہنی طور پر معذور سمجھا جاتا تھا۔ وہ ایسی قربانی سے بے حس تھی۔ وہ کرنل گر۔ینلڈو مارکیز کے قریب ہونے لگی۔ اچانک امرانتا کو احساس ہوا کہ اس نے جس لڑکی کو پالا ہے۔ وہ جوانی میں قدم رکھ رہی ہے اور وہ ماکوندو میں سب سے خوبصورت لڑکی ہے۔ اس کے دل میں چھپا ہوا کینہ دوبارہ عود آیا جو کسی زمانے میں اس نے رابیکا کے بارے محسوس کیا تھا۔ وہ خدا کے حضور گڑگڑائی کہ کہیں وہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آخری حد تک نہ چلی جائے۔

شہزادی ر۔میڈلیس پر اس نے سیونگ روم میں آنے پر پابندی لگا دی۔ بس انہی دنوں کرنل گر۔ینلڈو مارکیز کو جنگ کے خالی پن کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے جذبوں کو کھنگالا۔

اپنے درد کو جانا۔ اس کے تجزیہ میں امرانتا جیسی خوبصورت لڑکی کی خاطر اپنی شان و شوکت اور وہ مقام چھوڑا جا سکتا ہے جس کی خاطر زندگی کے بہترین سال ضائع ہو گئے۔ وہ امرانتا کو قائل نہیں کر سکا۔

اگست کی ایک سہ پہر کو امرانتا اپنی ہٹ دھرمی کے ناقابل برداشت بوجھ میں دبی کمرے میں بند ہو گئی۔ اس نے آخری سانس تک روتے رہنے کا عہد کر لیا۔ اس نے اپنے محبوب کو آخری مرتبہ جواب میں کہا۔

"بس اب ہمیں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کو بھول جانا چاہئے۔" اس نے کہا۔ "اب ایسے کاموں کے لئے ہماری عمر نہیں رہی۔"

اسی سہ پہر کرنل گرینلڈو مارکیز نے کرنل ارلیانو بوئندا سے بات کی۔ گفتگو روزمرہ کی باتوں کے دائرے میں رہی۔ اب باتیں جنگ کے ذکر سے پاک ہوتیں۔ گفتگو کے آخر پر کرنل گرینلڈو مارکیز نے اجاڑ گلیوں کی طرف دیکھا۔ بادام کے درختوں پر گرد سی جمی ہوئی تھی۔ اسے تنہائی کا شدید احساس ہوا۔

"ارلیانو۔" اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ماکوندو میں بارش ہو رہی ہے۔"

چپ نے ہر اور سمیٹ لی۔

اچانک کرنل ارلیانو بوئندا کی طرف سے بے رحم الفاظ ابھرنا شروع ہو گئے۔

"بے وقوف نہ بنو۔ گرینلڈو۔" سگنل ابھرا۔ "اگست میں تو ماکوندو میں ہمیشہ بارش ہوتی ہے۔"

انہیں ایک دوسرے سے ملے عرصہ بیت چکا تھا اور کرنل گرینلڈو مارکیز ردعمل کی شدت سے ڈر گیا۔ دو ماہ بعد کرنل ارلیانو بوئندا ماکوندو پہنچ گیا۔ پریشانی بدحواسی میں بدل گئی۔ ارسلا حیران تھی کہ اس میں بہت تبدیلی آ چکی ہے۔ اس کے ساتھ شور کرتا حفاظتی دستہ بھی نہیں تھا۔ اتنی گرمی کے باوجود اس نے ایک دسہ اوڑھا ہوا تھا۔ اس کے سنگ تین عورتیں تھیں۔ وہ تینوں ایک ہی گھر میں ٹھہریں۔ وہ زیادہ تر ایک جھولی میں لیٹا اینٹھتا رہتا۔ وہ روٹین کے اپریشن کے بارے پیغامات بمشکل ہی سنتا۔ ایک بار کرنل گرینلڈو مارکیز نے اسے بارڈر کا وہ علاقہ خالی کر دینے کا پوچھا جس کی وجہ سے بین الاقوامی صورتحال ان کے خلاف جا سکتی تھی۔

"ان معمولی چیزوں کے بارے مت سوچو۔" اس نے کہا۔ "خدا سے بھی مشورہ کر لو۔"

جنگ کے لئے شاید یہی لمحہ الہامی تھا۔

لبرل زمینداروں نے شروع میں انقلاب کی حمایت کی تھی لیکن بعد میں انہوں نے کنزرویٹو وڈیروں سے خفیہ اتحاد کر لیا تاکہ جائیداد اور ملکیت کا تحفظ کیا جا سکے اور جو جلا وطن رہنما' جنگ کے لئے فنڈ بھیجتے تھے' انہوں نے کرنل ارلیانو بوئندا کے سخت نظریات کی وجہ سے قطع تعلقی کا اعلان کر دیا لیکن اسے کسی کی حمایت یا مخالفت سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

اس نے شاعری پڑھنا شروع نہیں کی تھی۔ وہ ابھی تک ٹرنک کی نچلی تہہ میں پانچ جلدوں میں محفوظ تھی۔ رات کو یا سہ پہر کو وہ جھولی میں کسی ایک عورت کو بلاتا۔ اس سے سکون چوستا رہتا اور پھر کسی پتھر کی طرح سو جاتا۔ اس سے کسی قسم کی پریشانی کا شائبہ نہ ملتا۔ صرف اسے پتہ تھا کہ اس کا ہر طرح سے شکست خوردہ دل کتنا کھنڈر بن چکا ہے۔ پہلے پہل اپنی واپسی کی انا میں مقید تھا پھر وہ اپنی قابل فخر فتوحات کی وجہ سے عظمت کی بلندیوں تک پہنچا کہ اسے ڈیوک آف مارل برگ کی دائیں کرسی پر بٹھایا گیا۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔ ڈیوک جنگی فنون میں اس کا استاد تھا۔ اس کے تن پر پوشاک اور شیر کے سے پنجے بڑے بڑوں کے دل میں احترام بھر دیتے۔ بچے ڈر جاتے پھر اس نے فیصلہ کیا کہ کوئی بھی انسان خواہ وہ ارسلا ہی کیوں نہ ہو اس سے دس فٹ کے فاصلے پر رہیں۔ وہ جہاں بھی رکتا۔ اس کے ماتحت اس کے اردگرد چاک سے دائرہ کھینچ دیتے اور اس دائرے میں صرف وہ خود ہی داخل ہو سکتا تھا۔ یہیں سے وہ مختصر احکام جاری کرتا جن کی خلاف ورزی ممکن نہیں تھی اور یہیں سے دنیا کی قسمت کا فیصلہ ہوتا۔ پہلی بار جب وہ مینورے گیا۔ جنرل منکاڈا کو گولی کا حکم دینے کے بعد اس نے جلدی سے اپنے شکار کی آخری خواہش پوری کرنے کی کوشش کی۔ اس کی بیوہ کے پاس عینک' میڈل' گھڑی اور زنجیری لے کر گیا لیکن اس کی بیوہ نے کرنل ارلیانو بوئندا کو گھر کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔

"کرنل! تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں۔" اس نے کہا۔ "تم اپنی جنگ کے کمانڈر ہو سکتے ہو لیکن اس گھر کی کمانڈ میرے ہاتھ میں ہے۔"

کرنل ارلیانو بوئندا کو قطعاً غصہ نہ آیا بلکہ یوں لگا جیسے اس کی روح اور زیادہ شانت ہو گئی ہو۔ اس کے باڈی گارڈوں نے بیوہ کے گھر کو آگ دکھا دی۔

"ارلیانو! اپنا خیال رکھا کرو۔" کرنل گرینلڈو مارکیز نے اسے کہا۔ "زندہ رہتے ہوئے بھی تم اندر سے گلتے سڑتے جا رہے ہو۔"

انہی دنوں اس نے انقلابی کمانڈروں کا دوسرا اجلاس بلایا۔ اس میں ہر طرح کے لوگ تھے۔ ایڈ ونچرسٹ، جنونی، مہم جو، سماجی کارکن، یہاں تک کہ عام جرائم پیشہ بھی اس اجلاس میں شامل تھے۔ اس میں کنزرویٹو گورنمنٹ کے سابق لوگ بھی تھے جو فنڈز کی نامناسب تقسیم کی وجہ سے ناراض ہو کر انقلاب کی حمایت میں آ گئے تھے۔ بہت سوں کو ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ آخر وہ جنگ کیوں لڑ رہے ہیں۔ یہ ملا جلا اجلاس آہستہ آہستہ اپنی اہمیت اجاگر کرنے کی بجائے اندرونی خلفشار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر ایک عجیب و غریب شخصیت اجلاس میں کھڑی ہو گئی اور وہ شخصیت تھی جنرل ٹیفیلو ورگاس۔ یہ انڈین نسل، مطلق جاہل اور بے قابو انسان تھا۔ جب اس نے تقریر شروع کی تو اس کے انداز میں انتہائی جنون اور پاگل پن بھرا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے یہ اجلاس صرف اس خاطر بلایا تھا کہ سیاستدانوں کی شرارتوں کی وجہ سے انقلابی کمانڈروں کو متحد کیا جائے۔ جنرل ٹیفیلو ورگاس نے جان بوجھ کر کچھ دیر میں تجربہ کار اور تعلیم یافتہ کمانڈروں کی گفتگو کو تہس نہس کر دیا اور سپریم کمانڈ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"یہ شخص اندازے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" "اس نے اپنے آفیسرز کو حکم دیا۔

ایک کیپٹن اپنی بے رحمی کے لئے مشہور تھا۔ اس نے اپنی انگلی اٹھا کر کہا۔

"کرنل! یہ بہت آسان ہے۔" اس نے تجویز پیش کی۔ "اسے قتل کر دیا جائے۔"

کرنل ارلیانو بوئندا اس کے لہجے کی سرد مہری کو محسوس نہ کر سکا لیکن چند ہی لمحوں میں اس نے اپنی سوچوں کو سنبھالا دیا۔ "بالکل نہیں۔ مجھ سے ایسے احکامات کی توقع نہ رکھو۔"

اس نے حکم نہیں دیا تھا لیکن دو ہفتہ بعد جنرل ٹیفیلو ورگاس گھات میں مردہ پایا گیا اور کرنل ارلیانو بوئندا سپریم کمانڈر بن گیا۔ اس رات تمام انقلابی کمانڈروں نے اس کی اتھارٹی کو تسلیم کر لیا۔ وہ رات کو خوف کے عالم میں جاگا اور کمبل لانے کو کہا۔ اندر کی سردی سے اس کی ہڈیاں جھنجھنا اٹھیں۔ سورج کی گرمی اسے اذیت دیتی۔ مہینوں اس کی آنکھ نہ لگی پھر یہ اس کی عادت بن گئی۔ طاقت کا نشہ بے آرامی کی لہروں کی وجہ سے ٹوٹنے لگا۔ اندر کی اس سردی کے علاج میں ایک نوجوان آفسر اس کے ساتھ تھا۔ جس نے جنرل ٹیفیلو ورگاس کو

قتل کا مشورہ دیا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے احکام اس کے کہنے سے بھی پہلے پورے کئے جاتے اور اس کے حکم کی تعمیل میں لوگ یہاں تک چلے جاتے جہاں سب ناممکن محسوس ہوتا۔ اپنی بے انتہا طاقت کی تنہائی میں وہ اتنا گم ہو گیا کہ اس نے حکم دینے بھولنا شروع کر دیئے۔ اسے قریب کی بستیوں میں بلایا جاتا۔ اس نے سوچا کہ ایسا اہتمام تو اپنے دشمن کے لئے بھی کرتے ہیں۔ وہ ہر نوجوان سے ملا اور اسے اپنی نظروں میں تولا۔ ہر ایک سے اپنے لہجے میں بات کی اور اسی بداعتمادی سے انہیں بھی مبارک باد دی جیسے انہوں نے دی تھی۔ وہ کہتے کہ وہ اس کے بیٹوں کی طرح ہیں۔

اس نے اپنے آپ کو بکھرتا ہوا محسوس کیا۔ تقسیم در تقسیم۔ اس عذاب کی وجہ سے وہ اور زیادہ تنہائی پسند ہوتا گیا۔ اسے یقین سا ہونے لگا کہ اس کے افسران اس سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس کی ڈیوک آف مارل برگ سے بھی تلخی ہو گئی۔

"کسی بھی انسان کا بہترین دوست صرف وہی ہے۔" وہ کہتا۔ "جو ابھی ابھی مرا ہو۔"

غیر یقینی سوچ نے اسے تھکا دیا۔ اسی جگہ وہ روحانی جنگ کے دائروں میں لڑتا رہا۔ تھکا تھکا سا۔ ہر لمحہ وہ زیادہ سے زیادہ بوجھ محسوس کر رہا تھا۔ وہ کیوں، کب اور کیسے جیسے سوال میں پھنسا ہوا تھا۔ کوئی نہ کوئی ہمیشہ اس کے دائرے سے باہر رہتا۔ کوئی اس سے آ کر کہتا۔ اسے کچھ رقم درکار ہے۔ کوئی کہتا۔ اس کے بیٹے کو کالی کھانسی ہو گئی ہے۔ کوئی کہتا۔ اب وہ گھر جا کر آرام کرنا چاہتا ہے کیونکہ اب وہ جنگ کی بدمزگی کے سامنے مزید نہیں ٹھہر سکتا۔ کوئی فوجی انداز میں آ کر کہتا۔

"کرنل۔ سب او کے کی رپورٹ ہے۔"

"او کے کی رپورٹ ہے" کی رٹ اس بے انت جنگ کا سب سے خوفناک حصہ تھی لیکن کبھی کچھ نہیں ہوا۔ تنہا، اپنے اندیشوں میں گھرا، اندر کی سردی میں ٹھٹھرتا وہ اپنے اندر آخری سانس تک کانپ رہا تھا۔ اسے اپنی گم گشتہ یادداشتوں کی گرمی میں آخری پناہ گاہ ماکوندو سوجھی۔ اس کے اندر اتنی سستی در آئی کہ جب اس کی پارٹی کے کمشن کے آنے کا اعلان ہوا جسے جنگ کے بارے کسی فارمولے کا اختیار تھا تو اس نے اپنی جھولی میں کروٹ لی اور اونگھتے ہوئے کہا۔

"انہیں رنڈیوں کے پاس لے جاؤ۔"

وہ چھ وکیل تھے۔ انہوں نے کالے کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ نومبر کی شدت سے بچنے کے

لئے ان کے سر پر ہیٹ تھے۔ ارسلا انہیں اپنے گھر لے گئی۔ وہ ساتھ کے بیڈ روم میں دروازے بند کئے تمام دن بحث کرتے رہے۔ شام کو انہوں نے حفاظتی دستہ کی خواہش کی اور کسی اکارڈین بجانے والے کا پوچھا۔ دستہ انہیں کاتاریو کے سٹور پر لے گیا۔

"انہیں اکیلا چھوڑ دو۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے حکم دیا۔ "مجھے معلوم ہے۔ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

دسمبر کے شروع میں مذاکرات کا آغاز ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ دلائل کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گا لیکن مذاکرات ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت میں ختم ہو گئے۔

گرم پارلر میں سفید کور میں لپٹے دیو ہیکل پیانو کے قریب دسے میں لپٹا کرنل ارلیانو بوئندا ماتحتوں کے کھینچے گئے دائرے سے باہر اپنے سیاسی مشیروں کے درمیان آن بیٹھا۔ اس نے پارٹی کے نمائندوں کی تجاویز خاموشی سے سنیں۔ مذاکراتی ٹیم نے کہا کہ انہیں لبرل ذہن رکھنے والے زمین داروں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے جائیداد اور ملکیت کے بارے اعلان پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ انہوں نے دوسرا نکتہ اٹھایا کہ کیتھولک لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے پادریوں کے خلاف کھلی جنگ کے اعلان سے بھی دست بردار ہو جانا چاہئے۔ آخیر پر انہوں نے کہا کہ قانونی اور غیر قانونی بچوں کے برابر کے حقوق کے بارے اعلان سے دست بردار ہو جانا چاہئے تاکہ گھر کا احترام ختم نہ ہو۔

"اس کا مطلب ہے۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم جس چیز کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ محض طاقت کا حصول ہے۔"

"یہ تو محض ڈرامہ ہے۔" ایک نمائندہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن اصل بات جنگ کی بنیاد کو اور پھیلانا ہے۔ مضبوط کرنا ہے۔ ان باتوں پر بعد میں توجہ دی جائے گی۔"

کرنل ارلیانو بوئندا سے ایک سیاسی مشیر نے تیزی سے کہا۔

"یہ تضاد بیانی ہے۔" اس نے مزید کہا۔ "اگر آپ یہ باتیں تسلیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہو گا کہ کنزویٹو سرکار ٹھیک کام کر رہی ہے۔ اگر ہم جنگ پاپولر بنیاد پر اور پھیلاتے ہیں جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں تو یہ بات بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ موجودہ حکومت واقعی پاپولر بنیادوں پر قائم ہے اور پھر یہ بات بھی مانیں کہ ہم بیس سال قوم کے جذبات سے کھیلتے رہے ہیں۔"

وہ بات جاری رکھنا چاہتا تھا لیکن کرنل ارلیانو بوئندا نے اشارے سے اسے روک دیا۔

"ڈاکٹر- اپنا وقت ضائع مت کرو-" اس نے کہا- "اصل اور اہم بات یہ ہے کہ آج کے بعد ہم صرف اقتدار اور طاقت کے حصول کی خاطر لڑیں گے-" وہ مسکرا رہا تھا- اس نے وفد کی طرف سے پیش کئے گئے معاہدے کے کاغذات دستخط کرنے کے لئے اٹھائے-

اور اتنی سی بات ہے کہ اس نے بات ہی ختم کر دی- "ہمیں یہ سب کچھ قبول ہے- کوئی اعتراض نہیں-" اس کے ساتھیوں نے مایوس ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا-

"کرنل! معاف کرنا-" کرنل گرینلڈو مارکیز نے نرم لہجے میں کہا- "یہ تو غداری ہے-"

کرنل ارلیانو بوئندا نے قلم ہوا میں روک لی اور اپنی اتھارٹی کا پورا بوجھ اس پر ڈال دیا-

"ہتھیار ڈال دو-" اس نے حکم دیا-

کرنل گرینلڈو مارکیز اٹھا اور اپنا اسلحہ میز پر رکھ دیا-

"بیرک میں رپورٹ کرو-" کرنل ارلیانو بوئندا نے حکم دیا- "اور انقلابی کورٹ کے سامنے پیش ہو-"

پھر اس نے معاہدے پر دستخط کر دیئے اور مذاکراتی ٹیم کو کاغذات دیتے ہوئے کہا-

"جینٹلمین! یہ تمہارے کاغذات ہیں- شاید تم لوگ ان سے کوئی فائدہ اٹھا سکو-"

دو دن بعد کرنل گرینلڈو مارکیز کو موت کی سزا سنا دی گئی-

وہ اپنی جھولی میں لیٹا رحم کی اپیل کے بارے بے حس پڑا تھا- سزا کے عمل درآمد کے موقع پر اس کے دائرے کے حکم کو توڑتے ہوئے ارسلا اس کے کمرے میں داخل ہوئی- اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا- وہ ایسے موقعوں پر ماتمی لباس پہنا کرتی- وہ بات کرنے کے لئے تین منٹ انتظار کرتی رہی-

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے گرینلڈو کو گولی مارنے کا حکم دیا ہے-" اس نے پرسکون لہجے میں کہا- "اور میں تمہارے اس حکم کو نہیں روک سکتی لیکن میں تمہیں وارننگ دیتی ہوں کہ جونہی میں نے اس کی میت دیکھی- میں تمہارے سامنے اپنے ماں باپ کی ہڈیوں کی قسم کھاتی ہوں- جوزے ارکیدو بوئندا کی یاد کی قسم کھاتی ہوں- میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر قسم کھاتی ہوں- تم جہاں بھی چھپو گے- میں تمہیں گھسیٹ کر باہر نکالوں گی اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں قتل کروں گی-"

کمرے سے باہر جانے سے پہلے اس نے سوچ کر دوبارہ کہا۔

"اس سے بہتر تھا کہ پیدا ہوتے وقت تمہاری سور کی سی دم ہوتی۔"

اس اکتا دینے والی رات میں کرنل گرینلڈو مارکیز امرانتا کے سیونگ روم کی سہ پہروں کے بارے سوچتا رہا اور کرنل ارلیانو بوئندا گھنٹوں اپنی تنہائی کے خول سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کی زندگی کا سحر انگیز لمحات وہی تھے جب اس کا باپ اسے ایک ڈھلتی سہ پہر کو برف دکھانے لے گیا تھا اور پھر اسے اپنی سلور ورکشاپ میں لے گیا تھا جہاں وہ دیر تک نقرئی مچھلیاں اکٹھا کرتا رہا تھا۔ اس نے بیس جنگیں لڑیں۔ موت سے پنجہ آزما رہا۔ وہ اپنی شان و شوکت اور جاہ و جلال میں اس طرح رہا جیسے گوبر اور کیچڑ میں سور لیٹتا ہے تاکہ وہ چالیس سال بعد کی سادگی کی رعایت کو دریافت کر سکے۔

وہ صبح اٹھا تو وہ اندر سے اس اذیت ناک رت جگے سے پھٹ چکا تھا۔ گولی لگنے سے ایک گھنٹہ پہلے وہ سیل پہنچ گیا۔ "ڈرامہ ختم۔ دوست۔" اس نے کرنل گرینلڈو مارکیز سے کہا۔ "چلو آؤ۔ باہر نکلو۔ ورنہ تمہیں مچھر ختم کر دیں گے۔"

اس کے رویے کی وجہ سے کرنل گرینلڈو مارکیز اپنی حقارت نہ دبا سکا۔

"نہیں۔ ارلیانو۔" اس نے کہا۔ "تمہاری خونی قسم کی جبریت کو بدلتے دیکھنے سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔"

"اب ایسا نہیں ہو گا۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے کہا۔ "چلو جوتے پہنو اور اس گھٹیا جنگ کو ختم کرنے میں میری مدد کرو۔"

جب اس نے یہ کہا تو اسے علم نہیں تھا کہ جنگ شروع کرنا جنگ بند کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ وہ مسلسل ایک سال تک اس کوشش میں لگا رہا اور اسے اپنی پارٹی کے حق میں شرائط منوانے میں مزید سال لگ گیا۔ وہ اپنے عظیم ساتھیوں کی بغاوت ختم کرنے کے لئے ظلم کی آخری حدوں تک گیا۔ وہ اسے آخری فتح تک لڑنے کا اصرار کرتے رہے۔ بالآخر اپنی باتوں کو منوانے کے لئے اسے اپنے دشمن کی فوجوں پر اعتبار کرنا پڑا۔

وہ عظیم سپاہی تھا اور یہ بات یقینی تھی کہ وہ صرف اپنی ہی آزادی کے لئے لڑ رہا تھا۔ وہ مبہم نظریات اور نعرے بازی سے دور رہا۔ جن کے ذریعے سیاست دان حالات کے مطابق دائیں اور بائیں طرف لڑھکتے رہتے ہیں۔ کرنل گرینلڈو مارکیز اپنی شکست کے لئے بھی اتنی جوانمردی سے لڑا۔ جس وفاداری اور ایمانداری کے ساتھ وہ اپنی فتح کے لئے لڑا تھا۔ اس نے

کرنل ارلیانو بوئندا کو احتیاط کا مشورہ دیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جتنا کوئی سوچتا ہے۔ مرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔"

یہ بات اس کے لئے بالکل درست تھی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کے دن طے ہیں تو اسے ایک پراسرار سا سکون ملا۔ وہ ایک عرصہ کے لئے غیرفانی ہے اور اسی بات نے اسے جنگ کی ہولناکیوں میں بچائے رکھا۔ جنگ نے یوں کروٹ لی کہ جنگ روکنا بہت مشکل تھا۔ زیادہ خونی اور فتح سے بھی زیادہ مشکل۔

بیس سال کی جنگ کے دوران کرنل ارلیانو بوئندا کئی مرتبہ اپنے گھر ٹھہرا لیکن جلد بازی کی جس سطح پر وہ پہنچ چکا تھا کہ حفاظتی دستہ ہر آن ہوشیار رہتا اور جو ماورائی تصور اس کے بارے ابھرا۔ آخری بار جب ماکوندو آیا تو ارسلا کا خیال تھا کہ وہ بالکل اجنبی بن کر رہ گیا ہے۔ اس کی تین رکھیل بھی گھر میں رہتی تھیں لیکن وہ اپنے گھر بمشکل تین یا چار بار ہی کھانا کھا سکا۔ شہزادی ر۔میڈلیس اور دو جڑواں بچے جنگ کے دوران اس گھر میں پیدا ہوئے لیکن وہ انہیں مشکل سے پہچان سکا۔ امرانتا بھی اپنے بھائی کا تصور سنبھال کر نہ رکھ سکی۔ وہ نقرئی مچھلیاں بنانے کے زمانے سے اس گھر میں اس کے ساتھ رہی تھی۔ اب وہ ایسا پراسرار جنگجو تھا جو باقی انسانیت اور اپنے درمیان دس فٹ کا فاصلہ رکھتا تھا۔

جب عارضی جنگ بندی کا اعلان ہوا تو انہوں نے سوچا۔ اب وہ پھر سے انسان بن جائے گا اور اپنے اردگرد کے لوگوں میں گھل مل جائے گا۔ ان کے خاندانی مسائل آتش فشاں بن چکے تھے۔ اس کی وجہ سے وہ مسائل بھی بہتر ہونے لگے۔

"کم از کم وہ گھر میں تو رہے گا۔" ارسلا نے کہا۔

پہلے پہل امرانتا کو شک گزرا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ان سے چھوٹ گیا ہے۔ عارضی جنگ بندی سے ایک ہفتہ قبل وہ حفاظتی دستہ کے بغیر گھر میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ دو عام سے سپاہی تھے۔ وہ ننگے پاؤں تھے۔ انہوں نے خچر سے زین اتار کر پورچ میں رکھی۔ ایک شاعری سے بھرا ٹرنک تھا۔ اس کا یہی شاہی اثاثہ تھا۔ امرانتا نے سیونگ روم میں سے اسے دیکھا۔ امرانتا نے اسے آواز دی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کو پہچاننے میں مشکل پیش آئی۔

"میں امرانتا ہوں۔" اس نے مذاق کیا۔

وہ اس کے آنے پر بہت خوش تھی۔ اس نے پٹی میں بندھا اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"یہ دیکھو۔"

کرنل ارلیانو بوئندا مسکرا پڑا۔ بالکل اسی طرح جب ایک گزری صبح کو پہلی مرتبہ اس نے پٹی بندھی دیکھی تھی۔ اس وقت وہ ماکوندو موت کی سزا پا کر آیا تھا۔

"وقت کتنی دہشت ناکی سے گزرتا ہے۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے کہا۔

باقاعدہ اور سرکاری فوج نے اس کے گھر کی حفاظت کا انتظام سنبھال لیا۔

اس کی بے عزتی کی گئی۔ اسے گندے انڈے مارے گئے۔ اس پر فتح کے قریب جا کر جنگ ہارنے کا الزام تھا کہ اس نے سرکار کے ہاتھ اسے بیچ دیا تھا۔ وہ بخار اور سردی سے کانپ رہا تھا۔ اس کی بغلوں میں دوبارہ زخم ابھر آئے۔ چھ ماہ قبل ارسلا نے جنگ بندی کے بارے سنا تو اس نے دلہن کا کمرہ دوبارہ کھول دیا۔ اس کے کونوں میں مرجلائی۔ اس کا خیال تھا۔ ارلیانو بوئندا ر۔میڈیس کی پھپھوندی لگی گڑیوں سے کھیلتے باقی زندگی گزارے گا لیکن وہ اپنی زندگی خراج میں دے چکا تھا۔

وہ تیزی سے بوڑھا ہوتا جا رہا تھا۔

ارسلا نے ورکشاپ کی بھی صفائی کی تھی۔ جب وہ قریب سے گزرا تو اس نے اس طرف توجہ نہ دی کہ وہاں چابیاں بھی لگی ہوئی ہیں اور نہ اس گھر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ جس پر عمر کی بیماری آہستہ آہستہ حملہ آور ہو رہی تھی۔ اتنی لمبی غیر حاضری کے بعد یہ بیماری کسی بھی شخص کو بے چین کر سکتی تھی۔ شرط ہے کہ اس شخص کی یادداشت زندہ ہو۔ اسے لکڑی کے جالے، گندگی اور دیواروں سے اکھڑی ہوئی سفیدی دیکھ کر کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

بیگونیا پر جمی گرد، شہتیروں پر دیمک کے نشان، قطاریں یا کوئی چھپا نشان جو اس کی یادداشت کو جگاتا۔ وہ دسہ میں لپٹا پورچ میں بیٹھ گیا۔ اس نے ابھی تک اپنے بوٹ پہنے ہوئے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی کے انتظار میں ہو۔

وہ پوری سہ پہر بیگونیا پر برستی بارش دیکھتا رہا۔

ارسلا کا خیال تھا کہ اب وہ زیادہ عرصے تک اس گھر میں نہیں رہ سکے گا۔

"اگر جنگ ختم ہو گئی۔" اس نے سوچا۔ "پھر تو صرف موت ہے۔"

یہ ایک مفروضہ تھا لیکن یہ اتنا مضبوط اور مدلل تھا کہ خطرہ بن کر سامنے آ گیا۔

ڈنر پر ارلیانو سگندو نے اپنے دائیں ہاتھ سے لقمہ توڑا اور بائیں ہاتھ سے سوپ اٹھایا اس کے جڑواں بھائی' جوزے ارکیدو سگندو نے بائیں ہاتھ سے لقمہ توڑا اور دائیں ہاتھ سے سوپ پیا۔ اس بات کا مطلب یہ ثابت کرنا تھا کہ اب یہ تضاد دو بھائیوں کا نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہیں بلکہ آئینہ کے سامنے بیٹھ کر تماشہ کر رہے ہیں۔ جب انہیں پتہ چلا کہ انہیں کسی کی آمد کے اعزاز میں برابری کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے تو انہوں نے یہی طریقہ اپنایا لیکن کرنل ارلیانو بوئندا نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ وہ ہر شے سے بے زار نظر آتا یہاں تک کہ جب بیڈروم سونے کے لئے شہزادی ر۔میڈیس ننگی ہو کر اس کے قریب سے گزری تو اسے پتہ بھی نہ چلا۔ صرف ارسلا اس گیان میں ڈوبے ہوئے کو ڈسٹرب کر سکتی تھی۔

"اگر تمہارا دوبارہ واپس جانے کا پروگرام ہے۔" اس نے کھانے کے دوران کہا۔ "تو یہ بات تو سوچو کہ آج رات ہم سب لوگ اکٹھے ہیں۔"

کرنل ارلیانو بوئندا کو یوں لگا جیسے ارسلا ہی واحد انسان ہے جو اس کے عذاب کو سمجھنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ برسوں بعد اس نے ارسلا کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کا بدن ڈھلک چکا تھا۔ دانت جھڑ چکے تھے۔ بال راکھ کے سے بے رنگ تھے۔ وہ خوف زدہ سی نظر آتی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے ذہن میں جو اس کی تصویر باقی تھی اس سے تقابل کیا کہ ایک سہ پہر کو اسے ڈر لگا تھا کہ ابلتے ہوئے سوپ کا پاٹ میز پر سے گرنے لگا ہے۔ اس نے برتن کے ٹکڑے ہوتے بھی دیکھا تھا۔ ایک وقت اس نے اپنے زخم کے نشان' جلنے کے نشان' پرانے زخم دیکھے جو پچاس سال کی روزمرہ کی زندگی میں لگے تھے لیکن پھر بھی اس کے اندر رحم کا کوئی جذبہ بیدار نہ ہوا۔ اس نے اپنے دل کو ٹٹولنے کی آخری کوشش کی۔ جہاں محبتیں پڑی سڑ چکی تھی لیکن وہ ڈھونڈھ نہ سکا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے بدن پر ارسلا کی خوشبو محسوس کی تو اس نے اپنے دل میں بہت شرمندگی محسوس کی تھی لیکن جنگ نے یہ سب کچھ دھو ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کی بیوی ر۔میڈیس کا تصور بھی دھندلا گیا۔ وہ تصور اسے بیوی کی بجائے بیٹی کا سا نظر آتا۔ محبت کے صحرا میں بے شمار عورتیں گزریں اور ان سے ہونے والے بچے ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر وہ تھیں جو رات کی تاریکی میں آئیں اور دن کی روشنی پھیلنے سے پہلے واپس چلی گئیں اور اگلے دن ان کی کچھ حیثیت باقی نہ رہتی تھی۔ محض اس کے جسم کی یادداشت میں تھکاوٹ کا

احساس رہ جاتا۔ صرف ایک تعلق جو وقت کی دھند میں واضح رہا اور اسے جنگ بھی نہ مٹا سکی، وہ اپنے بھائی جوزے ارکیدو کا تھا۔ جب وہ دونوں بچے تھے اور وہ یاد ان کے پیار کی بنیاد پر نہیں تھی بلکہ انہوں نے جھوٹ پر کھیل کھیلا تھا۔

"مجھے افسوس ہے۔" اس نے ارسلا کی بات کا جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ جنگ ہر شے بہا کر لے گئی۔"

انہی دنوں وہ دنیا کی طرف جانے والے تمام راستے ختم کرتا گیا۔ اس نے سلور ورکشاپ کا معائنہ کیا۔ وہاں کی بچی کچی ہوئی چیزیں تھیں۔ اس نے اپنے کپڑے اپنے گارڈز کو دے دیئے تھے۔ ہتھیار صحن میں اسی احساس کے ساتھ دفن کر دیئے۔ جس طرح اس کے باپ نے وہ بھالا دفن کیا تھا جس سے اس نے پرودنیسو اگیولار کو قتل کیا تھا۔ اب اس کے پاس صرف ایک پسٹل تھا۔ جس میں صرف ایک گولی باقی تھی۔ ارسلا نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ ارسلا نے اسے اس وقت ٹوکا جب وہ ر۔میڈلیس کا فوٹو توڑنے لگا جو پارلر میں رکھا ہوا تھا۔

"یہ تصویر برسوں سے تمہارے ساتھ تعلق کو ختم کر چکی ہے۔" اس نے کہا۔ "یہ خاندانی یادگار ہے۔"

گھر میں اس کے ماضی سے متعلق کوئی چیز نہیں رہ گئی تھی۔ آخیر پر وہ شاعری کا ٹرنک اٹھا کر بیکری میں لے گیا۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ آگ جلا رہی تھی۔

"اس کے ساتھ جلاؤ۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے اسے پہلے کاغذوں کا رول دیتے ہوئے کہا۔ "یہ بہتر جلیں گے کیونکہ یہ بہت پرانے ہیں۔"

خاموش طبع اور عاجز مزاج سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ جس نے کبھی کسی سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ اپنے بچوں سے بھی نہیں۔ اسے بھی احساس ہوا کہ کرنل ٹھیک نہیں کر رہا۔

"یہ اہم کاغذات ہیں۔" اس نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔" کرنل نے جواب دیا۔ "یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں انسان محض اپنے لئے لکھتا ہے۔"

"پھر۔" سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ اون کے سامنے سے ہٹ گئی۔ "پھر خود جلاؤ۔"

اس نے اپنے کاغذات جلائے۔ اپنا ٹرنک بھی توڑ دیا اور پھر اس لکڑی کو بھی جلا دیا۔ کچھ دیر قبل پیلار ترنیرا اس سے ملنے آئی۔ برسوں بیت چکے تھے۔ کرنل حیران تھا کہ وہ کتنی بوڑھی ہو چکی ہے۔ اس کا بدن موٹا تھا۔ قہقہوں کی کھنک ختم ہو چکی تھی لیکن اس کی تاش

کے پتوں کے بارے گرفت بہت مضبوط ہو چکی تھی۔

"کھانے پینے کی چیزوں پر نظر رکھو۔" پیلار ترنیرا نے پیشن گوئی کی۔ "وہ حیران تھا کہ اس نے دوسری بار اسے ایسا کہا ہے۔ ایک بار جب وہ اپنی عظمت کی بلندیوں پر محو پرواز تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس کا ذاتی معالج اس کے بغل کے زخموں کی صفائی کر کے جا چکا تھا۔ کرنل نے بغیر کسی دلچسپی کے یونہی پوچھ لیا کہ اس کے دل کی صحیح جگہ کون سی ہے۔ ڈاکٹر نے سٹیتھو سکوپ میں سے اس کی بات سنی اور پھر اس کی چھاتی پر ایوڈین میں روئی بھگو کر ایک دائرہ بنا دیا۔

منگل کے دن جنگ بندی کا اعلان ہوا۔

اس گرم دن میں بارش ہوتی رہی۔ صبح پانچ بجے کرنل ارلیانو بوئندا کچن میں آیا۔ بغیر چینی کے کافی کا بڑا مگ پینا اس کا معمول تھا۔

"تم ایسے دن ہی پیدا ہوئے تھے۔" ارسلا نے اسے بتایا۔ "پیدائش کے وقت تمہاری آنکھیں کھلی تھیں۔ لوگ انہیں دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ اس کے کان سپاہیوں کی پریڈ کی طرف لگے تھے۔ کارنٹ اور حکم دینے کی آوازیں صبح کے ماحول کو خراب کر رہی تھیں۔ اگرچہ جنگ کے اتنے سالوں بعد یہ تمام آوازیں اس کی عادت میں شامل تھیں لیکن اس وقت یہ آوازیں سن کر اس نے اپنے گھٹنوں میں کمزوری سی محسوس کی۔ اپنے بدن پر وہی سوئیاں چبھتی ہوئی محسوس کیں جیسا اسے اپنی جوانی میں ایک ننگی عورت دیکھ کر ہوا تھا۔ وہ الجھن میں پڑ گیا۔ وہ اسی یاد میں گم ہو گیا کہ اگر وہ اس سے شادی کر لیتا تو وہ جنگ میں شامل ہوتا اور نہ اس کا اتنا روشن نام ہوتا۔ ایک گمنام انسان بلکہ ہر حال میں خوش رہنے والا ایک جانور۔ وہ کانپ اٹھا۔ اس کے ذہن میں اب کوئی تصویر نہیں ابھر رہی تھی۔ ناشتہ کرتے ہوئے اس کا ذائقہ تلخ ہو گیا۔

صبح سات بجے کرنل گرینلڈو مارکیز اسے لینے آیا کہ انقلابی افسروں کے ساتھ چلے۔ اس نے اپنے آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ اداس اور تنہا محسوس کیا۔ ارسلا نے اس کے کاندھوں پر نیا کمبل ڈالا۔

"سرکار کے لوگ کیا کہیں گے۔" ارسلا نے کہا۔ "ان کا خیال ہو گا کہ جب تمہارے پاس کچھ نہیں بچا تو پھر ہتھیار ڈال دیئے۔"

اس نے کمبل نہ اوڑھا۔ جب وہ دروازے سے باہر جانے لگا تو جوزے ارکیدو بوئندا کا پرانا ہیٹ سر پر رکھ لیا۔

"ارلیانو۔" ارسلا نے پھر اسے کہا۔ "میرے ساتھ وعدہ کرو کہ اگر تم وہاں دیکھو کہ یہ گھڑی تمہارے لئے بہتر نہیں تو تم اپنی ماں کا خیال ضرور کرو گے۔"

ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ روانہ ہو گیا۔ اس نے ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس کی تمام کھلی ہوئی انگلیاں لہرا رہی تھیں۔ وہ چپ تھا۔ بستی کے آخری سرے تک لوگ اسے گالیاں دیتے رہے' چیختے چلاتے رہے اور اس پر لعنتیں بھیجتے رہے۔ ارسلا نے دروازہ بند کیا اور فیصلہ کر لیا کہ اب یہ دروازہ زندگی بھر نہیں کھلے گا۔

"اگر کوئی مرد نہ بچا تو یہ گھر ختم ہو جائے گا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ہم اس پاگل بستی کو اپنے پر ہنسنے کا موقع نہیں دیں گے۔ ہم یہیں ختم ہو جائیں گے۔" ارسلا نے سوچا۔

وہ تمام صبح گھر کے خفیہ خانوں میں اپنے بیٹے کی یادوں کے لئے پھرتی رہی تاکہ اسے کوئی ڈھونڈھ نہ سکے۔

تقریب ماکوندو سے پندرہ میل دور ایک بہت بڑے اور قدیم درخت کے نیچے ہوئی۔ جس کے بالکل قریب ہی بعد میں نیرلینڈیا شہر کی بنیاد پڑی۔ سفید کپڑوں میں ملبوس غیر تجربہ کار لوگوں کے شور نے سرکاری وفد' لبرل پارٹی کے وفد اور انقلابیوں کے کمشن جنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے' کا استقبال کیا۔ یوں لگتا تھا جیسے بارش کی وجہ سے سفید بطخیں پریشان ہوں۔ کرنل ارلیانو بوئندا کیچڑ میں لت پت ایک خچر پر سوار ہو کر وہاں پہنچا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی اور اپنے خوابوں کی ناکامی سے زیادہ بغل کے زخم اسے اذیت دے رہے تھے۔ اس کی تمام امیدیں دم توڑ چکی تھیں۔ اس کا تمام جاہ و جلال' اس کی شان و شوکت کا تمام نسنلجیا ریت ہو چکا تھا۔

معاہدہ کی رو سے وہاں موسیقی کا کوئی انتظام نہ تھا' آگ جلائی گئی اور نہ ہی گھنٹیاں بجائی گئیں۔ فتح کا شور ہوا اور نہ کوئی اور مظاہرہ' جو جنگ بندی کے اس المناک واقعہ کو خوشی میں بدل سکتا۔ ایک آوارہ گرد فوٹو گرافر نے اس کی تصویر لی لیکن اس سے یہ فلم زبردستی لے لی گئی۔

تقریب صرف اتنی دیر کے لئے رہی جتنی دیر معاہدے پر دستخط ہوئے۔ پھٹے ہوئے سرکس ٹینٹ کے نیچے ایک سادہ سی میز کے اردگرد تمام وفود بیٹھے تھے۔ ان کی طرف سے

صرف وہی افسران تھے جو کرنل ارلیانو بوئندا کے وفادار تھے۔ دستخط کرنے سے پہلے ریپبلک کے صدر کے ذاتی نمائندے نے ہتھیار ڈالنے کے عمل سے متعلق ایکٹ پڑھنے کی کوشش کی۔ کرنل ارلیانو بوئندا اس بات کے خلاف تھا۔

"ایسی باتوں پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔" اس نے کہا۔

وہ تو معاہدے کے کاغذات بغیر پڑھے ہی دستخط کرنے کو تیار تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے خیمے میں پڑی خاموشی کو توڑا۔

"کرنل!" اس نے کہا۔ "آپ صرف اتنا کریں کہ دستخط کرنے میں پہل نہ کریں۔"

کرنل نے یہ بات مان لی۔ کاغذات پوری میز کا چکر کاٹ کے آئے۔ خاموشی اسی طور دھڑک رہی تھی کہ کاغذ پر قلم سے دستخط کرنے کی آواز بھی صاف سنائی دے دیتی تھی۔ کاغذات کی پہلی سطر ابھی خالی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے اسے مکمل کرنے کی تیاری کر لی۔

"کرنل!" اس کے ایک اور ساتھی نے کہا۔ "اب بھی وقت ہے۔ ہر بات صاف صاف طے کی جا سکتی ہے۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے اپنے تاثرات بدلے بغیر پہلی کاپی پر دستخط کر دیئے۔ ابھی آخری کاپی پر دستخط مکمل نہیں ہوئے تھے کہ ایک انقلابی کرنل خچر سمیت خیمے میں داخل ہوا۔ خچر پر دو الماریاں لدی ہوئی تھیں۔ جوانی کے باوجود وہ مریل ہو رہا تھا۔ اس نے بھوک سے نڈھال خچر کو کھینچتے ہوئے مسلسل چھ دن سفر کیا تھا تاکہ وہ جنگ بندی کے معاہدے کے وقت پہنچ جائے۔ اس نے مشکل سے دونوں الماریاں اتاریں اور انہیں کھول کر سونے کی بہتر اینٹیں ایک ایک کر کے میز پر رکھ دیں۔ ان کے بارے ہر شخص بھول چکا تھا۔ وہ ماکوندو کے علاقے کے انقلاب کا خزانچی تھا۔ پچھلے سال کے اختلافات کے بعد جب سنٹرل کمانڈ کمزور ہو گئی اور انقلاب محض متحارب گروہوں کی خونی دشمنی رہ گیا تو اس کے بارے پھرول کرنا ممکن نہ رہا۔ سونا انقلاب کے لئے اینٹوں میں ڈھالا گیا تھا اور پھر ان پر مٹی تھوپ دی گئی۔ اب تک وہ کسی کی ملکیت نہیں تھا۔ ہتھیار ڈالنے کی فہرست میں کرنل ارلیانو بوئندا نے وہ بہتر سونے کی اینٹیں بھی شامل کر دیں۔

تقریب تقریروں کے بغیر ختم ہو گئی۔ وہ غلیظ سا سپاہی اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اپنی خاموشی سمیت۔ بھیگی آنکھوں سمیت۔

"کچھ اور۔" کرنل ارلیانو بوئندا نے اس سے پوچھا۔
نوجوان کرنل نے اپنے ہونٹ سی لئے۔
"رسید۔" اس نے کہا۔

کرنل ارلیانو بوئندا نے اپنے ہاتھ سے اسے رسید لکھ کر دے دی پھر اس نے لیمن جوس کا ایک گلاس پیا اور بسکٹ کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈال لیا۔

سپاہی ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ وہ اپنے ٹینٹ میں آرام کرنے کے لئے چلا گیا۔ ٹینٹ صرف اسی کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ اس نے اپنی شرٹ اتاری اور چارپائی کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ سہ پہر کے سوا تین بجے اس نے اپنا پسٹل نکالا اور ایوڈین کے اس دائرہ پر گولی چلا دی جو اس کے ذاتی معالج نے اس کی چھاتی پر بنایا تھا۔ اسی لمحے ارسلا نے ماکوندو میں سٹوو پر رکھے دودھ کے برتن کا ڈھکن اٹھایا۔ وہ حیران تھی کہ دودھ کو ابلنے میں اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ اس نے دیکھا۔ دودھ کیڑوں سے بھرا ہوا تھا۔

"انہوں نے ارلیانو کو قتل کر دیا ہے۔" وہ چلائی۔

اس نے اپنی فطری تنہائی سے ڈر کر صحن کی طرف دیکھا تو جوزے ارکیدو بوئندا بارش میں کھڑا بھیگ رہا تھا۔ وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور اداس نظر آ رہا تھا۔

"انہوں نے پیچھے سے اسے گولی ماری ہے۔" ارسلا نے یقین کے ساتھ کہا۔ "وہاں اور کوئی نہیں تھا' جو اس کی کھلی آنکھیں بند کرتا۔"

شام کو اپنی آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا کہ چمکدار تھالیاں آسمان پر ابھریں اور وہ پیچھے گیس چھوڑتی جا رہی تھیں۔ یہ موت کا اعلان تھا۔ اپنے خاوند کے گھٹنوں پر سر رکھے سسکیاں لیتے ہوئے ابھی شاہ بلوط کے درخت کے نیچے تھی کہ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کو لے آئے۔ اس پر ابھی تک وہ کمبل لپٹا ہوا تھا۔ جس پر خون خشک ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

وہ خطرے سے باہر تھا۔ گولی نے ایسا رستہ اختیار کیا کہ ڈاکٹر کو ایوڈین میں بھیگے ہوئے کپڑے میں اس سوراخ کو رکھنا پڑا اور پھر پیچھے سے کھینچ لیا۔

"یہ میرا نسخہ ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ "بس یہی جگہ تھی جہاں سے گولی جسم کے کسی حصے کو نقصان پہنچائے گزر سکتی تھی۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے اپنے اردگرد خاموش سپاہیوں کو دیکھا جو اس کی زندگی کی دعائیں

مانگ رہے تھے۔ اسے دکھ تھا کہ وہ اپنے تالو میں پسٹل گھسیڑ کر گولی نہیں مار سکا حالانکہ اس وقت بھی اس نے سوچا۔ موقع ہے' پیلار ترنیرا کی پیشن گوئی کو غلط ثابت کر دیا جائے۔

چند گھنٹوں کے اندر اس کی موت کی کوشش نے اس کی کھوئی ہوئی عزت بحال کر دی۔ وہی لوگ جو یہ شور مچاتے تھے کہ اس نے جنگ محض ایک کمرے کی خاطر بیچ دی۔ جس کی اینٹیں سونے کی تھیں۔ خودکشی کی کوشش نے ان کی نظروں میں دوبارہ قابل احترام بنا دیا۔ اسے شہید کا رتبہ دے ڈالا۔

جب اس نے ریپبلک کے صدر کی طرف ORDER OF MERIT لینے سے انکار کر دیا تو اس کے سخت ترین دشمنوں نے بھی اسے مجبور کرنے کی کوشش کی کہ وہ جنگ بندی کے معاہدے کو ختم کرنے کا اعلان کر دے اور نئی جنگ شروع کی جائے۔ پورا گھر اس بات کے زور کے لئے تحائف سے بھر گیا۔

اپنے پرانے ساتھیوں کے پرزور اصرار سے مجبور ہو کر اس نے ان کی خوشی کو ایک دم رد نہیں کیا۔ اس کے برعکس وہ نئی جنگ کی امید پر پرجوش لگتا تھا۔ کرنل گرینلڈو مارکیز نے سوچا کہ وہ صرف اعلان کرنے کے لئے کسی موقع کی تلاش میں ہے اور وہ بہانہ بھی ہاتھ آ گیا کہ ریپبلک کے صدر نے انقلابی اور کنزرویٹو فوجیوں کو پنشن دینے سے انکار کر دیا تھا بلکہ شرط دھر دی کہ کیس کا سپیشل کمیشن جائزہ لے گا اور پھر کانگریس سے منظور لی جائے گی۔

"یہ ظلم کی انتہا ہے۔" کرنل ارلیانو بوئندا گرجا۔ "وہ تو ڈاک آنے کے انتظار میں مر جائیں گے۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھا۔ ارسلا اس کی بیماری کے دنوں یہ کرسی لے آئی تھی۔

اس نے بیڈ روم میں ٹہلتے ہوئے ریپبلک کے صدر کو ایک سخت پیغام لکھوایا۔ یہ وہ ٹیلی گرام تھا جو کبھی منظر عام پر نہ آیا۔ اس نے ٹیلی گرام میں اسے معاہدہ نیرلینڈیا کی پہلی خلاف ورزی قرار دیا اور کہا کہ اگر دو ہفتے کے اندر پنشن کا مسئلہ حل نہ ہوا تو آخری سانس تک نئی جنگ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس کا رویہ جانبدار تھا۔ اسے سابقہ کنزرویٹو سپاہیوں کی حمایت کی امید بھی تھی لیکن جواب محض اتنا ملا کہ حکومت نے اس کی حفاظت کے لئے گارڈ بڑھا دی۔ گارڈ کے سپاہی اس کے گھر کے سامنے پڑے رہتے۔ بظاہر یہی بہانہ بنایا گیا کہ وہ اس کی حفاظت پر معمور ہیں۔ تمام ملاقاتوں پر پابندی تھی۔ یہی طریقہ تمام لیڈران کے ساتھ کیا گیا۔ ان کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی۔ یہ اپریشن اتنا بروقت' سخت اور موثر تھا کہ نظر

بندی کے دو مہینے بعد کرنل ارلیانو بوئندا کو پتہ چلا کہ اس کے بہترین دوست اور مشیر مار دیئے گئے' جلا وطن کر دیئے گئے یا سرعام انہیں پھانسی دے دی گئی۔

کرنل ارلیانو بوئندا دسمبر میں کمرے سے باہر نکلا۔ اس کے لئے پورچ میں سے باہر دیکھنا ہی کافی تھا۔ دوبارہ جنگ کے بارے سوچنا ممکن نہیں اور یہ سب کچھ اس عمر میں ناممکن سا لگتا۔ گھر کی مرمت دوبارہ ہو چکی تھی۔

"اب وہ دیکھ رہے ہیں کہ میں کون ہوں؟" ارسلا نے جب اپنے بیٹے کو آنکھیں کھولتا دیکھا اور کہا۔ "پوری دنیا میں ایسا پاگل گھر کہیں نہیں ہو گا۔"

ارسلا نے گھر کی صفائی کی' سفیدی کی۔ فرنیچر بدلا۔ باغ درست کیا۔ نئے پودے لگائے۔ کھڑکیاں دروازے کھول دیئے تاکہ گرما کی تیز روشنی بیڈ روم کے اندر تک پہنچ سکے۔ سوگ کے دنوں کے خاتمے کا اعلان کیا۔ پیانو کی موسیقی سے پورا گھر بھر گیا۔ امرانتا کو پیٹرو کریسی کا خیال آیا۔

پیٹرو کریسی کا گارڈینا' لیونڈر کی خوشبو۔ اس کے اندر ایک خیال سا ابھرا۔ وقت کی رفتار سے بھی زیادہ تیز اور نکھرا نکھرا۔

ایک سہ پہر ارسلا پارلر صاف کر رہی تھی۔ اس نے پہرہ دینے والے سپاہیوں کو مدد کے لئے بلایا۔ گارڈ کے نوجوان کمانڈر نے اجازت دے دی۔ آہستہ آہستہ انہوں نے ارسلا کے گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ ارسلا انہیں کھانا کھلاتی۔ کپڑے اور جوتے دیتی۔ انہیں لکھنا پڑھنا سکھاتی۔ جب حکومت نے گارڈ ہٹا لی تو ان سپاہیوں میں سے ایک وہیں رہ گیا اور کئی سال تک وہیں پڑا رہا۔

نیو ایئر کے موقع پر شہزادی ر۔میڈیس کے بھولے پن اور انکار کی وجہ سے وہ پاگل سپاہی اس کی کھڑکی کے نیچے مردہ پڑا تھا۔

برسوں بعد، آخری سانس لیتے ہوئے ارلیانو سگندو کے ذہن میں جون کی وہ سہ پہر تھی جب وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے اندر گیا۔ بچہ خاصا کمزور تھا اور رو رہا تھا۔ اس کے پورے بدن پر بوئندا خاندان کا مخصوص شناختی نشان نہیں تھا۔ اس نے بچے کا نام رکھتے ہوئے کوئی جھجھک محسوس نہ کی۔

"ہم اسے جوزے ارکیدو کہیں گے۔"

فرنینڈا ڈیل کارپیو ایک خوبصورت خاتون تھی۔ ارلیانو سگندو سے ایک سال قبل شادی ہوئی تھی۔ وہ اس نام پر راضی تھا لیکن ارسلا شکوک و شبہات کا شکار تھی۔ خاندان کی اس طویل تاریخ میں ناموں کے تکرار سے اس نے کچھ نتائج اخذ کئے تھے اور وہ تکرار اور نتائج یقینی لگتے لیکن وہ سوچتی کہ ارلیانو نام اب ختم ہو گیا ہے۔ جوزے ارکیدو اس کی سوچ کے مطابق بڑا پرجوش اور سرگرم نام تھا لیکن بدقسمتی ہر بار ان کا رستہ روک لیتی۔ بعض معاملات میں ارلیانو سگندو اور جوزے ارکیدو سگندو کو اس پیمانے میں رکھنا مشکل تھا۔

جوزے ارکیدو سگندو اور ارلیانو سگندو جڑواں بھائی تھے۔ بچپن میں صوفیہ ڈی پیڈاڈ بھی ان میں تمیز نہیں کر سکتی تھی۔ "عیسائی بنانے" کے دن امرانتا نے ناموں کے کڑے ان کی کلائیوں میں باندھ دیئے۔ پہننے کے لئے مختلف رنگ کے لباس بنائے گئے۔ ان پر بھی ان کے نام لکھے گئے۔ جب انہوں نے سکول جانا شروع کیا تو انہوں نے اپنے کڑے اور کپڑے تبدیل کر لئے اور ایک دوسرے کو اپنے نام سے پکارتے۔ ان کا استاد سیکور اسکولونا جوزے ارکیدو سگندو کو سبز قمیض سے پہنچانتا۔ اس کے ذہن سے بات نکل گئی کہ اس نے کڑا ارلیانو سگندو کے نام کا پہنا ہوا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ بلاشبہ اس نے سفید رنگ کی قمیض پہنی ہوئی ہے لیکن اس کا نام ارلیانو سگندو ہے اور کڑا جوزے ارکیدو کے نام سے پہنا ہوا ہے۔ پھر وہ کبھی یقین کے ساتھ ان میں سے کسی کو نہ پہچان سکا۔

جب وہ بڑے ہوئے تو عمر نے ان کی مماثلت ختم کر دی ورنہ ارسلا ہمیشہ پریشان ہو

جاتی کہ پہچان کے پیچیدہ کھیل میں وہ خود بھی غلطی نہ کر جائیں۔
جوانی کے آغاز تک ان میں بے حد مماثلت رہی۔ وہ ایک ہی وقت جاگتے۔ ایک ہی وقت میں باتھ روم جاتے۔ ایک ہی بیماری کا شکار ہوتے۔ ایک ہی قسم کے خواب دیکھتے۔ خاندان کے لوگ سوچتے کہ وہ ایسا کام صرف تنگ کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اس طرف کبھی کسی نے توجہ نہ دی۔ ایک دن سنتا صوفیا ڈی لا پیڈاڈ نے ایک کو لیمن جوس کا گلاس دیا۔ اس نے جونہی چکھا۔ دوسرے نے کہا کہ اس میں چینی نہیں ہے۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ گلاس میں واقعی چینی ڈالنا بھول گئی تھی۔
اس نے یہ واقعہ ارسلا کو بتایا۔
"واقعی یہ ایک جیسے ہیں۔" اس نے حیران ہوئے بغیر کہا۔ "وہ پیدائشی ایسے ہیں۔"
وقت نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔
پیچیدگی کے عمل سے پہلے پہل ارلیانو سگندو نکلا۔ اس کی دیو قامتی اپنے دادا کی طرح تھی۔ جوزے ارکیدو سگندو کی ہڈی اور اٹھان کرنل کی طرح تھی۔ وراثتی طور پر ایک بات ان میں مشترک تھی۔ وہ تھی تنہائی۔ شاید یہ قدو قامت کی وجہ تھی یا ان کے عمل کی وجہ سے۔ ارسلا کا خیال تھا کہ وہ بچپن سے ہی تاش کے پتوں کی طرح شیفل ہوئے اور علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔
جنگ کے دنوں میں ان کے مزاج کا فرق بالکل واضح ہو گیا۔ جوزے ارکیدو سگندو نے کرنل گرینلڈو مارکیز سے پھانسی دیکھنے کی درخواست کی۔ ارسلا کی سوچ کے برعکس کرنل نے اس کی خواہش مان لی۔ ارلیانو سگندو پھانسی کا نام سن کر کانپ اٹھا۔ وہ گھر میں چھپا رہا۔
بارہ سال کی عمر میں ارلیانو سگندو نے ارسلا سے بند کمرے کے بارے پوچھا۔
"کاغذات ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "ملکیا دیس کی کتابیں اور پتہ نہیں عجیب و غریب قسم کی چیزیں جو اس نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں لکھی تھیں۔"
تجسس نے اسے بے چین کر دیا۔
اس نے ارسلا سے کمرہ دیکھنے کی اتنی بار ضد کی اور اتنی بار وعدہ کیا کہ وہ ان چیزوں اور کاغذات کو خراب نہیں کرے گا۔ آخر ارسلا نے اسے چابیاں دے دیں۔
جس دن اس کمرے سے ملکیا دیس کی میت باہر نکالی گئی۔ اس کے بعد اس کمرے میں کوئی بندہ داخل نہیں ہوا۔ دروازے پر تالا لگا دیا گیا۔ اب تالے کے مختلف حصے زنگ کی وجہ

سے آپس میں جڑ گئے تھے۔

جب ارلیانو سگندو نے کمرے کی کھڑکیاں کھولیں تو ایک جانی پہچانی روشنی اندر داخل ہوئی جیسے یہ روشنی روزانہ اس کمرے کو روشن رکھتی ہو۔ کمرے میں موجود ہر شے صاف اور دھلی دھلی سی تھی۔ جنازے کے دن سے بھی زیادہ روشن اور ستھری۔ کہیں مکڑی کا جالا نظر نہیں آیا۔ واٹر پائپ سے وہ بو ختم نہیں ہوئی جہاں جوزے ارکیدو بوئندا نے پارہ گرم کیا تھا۔

کتابیں شیلف میں ترتیب سے رکھی تھیں۔ ان کی جلدیں پیلی انسانی جلد کی طرح تھیں۔ کافی سالوں سے بند کمرے میں پورے گھر سے زیادہ تازہ ہوا تھی۔

ہر شے نکور تھی۔ ایک دن ارسلا برش لے کر فرش صاف کرنے آئی تو فرش چمک رہا تھا اور ارلیانو توجہ سے کتاب پڑھ رہا تھا۔ کتاب کی جلد نہیں تھی اور نہ کتاب پر نام تھا۔ وہ پھٹے پرانے کاغذات تھے۔ وہ ایک عورت کی کہانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ایک ایسی عورت جو میز پر بیٹھی صرف چاولوں کا گودا کھاتی اور ہر چاول ایک پن سے اٹھاتی۔

ماہی گیر کی کہانی' جس نے اپنے ہمسایہ سے باٹ ادھار مانگا۔ جب بدلے میں ایک مچھلی دی تو مچھلی کے پیٹ میں ہیرا تھا۔ ایک چراغ کی کہانی' جو انسان کی ہر خواہش پوری کرتا۔ اڑنے والے قالینوں کے بارے کہانی۔ اس نے حیرانی سے ارسلا سے پوچھا' کیا یہ کہانیاں سچی ہیں۔ ارسلا نے جواب دیا۔ "بالکل سچ۔" برسوں قبل جپسی واس ایسے لیمپ اور قالین ماکوندو لائے تھے۔

"اب تو لگتا ہے۔" ارسلا نے کہا۔ "دنیا آہستہ آہستہ اپنے انجام کی طرف جا رہی ہے۔ کیونکہ ایسی چیزیں دوبارہ نظر نہیں آتیں۔"

اس کتاب کے آخری صفحات نہیں تھے۔ بہت سی کہانیوں کا انجام نہیں تھا۔ ارلیانو سگندو نے مسودوں کو انجام دینا شروع کر دیا۔ نہ ناممکن سی بات تھی۔ لفظ سطر میں خشک ہوتے ہوئے کپڑوں کی طرح لٹکے نظر آتے۔ تحریر کی بجائے موسیقی کے اشارے محسوس ہوتے۔

ایک گرم دوپہر کو وہ اپنے مسودوں میں گم تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ کمرے میں اکیلا نہیں ہے۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی کے سامنے ملکیا دیس اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔

اس کی عمر چالیس سے بھی کم نظر آتی تھی۔ اس نے پرانے زمانے کی صدری پہنی ہوئی تھی۔ ہیٹ کوے سے پنجوں کا سا تھا۔ اس کی کنپٹیوں کے قریب کے بالوں سے گرمی کی وجہ سے پگھلی ہوئی گریس بہہ رہی تھی۔

بچپن کی یادداشت جوزے ارکیدو سگندو اور ارلیانو سگندو کے ذہن میں اب تک محفوظ تھی۔ ارلیانو سگندو نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہی تیز یادداشت نسل در نسل منتقل ہوتی آ رہی تھی۔ وہ اپنے دادا کی یادداشت کی ڈوری پکڑ کر وہاں تک پہنچا تھا۔

"ہیلو۔" ارلیانو سگندو نے کہا۔

"ہیلو۔ نوجوان۔" ملکیادیس نے کہا۔

پھر برسوں تک وہ روزانہ سہ پہر کو ملتے۔ ملکیا دیس اسے دنیا کے بارے بتاتا۔ قدیم حکمت اور دانائی کی باتیں سناتا لیکن اس نے ان مسودوں کا ترجمہ کرنے سے انکار کر دیا۔

"جب تک کسی کی عمر سو سال تک نہ ہو جائے اس وقت تک تفہیم ممکن نہیں۔" اس نے ساری کتھا تفصیل سے کہی۔

ارلیانو نے یہ ملاقاتیں ہمیشہ سب سے خفیہ رکھیں۔ ایک دن اس نے محسوس کیا۔ اس کی دنیا میں خلل پڑ گیا ہے۔ جب ارسلا کمرے میں داخل ہوئی تو ملکیادیس کمرے میں موجود تھا۔ ارسلا اسے نہ دیکھ سکی۔

"کس سے باتیں کر رہے تھے۔" ارسلا نے پوچھا۔

"کسی سے نہیں۔" ارلیانو سگندو نے کہا۔

"تمہارا دادا بھی یہی کچھ کرتا تھا۔" ارسلا نے جواب دیا۔ "اسے بھی خود کلامی کا مرض تھا۔"

انہی دنوں جوزے ارکیدو سگندو فائرنگ سکواڈ کا منظر دیکھ چکا تھا۔ ایک ساتھ نکلنے والی چھ گولیوں کی چمک اور پہاڑوں سے ٹکرا کر آنے والی بازگشت تمام زندگی اس کے ذہن میں گونجتی رہی۔ گولیوں کا شکار ہونے والے شخص کے چہرے پر ایک اداس سی مسکراہٹ تھی۔ اس کی آنکھیں الجھی الجھی سی تھیں۔ جب خون اس کی قمیض کو بھگو رہا تھا۔ وہ جم کر کھڑا تھا۔ جب اس کی رسیاں کھولی جا رہی تھیں اور ان بجھے چونے کے باکس میں رکھا جا رہا تھا۔ اس سے بھی وہ مسکرا رہا تھا۔

"وہ زندہ ہے۔" اس نے سوچا۔ "وہ زندہ انسان کو دفن کر رہے ہیں۔"

یہ بات اس کے ذہن میں یوں چپکی کہ وہ ہمیشہ کے لئے فوج اور جنگ سے متنفر ہو گیا۔ یہ نفرت موت کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک انسان کو زندہ دفن کر دینے کی رسم کی وجہ سے تھی۔

صحیح طور پر کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے چرچ کی گھنٹیاں کب بجانی شروع کیں اور "پوپ" کے نمائندہ فادر انتونیوازابیل کا دعا کے وقت کا مددگار بن گیا۔ وہ چرچ کے قریب لڑاکا مرغوں کو بھی دانہ وغیرہ ڈالا کرتا۔

جب کرنل گرینلڈو مارکیز کو علم ہوا تو اس نے سختی سے کہا کہ لبرل کی طرف سے منع کئے گئے پیشوں کو نہ اپنائے۔

"حقیقت یہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے لگتا ہے میں کنزرویٹو بن گیا ہوں۔" اسے یقین تھا کہ قسمت میں یہی لکھا ہے۔

کرنل گرینلڈو مارکیز نے اسے سخت سست کہا۔ ارسلا سے بھی شکایت کی۔

"یہی رستہ اس کے لئے بہتر ہے۔" ارسلا نے بھی تصدیق کر دی۔ "بس یہی دعا کرو کہ وہ پادری بنے اور خداوند کی رحمتیں اس گھر پر برسیں۔"

جلد ہی سب کو پتہ چل گیا کہ فادر انتونیو ازابیل اسے پہلے خطبہ کے لئے تیار کر رہا ہے۔ اسے سقراطی طریقہ تعلیم سے آراستہ کر رہا ہے۔ لڑاکے مرغوں کی گردنوں کی صفائی کرتے ہوئے فادر اسے سادہ مثالوں سے سمجھا رہا تھا۔ اس نے مرغیوں کو ڈربے میں بند کیا کہ یہ اب انڈے دیں گی۔ اسے بتایا کہ تخلیق کائنات کے دوسرے دن خدا کے ساتھ یہی ہوا کہ چوزے انڈوں کے اندر بن گئے۔

چرچ کے پادری کو اپنی بڑھتی ہوئی عمر کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ برسوں بعد وہ کہہ رہا تھا کہ شاید شیطان خدا کے مقابلے میں جیت گیا اور جنت میں اب تخت پر وہی بیٹھا ہے۔ اور لوگوں کے بہکانے کے باوجود اس نے اپنی شناخت کبھی نہیں بتائی۔

اپنے استاد کی اشیر باد سے چند ماہ کے اندر جوزے ارکیدو سگندو شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے تمام مذہبی داؤ پیچ میں ماہر ہو گیا جیسے وہ لڑاکا مرغوں کی لڑائی میں ماہر تھا۔

امرانتا نے اس کے لئے لینن کا سوٹ سیا۔ کالر، ٹائی اور سفید بوٹ خریدے گئے۔ کینڈل کے ربن پر امرانتا نے چمکدار لفظوں سے اس کا نام کاڑھا۔

اپنے پہلے خطبے سے دو دن قبل فادر انتونیوازابیل نے "اعتراف" کے کمرے میں بلایا۔

اس کے ہاتھوں میں گناہوں کی فہرست تھی۔ یہ فہرست اتنی لمبی تھی کہ چھ بجے شام سونے کا عادی فادر یہ فہرست ختم ہونے سے پہلے ہی اپنی کرسی پر سو گیا۔ جوزے ارکیدو سگندو کے لئے یہ تشویش الہامی سچ تھا۔ جب پادری نے اس سے پوچھا کہ کبھی عورت کو چکھا ہے تو یہ اس کے لئے حیران کن بات نہیں تھی۔ اس نے ایمان داری سے جواب دیا۔ "نہیں۔"

جب اس نے جانوروں سے بدفعلی کا پوچھا تو وہ بہت پریشان ہوا۔

مئی کے پہلے جمعہ اس نے خطبہ دیا۔ وہ اشتیاق اور تجسس سے مرا جا رہا تھا۔ اس نے پیڑیانو سے پوچھا۔ بیمار سا پیڑیانو نسلا" سیکٹن تھا اور بیماری کی حد تک سیکس میں دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ چرچ کے گھنٹال کے کمرے میں رہ رہا تھا۔ لوگ کہتے تھے وہ چمگادڑوں پر گزارہ کرتا ہے۔

پیڑیانو نے اسے جواب دیا۔ "کچھ ایسے گندے اور غلیظ لوگ ہوتے ہیں جو "کھوتیوں" سے جنسی کام چلاتے ہیں۔"

جوزے ارکیدو سگندو نے اتنا اشتیاق ظاہر کیا کہ سوال در سوال پر پیڑیانو کو غصہ آگیا۔

"میں ہر منگل کی رات جاتا ہوں۔" اس نے تسلیم کر لیا۔ "اگر تم کسی کو نہ بتانے کا وعدہ کرو تو اگلی منگل رات میں تمہیں بھی لے چلوں گا۔"

اگلے منگل پیڑیانو نے ٹاور سے لکڑی کا ایک سٹول لے کر اترا۔ آج تک کسی کو سٹول کے استعمال کا علم نہیں تھا۔ وہ جوزے ارکیدو سگندو کو لے کر قریب کے کھیت میں گھس گیا۔

وہ رات کے اس عمل کا اتنا عادی ہوا کہ عرصہ بعد وہ کاتارینو کے سٹور میں داخل ہوا اس نے عورت وہاں پر دیکھی۔ اس وقت وہ لڑاکے مرغوں کی وجہ سے اپنی ساکھ بنا چکا تھا۔

ارسلا نے لڑاکے مرغ دیکھے تو اس نے پہلی مرتبہ اسے حکم دیا۔

"ان کو کہیں اور لے جاؤ۔ یہ لڑاکے مرغ اس گھر میں پہلے کیا کم بدنصیبی لائے ہیں۔ تم کوئی اور مصیبت گھر میں لانا چاہتے ہو۔"

جوزے ارکیدو سگندو چپ چاپ انہیں اپنی دادی پیلار ترنیرا کے گھر لے گیا۔ وہ روزانہ وہیں جا کر انہیں دانہ دنکا ڈالتا۔ اسے اس گھر میں ہر سہولت حاصل تھی تاکہ وہ اسی گھر میں رہے۔ اس نے بہت جلد مرغوں کی لڑائی میں بھی اپنی دانائی کا مظاہرہ کیا۔ یہ حکمت فادر انٹونیو ازابیل نے اسے دان کی تھی۔ اس نے اتنی رقم اکٹھی کر لی کہ اب وہ اپنے مرغ پال

سکتا تھا اور خود بھی اپنے اطمینان کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پیر مار سکتا تھا۔

ارسلا نے اس کا مقابلہ جڑواں بھائی سے کیا۔ یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی کہ یہ جڑواں بچے جو بچپن میں کتنے ایک جیسے تھے اور اب آگے کتنے مختلف ہو گئے ہیں۔

اس وقت اس کی یہ سوچ ختم ہو گئی۔ جب ارلیانو سگندو میں سستی اور ذہنی طور پر غیر حاضر رہنے کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ وہ جب سے ملکیا دیس کے کمرہ میں گیا۔ اپنے اندر ہی بند ہوتا جا رہا تھا۔ یہی حال جوانی میں کرنل ارلیانو بوئندا کا تھا۔ اسے معاہدہ نیرلینڈیا کے بعد وہ گھر سے باہر نکلا اور نہ حقیقی دنیا میں لوٹا۔

ایک نوجوان لڑکی موسیقی کنسرٹ کے لئے ریفل ٹکٹ بیچ رہی تھی۔ لڑکی نے ارلیانو سگندو سے یوں بات کی جیسے اسے برسوں سے جانتی ہو۔ ارلیانو سگندو کو اتنی حیرانی نہیں ہوئی کیونکہ بھائی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر مغالطہ ہو جایا کرتا تھا لیکن ارلیانو سگندو نے اس کی غلطی کی تصحیح نہیں کی۔ وہ دل میں جگہ بنا رہی تھی۔ وہ اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔ پہلی ملاقات میں وہ اتنی خوش تھی کہ اس نے اپنی تمام چیزیں داؤ پر لگا دیں کہ وہ ریفل ٹکٹ میں اکارڈین جیتے گا۔

دو ہفتے بعد ارلیانو سگندو نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی اس کے اور بھائی کے ساتھ ہر دوسری رات گزار رہی ہے۔ لڑکی کا خیال تھا کہ اس کا ایک ہی دوست ہے۔ ساری بات کی وضاحت کرنے کی بجائے ارلیانو سگندو نے صورتحال جوں کی توں جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

وہ ملکیا دیس کے کمرے میں دوبارہ داخل نہیں ہوا۔ وہ صحن میں اپنی سہ پہریں گزارتا اور ارسلا کے احتجاج کے باوجود اکارڈین سیکھتا رہتا۔ حالانکہ سوگ کی وجہ سے میں گھر میں موسیقی منع تھی۔ ارسلا اکارڈین کو فرانسسکو کی ویگا بانڈ وراثت سے زیادہ حیثیت نہ دیتی تھی۔

تاہم ارلیانو سگندو اکارڈین کا ماہر بن گیا۔

اس کی شادی ہو گئی۔ بچے ہو گئے۔ وہ ماکوندو کا ایک قابل احترام شخص بن گیا لیکن اکارڈین سے اس کی دلچسپی ختم نہ ہوئی۔

دو ماہ تک بھائی اس لڑکی میں ساجھے دار رہے۔ ارلیانو سگندو اپنے منصوبے بناتا رہتا۔ نگرانی کرتا۔ جس رات اسے یقین ہو جاتا کہ جوزے ارکیدو سگندو دونوں کی مشترکہ دوست سے ملنے نہیں جا رہا۔ وہ اس لڑکی کے گھر جاتا اور اس سے لپٹ کر سو جاتا۔

ایک صبح اس نے محسوس کیا کہ وہ بیمار ہے۔ دو دن بعد اسے معلوم ہوا کہ اس کا بھائی بھی اسی بیماری کا شکار ہے۔ وہ پسینے میں نہایا' رو رہا تھا۔ وہ ساری بات سمجھ گیا۔ اس کے بھائی نے اعتراف کیا کہ اس لڑکی نے تعلقات ختم کر دیئے ہیں۔ اس کے ذہن میں ہے کہ یہ بیماری میری وجہ سے اسے لگی ہے۔ جوزے ارکیدو سگندو پیلار ترنیرا سے علاج کروا رہا تھا۔ ارلیانو سگندو گرم پانی' ڈائی یورٹیک اور پوٹاشیم پرمیگنیٹ کے ٹب میں چھپ چھپ کر نہاتا رہا۔ تین ماہ وہ دونوں اسی عذاب میں مبتلا رہے۔ جوزے ارکیدو سگندو کبھی اس لڑکی کی اور نہ گیا۔ ارلیانو سگندو نے لڑکی کو معاف کر دیا اور وہ تمام عمر اس کے ساتھ رہی۔

وہ پیڑا کوٹس تھا۔ وہ جنگ کے دنوں ماکوندو آئی۔ اس کا متوقع خاوند ریفل ٹکٹ کا کاروبار کرتا تھا۔ وہ مرا تو یہ کاروبار اس نے سنبھال لیا۔ وہ نوجوان اور صاف ستھری ملاتو لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں پیلے بادام کی سی تھیں۔ ان میں چیتے کی سی تیزی تھی۔ وہ بہت نرم دل تھی۔ بے انت محبت کرنے والی۔

جب ارسلا نے دیکھا کہ جوزے ارکیدو سگندو مرغ لڑانے میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا ہے اور ارلیانو سگندو اپنی دوست کے شور شرابے کی محفلوں میں اکارڈین بجاتا ہے تو نسل کے اس ملغوبے پر اسے یوں لگا کہ اب وہ مرجائے گی۔ شاید نسل میں کوئی خرابی تھی کہ یہ دونوں عمل ان دونوں میں در آئے۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ وہ کسی نوزائیدہ بچے کا نام جوزے ارکیدو یا ارلیانو رکھنے کی اجازت نہیں دے گی۔ لیکن ارلیانو سگندو کا پہلا بیٹا پیدا ہوا تو اسے فیصلہ پر نظر ثانی کرنا پڑی۔

"ٹھیک ہے۔" ارسلا نے کہا۔ "لیکن ایک شرط پر' اس کی پرورش میں خود کروں گی۔"

وہ سو سال کے قریب تھی۔ سفید موتیا کی وجہ سے اس کی نظر بہت کمزور ہو چکی تھی لیکن وہ ذہنی اور جسمانی طور پر اب بھی صحت مند تھی اور کسی کو بھی ایک بااخلاق انسان بنا سکتی تھی جو اس خاندان کا وقار بڑھا سکتا۔ ایک ایسا انسان' جس نے کبھی بھی جنگ' بری عورتوں' مرغوں کی لڑائی اور جنگلی رویوں کے بارے نہ سنا ہو۔ ارسلا کے نزدیک یہی چار الیے تھے جو خاندان کے زوال کا سبب بنے۔

"میں اس کو پادری بناؤں گی۔" اس نے سنجیدگی سے سوچا۔ "اگر میری زندگی رہی تو یہ

ایک دن پوپ ہو گا۔"

اوروں نے یہ بات سنی تو وہ اپنے اپنے بیڈ روم میں ہنستے رہے اور جس جگہ ارلیانو سگندو کے بدتمیز دوست اکٹھے ہوتے تھے۔ وہاں بھی اس بات پر قہقہے برستے رہے۔ شیمپئن کی بوتلیں کھولتے ہوئے وہ جنگ کے زمانے کی باتیں کرتے رہے۔

"پوپ کے اعزاز میں۔" ارلیانو سگندو نے گلاس بلند کیا۔

مہمان کورس میں گانے لگے۔ پھر پھل جھڑیاں چھوڑی گئیں۔ ارلیانو سگندو نے اکارڈین بجایا اور پورے بستی میں ڈھول بجا کر اس واقعہ کو سنایا گیا۔ چھ گایوں کو گلی میں ذبح کیا گیا جسے بغیر کوئی بات کئے' شیمپئن میں ڈوبے مہمان چٹ کر گئے۔

جب سے ارلیانو سگندو نے گھر کا انتظام سنبھالا تھا۔ ایسی دعوتیں روز کا معمول تھیں۔ اس معمول میں پوپ کے اعزاز میں دی جانے والی ضیافت نئی بات نہیں تھی۔

پچھلے چند سالوں میں' محنت کی بجائے محض خوش قسمتی کے بل پر پورے ساحلی علاقے میں ارلیانو سگندو کے ہاں جانوروں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ قسمت کی دیوی مہربان تھی۔ جانوروں کی مادائیں تین تین بچے دیتیں۔ مرغیاں دن میں دو دو مرتبہ انڈے دیتیں۔ اس کے سور اتنی تیزی سے موٹے ہوتے کہ کالے جادو کے علاوہ اس نسل کے بڑھنے کی اور کوئی توجیح نہیں بتا سکتا تھا۔

"اب کچھ بچا لو۔" ارسلا اپنے جنگلی پوتے سے کہتی۔ "قسمت ساری عمر تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔"

ارلیانو سگندو نے کبھی اس نصیحت کی اور توجہ نہ دی۔ وہ جتنی زیادہ شیمپین دوستوں کے آگے کھول دیتا۔ جانور اتنی زیادہ تعداد میں بڑھتے جاتے۔ اسے یقین تھا کہ اس کی قسمت کا ستارہ اس کے کردار کی وجہ سے نہیں چمک رہا بلکہ یہ سب کچھ پیڑا کوٹس کی دین ہے۔

وہ دونوں انتہائی جذباتی محبت میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ جتنا پیڑا کوٹس کا قائل ہوتا گیا۔ اتنا اس کے قریب ہوتا گیا۔ پیڑا کوٹس باڑے میں ہی رہتی۔ ان کی شادی ہو گئی۔ بچے ہو گئے اور وہ فرنینڈا کی اجازت سے باڑے میں اکٹھے رہنے لگے۔ ہنسی مذاق کرتے رہتے۔ حالانکہ یہ حس ان میں بہت کم تھی۔

ارلیانو سگندو کو جانوروں کی دیکھ بھال کے لئے بمشکل ہی وقت ملتا۔ جو وقت بچتا وہ پیڑا کوٹس کو جانوروں کے ملاپ کی جگہ پر لے جانے میں گزر جاتا۔ وہ اسے جانور پر بٹھا کر

گراؤنڈ کا ایک چکر لگواتا تاکہ ہر جانور جلدی جلدی بچے دینے کے لئے اپنی قسم کا نشان لے لے۔

اس طویل زندگی میں قسمت اس پر مہربان رہی۔ جنگ کے دنوں میں پیڑا کوٹس ریفل ٹکٹوں پر گزارا کرتی تھی۔ ارلیانو سگندو فوقتاً" فوقتاً" ارسلا کے دھن پر ہاتھ صاف کر لیتا۔ پیڑا کوٹس اور ارلیانو سگندو ہر رات اکٹھے سوتے۔ وہ اتنے جنونی تھے کہ حیض یا حمل کے دنوں میں بھی بستر میں گھسے صبح تک ایک دوسرے سے چپٹے رہتے۔

"یہ عورت تمہیں تباہ کر دے گی۔" ارسلا اپنے پوتے پر چیخی چلاتی رہتی۔ وہ گھر میں نیند میں چلنے والے کی طرح داخل ہوتا۔ "وہ تم پر اتنا اثر تو رکھتی ہے کہ اس کے "مخصوص دنوں" میں بھی تم اس کی کمر کے اردگرد گھومتے رہتے ہو اور تمہارے پیٹ میں کیڑے کلبلا رہے ہیں۔"

جوزے ارکیدو سگندو کو عرصہ بعد پتہ چلا کہ اس کو ایک کونے میں رکھ دیا گیا ہے۔ وہ اپنے بھائی کے جذبے کو بھی ڈھونڈھنے میں ناکام رہا۔ اسے پیڑا کوٹس کا پیار یاد تھا۔ اسے تو پیار کرنے کا بھی پتہ نہیں تھا۔ وہ مزاجا" سرد عورت تھی۔ بالکل ایک نکمی عورت۔

ارسلا کی نصیحتوں اور جوزے ارکیدو سے ہٹ کر ارلیانو سگندو صرف اتنا سوچتا کہ وہ کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالے کہ پیڑا کوٹس کے لئے علیحدہ گھر تیار ہو جائے۔ جہاں وہ ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے رہیں۔ کبھی اوپر، کبھی نیچے اور زندگی بھر ٹھٹھے لگاتے رہیں۔

جب کرنل ارلیانو بوئندا نے اپنے بڑھاپے کے دنوں دوبارہ ورکشاپ کھولی۔ ارلیانو سگندو نے سوچا کہ یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی تمام توجہ سونے کی مچھلیوں کے کاروبار کی طرف مبذول کر لے۔ وہ گرم کمرے میں بیٹھا کرنل کو کام کرتے دیکھتا رہا۔ جب وہ کسی ناقابل یقین محنت کے ساتھ میٹل کی سخت شیٹوں کو موڑ کر سنہری شکل دینے میں کامیاب ہو گیا تو ارلیانو سگندو حیران رہ گیا۔ لیکن یہ کام اتنا تھکا دینے والا تھا اور پیڑا کوٹس کی یاد اسے اتنا تڑپا رہی تھی کہ تین ہفتے بعد وہ ورکشاپ سے غائب ہو گیا۔ ان دنوں خرگوشوں کے ریفل ٹکٹ بک رہی تھی۔ خرگوش اتنی تیزی سے پھلے پھولے اور اتنی جلدی سے جوان ہوئے کہ اسے ریفل ٹکٹ بیچنے کے لئے بھی وقت مشکل سے ہی مل پاتا۔

شروع شروع میں ارلیانو سگندو کو اتنی تیزی سے بڑھتے ہوئے خرگوشوں کا پتہ نہ چلا۔

ایک رات جب بستی میں کسی نے ریفل ٹکٹوں میں دلچسپی نہ لی۔ اس نے صحن کے دروازے کے قریب آواز سنی۔

"پریشان نہ ہو۔" پیڑا کوٹس نے کہا۔ "یہ خرگوش ہیں۔ دوسرے جانوروں کی وجہ سے آرام نہیں کر پا رہے۔ صبح اٹھ کر ارلیانو سگندو نے دروازہ کھولا تو صبح کی نیلاہٹ میں صحن خرگوشوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہنسی کی وجہ سے پیڑا کوٹس کی سانس رک گئی۔

وہ اسے تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی۔

"یہ کل رات ہی پیدا ہوئے ہیں۔"

"او میرے خدا۔" ارلیانو سگندو نے کہا۔ "تم گائیوں پر اپنی قسمت کیوں نہیں آزماتیں۔"

کچھ دن بعد صحن کو صاف کرتے ہوئے پیڑا کوٹس نے خرگوشوں کے بدلے گائے لے لی۔ گائے کی طرف توجہ شروع کر دی۔ تین ماہ بعد اس گائے نے تین بچھڑے دیئے۔ ارنبھ ایسے ہی ہوا اور راتوں رات ارلیانو سگندو زمین اور مال مویشی کا مالک بن گیا۔ اب اسے سوروں کے گلے اور کبوتروں کی پرورش کے لئے وقت نہ ملتا۔ اس دھن پر وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ وہ اپنی ہنستی مسکراتی زندگی میں قنوطیت کیسے لاتا۔

"پوری ختم کر دو۔ کھا جاؤ۔ زندگی مختصر ہے۔" وہ چیختا۔

ارسلا حیران تھی کہ اس کے پاس کونسی روحانی قوت آ گئی۔ اس نے کہیں چوری تو شروع نہیں کر دی۔ کہیں غنڈہ تو نہیں بن گیا۔ اب وہ اپنے سر پر جھاگ ڈالنے کے لئے بھی شیمپئن کی بوتل کھول لیتا۔ ارسلا غصے سے چلاتی رہتی۔ اس زیان پر اسے برا بھلا کہتی رہتی۔

ارلیانو سگندو زچ ہو گیا۔ ایک دن وہ خوشگوار موڈ میں تھا۔ اس کی صدری نوٹوں سے بھری تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں پیسٹ کا ڈبہ اور ایک برش تھا۔ صبح سویرے اٹھ کر اونچی آواز میں فرانسسکو کے پرانے لوک گیت اونچی آواز میں گانے لگا۔ پھر اٹھ کر گھر کے اندر اور باہر ایک پیسو کے نوٹ چپکانا شروع کر دیئے۔ اس گھر کی سفیدی اس وقت ہوئی تھی جب پیانو لایا گیا تھا۔ اب وہ کسی مسجد کی سی عجیب شکل دیتا تھا۔ خاندان کے جذبات کے مدنظر ارسلا کے شور شرابے کے باوجود اس زیان کو دیکھنے کے لئے لوگوں سے گلی بھری ہوئی تھی اور ارلیانو سگندو نے گھر کے فرنٹ سے لے کر کچن اور باتھ روم تک نوٹ چپکا دیئے۔ اور باقی نوٹ صحن میں بکھیر دیئے۔

"اب" اس نے حتمی طور پر کہا۔ "مجھے امید ہے اس گھر کا کوئی فرد میری رقم کے بارے کوئی بات نہیں کرے گا۔"

اور یہی ہوا۔

ارسلا نے سارے نوٹ اکٹھے کیے۔ گھر کی دوبارہ سفیدی کروائی گئی۔ اس نے خداوند سے التجا کی۔ "ہمیں دوبارہ ویسا غریب کر دے جیسے ہم پہلے تھے۔ جب ہم نے اس بستی کی پہلی اینٹ رکھی تھی تاکہ اگلی زندگی میں تم یہ زیان ہم سے وصول نہ کر سکو۔"

اس کی دعا کا الٹا اثر ہوا۔ ایک مزدور سفیدی کا ٹکڑا اتارتے ہوئے پلاسٹر سے بنے ہوئے سینٹ جوزف کے خوبصورت سٹیچو سے جا ٹکرایا۔ یہ سٹیچو جنگ کے دنوں میں کوئی چھوڑ گیا تھا۔ وہ فرش پر گر کر چکنا چور ہو گیا۔ اس میں سونے کے سکے بھرے ہوئے تھے۔ گھر میں کسی کو یاد نہیں تھا کہ اتنا بڑا سٹیچو کون چھوڑ گیا تھا۔

"تین بندے آئے تھے۔" امرانتا نے جواب دیا۔ "انہوں نے کہا تھا کہ بارشوں کے ختم ہونے تک اسے اپنے پاس امانتاً رکھ لیں۔ میں نے انہیں کونے میں رکھنے کا کہا تھا کہ اس کو کہیں ٹھوکر نہ لگے۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے وہیں رکھ دیا۔ اس دن سے یہ سٹیچو یہاں رکھا تھا۔ وہ اسے دوبارہ لینے نہیں آئے۔"

بعد میں اس سٹیچو پر ارسلا نے موم بتیاں رکھ دیں۔ وہ اس کے حضور دعا بھی کرتی تھی۔ اسے کیا پتہ تھا کہ وہ اس سینٹ کی بجائے سونے کے چار سو پونڈ کے سکوں کی عبادت کر رہی ہے۔

غیر شعوری طور پر اس غیرمذہبی عمل سے وہ بہت پریشان رہی۔ اس نے ان سکوں کو کینوس کے تین تھیلوں میں بھر کر ایک خفیہ جگہ چھپا دیا۔ اسے یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی وہ تین بندے اپنی امانت لینے ضرور آئیں گے۔

برسوں بعد، اپنے بڑھاپے کے عذاب دنوں میں وہ مسافروں سے پوچھا کرتی کہ ان میں سے کوئی ایسا ہے۔ جس نے جنگ کے دنوں میں بارشوں کے موسموں تک سینٹ جوزف کا سٹیچو امانتاً رکھوایا ہو۔

ایسی باتوں نے ارسلا کو بہت محدود کر دیا اور ایسی باتیں ان دنوں عام تھیں۔ ماکوندو اپنے معجزاتی عمل سے گزر رہا تھا۔ بستی بسانے والے لوگوں کے کچے گھروندوں کی جگہ اینٹوں کی بڑی عمارتیں کھڑی تھیں۔ ان میں زیادہ کام لکڑی کا تھا۔ گھروں کے فرش سیمنٹ کے تھے۔

اب سہ پہر کی دھوپ لوگوں کے لئے قابل برداشت تھی۔ جوزے ارکیدو بوئندا کی زمانے کی پرانی بستی کی باقیات میں صرف بادام کے وہ گرد آلود درخت رہ گئے تھے جو آج بھی حالات کے خلاف نبرد آزما تھے یا پھر دریا کا صاف و شفاف بہتا پانی۔ جن کے قدیم دور کے پتھروں کو جوزے ارکیدو سگندو کے ہتھوڑوں نے توڑ پھوڑ دیا تھا۔

ان دنوں وہ دریا میں ایک بوٹ لائن کے لئے چینل بنا رہا تھا۔ یہ ایک دیوانے کا خواب تھا۔ اپنے پڑدادا کی طرح اسے بھی یقین تھا کہ پتھروں کے اس دریائی بیڈ اور دریا کی تیزی نے بحری تجارت کا رستہ روکا ہوا ہے۔ جوزے ارکیدو سگندو اپنے اس پراجیکٹ کے لئے سوچتا رہا۔ جب اس کے سوچنے کے لئے کچھ نہ بچا تو اپنی اس خیالی مہم جوئی کے علاوہ صرف پیڑا کوٹس یاد رہی۔ اس کی زندگی میں آنے والی وہ واحد عورت تھی۔

ارسلا نے ذہن میں خاندان کی تاریخ مرتب کی تو جوزے ارکیدو سگندو اس تاریخ میں چپ چپاتی مثال تھا۔ اس کے اندر لڑاکے مرغوں کا شوق تھا۔ جب کرنل ارلیانو بوئندا نے سمندر سے سات میل دور کھڑے ہسپینی بحری جہاز کی کہانی سنائی جو اس نے جنگ کے دنوں دیکھا تھا۔ یہ کہانی برسوں سے لوگوں کے لئے بڑی دل فریب رہی تھی لیکن جوزے ارکیدو سگندو کے لئے یہ تخیلاتی کہانی بن گئی۔ اس نے اپنے لڑاکے مرغ نیلام کئے۔ مزدور بھرتی کئے۔ اوزار خریدے اور دریا کی تہہ میں بڑے پتھروں کو توڑنے لگ گیا۔ نہریں کھودی جانے لگیں۔ دلدل صاف کی جانے لگی۔ یہاں تک کہ آبشاروں کا رستہ بھی سیدھا کر دیا گیا۔

"یہ کام ہمارے خون میں شامل ہے۔" ارسلا نے کہا۔ "لگتا ہے۔ پرانا زمانہ لوٹ آیا ہے۔ سارا عمل دوبارہ شروع ہو رہا ہے۔"

اسے یقین تھا کہ دریا کے ذریعے تجارت ممکن ہے۔ جوزے ارکیدو سگندو نے تفصیل کے ساتھ اپنے بھائی کو اپنا پلان سمجھایا۔ بھائی نے اس کام کے لئے کچھ رقم دی اور وہ بستی سے غائب ہو گیا۔ لوگ کہتے۔ یہ بحری جہاز کی خریداری کی بجائے بھائی سے رقم اینٹھنے کا بہانہ تھا۔ جب بستی میں یہ خبر پہنچی کہ دریا کنارے ایک عجیب و غریب جہاز پہنچنے والا ہے۔ ماکوندو کے لوگ کنارے کی طرف بھاگے۔ ان کے ذہن میں جوزے ارکیدو بوئندا کا تصور نہیں تھا بلکہ وہ غیر یقینی طور پر بستی کے ڈیک پہ پہنچنے والا پہلا اور آخری جہاز دیکھ رہے تھے۔ یہ ایک لمبی کشتی تھی جس کو کنارے تک لانے کے لئے بیس آدمیوں کی ضرورت پڑتی تھی۔ جہاز کے سامنے جوزے ارکیدو سگندو بڑے اطمینان کے ساتھ احکامات دے رہا تھا۔

اس کے ساتھ خوبصورت عورتوں کا گروپ تھا جو سایہ دار چھتریوں کے نیچے بیٹھی تھیں۔ ان کے کندھوں پر سلکی رومال تھے۔ چہروں پر رنگ دار کریم تھی۔ بالوں میں قدرتی پھول تھے۔ بازوں پر سنہری سانپ تھے اور دانتوں میں ہیرے جڑے تھے۔ یہ لمبی جہاز نما کشتی جوزے ارکیدو سگندو ایک بار ماکوندو تک لا سکا۔ اس نے اپنی ناکامی کبھی تسلیم نہ کی بلکہ اس کام کو اپنی ناقابل تسخیر قوت ارادی کی فتح قرار دیا۔ اپنے بھائی کی بہت زیادہ تعریف کی اور جلد ہی وہ واپس مرغ لڑانے کے جتھے میں شامل ہو گیا۔

بدقسمتی پھر عود آئی۔

یہ بدقسمتی فرانسیسی عورتیں لائیں۔ روایتی محبت اور ملاپ کی جگہ فنون لطیفہ نے لے لی۔ اس سوشل ہونے کے احساس نے کاتارینو کی سی نادر جگہ کو بدل دیا۔ گلی میں جاپانی لالٹینیں جل اٹھیں۔ اور ہاتھ سے بجنے والے قدیم ارگن بج اٹھے۔ وہ کارنیوال کے پروموٹر تھے۔

پورے تین دن ماکوندو اس جنون کا شکار رہا۔

اسی جنون کی بدولت ارلیانو سگندو کو فرنینڈا ڈیل کارپیو سے ملنے کا موقع ملا۔

ارسلا اپنی پڑپوتی شہزادی ر۔میڈلیس کے اس بولتے حسن سے خوف زدہ تھی۔ وہ شہزادی ر۔میڈلیس کو گلی سے باہر جانے سے روکتی رہتی۔ جب وہ بڑی ہوئی تو امرانتا اسے گرجا گھر لے گئی۔ اس کا چہرہ کالے رنگ کے پردے میں چھپا تھا۔ وہ غنڈہ صفت لوگ جو اپنے آپ کو پادریوں کے سے روپ میں چھپائے رہتے ہیں اور ساری رات کاتارینو کے سٹور میں مذہبی اکٹھ کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ گرجا گھر صرف شہزادی ر۔میڈلیس کو دیکھنے جاتے۔ شہزادی ر۔میڈلیس کے چہرے پر اساطیری حسن تھا۔ اور اس پر جھلملاتا حسن پورے ساحلی وسیب میں خطرناک جذبات کے ساتھ مشہور ہونے لگا۔ قبل از وقت کچھ کہنا مشکل تھا ورنہ یہ کچھ کسی طور بہتر نہیں تھا کیونکہ اکثر اپنی پرسکون نیند سے ہاتھ دھو بیٹھے اور جس شخص نے یہ سب کچھ ممکن بنایا۔ وہ ایک پردیسی تھا۔ اس نے اپنا وطن ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور رحم اور ناامیدی کی جنگ میں شامل ہو گیا۔ سالوں بعد وہ ریلوے ٹریک پر سو رہا تھا اور ریلوے انجن نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جب وہ گرجا گھر آیا تو اس نے سبز اور نارنجی رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایک کشیدہ کی ہوئی صدری پہنی تھی۔ کسی کو گمان بھی نہ گزرا کہ شہزادی ر۔میڈلیس کے ملکوتی

حسن کے سحر میں گرفتار کسی دور دیش سے آیا ہے۔ وہ خوبصورت، پروقار اور انتہائی مہذب تھا کہ اس کے سامنے پیڑو کریسی انتہائی بودا نظر آتا۔ اسے دیکھ کر بہت سی خواتین ذومعنی مسکراہٹ کے ساتھ سرگوشیاں کرتیں کہ شہزادی ر۔میڈلیس کی بجائے نقاب اسے پہننی چاہیئے۔

وہ ماکوندو میں کسی سے بات نہ کرتا۔

وہ کسی قصے کے شہزادے کی طرح چاندی کے لگام کے گھوڑے پر سوار ویلوٹ کمبل اوڑھے اتوار کی صبح کو آیا اور دعا کے بعد واپس چلا گیا۔

اس کی آمد اس طرح تھی کہ گرجا گھر میں موجود ہر شخص نے اس کی طرف پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ ہر بندے نے شہزادی ر۔میڈلیس اور اس کے درمیان ایک خاموش اور سخت قسم کی کشیدگی سی محسوس کی۔ ایک خفیہ معاہدہ، ایک چیلنج، جس کا انجام محبت کے ساتھ ساتھ موت پر بھی ہوا۔

چھٹے اتوار کو وہ دوبارہ گرجا گھر آیا۔ اس کے ہاتھ میں زرد گلاب تھا۔ اس نے ہمیشہ کی طرح کھڑے ہو کر دعا سنی۔ وہ شہزادی ر۔میڈلیس کی طرف بڑھا اور اس کے حضور تنہائی کا پھول پیش کیا۔ شہزادی ر۔میڈلیس نے اپنے فطری انداز سے لے لیا۔ گویا وہ پہلے سے ہی اس کے لئے تیار تھی۔ اس نے اپنے چہرے سے نقاب اتاری اور مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ کہانی اتنی تھی لیکن نہ صرف اس نوجوان کے لئے بلکہ ایک نظر دیکھنے والے مشتاق نوجوانوں کے لئے بھی یہ ایک روحانی لمحہ تھا۔

پھر وہ نوجوان شہزادی ر۔میڈلیس کی کھڑکی کے نیچے کھڑا صبح تک موسیقاروں کے ساتھ گاتا رہتا۔ صرف ارلیانو سگندو نے ہی اس نوجوان کے دلی جذبات کو محسوس کیا اور اس کی مستقل مزاجی کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

"نوجوان! تم اپنا وقت ضائع نہ کرو۔" ایک رات اس نے کہا۔ "اس گھر کی عورتیں خچروں سے بھی گھٹیا ہیں۔" اسے اپنا دوست بنانے کی پیش کش کی۔ شیمپئن کی دعوت دی۔ اسے سمجھایا کہ اس خاندان کی عورتیں اندر سے چونے کی بنی ہیں لیکن کوئی دلیل اس نوجوان کو متاثر نہ کر سکی۔

رات بھر موسیقی کے شور سے تنگ آ کر کرنل ارلیانو بوئندا نے غصہ میں آ کر اس کی محبت کو گولیوں سے ختم کرنے کی دھمکی دی۔ یہ سب کچھ اس نوجوان کی اپنی غیر اخلاقی

حرکتوں کے سبب ہوا۔ بہترین لباس پہننے والا انتہائی گندہ اور غلیظ ہو گیا۔ اب اس کے تن پر چند چیتھڑے رہ گئے۔ افواہ یہ تھی کہ اس نے اپنی قسمت' طاقت اور وقار دور بستی اپنی عوام میں ختم کرلی۔ اس کے بارے کسی کو علم نہیں تھا لیکن وہ اپنے حق میں دلائل دیتا۔ بار روم میں لڑتا جھگڑتا اور کاتارینو کے سٹور کی گندگی میں لتھڑا رہتا۔ اس ڈرامے کا المیہ یہ تھا کہ شہزادی ر۔میڈلیس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جس دن وہ بن سنور کر گرجا گھر آیا اور شہزادی ر۔میڈلیس نے اس سے زرد گلاب قبول کیا۔ اس دن بھی اس کے بارے نہ سوچا لیکن وہ اس خوبصورت عمل سے خوب لطف اندوز ہوئی۔ اس نے نقاب محض اپنا چہرہ دکھانے کے لئے نہیں اٹھایا تھا۔ وہ تو صرف اسے دیکھنا چاہتی تھی۔

درحقیقت شہزادی ر۔میڈلیس اس دنیا کی مخلوق نہیں تھی۔ وہ اچھی خاصی عمر کی تھی لیکن صوفیہ ڈی پیڈاڈ اسے اپنے ہاتھوں سے خود نہلاتی۔ اسے کپڑے پہناتی۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کے قابل ہو چکی تھی لیکن اس پر آنکھ رکھنا ضروری تھا تاکہ وہ اپنی تھوک سے دیوار پر جانور نہ بنائے۔

وہ بغیر پڑھے لکھے بیس سال کی ہو گئی۔ وہ میز پر چاندی کے برتن نہ سجا سکتی تھی۔ وہ پورے گھر میں ننگی پھرتی۔ پابندی اس کے مزاج میں نہیں تھی۔ جب گارڈ کے نوجوان کمانڈر نے اس سے محبت کا اظہار کیا تو اس نے سادگی سے انکار کر دیا کیونکہ شہزادی ر۔میڈلیس کو اس کی غیر سنجیدگی پسند نہ آئی۔

"دیکھو۔ کیسا بدھو ہے۔" اس نے امرانتا سے کہا۔ "کہتا ہے وہ میری وجہ سے مر جائے گا۔ گویا میں اس کے گردوں کا ناقابل برداشت درد ہوں۔"

جب لوگوں نے نوجوان کمانڈر کو شہزادی ر۔میڈلیس کی کھڑکی کے نیچے مرے دیکھا تو شہزادی ر۔میڈلیس کا پہلا تبصرہ یہی تھا۔

"دیکھا۔ کتنا بدھو تھا۔"

لگتا تھا جیسے وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے چیزوں کے اندر کی اصل حقیقت کو دیکھ لیتی ہے۔ یہ کرنل ارلیانو بوئندا کا نظریہ تھا۔ عام طور پر یہی کہا جاتا تھا لیکن کرنل ارلیانو بوئندا کے نزدیک شہزادی ر۔میڈلیس ذہنی معذور نہیں تھی بات اس کے برعکس تھی۔ "لگتا ہے وہ بیس سالہ جنگ سے لوٹی ہو۔" وہ کہا کرتا۔

اپنے طور پر ارسلا خدا کا شکر ادا کرتی کہ اس نے خاندان کو بالکل علیحدہ مخلوق وان کی

ہے اور ساتھ ہی وہ اس کے حسن اور معصومیت کی وجہ سے پریشان بھی تھی- یہی اس کا ذہنی تضاد تھا- اس نے شہزادی ر۔میڈلیس کو اس بھری دنیا اور تمام زمینی جذبوں سے بچانے کے لئے دور رکھنے کا فیصلہ کر لیا- اس کو یہ معلوم بھی نہیں تھا کہ جب شہزادی ر۔میڈلیس ماں کی کوکھ میں تھی- اس وقت بھی وہ ایسی تمام بیماریوں سے پاک تھی- اسے گمان بھی نہیں تھا کہ کارنیوال کا شیطانی ٹولہ ر۔میڈلیس کو "حسن کی شہزادی" منتخب کرے گا- لیکن ارلیانو سگندو اپنے آپ کو جذباتی سمجھ کر "شیر" ہو گیا- وہ فادر انتونیو ازابیل کو گھر لے آیا تاکہ وہ ارسلا کو قائل کرے کہ کارنیوال کا اعلان قطعاً" غیر مذہبی نہیں- یہ ایک کیتھولک روایت ہے-

وہ بمشکل قائل ہوئی- اس نے ر۔میڈلیس بوئندا کو اجازت دے دی- تقریب میں "حسین ترین لڑکی" کے طور پر شمولیت کی خبر چند گھنٹوں میں پورے وسیب میں دور دراز تک پھیل گئی- ان لوگوں کو بہت دکھ ہوا جو آج بھی اس کے نام کے آخری حصہ کو قوم کے خدمت گار کے طور پر سمجھتے تھے لیکن یہ پریشانی بے بنیاد تھی- ان لوگوں میں لمبی عمر والے بوڑھے تھے اور خوابوں میں رہنے والا کرنل ارلیانو بوئندا' جو آہستہ آہستہ لوگوں سے اپنا رابطہ ختم کرتا جا رہا تھا- وہ اپنی ورکشاپ میں بند تھا- اس کا لوگوں سے رابطہ محض نقرئی مچھلیوں کے کاروبار تک محدود تھا- امن کے اوائل کے دنوں میں ایک سپاہی اس کا محافظ تھا جو ان نقرئی مچھلیوں کو وسیب میں بیچنے جاتا اور واپسی پر رقم کے ساتھ ساتھ نت نئی خبروں سے لدا پھندا لوٹتا-

وہ کہا کرتا' کنزویٹو گورنمنٹ لبرل پارٹی کے ساتھ مل کر ایسا کیلنڈر مرتب کر رہی ہے کہ ایک صدر ایک سو سال تک حکومت کر سکے گا-

مقدس زیارت کا معاہدہ ہو گیا ہے اور روم سے ایک کارڈینل ہیروں کا تاج اور سونے کے تخت سمیت پہنچ چکا ہے- لبرل پارٹی کے وزراء نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر انگوٹھیوں والے ہاتھ کو چومتے ہوئے تصویریں اتروائی تھیں-

سپین کی کمپنی کی ایک اعلیٰ عہدیدار خاتون کو صدر مقام کے قریب ڈھاٹا باندھے ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے اغوا کر لیا اور اگلے اتوار وہ ریپبلک کے صدر کے سمر ہاؤس میں ننگی ناچ رہی تھی- "سیاست پر میرے ساتھ گفتگو مت کیا کرو-" کرنل نے اپنے محافظ سے کہتا- "ہمارا کاروبار صرف نقرئی مچھلیاں بیچنا ہے-"

وسیب میں یہ خبر پھیل گئی کہ کرنل ارلیانو بوئندا ملکی صورت حال پر کسی قسم کی گفتگو سننا پسند نہیں کرتا کیونکہ ورکشاپ کا کام زوروں پر ہے۔ جب ارسلا نے یہ خبر سنی تو وہ ہنس پڑی۔ اپنی بے حد عملی حس کے باوجود وہ کرنل کے کاروبار کے بارے نہ سمجھ سکی کہ اس نے سونے کے سکوں سے چھوٹی مچھلیاں بنائیں۔ نقرئی مچھلیوں میں بدل دیا۔ جتنی مچھلیاں بکتیں اس سے زیادہ اسے کام کرنا پڑتا تاکہ زندگی کا دائرہ حرکت میں رہے۔ کرنل کو کاروبار سے زیادہ کام سے غرض تھی۔ اسے اتنی توجہ سے سکیل پر کام کرنا پڑتا۔ اتنی توجہ سے مچھلیوں کی آنکھوں میں سرخ موتی جوڑتا اور جبڑے لگاتا کہ اس کو اپنے لئے سوچنے کے لئے شاید ہی کوئی لمحہ بچ پاتا کہ وہ جنگ کی یادوں کو تازہ کر سکے۔

وہ جنگ کے سالوں سے زیادہ بوڑھا ہو گیا۔ اس کی کمر دوہری ہو گئی۔ نزدیک کی نظر کمزور ہو گئی لیکن توجہ اور ارتکاز کی وجہ سے اس کی روح کو بے انتہا سکون ملتا۔

آخری مرتبہ، جب اس نے جنگ سے متعلق کسی کام میں دلچسپی لی تو وہ دونوں پارٹیوں کے تجربہ کار سپاہیوں کی تاحیات پنشن کی منظوری تھی۔ یہ بات معاہدہ میں شامل تھی اور سرکار ہمیشہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کا وعدہ کرتی رہی۔

"یہ بھول جاؤ۔" اس نے انہیں کہا۔ "تم لوگوں نے دیکھا کہ میں نے پنشن لینے سے انکار کر دیا تاکہ میں موت تک انتظار کے عذاب میں نہ رہوں۔"

شام کے وقت کرنل گرینلڈو مارکیز اسے ملنے آتا۔ وہ دونوں اٹھ کر گلی کے دروازے پر آن بیٹھتے اور بیتے دن کھنگالتے رہتے۔ امرانتا مارکیز کی یادداشتوں کو برداشت نہ کر سکی۔ جس کے ننگے پن نے اسے وقت سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا تھا۔ وہ گرینلڈو مارکیز سے اذیت دینے والی باتیں کرتی۔ اس نے آنا کم کر دیا۔ جب کرنل گرینلڈو مارکیز کو فالج ہوا تو اس کا آنا ویسے ہی بند ہو گیا۔

وہ چپ چاپ، خاموش سی، زندگی کی نئی سانس کو بے حسی سے سینے میں اتارتی۔ تنہائی اس خاندان کو ہلا رہی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے نزدیک بڑھاپے کا بہترین حل یہ تھا کہ تنہائی کے ساتھ قابل احترام سمجھوتا کیا جائے۔

ہلکی سی نیند کے بعد وہ صبح پانچ بجے اٹھ جاتا۔ باورچی خانے میں جا کر تیز کافی کا ایک بڑا مگ بناتا اور دن بھر ورکشاپ میں بند رہتا۔ سہ پہر کے چار بجے وہ سٹول گھسیٹتا ہوا پورچ میں آ جاتا۔ وہ دن کی گرمی، گلاب کی کیاریوں کی تپش اور امرانتا کی موجودگی کا خیال کئے بغیر،

جو سارا دن ابلتے برتن کی طرح شور مچاتی رہتی۔ اسے شام سے زیادہ اچھا لگتا۔ وہ سکون کے ساتھ گلی کے دروازے میں بیٹھا رہتا یہاں تک کہ مچھر اس پر حملہ کرتے۔ کبھی کوئی اس کی تنہائی میں مخل ہوتا۔

"کرنل! کیسے ہیں؟" وہ گزرتے ہوئے پوچھتا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "اپنے جنازے کے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس کے خاندانی نام کا دوبارہ چرچا اس کے لئے پریشانی کا موجب تھا۔

اس کے نزدیک شہزادی ر۔میڈلیس کے حسن کی رونمائی فضول تھی لیکن بہت سے لوگ ایسا نہیں سوچتے۔ کوئی المیہ اسے اندر سے ڈرا رہا تھا۔ پوری بستی اس خوبصورت موقعے پر چوک میں اکٹھی تھی۔ پورا مجمع پاگل پن کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن ارلیانو سگندو شیر کا سا لباس پہنے اپنے خواب کی تکمیل میں گم تھا۔ اس کا انداز وحشیانہ تھا۔ اس شور میں وہ گرج رہا تھا۔ دلدلی سڑک پر لوگوں کی قطار ابھری۔ وہ سوچ سے بھی حسین لڑکی کو ڈولی میں اٹھائے آ رہے تھے۔ ماکوندو کے لوگ آنکھیں کھولے ایڑھیاں اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔ اس نے سبز رنگ کا تاج پہنا ہوا تھا۔ گلے میں سفید ہار تھا۔ اس نے فیبرک کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اگرچہ بہت سے لوگ اپنے طور پر اس ڈرامے سے مشکوک تھے۔ لوگ اسے وقار کے منافی سمجھتے تھے لیکن ارلیانو سگندو نے اپنی اس الجھن پر جلد ہی قابو پا لیا۔ اس نے اپنے قابل احترام مہمانوں کی آمد کا اعلان کیا اور حضرت سلمان کی سی حکمت اور دانائی کے ساتھ حسن کی شہزادی ر۔میڈلیس کو پہلے کی شہزادی کے پہلو میں بٹھا دیا۔

آدھی رات تک اجنبی بدوؤں کے بہروپ میں جشن مناتے رہے اور انہوں نے پھل جھڑیوں کے مظاہرے کو اپنے ماہرانہ انداز میں پیش کیا۔ مجمع کو محظوظ کیا کہ پکھی واسوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ اچانک جشن کے عروج پر ایک گونج دار آواز نے سماں بدل دیا۔

"لبرل پارٹی زندہ باد۔" اس نے نعرہ لگایا۔ "کرنل ارلیانو بوئندا پائندہ باد۔"

آگ کے مظاہرے میں سے رائفلوں کی گولیاں نکلیں۔ خوف کی چیخیں موسیقی پر چھا گئیں۔ خوشی غم میں بدل گئی۔

برسوں بعد بھی کچھ لوگوں کا اصرار تھا کہ بڑی شہزادی کا شاہی دستہ' جو باقاعدہ فوج کا ایک اسکواڈ تھا' گورنمنٹ کی طرف سے دی گئی رائفلوں کو قیمتی مورش کپڑوں میں چھپا رہے تھے۔ حکومت نے ایک خصوصی اعلامیہ میں اس الزام سے انکار کر دیا اور اس خونی واقعہ کی

مکمل تحقیقات کا وعدہ کیا لیکن سچ کیا تھا۔ اس بارے کبھی معلوم نہ ہو سکا۔ بات یہی پہیلی کہ شاہی دستہ بغیر کوئی حرکت کئے' اپنے کمانڈر کے حکم پر اپنی پوزیشن لے کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کسی نے ہجوم پر بڑی بے رحمی سے گولی چلا دی۔

جب امن بحال ہوا تو نقلی بدو بستی میں موجود نہیں تھے۔ بہت سے مر گئے۔ چوک زخمیوں سے بھر گیا۔ ان میں نو مسخرے' چار کولمبین' سترہ موسیقار' ایک شیطان' دو فرانسیسی نواب اور تین جاپانی اداکارائیں شامل تھیں۔

اس ہنگامے میں جوزے ارکیدو سگندو شہزادی ر۔میڈیس کو خطرے سے بچانے کے لئے لپکا اور ارلیانو سگندو ساتھ کی بڑی شہزادی کو بھی اپنے بازوؤں میں بھر کر اپنے گھر لے آیا۔ اس کا لباس پھٹ چکا تھا۔ سفید ہار پر خون جما ہوا تھا۔ اس کا نام فرنینڈا ڈیل کارپیو تھا۔ پانچ ہزار لڑکیوں میں سے وہ سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی چنی گئی تھی۔ اسے ماکوندو اس وعدے کے ساتھ لایا گیا تھا کہ اسے "ملکہ مُرغاسر" کا خطاب دیا جائے گا۔

ارسلا نے اس کا بہت خیال رکھا جیسے وہ اس کی اپنی بیٹی ہو۔ پوری بستی اس کی معصومیت پر رشک کرنے کی بجائے اس کی قسمت پر رحم کرنے لگی۔

اس قتل عام کے چھ مہینے بعد زخمی ٹھیک ہو گئے۔ مرنے والوں کی قبروں پر آخری پھول خشک ہو گئے تو ارلیانو سگندو اسے دور اس کے شہر میں چھوڑنے گیا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ وہاں اکیلی رہتی تھی۔ اس کے باپ نے اس کی شادی ماکوندو کر دی۔

جشن اور شور شرابے کی یہ محفل بیس دن تک جاری رہی۔

دو مہینوں کے اندر شادی ختم ہونے پر تھی۔ ارلیانو سگندو نے پیڑا کوٹس کو رام کرنے کی کوشش میں اسے "ملکہ مڈغاسر" کا لباس پہنا کر تصویریں بنائیں۔ جب فرنینڈا ڈیل کارپیو کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے جہیز کے ٹرنک اٹھائے اور کسی کو بتائے بغیر ماکوندو چھوڑ کر چلی گئی۔ ارلیانو سگندو نے اسے ساحلی سڑک پر جا لیا۔ خوشامد اور وعدوں کے ساتھ اسے دوبارہ گھر لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے پیڑا کوٹس سے تمام تعلقات ختم کر دیئے۔

پیڑا کوٹس کو اپنی طاقت کا احساس تھا۔ اس مسئلے پر اسے قطعاً" کوئی پریشانی نہیں تھی۔ وہ اسے ملکیا دیس کے کمرے سے اس وقت نکال لائی تھی جب وہ محض ایک بچہ تھا اور اس کا ذہن بے انتہا خیالات سے بھرا ہوا تھا لیکن حقیقی دنیا کا اسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ قدرت نے اسے تنہائی میں گیان کی جو طاقت دی تھی اور اس کے اندر جو نرمی بھر دی تھی۔ پیڑا کوٹس نے اس کے مخالف کردار کو ابھارا۔ انتہائی طاقت ور' کھلا اور مہنگا کردار۔ اس نے ارلیانو سگندو کے اندر زندہ رہنے کی خواہش بھری۔

خرچ کرنے اور لطف اٹھانے کی عادت ڈال کر پیڑا کوٹس نے اسے بدل کے رکھ دیا۔ اندر سے بھی اور باہر سے بھی۔ اسے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ وہ پیڑا کوٹس کے بچپن کا خواب تھا۔ جب اس نے شادی کر لی اور سب مرد ایسا ہی کرتے ہیں تو ارلیانو سگندو کو اسے اعتماد میں لینے کی جرات نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس نے بچگانہ رویے' تصوراتی مزاحمت یا غصے کا سہارا لینے کا سوچا کیونکہ پیڑا کوٹس اس سارے معاملے کو خراب کر سکتی تھی۔ ایک دن ارلیانو سگندو نے چکر دے کر بات کرنے کی کوشش کی تو پیڑا کوٹس نے مکاری سے حملہ پسپا کر دیا اور ہر عمل میں سمجھداری سے کام لیا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟" اس نے کہا۔ "بس یہی! کہ تم شہزادی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

ارلیانو سگندو شرمندہ شرمندہ سا تھا۔ اس نے کہا کہ تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ پھر

ارلیانو سگندو نے غصہ کا سہارا لیا۔ اسے گالیاں بکتا رہا اور اسے دوبارہ ملنے نہ آیا۔

پیڑا کوٹس نے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے جانگلی کا تصور نہ بگاڑا۔ وہ شادی کی جلن میں لیٹی موسیقی سنتی رہی۔ شادی کی چہل پہل محسوس کرتی رہی جیسے یہ ارلیانو سگندو کی ایک چھوٹی سی غلطی کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ہو۔

جن لوگوں نے اس کے ساتھ اظہار افسوس کیا۔ اس نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس نے انہیں کہا۔ "ایسی شہزادیاں میرے ایک کاروباری پھیرے کے برابر ہیں۔"

قریب کی ہمسایہ عورتیں اس کے لئے موم بتیاں اٹھا لائیں تاکہ وہ مل کر اس کے گم شدہ محبوب کی تصویریں جلائیں لیکن اس نے انتہائی اعتماد سے کہا۔

"بس ایک موم بتی ہی ہمیشہ چلتی رہے گی جو اسے واپسی کے لئے راستہ دکھائے گی۔"

یہ اس کی پیشن گوئی تھی۔

جونہی ہنی مون ختم ہوا۔ ارلیانو سگندو لوٹ آیا۔ اس کے پرانے دوست ساتھ تھے۔ وہ گاؤن اور ہار' جو فرنینڈا نے کارنیوال میں پہنا تھا اور جس پر ابھی تک خون جما ہوا تھا' لے آیا۔ اس کے ساتھ ایک گشتی فوٹوگرافر تھا۔ پیڑا کوٹس نے شہزادی کا لباس پہنا۔ تاج سر پر سجایا تاکہ وہ تاحیات مڈغاسکر کی ملکہ رہے۔ اس نے اپنے دوستوں کو تصویریں دکھائیں۔ پیڑا کوٹس اس کھیل میں مکمل طور پر شریک رہی لیکن وہ اندر سے ارلیانو سگندو کے لئے دکھی بھی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ تعلقات کی بحالی میں اتنا اہتمام اس کی خوف زدگی کی علامت ہے۔

شام کے سات بجے تھے۔ اس نے ابھی تک "ملکہ مڈغاسکر" کا لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں چلے گئے۔ ارلیانو سگندو کی شادی کو ابھی دو مہینے گزرے تھے لیکن پیڑا کوٹس نے فوراً" بھانپ لیا کہ "رات" کے معاملات پہلے کی طرح نہیں رہے اور اپنی سوچی سمجھی سزا کی تکمیل پر وہ بہت خوش تھی۔ اسے دو دن تک لوٹنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ بالآخر ارلیانو سگندو نے علیحدگی کی شرائط کے لئے "درمیانی آدمی" کا سہارا لیا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے ابھی اپنی سوچ سے زیادہ صبر کی ضرورت ہے۔ وہ تعلقات کی بحالی کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار تھا۔ وہ اس وقت بالکل اپ سیٹ نہیں ہوئی۔ اس نے تمام معاملات بڑے تحمل سے لئے۔ اس بات پر اس کا یقین بڑھا کہ یہ کسی حد تک چھوٹی برائی ہے اور لوگ سوچنے لگے

کہ وہ بہت بے چاری اور کمزور عورت ہے لیکن اس نے ارلیانو سگندو کی واحد ایک چیز محفوظ رکھی اور وہ چمڑے کے بوٹ تھے۔ ارلیانو سگندو بوٹوں کے بارے ہمیشہ کہا کرتا کہ وہ قبر میں بھی انہیں پہن کے جائے گا۔ پیڑا کوٹس نے انہیں کپڑے میں لپیٹ کر ٹرنک کی سب سے نچلی تہہ میں رکھ دیا۔

وہ اپنے گزرے لمحے یاد کرتی اور کسی مایوسی میں ڈوبے بغیر اس کا انتظار کرتی رہتی۔

"اس نے جلد یا بدیر لوٹنا ضرور ہے۔" اس نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ "خواہ وہ اپنے بوٹ ہی لینے کیوں نہ آئے۔"

اسے اپنے اندازے سے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ ارلیانو سگندو سہاگ رات ہی سمجھ گیا کہ اسے بہت جلد پیڑا کوٹس کے پاس جانا پڑے گا۔ بس چمڑے کے بوٹ لینے کے بہانے۔

فرنینڈا ایسی عورت تھی جو اس دنیا میں کہیں کھو گئی۔ وہ چھ سو میل دور ایک شہر میں پیدا ہوئی۔ ایک روشن شہر' جہاں کی پکی سڑکوں پر وائسرائے کی بگھیاں گزرا کرتیں۔ شام کے چھ بجتے ہی شہر کے بتیس گرجا گھروں کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو جاتیں۔ ریاستی محل میں گنبد نما عمارتیں تھیں جہاں سورج کبھی نظر نہ آتا۔ ہوائیں پائیں باغوں کے سدا بہار درختوں' بیڈ رومز کی پیلی بھول ۔ بھلیوں میں اور چمکتی محرابوں میں سانس روکے لیٹی رہتیں۔

جوانی تک اسے دنیا کے بارے کچھ علم نہیں تھا۔ موسیقار قریب کے کسی گھر میں پیانو بجاتا رہتا۔ سالہا سال تک وہ دوپہر کے وقت آرام نہ کرتا۔ اس کی بیمار ماں کے کمرے میں کھڑکیوں کی جھریوں سے آنے والی سبز اور زرد روشنی میں ڈوبی' ٹیکنیکل' بے اثر اور سطحی دھنیں سنتی رہتی اور سوچتی' شاید دنیا میں صرف موسیقی ہے اور اس کے اندر بھرتی جا رہی ہے۔ اسے لگتا جیسے وہ کسی جنازے میں شریک ہو۔

اس کی ماں پانچ بجے کے بخار میں پھنکتی رہتی۔ اس دوران وہ اپنا شاندار ماضی کھنگالتی رہی۔ جب وہ بچی تھی تو ایک پورن ماشی رات میں فرنینڈا نے باغ میں ایک سفید لباس میں ملبوس عورت کو گزرتے دیکھا۔ وہ کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اپنی جھلملاتی نظر کی وجہ سے پریشان ہو گئی۔ اسے یوں لگا جیسے بیس سال بعد وہ اس عورت جیسی ہو گئی ہے۔

"یہ تمہاری پڑدادی اماں تھی۔" اس کی ماں نے کھانسی کے دوران بتایا۔ "وہ ایک پودے کی جڑ کھینچ رہی تھی اور اس کی موت قطروں کی وجہ سے ہوئی۔"

برسوں بعد اس نے محسوس کیا۔ وہ بالکل اپنی دادی اماں کی طرح تھی۔ فرنینڈا بچپن

سے یہی سوچتی لیکن اس کی ماں نے اس کی غیر یقینی ختم کر دی۔

"ہم بے انتہا امیر اور طاقتور ہیں۔" اس نے بتایا۔ "ایک دن تم ملکہ ہو گی۔"

وہ ایک میز کے گرد بیٹھی تھیں۔ اس پر میز پوش تھا۔ چاندی کے برتن تھے۔ ساتھ پگھلا ہوا چاکلیٹ اور ایک میٹھا بن تھا۔ اسے یقین ہو گیا اور وہ شادی کے دن تک ایک روایتی سلطنت کے خواب دیکھتی رہی۔ یہ سچ تھا کہ اس کے باپ ڈان فرنینڈا نے جہیز خریدنے کے لئے گھر گروی رکھ دیا تھا۔ یہ کوئی شان و شوکت کا مظہر یا کوئی معصومیت نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ انہوں نے کیسے محتاط طریقے سے پرورش کی تھی۔ جب اس کی سوچ پختہ ہوئی تو وہ سونے کے برتن استعمال کرتی۔ ان برتنوں پر خاندان کا روایتی نشان تھا۔

بارہ سال کی عمر میں ایک بگھی میں سوار ہو کر پہلی مرتبہ گھر سے باہر نکلی۔ وہ دو بلاک دور ایک مذہبی سکول گئی۔ اس کی کلاس فیلوز حیران تھیں۔ وہ ان سے علیحدہ ایک کرسی پر بیٹھی رہی۔ اس کی پشت اونچی تھی۔ وہ آدھی چھٹی کے دوران ان سے علیحدہ علیحدہ رہی۔ "یہ سب سے مختلف ہے۔" نن کہا کرتیں۔ "اس نے ملکہ بننا ہے۔"

سکول کی تمام لڑکیوں کو یقین تھا کیونکہ وہ انتہائی خوبصورت تھی۔ جاذب اور ماورائی۔ وہ طرح دار گفتگو کرتی۔ آٹھ سال میں اس نے لاطینی شاعری کرتی' کلاوی کارڈ بجاتی' ادب پر لوگوں سے گفتگو کرتی۔ وہ انتہائی مہذبانہ طور سے آرچ بشپ کے ساتھ یا غیر ملکی حکمرانوں کے ساتھ ریاستی مسائل پر گفتگو کرتی۔ پوپ سے خدا کے بارے معاملات پر بات کرتی۔

وہ اپنی ماں کے جنازے کو کاندھا دینے آئی تو ہر شے ختم ہو چکی تھی۔ گھر میں فرنیچر اور کھانے کے برتن جو بہت ضروری تھے' موم بتیوں کے لئے کینڈل بار اور کھانے کی میز باقی تھی۔ ان کے روزمرہ کے کپڑے تک اس کے تعلیمی اخراجات کے لئے بک چکے تھے۔ اس کی ماں پانچ بجے کے بخار میں پھنکتی رہتی۔ اس کا باپ ڈان فرنینڈا سخت کالر کا سیاہ لباس اور سونے کے چین کی گھڑی پہنتا۔ سوموار کو گھریلو اخراجات کے لئے اسے چاندی کا ایک سکہ دیتا۔

ایک ہفتہ قبل موت کی رسومات ختم ہو چکی تھیں۔ اس کا باپ اپنا تمام وقت چپ چاپ اپنے مطالعہ کے کمرے میں گزارتا۔ بعض اوقات وہ باہر سے واپس آتا تو اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھ کر مقدس کتاب کی تلاوت کرتا۔ اس کی کسی سے دوستی نہیں تھی۔ اس نے جنگوں کے بارے کبھی نہ سنا۔ پورا ملک جن کے جنون میں مبتلا تھا۔ وہ روزانہ تین بجے سہ پہر کو

پیانو کا سبق لیتی۔ وہ "ملکہ" بننے کا خواب بھولتی جا رہی تھی۔

ایک دن اس نے دروازے پر دو مرتبہ خلاف توقع دستک سنی۔ سامنے ایک خوبصورت اور مہذب فوجی افسر کھڑا تھا۔ اس کی گال پر زخم کا پرانا نشان تھا۔ اس کے سینے پر ایک نقرئی تمغہ تھا۔ وہ دیر تک اس کے باپ کے ساتھ مطالعہ کے کمرے میں بیٹھا رہا۔ دو گھنٹے بعد اس کا باپ اسے لینے آیا تو وہ سیونگ روم میں تھی۔

"اپنا سامان اکٹھا کر لو۔" اس نے کہا۔ "تم نے ایک لمبے سفر پر جانا ہے۔"

یوں وہ ماکوندو پہنچ گئی اور ایک ہی دن میں ایک وحشیانہ تھپیڑے نے اسے دنیا کی تمام حقیقت آشکار کر دی جو برسوں سے اس کے والدین نے چھپا کر رکھی تھی۔

جب وہ گھر لوٹی تو وہ ڈان فرنینڈا کے دلائل اور صفائی سننے کی بجائے اپنے کمرے میں بند ہو کر روتی رہی اور آخری سانس تک اس کمرے میں بند رہنے کی قسم کھائی۔ یہ بدقسمتی' الجھن' اور شرم کی بات تھی۔ اس نے ارلیانو سگندو سے جھوٹ بولا تھا تاکہ مرنے تک اس کی اصل حقیقت کا کسی کو علم نہ ہو سکے لیکن یہ ڈوری ارلیانو سگندو کے ہاتھ میں تھی۔ اس کا شاہی لہجہ اور ان کی روزی تجارت تھی۔ وہ بلا تھکان اسے ڈھونڈھتا رہا۔ اسی طاقت اور جنون کے ساتھ جس طرح جوزے ارکیدو بوئندا نے ماکوندو کو تلاش کیا تھا۔ پہاڑوں کو پار کیا۔ اس کے اندر وہ اندھا غرور بھی تھا جس کے ذریعے کرنل ارلیانو بوئندا نے بے شمار بے مقصد جنگوں میں حصہ لیا تھا۔ اس پاگل پن کے ساتھ جس کے ذریعے ارسلا اپنے اصولوں پر زندہ تھی۔

ارلیانو سگندو فرنینڈا کے پیچھے چلا۔ جب وہ Funeral Wreath کے بارے پوچھتا تو لوگ اسے ایک گھر سے دوسرے گھر دکھانے کے لئے لے جاتے اور جب وہ روئے زمین پر سب سے خوبصورت لڑکی کا ذکر کرتا تو تمام عورتیں اپنی بیٹیاں لے آتیں۔

وہ اپنی یادداشت اور مایوسی کے جنگل میں پھنس گیا۔

اس نے ایک زرد میدان پار کیا۔ وہاں سوچ کی بازگشت سنائی دیتی تھی۔ جہاں پریشانی خطرناک سراب لے آتی۔ وہ ہفتوں بے مقصد گھومتا رہا۔ ایک دن وہ ایک ان جانے شہر پہنچا۔ وہاں گرجا گھر کی گھنٹیاں نوحہ سنا رہی تھیں۔ اس نے یہ شہر کبھی دیکھا تھا اور نہ کسی نے اس کے بارے بتایا تھا لیکن اس نے ہڈیوں کے نمک سے کھائی ہوئی دیواریں پہچان لیں۔ ٹوٹی پھوٹی بالکونیاں' جن پر کائی چڑھی تھی۔ بارش کی وجہ سے تباہ شدہ اکھڑے ہوئے

دروازے اور ایک اداس سا کارڈ بورڈ جس پر لکھا تھا "Funeral Wreath برائے فروخت"۔

اس وقت سے خون جما دینے والی صبح تک فرنینڈا نے مقدس مریم کے سائے میں گھر چھوڑ دیا۔ اس دوران ننوں کو بمشکل اتنا وقت ملا کہ وہ فرنینڈا کا جہیز سی سکیں۔ انہوں نے چھ ٹرنکوں میں کینڈل برا' چاندی کے برتن' سونے کے چمچے' سنہری اور بہت سی فضول خاندانی چیزیں رکھ دیں جن کو اکٹھا کرنے میں دو صدیاں لگی تھیں۔

ڈان فرنینڈا نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ کچھ معاملات طے کرنے کے بعد وہ آ جائے گا۔ اس نے اپنی بیٹی کو دعائیں دیں اور مطالعہ کا کمرہ اندر سے بند کر لیا۔ اپنی وصیت اور غمگین سکیچ بنانے لگا جو فرنینڈا اور اس کے باپ کے درمیان واحد انسانی رشتہ تھا جو انہوں نے زندگی بھر نبھایا۔ یہی اس کی زندگی کا ارنبھ تھا اور ارلیانو سگندو کے لئے یہی خوشیوں کا آغاز بھی تھا اور انجام بھی۔

فرنینڈا کے پاس ایک نفیس کیلنڈر تھا۔ اس کی چابیاں سونے کی تھیں۔ اس کیلنڈر پر فرنینڈا کے روحانی استاد نے "پابندی" کی تاریخیں' مقدس ہفتے' مقدس دن' پہلے جمعے' واپسی' قربانی اور سلسلہ وار چپ کے روزے' کلیجی رنگ کی سیاہی سے نشان لگا دیئے۔ روحانی استاد کے بقول سال بیالیس دن کم ہو جاتا ہے۔ پورے کیلنڈر پر کلیجی رنگ کی سیاہی سے کراس لگے ہوئے تھے۔ ارلیانو سگندو اس بات پر قائل ہو گیا کہ وقت اس دشمن سلسلے کو ختم کر دے گا۔

شادی کی تقریبات متوقع وقت سے زیادہ رہیں۔

اس دوران اتنی زیادہ مقدار میں برانڈی اور شیمپین چلتی رہی کہ وہ خالی بوتلوں کو باہر پھینکتے پھینکتے تھک گیا۔ اس نے سوچ لیا کہ اب وہ دوبارہ اپنے گھر کو خراب نہیں کرے گا۔ اس دوران آگ جلتی رہی' پھل جھڑیاں چلتی رہیں۔ موسیقی کا شور رہا اور برابر جانور ذبح ہوتے رہے۔ اسے پہلی بار پتہ چلا کہ کچھ عرصہ کے لئے نوبیاہتا جوڑا الگ کمروں میں سوتے ہیں اور سونے کا وقت بھی مختلف ہوتا ہے۔

ارسلا کو اپنی شادی یاد تھی۔ وہ پریشان تھی کہ آیا فرنینڈا نے مضبوط زیر جامہ استعمال بھی کیا ہے یا نہیں ورنہ وہ پورے قصبہ میں مذاق کا نشانہ بنتی۔ فرنینڈا نے اپنے خاوند سے دو ہفتے تک دور رہنے کا وعدہ کیا اور جب یہ عرصہ ختم ہوا' اس نے اعتراف کے طور پر

ارلیانو سگندو کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول دیا۔ ارلیانو سگندو نے روئے زمین پر حسین ترین عورت چکھی۔ خوف زدہ جانور کی سی آنکھیں' پورے تکیے پر بکھرے ہوئے لمبے سنہرے بال۔ وہ اتنا سحر زدہ تھا کہ اسے یہ محسوس کرنے میں کچھ دیر لگی کہ فرنینڈا نے سفید رنگ کا گاؤن بھی پہنا ہوا ہے۔ یہ گاؤن اس کے ٹخنوں تک تھا۔ اس کی آستین پوری تھیں اور اس پر گول بٹن کے سوراخ تھے اور کمر سے انتہائی نفاست سے کٹا ہوا تھا۔

ارلیانو سگندو اپنا بے خود قہقہہ نہ سنبھال سکا۔

"یہ ہے سیکس میں رچی چیز۔ ایسی چیز میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔" قہقہہ پورے گھر میں گونجتا رہا۔ "میں نے عظیم خاتون سے شادی کی ہے۔"

ایک ماہ بعد تک وہ اپنی بیوی کا نائٹ گاؤن اتارنے میں ناکام رہا لیکن وہ پیڑا کوٹس کی "ملکہ" کی تصویریں لے چکا تھا۔ جب وہ فرنینڈا کو منا کر گھر لے آیا تو وہ ملاپ کے بخار میں مبتلا تھا لیکن فرنینڈا نے اسے احساس نہ ہونے دیا حالانکہ جب وہ بتیس گھنٹیوں کے شہر میں اسے لینے گیا تھا۔ اس وقت سے یہی خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت اداس تھی۔ ایک رات' پہلے بچے کی پیدائش سے کچھ دیر قبل فرنینڈا نے محسوس کیا کہ اس کا خاوند چھپ کر دوبارہ پیڑا کوٹس کے ہاں پہنچ گیا ہے۔

"بات یہ ہے کہ۔" ارلیانو سگندو نے تسلیم کر لیا اور چہرہ جھکائے وہ تفصیل سنانے لگا۔ "ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ اس طرح ہمارے جانور بڑھتے رہیں گے۔"

فرنینڈا کو قائل کرنے میں اسے بہت کم وقت لگا۔ اس نے تمام ثبوت اور دلائل سمیت اسے ثابت کر دیا۔ فرنینڈا نے اس سے ایک وعدہ لیا کہ اسے اپنی رکھیل کے بستر پر نہیں مرے گا۔ یوں وہ تینوں ایک دوسرے کو چھیڑے بغیر آرام سے رہنے لگے۔ ارلیانو سگندو دونوں سے پیار کرنے کے لئے بہت پابند تھا۔

پیڑا کوٹس تعلقات کی بحالی پر بہت نازاں تھی اور فرنینڈا یہ تاثر دے رہی تھی کہ اسے کسی بات کا علم نہیں ہے۔

گھر میں فرنینڈا کے تعاون نہ کرنے کی وجہ سے گھر کی فضا زیادہ دیر تک پرسکون نہ رہی۔ ارسلا کا اصرار تھا کہ فرنینڈا کو خاوند کے ساتھ ہم بستری کے وقت وولن رف کو اوپر ڈالنا چاہیے لیکن وہ ایسا نہیں کرتی تھی اور یہیں سے ہمسایوں میں سرگوشیاں کرنے کا موقع

ملتا ہے۔ اسے باتھ روم کو استعمال کرنے پر قائل نہ کر سکی کہ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کو اپنا سنہرا چمبرپاٹ بیچ دے تاکہ وہ اس سے چھوٹی چھوٹی نقرئی مچھلیاں بنا سکے۔ امرانتا اس کے انداز زندگی سے بہت بے سکون تھی اور ہر فقرے کے بالواسطہ طور پر استعمال کرنے کی عادت سے تنگ تھی۔ وہ بڑبڑاتی۔

فرنینڈا نے اس بڑبڑاہٹ سے تنگ آ کر امرانتا کے الفاظ جاننے چاہے اور اس نے فقروں کا بالواسطہ انداز اپنانے کی کوشش نہ کی۔

"میں کہہ رہی تھی۔" اس نے فرنینڈا سے کہا۔ "گھٹیا ذہنیت کا جواب نہیں دیا جاتا۔"

اس کے بعد انہوں نے ایک دوسرے سے کبھی گفتگو نہ کی۔ اگر مجبوری ہوتی تو وہ اپنا پیغام ایک دوسرے کو لکھ کر دے دیتیں۔ بوئندا خاندان کی مخالفت کے باوجود فرنینڈا نے اپنی خاندانی روایات گھر پر لاگو کرنا شروع کر دیں۔ پہلے پہل اس نے کچن میں بیٹھ کر کھانا کھانے کی روایت کو ختم کیا۔ کسی کو بھوک بھی لگتی تو اسے ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے مقررہ اوقات کا انتظار کرنا پڑتا۔ ڈائننگ ٹیبل پر لینن کا میزپوش بچھایا گیا۔ اس پر چاندی کے برتن اور چمچے رکھے گئے۔ ڈنر سے پہلے مقدس میری کی تلاوت ہوتی پھر کھانا لگایا جاتا۔ گو ارسلا نے اسے روزمرہ زندگی کا ایک سادہ عمل قرار دیا لیکن باقی لوگوں کا ردعمل انتہائی شدید تھا۔ ماحول میں سخت کشیدگی پھیل گئی۔ خاموش طبع جوزے آرکیدو سگندو نے سب سے پہلے بغاوت کی لیکن قانون لاگو ہو چکا تھا۔ اس بات نے ہمسایوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ پوری بستی میں یہ افواہ پھیل گئی کہ بوئندا خاندان اس روایت کے مطابق کھانا نہیں کھاتا جیسے کہ دوسرے لوگ کھانا کھاتے ہیں بلکہ اب ان کا انداز اشرافیہ کی طرح ہے۔

ارسلا کے اعتقادات روایات کی بجائے لمحہ کے ادراک سے شروع ہوتے جبکہ فرنینڈا اپنے موروثی اعتقادات پر یقین رکھتی تھی۔ جن میں ہر موقع کے لئے ترتیب اور نظم ضروری تھا۔ جب تک ارسلا اپنے اختیارات استعمال کرتی رہی۔ وہی قدیم رواج مروج رہے جن کا یہ خاندان عادی تھا۔ اور یہیں سے ارسلا اور فرنینڈا کے خیالات میں تضاد پیدا ہوا لیکن اب ارسلا کی آنکھوں کی نظر ختم ہو چکی تھی اور اس کی زندگی بھر کی اہمیت گھر کے ایک کونے میں سمٹتی گئی اور فرنینڈا گھریلو معاملات میں مزید سخت ہوتی گئی۔

اب خاندانی معاملات میں اسے فوقیت حاصل تھی اور وہی اب خاندان کی عظمت کی علامت تھی۔ پیسٹریوں اور چھوٹے چھوٹے میٹھے کینڈی کا کاروبار سنتا سوفیہ ڈی لا پیدا د ل

زیر نگرانی چل رہا تھا۔ ارسلا اس کاروبار کو جاری رکھنے کے حق میں تھی لیکن فرنینڈا کے نزدیک اس کاروبار کی اب کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے بہت جلد اس کاروبار کو بند کر دیا۔

پہلے گھر کے دروازے صبح سے شام تک کھلے رہتے تھے۔ اب سہ پہر کے وقت بند کر دیئے جاتے تاکہ سورج کی تپش سے کمرے گرم نہ ہوں اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے۔

آلوے کی شاخ اور روٹی کے ٹکڑے گھر کے دروازے پر اس دن لٹکائے گئے تھے جس دن اس گھر کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اب ان کی جگہ SECRED HEART OF JUSES کندہ کر دیا گیا۔

کرنل ارلیانو بوئنڈا کی نظر گھر کی ان تبدیلیوں پر تھی۔ وہ کئی دن اس بات پر غور و خوض کرتا رہا۔

"اب ہم اشرافیہ میں شامل ہو رہے ہیں۔" اس نے گویا احتجاج کیا۔ "اب ہمیں کنزرویٹو سرکار کے خلاف دوبارہ لڑنا پڑے گا اور اب کی بار ہمارا پالا کسی بادشاہ سے پڑے گا۔"

فرنینڈا نے اس حملے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی۔ اس کا خیال تھا کہ کرنل کی آزاد فطرت، سماجی بنیاد پرستی کے خلاف مزاحمت، صبح کے پانچ بجے اٹھ کر بغیر چینی کے کافی کا مگ پینا، ورکشاپ کا شور، بالوں والا کمبل اور گلی کے دروازے پر شام تک بیٹھے رہنا غلط ہے لیکن فرنینڈا کو خاندانی مشین میں اس ناکارہ پرزے کو برداشت کرنا تھا۔ اس کے نزدیک کرنل ایک ایسا جانور تھا جو وقت کی رفتار اور مایوسی کی وجہ سے اپنی جون بدل گیا تھا لیکن وہ اس عمر میں بھی گھر کی بنیادیں ہلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی لئے جب اس کے خاوند نے اپنے پہلے بیٹے کا نام اپنے پڑدادا کے نام پر رکھنا چاہا تو اسے انکار کی جرات نہ ہوئی کیونکہ اسے یہاں رہتے ہوئے ابھی ایک سال ہوا تھا۔ جب اس کی بیٹی پیدا ہوئی تو اس نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا نام اپنی ماں کے نام پر ریناتا تجویز کیا جبکہ امرانتا اس کا نام ر۔ میڈلیس رکھنا چاہتی تھی۔ بہت دلائل کے بعد، جن کے دوران ارلیانو سگندو محض قہقہے لگاتا رہتا۔ بالآخر اس کا بپتسمہ ریناتا ر۔ میڈلیس کے نام سے ہوا۔ فرنینڈا اسے ریناتا کہہ کر پکارتی جبکہ پورا خاندان اور بستی والے اس "میمی" کہہ کر بلاتے۔ یہ ر۔ میڈلیس کا مختصر نام تھا۔

ابتداء میں فرنینڈا اپنے میکے کے بارے کبھی بات نہ کرتی۔ آہستہ آہستہ اس کا باپ اس کا آئیڈیل بنتا گیا۔ وہ کھانے کی میز پر اس کا ذکر کرتی۔ اس کے نزدیک اس کا باپ انتہائی عظیم انسان ہے اور وہ اتنا نیک انسان ہے کہ وہ سینٹ کے درجے تک پہنچنے کو ہے۔ ارلیانو سگندو اپنے سسر کی ایسی تعریف سے پریشان تھا۔ وہ فرنینڈا کی غیر موجودگی میں اپنے سسرال پر چھوٹے چھوٹے مذاق جڑتا۔ پھر پورا خاندان اس مذاق میں شامل ہو گیا۔ ارسلا اپنے خاندان کے وقار کے بارے ہمیشہ سے بہت محتاط تھی۔ یہ سوچ اس نے خاندان کی ناچاقیوں سے سیکھی تھی۔ بالاخر اس نے بھی ایک مرتبہ طنزیہ طور پر کہہ دیا کہ اس کے پڑپوتے کا مستقبل انتہائی شاندار ہے۔ وہ ایک ولی کا نواسہ ہے۔ ایک ملکہ کا بیٹا اور ایک دیو کا بیٹا ہے۔ ان سازشی مسکراہٹوں کے باوجود بچے اپنے نانا کے دیومالائی کردار سے زیادہ متاثر ہوتے گئے۔ نانا کی طرف سے خطوط میں مقدس آیات لکھی آتیں۔ ہر کرسمس پر انہیں تحفوں کے ڈبے آتے جو بمشکل ہی دروازے سے گزر پاتے۔ یہی تحفے ان کے نانا کی امیرانہ وراثت کے بقایا جات تھے۔ ان سے بچوں کے کمروں میں جہازی سائز کی سینٹ کی شبیہیں بنائی جاتیں۔ شیشے کی آنکھوں والے سینٹ انہیں زندوں کی طرح کا تاثر دیتے اور ان کے کپڑوں پر کشیدہ کاری ہوتی اور ایسے کپڑے ماکوندو کے لوگوں سے زیادہ اچھے ہوتے۔

آہستہ آہستہ قدیم اور برف کے زمانے کی شان و شوکت کا مردہ گھر "بوئندا ہاؤس" کے جلال میں بدل رہا تھا۔

"بزرگ ہمیں خاندانی قبرستان دے چکے ہیں۔" ایک دن ارلیانو سگندو نے تبصرہ کیا۔

"ہمیں بس روتے ہوئے درخت اور کتبوں کی ضرورت ہے۔"

نانا کی طرف سے آنے والا کوئی بھی تحفہ ایسا نہیں تھا جن سے بچے کھیل سکتے لیکن پھر بھی وہ سارا سال دسمبر کا انتظار کرتے۔ عمر کے دسویں سال جب جوزے آرکیدو سکول جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا تو نانا کی طرف سے وقت سے پہلے تحفہ کے طور پر ایک بہت بڑا ڈبہ آ گیا۔ اسے مضبوطی سے باندھا گیا تھا۔ اس کے اوپر کور تھا اور ہمیشہ کی طرح گوتھک، حروف میں لکھا ہوا تھا۔ "بنام قابل احترام لیڈی ڈونا فرنینڈا ڈیل کارپیو ڈی بوئندا۔"

جب فرنینڈا ابھی خط پڑھ رہی تھی اور بچے ڈبہ کھلنے کے تجسس میں تھے۔ ارلیانو سگندو بھی متجسس تھا۔ اس نے مہریں توڑیں۔ کور کھولا اور پھر گرد سے بچنے کے لئے ریت ہٹائی۔ اندر لوہے کی ایک الماری نکلی۔ اس پر تانبے کے قبضے لگے تھے۔ ارلیانو سگندو نے آٹھ قبضے

توڑے۔ بچے بے صبری سے الماری کھلنے کے انتظار میں تھے۔

ارلیانو سگندو بمشکل اپنی چیخ روک سکا۔ اس نے جلدی سے بچوں کو ایک طرف دھکیل دیا۔ اس نے الماری کھولی تو اس کے اندر ڈان فرنینڈو تھا۔ اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا اور سینے پر کراس لٹک رہا تھا۔ پھپھوندی کی وجہ سے اس کی جلد پھٹی ہوئی تھی۔ اور میت سے آہستہ آہستہ بلبلے ایسے اٹھ رہے تھے جیسے زندہ موتی ہوں۔

ان کی بیٹی کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد غیر متوقع طور پر معاہدہ نیرلینڈیا کی ایک اور سالگرہ کے موقع پر سرکار کی طرف سے کرنل ارلیانو بوئندا کی جوبلی منانے کا اعلان ہوا۔ یہ جوبلی حکومتی پالیسی سے ہٹ کر تھی۔ کرنل نے سخت مخالفت کی اور اس تقریب میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ "یہ "جوبلی" کا لفظ میں نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔" اس نے کہا۔ "اور اس لفظ کا جو بھی مطلب ہو یہ کوئی ڈرامہ ہے۔"

اس عام سے سنار کی دکان لوگوں سے بھر گئی۔ بڑے' بوڑھوں' قریبی دوستوں اور کالے کوٹ میں ملبوس وکلا نے دوسرے ہی دن کرنل کو یوں گھیر لیا جیسے کوے حملہ آور ہوتے ہیں۔ وہ انہیں دوسری مرتبہ دیکھ رہا تھا۔ پہلی مرتبہ یہ لوگ جنگ بندی کے لئے آئے تھے۔ وہ ان کے منہ سے اپنی تعریف برداشت نہ کر سکا اور انہیں باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ وہ اصرار کرتا رہا کہ ان کے بقول وہ قطعاً" "قومی ہیرو" نہیں ہے۔ وہ محض ایک مزدور ہے۔ اس کا بس اتنا ہی خواب تھا کہ وہ ان بھولی بسری یادوں کے بوجھ اور دکھ سے آزادی نقرئی مچھلیوں کے ساتھ مر جائے۔ لیکن کرنل ارلیانو بوئندا کو اس وقت بڑی تکلیف ہوئی جب ریپبلک کے صدر نے ماکوندو جا کر تقریب میں شمولیت کا عندیہ ظاہر کیا تاکہ وہ اپنے ہاتھوں سے "آرڈر آف میرٹ" پیش کرے۔

کرنل نے صاف طور پر کہہ دیا کہ وہ بڑے اشتیاق سے اس لمحے کا انتظار کرے گا تاکہ وہ خود صدر کے سینے میں گولی مار سکے۔ گولی مارنا اب اس کے لئے کوئی پسندیدہ فعل نہیں تھا بلکہ ملک بچانے کے لئے ضروری تھا اور یہ بھی باور کروایا جا سکے کہ ایک بزرگ آدمی کی عزت کس طرح کی جاتی ہے۔ جس نے کبھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اسی بنیادی نکتہ کی وجہ سے اس نے ری پبلک کے صدر کو دھمکی دی تھی۔ صدر نے آخری وقت اپنا دورہ منسوخ کر دیا اور اپنے نمائندہ کے ذریعے اعزاز بھجوا دیا۔

کرنل گرینلڈو مارکیز کے ذریعے اس پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ فالج زدہ جسم اپنے

بستر سے اٹھا تاکہ وہ فوج کے اپنے پرانے ساتھی کو قائل کر سکے۔ جب کرنل ارلیانو بوئندا نے دیکھا کہ ایک ہلکورے کھاتی کرسی کو چار آدمی اٹھائے اس کی سمت آ رہے ہیں تو اس نے اپنے دوست کی اور دیکھا۔ وہ جوانی سے اس کی فتوحات اور شکستوں کا کھاتے دار تھا۔ اب وہ چند تکیوں کے درمیان دھنسا ہوا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کو شک بھی نہیں گزرا کہ وہ تنہائی کی راز دانی کی بجائے کسی اور مقصد کی خاطر ملنے آیا ہے۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے اسے ورکشاپ سے نکال دیا۔

"مجھے بہت دیر بعد پتہ چلا ہے۔" اس نے کہا۔ "بہتر تھا کہ میں تمہیں گولی مار دیتا۔"

یہ جوبلی خاندان کے کسی فرد کی شمولیت کے بغیر منائی گئی۔ یوں لگتا تھا کہ یہ بھی کارنیوال جیسے انداز کی ایک کڑی ہے لیکن کرنل ارلیانو بوئندا کے علاوہ کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ گورنمنٹ ایک سنگین مذاق کرنا چاہتی ہے۔ وہ اکیلا اپنی ورکشاپ میں بیٹھا فوجی موسیقی' فوجی سلیوٹ اور اس کے گھر کے سامنے پڑھی جانے والی تقریریں سن رہا تھا۔ انہوں نے یہ گلی اس کے نام پر رکھی تھی۔

اپنی شکست کے دن کے بعد آج پہلی مرتبہ دکھ اور بے بس غصے کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے اپنے جوان اور طاقتور نہ رہنے کا دکھ تھا ورنہ وہ اسی وقت کنزویٹو سرکار کو جڑ سے اکھاڑ ڈالتا۔ اپنی عظمت کی بازگشت اس کے ذہن میں ختم نہیں ہوئی تھی۔ ارسلا نے ورکشاپ کے دروازے پر دستک دی۔

"مجھے تنگ نہ کرو۔" اس نے کہا۔ "میں مصروف ہوں۔"

"کھولو۔" ارسلا نے ہمیشہ کی طرح کے انداز میں اصرار کیا۔ "مجھے تقریب کے سلسلے میں کچھ نہیں کہنا۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے دروازہ کھولا تو سامنے مختلف شکلوں اور رنگوں کے سترہ نوجوان کھڑے تھے۔ ایک لہر سی اٹھی۔ انہیں دنیا کے کسی بھی کونے میں پہچانا جا سکتا تھا۔ یہ اس کی اولاد تھی۔ وہ کسی معاہدے اور ایک دوسرے کو پہچانے بغیر ساحلی وسیب کے دور دراز کے علاقوں سے اکٹھے ہوئے تھے۔ وہ جوبلی کی تقریب کے سلسلے میں بہت پرجوش تھے۔ ارلیانو کا نام ان تمام کے لئے باعث فخر تھا۔ ہر ایک کا پہلا نام ارلیانو تھا اور نام کا دوسرا حصہ ان کی ماں کے نام پر تھا۔ ارسلا کے کہنے پر وہ تین دن تک گھر میں ٹھہرے رہے۔ فرنینڈا کے مزاج کی وجہ سے گھر میں جنگ کی سی کیفیت تھی۔

امرانتا نے اپنی خاندانی فائلوں میں سے پرانے کاغذات نکالے۔ ان میں تمام لوگوں کے نام، تاریخ پیدائش اور بپتسمہ کا دن درج تھا۔ بچی ہوئی جگہ پر موجودہ پتے لکھے گئے یہ کاغذات جنگ کے دنوں کی گویا ایک ڈائری تھی۔ کرنل کی ماکوندو میں آخری رات کے سفر سے لے کر صبح کی واپسی تک کا سوچا سفر۔ جب وہ اپنے اکیس ساتھیوں کا کمانڈر بن کر ایک تخیلاتی بغاوت کا خواب دیکھ رہا تھا اور آخیر پر وہ خون سے لتھڑا اور کمبل میں لپٹا ہوا واپس آیا۔

ارلیانو سگندو نے اپنے کزنز کی خدمت میں کوئی گنجائش روا نہ رکھی۔ اکارڈین پارٹی کا انتظام کیا گیا اور شیمپئن۔۔۔۔ پانی کی طرح بہتی رہی۔ شیمپئن گویا تقریب کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے والی ملاقات تھی۔ یہ خاندانی ملاپ کے علاوہ جوبلی کی وجہ سے دوہری اہمیت کی حامل تھی۔

انہوں نے ایک دوسرے کو ٹوٹی ہوئی پلیٹیں ماریں۔ ایک بیل کو پکڑنے کے لئے انہوں نے گلاب کی ساری کیاریاں تباہ کر دیں۔ نشانہ لگا کر مرغیاں مارنا شروع کر دیں۔ انہوں نے امرانتا کو پیڑو کرسٹی کے اداس والٹز پر ڈانس کروایا۔ شہزادی ریمیڈیس کو مردوں والی پینٹ پہنا کر گریس لگے کھمبے پر چڑھا دیا۔ وہ ڈائننگ روم میں ایک سور کھینچ کر لے آئے جس پر انہوں نے چربی تھوپ دی تھی۔

فرنینڈا ان سے بہت تنگ تھی۔ لیکن اس تباہی پر کسی کو قطعاً افسوس نہیں ہوا کیونکہ گھر پہلی مرتبہ "صحت مند زلزلوں" سے لرز رہا تھا۔

کرنل ارلیانو بوئندا پہلی مرتبہ غیر یقینی سے ان سے ملا۔ ان میں سے کچھ کی ولدیت پر بھی اسے شک گزرا لیکن اب وہ ان کے جانگلی پن پر بہت خوش تھا۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو اس نے ہر ایک کو ایک ایک نقرئی مچھلی دی۔

ایک سہ پہر ارلیانو سگندو انہیں مرغوں کی لڑائی دکھانے لے گیا۔ اس کا انجام کسی المیہ پر ہی ممکن تھا کیونکہ تمام ارلیانو اس لڑائی کے اتنے ماہر تھے کہ انہوں نے فادر انتونیو ازابیل کی چالاکی کو فوراً پکڑ لیا۔ ارلیانو سگندو نے اپنے پاگل کزنز کی بے انتہا شرارتوں کے باوجود فیصلہ کر لیا کہ وہ تمام اسی گھر میں رہیں اور اس کے ساتھ مل کر کام کریں۔ صرف ارلیانو ٹرشی یہاں رہنے پر آمادہ ہوا۔ وہ ملاتو نسل کا تھا اور اس کے اندر تو گویا اس کے دادا کی روح حلول کر گئی تھی۔ وہ آدھی دنیا میں اپنی قسمت آزمائی کر چکا تھا اور اسے اس بات سے کوئی

غرض نہیں تھی کہ وہ کہاں رک گیا ہے۔ اگرچہ کرنل کی تمام اولاد غیر شادی شدہ تھی لیکن وہ اپنے مستقبل کے بارے فیصلہ کر چکے تھے۔ تمام کے تمام اپنے فن کے ماہر تھے۔ اپنے گھر کے طاقتور جوانمرد تھے اور امن کے پجاری بھی۔

جمعرات کے روز وہ ساحلی پٹی واپس جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ امرانتا نے اتوار کے دن انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیئے۔ وہ اس کے ساتھ گرجا گھر گئے۔ وہ عبادت کی بجائے ادھر ادھر کی حرکتوں سے زیادہ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پھر وہ قربانی کی جگہ گئے جہاں فادر انتونیوازابیل نے ہر ایک کے ماتھے پر راکھ سے ایک کراس بنایا۔ گھر آ کر سب سے چھوٹے لڑکے نے کراس مٹانا چاہا۔ انہوں نے پانی اور صابن سے اور برش سے بہتیری کوشش کی۔ انہوں نے لائی اور پالش والے پتھر سے ماتھا رگڑا لیکن کسی کے ماتھے کا نشان نہ اترا۔

گھر کے دوسرے افراد اور امرانتا نے یہ نشان باآسانی ختم کر لیا۔

"ایسے ہی ٹھیک ہے۔" ارسلا نے انہیں الوداع کرتے وقت کہا۔ "آج سے ہر ایک کو پتہ چل جائے گا کہ یہ کون ہیں؟"

وہ فوجی دستہ کی طرح رخصت ہوئے۔ پھل جھڑیوں کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ایک میوزیکل بینڈ موسیقی بکھیر رہا تھا۔ جاتے وقت وہ یہ تاثر چھوڑ گئے کہ بوئندا خاندان صدیوں تک ماکوندو میں آباد رہے گا۔

ارلیانو ٹرٹی نے بستی کے آخری کونے میں آئس فیکٹری بنائی جس کے بارے جوزے آرکیدو بوئندا نے کبھی اپنی ایجادات کے جنون میں خواب دیکھے تھے۔ ارلیانو ٹرٹی کے ماتھے پر بھی کراس کا نشان تھا۔

اس کی چند مہینوں میں بستی والوں سے جان پہچان ہو گئی۔ سب نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ ارلیانو ٹرٹی ایک مکان کی تلاش میں تھا تاکہ وہ اپنی ماں اور کنواری بہن کو یہاں بلوا سکے۔ (وہ لڑکی کرنل کی بیٹی نہیں تھی) اسے ڈھلوان پر بنے ایک گھر میں دلچسپی تھی۔ وہ چوک سے واضح نظر آتا تھا۔ اس نے مالک کے بارے پوچھا تو کسی نے بتایا کہ اب یہ گھر کسی کی ملکیت نہیں۔ برسوں قبل ایک بوڑھیا نے اس کو تعمیر کروایا اور سفیدی کروائی تھی۔ اسے مٹی اور دیوار کا چونا کھانے کی عادت تھی۔ اس کی عمر کے آخری سالوں میں اسے صرف دو مرتبہ دیکھا گیا۔ وہ چوک پار کر کے ڈاکخانے بشپ کو ایک خط پوسٹ کرنے گئی تھی۔ گلی سے گزرتے وقت اس نے ہیٹ پر دو مصنوعی پھول لگا رکھے تھے اور اس کے

پیروں میں پرانی چاندی کے رنگ کے جوتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس کی ایک بے رحم نوکرانی تھی جو گھر کے اندر جانے والے کتوں اور بلیوں کو مار کر گلی کے درمیان پھینک دیتی تھی تاکہ ان کی بدبو سے لوگ دور دور رہیں۔ اب تو اتنا وقت گزر چکا تھا کہ سورج نے آخری مرے ہوئے جانور کی خالی جلد کو بھی ممی کی طرح بنا دیا تھا۔ ہر شخص نے حتمی طور پر کہا کہ جنگ بندی سے قبل ہی وہ بڑھیا اور اس کی نوکرانی مر چکی ہیں۔ یہ گھر اس وجہ سے یہاں موجود ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے نہ یہاں سردی کی شدید لہر آئی ہے اور نہ تباہ کن ہوائیں چلی ہیں۔

دروازوں کے جوڑ محض مکڑی کے جالوں کے سہارے کھڑے تھے۔ کھڑکیاں زنگ کی وجہ سے بند تھیں۔ فرش کی دراڑوں میں سے گھاس اور جنگلی پھول اگ آئے تھے اور جگہ جگہ ہر جاندار نے اپنے گھونسلے بنائے ہوئے تھے۔ اس سے تصدیق ہوتی تھی کہ پچھلی آدھی صدی سے یہاں کوئی مکین نہیں ہے۔ پرجوش ارلیانو ٹرٹی نے کسی قسم کی تصدیق کی ضرورت محسوس نہ کی اور اپنے کاندھے سے باہر کے دروازے کو دھکا دیا۔ کیڑوں سے کھایا ہوا دروازہ بغیر آواز پیدا کئے نیچے جا گرا۔ گرد کا ایک طوفان اٹھا اور بہت سے گھونسلوں سے ہلکی سی آوازیں آئیں۔ ارلیانو ٹرٹی گرد تھمنے کا انتظار کرتا رہا۔ جب اس نے آگے بڑھ کر دیکھا تو کمرے کے درمیان غربت زدہ اور چیتھڑوں میں ملبوس ایک عورت کھڑی تھی۔ اس کے تن پر ابھی تک پچھلی صدی کے کپڑے تھے اور اس کے گنجے سر پر زرد دھاگوں کی طرح کے چند بال۔ اس کی دو بڑی بڑی آنکھوں میں ابھی تک خوبصورتی چمکتی تھی۔ لیکن لگتا تھا' ان میں امید کے آخری چراغ بجھ چکے ہیں۔ اس کے چہرے کی جلد پر تنہائی کی جھریاں تھیں۔

ایک اور دنیا کا نظارہ دیکھ کر وہ کانپ اٹھا۔ ارلیانو ٹرٹی نے بمشکل ہی اندازہ لگایا کہ وہ پرانے زمانے کے ایک پستول سے اس کی اور نشانہ باندھ رہی تھی۔

"معاف کیجئے۔" ارلیانو ٹرٹی منمنایا۔

وہ کمرے کے درمیان یہ کھلونا تھامے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ ہر لمحہ اس کی نظریں اس گول شانوں کے دیو پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کے ماتھے کے نشان پر تھیں۔ اس نے کسی اور دھندلکے زمانے میں دیکھا کہ اس کے کاندھے پر دو نالی بندوق ہے اور اس کے ہاتھوں میں خرگوش ہے۔

"خدا کے لئے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "کیا یہ بہتر نہیں کہ اب یہ لوگ میری یادوں میں نہ آئیں۔"

"میں نے مکان کرائے پر لینا ہے۔" ارلیانو ٹرسٹی نے کہا۔

عورت نے اپنا پستول اوپر کیا اور اپنی مضبوط کلائی سے راکھ سے بنے نشان پر نشانہ باندھا اور ٹریگر پر اس یقین کے ساتھ انگلی رکھی کہ اب کوئی بھی اپیل ممکن نہیں۔

"دفع ہو جاؤ۔" اس نے چیخ کر کہا۔

ڈنر پہ ارلیانو ٹرسٹی نے یہ واقعہ پورے گھر والوں کو سنایا۔ ارسلا غم کی وجہ سے رونے لگی۔

"خدایا۔" اس نے اپنا سر ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ "وہ ابھی تک زندہ ہے۔"

وقت' جنگ اور روزمرہ کے عذابوں نے اسے رابیکا بھلا دی ورنہ ارسلا اسے ایک لمحہ نہ بھولتی تھی۔ اب یہ خبر کہ وہ ابھی تک زندہ ہے اور اپنے ایک گرم ترین کھڈے میں رہ رہی ہے---- یہ سب کچھ امرانتا کی وجہ سے ہوا تھا۔

امرانتا صبح تک سوچتی رہی اور دل کی بے قراری نے اسے سونے نہ دیا۔ اسے یاد آیا جب نہاتے وقت اپنی نرم و ملائم چھاتیوں اور پیٹ پر صابن لگاتی۔ جب بھی اس نے سٹارچ سے اکڑا ہوا سفید پیٹی کوٹ پہنا اور اپنے بڑھاپے کا کورسٹ پہنتی۔ اپنے ہاتھ پر خوفناک قسم کے احساس جرم کی سیاہ پٹی باندھتی تو ہمیشہ' ہر لمحہ' سوتے جاگتے' امیدی اور ناامیدی کے درمیان ہمیشہ امرانتا کے ذہن میں رابیکا رہتی کیونکہ تنہائی میں اس کی سوچ ہمیشہ اس کی اور مڑ جاتی۔ بچپن کی یادیں اور جوانی کی وہ کڑوی گولیاں جو اس کے دل میں جمع ہو کر خالص' واضع اور مقدس سی لگتیں تھیں۔ اب بھی وہ اسے یہ سب کچھ عجیب سا روحانی عمل لگتا لیکن یہ سب کچھ بہت کڑوا تھا۔

شہزادی ر۔میڈلیس کو رابیکا کے بارے خبر امرانتا سے ملی۔ وہ جب بھی اس ڈھلوانی گھر کے قریب سے گزرتیں' امرانتا اسے اس ناخوشگوار واقعے کے بارے ضرور بتلاتی۔ نفرت کی ایک ہی کہانی سناتی۔ کوشش کے باوجود وہ کہانی سناتے وقت انتہائی جذباتی ہو جاتی کہ اسے اپنا انجام بھی یاد نہ رہتا۔ یہاں تک کہ اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا۔ ر۔میڈلیس اس قسم کے جذبات سے عاری تھی۔ اس کا ذہن شروع سے ہی بچگانہ تھا۔

ارسلا کا انداز امرانتا سے بالکل برعکس تھا۔ اس نے اور طرح کا عذاب جھیلا تھا۔ وہ

رابیکا سے بہت پیار کرتی تھی۔ ایک بن باپ بچی ان کے گھر آئی۔ اس کے ساتھ اس کے ماں باپ کی ہڈیاں تھیں۔ انہیں کسی جرم کی سزا ملی تھی اور اس جرم کی بدولت وہ اپنے خاندان میں نہیں رہ سکتی تھی۔

ارلیانو سگندو نے فیصلہ کیا کہ وہ رابیکا کو اپنے گھر لے آئے گا اور اس کے آرام کا خیال رکھے گا لیکن ان نیک جذبات کے باوجود رابیکا نے گھر میں آنے کے لئے شدت سے انکار کر دیا۔

وہ اپنے دکھ کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ اسی عذاب میں تنہا رہنا چاہتی تھی تاکہ وہ اپنی آخری عمر میں خوشی کی غلط کشش کی بجائے تنہائی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔

وہ ان کے سہارے زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔

فروری میں کرنل ارلیانو بوئندا کے سولہ بیٹے دوبارہ آ گئے۔ ان کے ماتھے پر ابھی تک نشان موجود تھا۔ ارلیانو ٹرسٹی نے انہیں رابیکا کی کہانی سنائی۔ آدھے دن میں انہوں نے گھر کی ہیت بدل کر رکھ دی۔ دروازے کھڑکیاں بدل دیئے۔ گھر کا فرنٹ گرے کلر سے پینٹ کر دیا۔ دیواروں کی دراڑیں بھر دیں۔ فرش کی دراڑوں میں سیمنٹ بھر دیا لیکن انہیں گھر کے اندر آنے کی اجازت نہ ملی اور نہ رابیکا ان سے ملنے دروازے تک آئی۔ بس اس پاگل پن کی انہیں اجازت دے دی۔ اس نے مزدوری کا اندازہ لگایا اور اپنی نوکرانی ارجنیدا کے ہاتھ چند سکے بھجوا دیئے۔ جنگ کے بعد یہ سکے متروک ہو چکے تھے۔

رابیکا کی سوچ ایک نکتے پر چپکی ہوئی تھی۔ انہیں بھی یقین ہو گیا کہ دنیا کو تیاگ دینے کے بعد وہ کسی خوبصورت روحانی نکتے تک پہنچ چکی ہے۔ جب تک اس کے تن میں سانس باقی ہیں۔ اسے عذاب سے نکالنا ان کے لئے ناممکن ہے۔

دوسری مرتبہ ماکوندو سے جاتے وقت کرنل ارلیانو بوئندا کا ایک اور بیٹا ارلیانو سنتینو' اپنے بھائی ارلیانو ٹرسٹی کے ساتھ کام کرنے کے لئے رک گیا۔ اسے بپتسمہ کے لئے ماکوندو لایا گیا تھا۔ ارسلا اور امرانتا کو وہ واقعہ اچھی طرح سے یاد تھا۔ اس کا قد درمیانہ تھا اور اس کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ تخریب کاری کے لئے اس کے ہاتھوں میں بے قراری تھی۔ چند گھنٹوں کے اندر اس کے ہاتھ جو چیز لگی۔ اسے توڑ دیا۔ پلیٹوں کو تو ہاتھ لگائے بغیر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

فرنینڈا نے اس کے لئے جست کے برتن لانے کا فیصلہ کیا ورنہ اس کے چینی کے برتن

دنوں میں ختم ہو جاتے۔ اس کے لئے لائے گئے سٹیل کے مضبوط برتنوں میں بھی ڈینٹ پڑ گئے اور تڑے مڑے سے ہو گئے۔

شاید اس کی غیر مجتمع طاقت کسی نظم و ضبط کے لئے بے قرار تھی۔ اس میں کام کرنے کی بے انتہا صلاحیت تھی اور اس کے اندر ایک ایسی کیفیت تھی کہ فوراً" دوسرے آدمی کو اعتماد میں لے لیتی۔

کچھ عرصے میں اس کی وجہ سے برف کی پیداوار اتنی بڑھ گئی کہ وہ لوکل مارکیٹ کے لئے کافی تھی۔ اب ارلیانو ٹرسٹی پورے وسیب کے دوسرے قصبوں اور بستیوں تک اپنا کاروبار پھیلانے کا سوچنے لگا۔ اس کی بدولت ارلیانو ٹرسٹی نے ایک جرات مندانہ اقدام اٹھایا کہ نہ صرف اس کے کاروبار میں جدت پیدا ہو بلکہ یہ بستی باقی دنیا سے بھی جڑ جائے۔

"ریلوے ٹریک یہاں تک آنا چاہیے۔" اس نے کہا۔

ماکوندو کے لوگوں نے پہلی مرتبہ یہ لفظ سنا۔ جب ارلیانو ٹرسٹی نے میز پر سارا نقشہ بنایا تو اسے دیکھتے ہوئے یقین ہو جاتا کہ یہ وہی نقشہ ہے جس کی جوڑے آرکیدو بوئندا نے شمسی جنگ کے پراجیکٹ میں مثال دی تھی۔ ارسلا وقت کو دائرے میں گھومتا دیکھ کر خوش تھی لیکن اپنے پرکھوں کے برعکس، اس کی نیند اڑی، بھوک ختم ہوئی اور نہ ہی کسی گھٹیا قسم کے مذاق پر لڑائی کی۔ بڑے پرسکون انداز میں اس نے تمام عوامل اور امکانات کا جائزہ لیا۔ تاریخوں اور قیمت کا تخمینہ لگایا اور کسی بے بسی کے اظہار کے بغیر بات گویا ختم کر دی۔

اگر یہ کہا جائے کہ ارلیانو سگندو کے اندر اپنے دادا کی سی کوئی بات تھی اور کرنل ارلیانو بوئندا کی سی مزاج میں کوئی کمی۔ تو یہ بات کوئی عجیب اور نئی نہیں تھی۔ جس طرح اس نے اپنے بھائی کو بحری رستے کی کھوج کے لئے رقم نکال کر دے دی تھی۔ اسی نیک نیتی سے اس نے ارلیانو ٹرسٹی کے سامنے اپنا دھن رکھ دیا۔

ارلیانو ٹرسٹی نے تاریخ طے کی اور اگلے بدھ بارشوں کے موسم تک لوٹنے کا کہہ کر روانہ ہو گیا۔ اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ ارلیانو سنتینو اپنی فیکٹری میں بے انتہا مصروف تھا۔ وہ پانی کے ساتھ ساتھ فروٹ جوس سے برف بنانے کا تجربہ کر چکا تھا۔ اور بغیر کسی بنیادی علم اور طریقے کے، وہ میٹھے پاؤڈر کی ایجاد کے بارے کام کر رہا تھا۔ اس طرح کے اور بھی کئی منصوبے اپنی انٹرپرائزز کے لئے اس کے ذہن میں موجود تھے لیکن بارشوں کے ختم ہونے پر اس کا بھائی واپس نہیں آیا۔ اب تو موسم گرما بھی گزر چکا تھا۔

دوسرے سرما کے شروع میں دن کے گرم حصے میں ایک عورت دریا کنارے کپڑے دھو رہی تھی کہ وہ خطرے کی بو سونگھتے ہوئے سڑک پر سے چیختی ہوئی گزری۔

"وہ آ رہا ہے۔" اس نے یہی تفصیل بتائی۔ "کوئی خوفناک شے کچن کی طرح کی اور ایک سموچی بستی کو کھینچ کر ادھر لا رہی ہے۔"

اسی سے پوری بستی سیٹی کی خوفناک گونج اور گہرے سانس کے شور سے کانپ اٹھی۔ پچھلے ہفتوں انہوں نے بہت سے ایسے گینگ دیکھے تھے جو ٹریک جوڑ رہے تھے۔ کسی نے ان کی طرف توجہ نہ دی کیونکہ انہوں نے سوچا یہ بھی شاید پکھی واسوں کا کوئی نیا ٹرک ہے اب وہ یروشلم میں گھڑی گئی کسی کہانی، ناچ، متروک گانوں کے ساتھ ان سیٹیوں اور ڈبوں کا سہارا لے رہے ہیں۔

جب سیٹی کی گونج اور سانس کے شور سے سنبھلے تو بستی کے تمام لوگ گلیوں میں بھاگے۔ ارلیانو ٹرسٹی ریلوے انجن سے ہاتھ ہلا رہا تھا۔ خوف کی اس کیفیت میں انہوں نے پہلی مرتبہ پھولوں سے لدی ہوئی گاڑی دیکھی۔

گاڑی آٹھ ماہ بعد ماکوندو پہنچی۔

یہ چھوٹی سی زرد گاڑی اپنے ساتھ کئی خوش اور اداس لمحے لائی۔ بہت سی تبدیلیاں اور ماکوندو میں نسٹلجیا کے بہت سے احساسات اور بہت سی بدنصیبی!

اتنی زیادہ اور ایسی ناقابل یقین ایجادات میں الجھے ہوئے ماکوندو کے لوگ یہ نہیں سمجھ پائے کہ آخر ان کا مزا اور چس کہاں سے شروع ہوتا ہے اور حیرانی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔

ارلیانو ترِسٹی گاڑی کے دوسرے چکر میں پیلے رنگ کا ایک الیکٹرک بلب لایا اور ایک درخت سے لٹکا دیا۔ لوگ تمام رات کھڑے اس کو دیکھتے رہے۔ اس جناتی بلا کا عادی ہونے میں انہیں کافی وقت لگا اور انہیں کافی کوشش کرنی پڑی۔

مالدار تاجر برنو کریپی تھیٹر لایا اور ٹکٹوں کی کھڑکی شیر کے سر کی طرح تھی۔ انہیں زندہ چیزوں کی بے عزتی پر بہت غصہ آیا۔ چلتی پھرتی تصویروں کے فلم کا ایک کردار مر گیا۔ اسے دفن ہوتے دکھایا گیا تو لوگوں نے اس کی بدقسمتی پر آنسو بہائے۔ وہی کردار اگلی فلم میں ایک عرب کے روپ میں دوبارہ زندہ ہو گیا۔ ناظرین نے اداکاروں کی مشکلات کے حل کے لئے دو سینٹ دیئے تھے۔ وہ بھلا اس گھٹیا فراڈ کو کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ انہوں نے تھیٹر کی تمام سیٹیں توڑ دیں۔ برنو کریپی کے دلائل پر میئر نے اپنے اعلان میں وضاحت کی کہ تھیٹر تصویریں کی ایک ایسی مشین ہے جو لوگوں کے جذباتی اظہار کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اگرچہ بہت سوں نے اس وضاحت کو سمجھنے کی کوشش کی اور بہت سے مظاہرے کرنے والے بکھی واسوں کے انداز کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے فلم نہ دیکھنے کا فیصلہ کر لیا کہ اس سے پہلے بھی ایسے تخیلاتی چیزوں کی بدقسمتی پر رونے کے علاوہ ان کے اپنے بھی بہت سے مسائل ہیں۔

کچھ اسی قسم کا واقعہ سلنڈر فونو گرام کے ساتھ پیش آیا۔ یہ فونو گرام فرانس کی طوائفیں ہاتھ سے چلنے والے متروک قسم کے آلات کی جگہ لائی تھیں۔ اس وقت موسیقاروں کے بینڈ پر اس کے سنجیدہ اثرات مرتب ہوئے اور اس ممنوع گلی میں پہلی نظر کے تجسس کی وجہ سے بھیڑ لگ گئی۔ ان عورتوں کا بہت احترام ہو رہا تھا۔ لوگوں نے

مزدوروں کا سا بہروپ بھرا تاکہ وہ اس نئے آلے کو قریب سے دیکھ سکیں لیکن وہ فوراً" اس نتیجے تک پہنچ گئے کہ یہ کوئی زیادہ مزہ دینے والی شے نہیں ہے۔ اس بارے نہ ان کی اپنی سوچ صحیح ثابت ہوئی اور نہ ان عورتوں کا پراپیگنڈہ۔ یہ تو محض ایک میکانکی ٹرک ہے۔ جس کا کسی متحرک' کسی انسان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس میں موسیقاروں کے بینڈ کی طرح تاثرات کا سچ ہے۔

بعد میں وہ اس سے مانوس ہوئے اور جب ہر گھر میں فونو گرام تھا تو مردوں کی بجائے بچے زیادہ مزہ لیتے۔

بستی میں ٹیلی فون ریلوے اسٹیشن کے قریب تھا۔ ساخت کے حساب سے لوگوں نے اسے فونو گرام کی طرح کی مشین سمجھی۔ یہ حقیقت اور سچائی بھی ان کے لئے حیرانی کا باعث تھی۔ سب کچھ اتنا الجھا ہوا تھا کہ شاید خدا نے ان کی ہر دماغی صلاحیت کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا اور ماکوندو کے لوگ مستقل طور پر خوشی اور مایوسی' شک اور سچ کی چکی میں پس رہے تھے۔ کسی کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ آخر سچائی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ یہ سچائی اور تخیل کا تضاد ہی تھا کہ جوزے آرکیدو بوئندا کی روح کو بھی پھریری آگئی کہ اسے دن میں بھی گھر کے صحن میں اور شاہ بلوط کے درخت کے نیچے بے صبری سے ادھر ادھر پھرتے دیکھا گیا۔

جب ریل گاڑی کا باقاعدہ افتتاح ہوا تو گاڑی باقاعدگی کے ساتھ بدھ کو دن کے گیارہ بجے پہنچنے لگی۔ شروع میں ریلوے اسٹیشن کی عمارت' پلیٹ فارم اور ٹکٹ گھر کی ایک کھڑکی لکڑی سے بنائی گئی۔ ساتھ ہی ایک ٹیلی فون نصب کیا گیا۔

آہستہ آہستہ ماکوندو کے لوگ روزمرہ کے شغل کے طور پر مانوس ہوتے گئے۔ اب بھی وہ انہیں سرکس کے لوگ سمجھتے۔

بستی والے پکھی واسوں کے ٹرک سے تنگ تھے اور اس تجارتی ڈرامہ کا اب مستقبل مخدوش تھا۔ ریل کی حیثیت ابلتے پانی کی آواز دیتی ہوئی کیتلی کی طرح تھی اور روزمرہ کے کام کی طرح تھی۔ وہ سبت کے دن کی روح کی غلامی کی یاد دلاتی۔ وہ اپنی تھکاوٹ ختم کرنے کے لئے اس معاملہ پر قائل ہوتے گئے۔ جو قائل نہ ہوتے وہ عذاب میں مبتلا رہتے۔ آوارہ گرد اپنے ذاتی مفادات کی خاطر یہاں پہنچتے۔ ایسی تھیٹر کی سی مخلوق گھڑسواروں کی طرح زیر جامہ پہنتے۔ ٹوٹا پھوٹا ہیلمٹ۔ ہاتھ میں سٹیل کے گلاس لئے۔ ان کی آنکھیں چمکدار تھیں اور ان کی جلد چھوٹے پرندوں کی سی تھی۔

ایک جمعرات گاڑی ماکوندو پہنچی۔ موٹا تازہ مسٹر ہربرٹ گھر میں بیٹھا مسکراتا رہا۔

جب کیلوں کا گچھا سب نے چکھ نہ لیا' اس کی اور کوئی متوجہ نہ ہوا۔ ارلیانو سگندو سے اس کی ملاقات محض اتفاقیہ تھی۔ اسے ہوٹل جیکب میں کمرہ نہ ملا تو وہ ٹوٹی پھوٹی چینی زبان میں احتجاج کر رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اس اجنبی کو گھر لے آیا۔ اس کا وسیع کاروبار تھا۔ وہ تقریباً آدھی دنیا کا چکر لگا چکا تھا لیکن ماکوندو میں اسے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ماکوندو کے لوگوں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ پکھی واسوں کے اڑنے والے قالین یا کوئی اور ایجاد کے بعد یہ کوئی نیا ڈرامہ ہو سکتا ہے۔

وہ اگلی گاڑی میں ماکوندو چھوڑ کر واپس جا رہا تھا۔

لنچ کے دوران ڈائننگ روم میں کیلے کے گچھے لٹکانے کا رواج تھا۔ پھر انہوں نے شیر کے سے رنگ کے کیلوں کا گچھا میز پر رکھا۔ اس نے سکون کے ساتھ پہلا کیلا اٹھایا اور کیلے کو چکھتے اور چباتے ہوئے وہ کسی سمجھدار کے انداز میں بولتا رہا۔ جب اس نے خوش خوراک انسان کی لطف اندوزی کی طرح ایک کے بعد دوسرا گچھا لانے کو کہا۔ پھر اپنی آنکھوں کے سامان کا چھوٹا سا ڈبہ نکالا' یہ ٹول بکس ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا۔ اس نے ہیروں کے مشکوک جوہری کی طرح احتیاط کے ساتھ کیلے کا معائنہ کیا۔ خاص سکیل کے ساتھ اس کے ٹکڑے کئے۔ فارماسسٹ کے سکیل کے ساتھ ان ٹکڑوں کا وزن کیا۔ بندوق بنانے والے کیپلر کے ساتھ اس کی چوڑائی ناپی' پھر ڈبے میں سے اور اوزار نکالے اور ان کی مدد سے اس نے ماحول کا درجہ حرارت' نمی اور روشنی کی شدت ناپی۔ یہ تماشہ اتنا دلچسپ تھا کہ کوئی بھی سکون سے کھانا نہ کھا سکا۔ ہر بندہ مسٹر ہربرٹ کے انکشافات کے لئے جھنجھٹ کا شکار تھا لیکن وہ چپ رہا ہر ایک نے اپنی سوچ کے مطابق اندازے لگائے۔

کچھ دنوں کے بعد اس کے ہاتھ میں ایک جال اور ٹوکری تھی۔ وہ بستی سے باہر تتلیاں پکڑ رہا تھا۔ بدھ کے دن انجینئر' ہائیڈرالوجسٹ' ایگرونمسٹ' ٹوپوگرافر اور سروے کرنے والوں کا ایک گروپ آگیا۔ انہوں نے ہفتہ بھر ان جگہوں کا معائنہ کیا' جہاں مسٹر ہربرٹ تتلیاں پکڑتے رہے۔ بعد میں مسٹر جیک براؤن ایک علیحدہ سیلون میں آیا جسے زرد گاڑی کھینچ رہی تھی۔ اس سیلون کا چاندی کا سا رنگ تھا۔ سیٹوں کا ویلوٹ رنگ تھا اور اس کی چھت نیلے شیشے سے بنی تھی۔ اس مخصوص سیلون میں بہت سے وکلاء بھی تھے جیسے خاص موقعوں پر سیاہ گاؤن پہن کر کرنل ارلیانو بوئندا کے گرد گھوما کرتے تھے۔ ان ایگرونمسٹ'

ہائیڈرالوجسٹ' ٹوپوگرافر' سرویز اور مسٹر ہربرٹ کی طرح کے یہ لوگ' یہ رنگ برنگی تتلیاں' مسٹر براؤن کا پہیوں پر چلتا پھرتا سیلون' غصہ سے بھرے جرمن شیفرڈ کتے۔ بستی والوں کو یہ سب کچھ جنگ کا سا سماں لگ رہا تھا۔ لیکن ان کے پاس ایسی باتیں سوچنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ ماکوندو میں شکی ذہن کے لوگوں میں یہ حیرانی ضرور تھی کہ آخر شیطان یہاں کونسی برائی شروع کرنے والا ہے۔

اس سے پہلے بستی میں جگہ جگہ لکڑی کے گھروں اور جستی اور ٹین کی چھتوں کا رواج چل نکلا تھا۔ ان گھروں میں وہ غیر ملکی رہ رہے تھے جو گاڑی کے ذریعے نہ صرف سیٹوں پر بلکہ بوگیوں کی چھتوں پر بیٹھ کر آدھی دنیا کا چکر لگا آئے تھے۔ گرنگو اپنی فیبرک میں لپٹی تھکی ہاری بیویاں لے آئے۔ وہ بڑے بڑے بد ہیئت ہیٹ پہنتی تھیں۔ انہوں نے ریلوے ٹریک کے پار اپنی علیحدہ بستی بسائی۔ انہوں نے گلیوں میں قطاروں میں پام کے درخت لگائے۔ ان کے گھروں کی کھڑکیاں شیشے کی تھیں۔ ٹریس پر چھوٹے چھوٹے سفید میز' چھتوں پر لگے پنکھے اور خوبصورت نیلے رنگ کے صحن تھے۔ جن میں مور اور امریکی کوئل پھرتے۔ اس بستی کے اردگرد تاروں کی باڑ لگا دی گئی۔ جن کے اوپر کی تاروں میں بجلی دوڑتی تھی۔ یہ تاریں سردی میں پرندوں کے مرنے اور لٹکنے کی وجہ سے سیاہ نظر آتی۔ کسی کو معلوم نہ ہو پاتا کہ اس باڑ کے پیچھے کیا ہے اور یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ انتھراپیسٹ تھے۔

انہوں نے بستی میں پرانے بگھی والوں سے بھی زیادہ اضطراب پیدا کر دیا۔ انہوں نے وہ کام شروع کئے جو پہلے زمانے میں خدا کیا کرتا تھا۔ انہوں نے بارشوں کا طریقہ بدل دیا۔ فصلوں کے پکنے کے دن کم کر دیے۔ دریا کا رخ موڑ دیا اور اس کے بہاؤ کے آگے سفید پتھروں کا بند باندھ دیا۔ اب وہ بستی کی دوسری طرف قبرستان کے قریب تہہ میں چھپا بہتا رہتا۔ انہوں نے جوزے آرکیدو کی ٹوٹی پھوٹی قبر پر ایک قلعہ نما مقبرہ سا بنا دیا تاکہ وہاں سے اٹھنے والی بو پانی کو آلودہ نہ کر سکے۔

وہ غیر ملکی جو اپنی محبوبائیں اپنے وطن چھوڑ آئے تھے۔ انہوں نے فرانسیسی عورتوں کی گلی کے بھاؤ تیز کر دیے اور ان میں زیادہ رکھ رکھاؤ آ گیا۔

ایک چمکدار بدھ کو وہ عجیب و غریب قسم کی طوائفوں سے بھری گاڑی لے آئے۔ ان میں بیلونی طوائفیں پرانے طریقے کے ملاپ کی ماہر تھیں۔ وہ نامردگی کے علاج کے لئے کسی مرہم کے طریقے اور انداز سے سوچی آشنا تھیں۔ ملاپ کے لئے کسی بزدل کو حوصلہ مند

بنانا' کسی جنونی کی جنسی بھوک ختم کرنا' بار بار آنے والوں کو سبق سکھانا اور تنہائی پسند لوگوں کو بار بار آنے پر مجبور کرنا' ان کے نزدیک معمولی بات تھی۔

ترکوں کی گلی اب غیر ملکی سامان سے بھری نظر آتی۔ ان شوخ رنگوں کی وجہ سے پرانا بازار ماند پڑ گیا۔ ہفتہ کی راتوں کو وہاں مہم جوؤں کا میلہ جمتا۔ وہ جوئے کی میزوں پر یا گیلری میں بیٹھ کر دھما چوکڑی کرتے۔ مستقبل بنی ہوتی اور خوابوں کی تعبیر بتائی جاتی۔ تقریب ہی فرائی شدہ خوراک اور مشروبات کے لئے میزیں تھیں۔ بعض اوقات کچھ اتھلے شرابیوں اور دوسرے لوگوں کی لڑائی ہوتی۔ گولیاں' مکے' بوتلیں اور چاقو چلتے۔

سوموار کی صبح کو تمام لوگ بکھر جاتے۔

شروع کے دنوں میں آبادکاری کا اتنا شدید حملہ تھا کہ گلی میں سے ٹرنک اور فرنیچر وغیرہ کی وجہ سے گزرنا مشکل تھا۔ راج گیر کسی کی اجازت کے بغیر دھڑا دھڑ خالی جگہوں پر مکان تعمیر کرتے جا رہے تھے۔ وہ بادام کے درختوں پر جھولیاں ٹانگ لیتے اور تمام دن جوڑے ایک دوسرے سے شرارتیں کرتے رہتے اور سب کو نظر آتے۔ سب سے صاف ستھرا کونا ویسٹ انڈین نیگروز نے بنایا تھا۔ یہ کونہ گلی کی نکڑ میں تھا۔ انہوں نے چار دیواری کے لئے شہتیر کھڑے کر دیئے۔ وہ اپنے دروازوں میں بیٹھ کر اپنی بے جوڑ آوازوں میں اداس اور حمدیہ گیت گاتے۔

آبادکاری اتنی تیزی سے ہوئی کہ مسٹر ہربرٹ کے جانے کے آٹھ ماہ بعد یہاں کے لوگ اپنی بستی کو بمشکل ہی پہچان پائے۔

"اب اس دھرتی کی حالت دیکھو' ہم اس حالت میں پہنچ گئے۔"

کرنل ارلیانو بوئندا نے کہا۔ "بس ہم نے ایک گرگٹو کو اپنے گھر میں ٹھہرایا اور اسے چند کیلے کھلا دیئے۔"

دوسری طرف غیر ملکیوں کے طوفان کی وجہ سے ارلیانو سگندو زیادہ دیر تک اپنی مہمان نوازی اور خوشی برقرار نہ رکھ سکا۔ پورا گھر ان موٹے تودوں اور ان جانے مہمانوں سے بھر گیا۔ اب ضروری ہو گیا کہ صحن میں مزید بیڈروم بنائے جائیں۔ ڈائننگ روم بھی زیادہ کھلا کیا جائے۔ پرانی ڈائننگ ٹیبل پر سولہ آدمی بیٹھ کر کھانا کھا سکتے تھے۔ مزید چینی کے برتن رکھے جائیں۔ اب انہیں باری باری کھانا کھانا پڑتا۔ فرنینڈا کو یہ ذہنی کوفت برداشت کرنا پڑتی۔

فرنینڈا کو کسی گھٹیا مہمان کو بھی کسی شہنشاہ کی طرح ڈیل کرنا پڑتا۔ بوٹوں سے لگی کیچڑ اور مٹی سے پورچ بھر دیتے۔ باغ میں جاکر پیشاب کرتے۔ آرام کرنے کے لئے جہاں دل چاہتا گدے گھسیٹ کر سو جاتے۔ انہیں خواتین کے ساتھ بات کرنے کی تمیز نہیں تھی اور نہ ہی ان کا کوئی شریفانہ رویہ تھا۔

وہ امرانتا کے بارے ایسی غلیظ گفتگو کرتے کہ اس نے دوبارہ کچن میں کھانا کھانا شروع کر دیا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کو پتہ چل گیا کہ جو لوگ اسے ورکشاپ میں ملنے آئے ہیں۔ وہ ہمدردی اور احترام کی وجہ سے ملنے نہیں آئے تھے۔ وہ ایک تاریخی شخصیت' ایک میوزیم کے مجسّمے سے ملنے اور دیکھنے آئے تھے۔

اس نے دروازہ بند رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ کسی سے نہ ملا۔ چند بار انہوں نے اسے گلی کے دروازے کے قریب بیٹھے دیکھا۔ ارسلا اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ وہ دیواروں کا سہارا لے کر چلتی۔ اس نے بھی ان کے جذبات محسوس کر لئے۔ جب گاڑی آنے کا وقت آتا۔ حکم دیتی۔

"ہم کچھ اور گوشت اور مچھلی تیار کر لیں۔"

سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کے ہر خاموش حکم پر چاروں باورچی ہر شے جلدی سے تیار کر دیتے۔

"ہر چیز تیار کرنی ہے۔"

وہ اصرار کرتی۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ مہمان کیسا کھانا پسند کریں گے؟"

گاڑی دن کے گرم ترین حصے میں یہاں پہنچتی۔

لنچ پر گھر منڈی میں ہونے والے شور کی طرح ہلنے لگتا۔ پسینے میں نہائے مہمانوں کو اپنے میزبانوں کے بارے بالکل علم نہ ہوتا کہ وہ کون ہیں؟ وہ صرف میز کی اچھی جگہ پر بیٹھنے کے لئے کوشاں ہوتے اور باورچی سوپ کی کیتلیاں' گوشت کے برتن' سبزی سے بھرے دیگچے' چاولوں کی دیگیں' لیمن بنے پانی کے بیرل اور بڑے بڑے چمچے لئے میز کے گرد گھومتے رہتے۔

مسئلہ اتنا پیچیدہ تھا کہ کئی ایک' دو مرتبہ کھانا کھاتے۔ فرنینڈا اس وجہ سے بہت پریشان تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے کھانے کی میز پر غلط فہمی کی بنیاد پر اسے کھانے کے لئے کچھ رقم

دینا چاہی تو وہ سبزی بیچنے والے کی طرح بس پھنا ہی چاہتی تھی۔ مسٹر ہربرٹ کو آئے ایک سال ہو چلا تھا اور صرف ایک بات کا علم ہو سکا تھا کہ گرنگو اس علاقے میں بہترین باغات لگانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جسے جوزے آرکیدو بوئندا اور اس کے ساتھیوں نے عظیم ایجادات کی تلاش میں پار کیا تھا۔

کرنل ارلیانو بوئندا کے دو اور بیٹے اپنے ماتھے پر راکھ کا نشان لئے' دور سے ڈکارتے ہوئے پہنچ گئے۔ انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے عزم کا اظہار کیا جو ہر آنے والے بندے کی منطق تھی۔

"ہم آ گئے۔" انہوں نے کہا۔ "کیونکہ ہر کوئی ادھر آ رہا ہے۔"

صرف شہزادی ر۔میڈیس اتنی بھرپور جوانی میں بے حد پرسکون تھی۔ اس میں بہت زیادہ سادگی تھی۔ اسے نہ کسی کو فائدہ دینا تھا اور نہ وہ کسی کو نقصان دینا چاہتی تھی۔ اسے کیلوں کا جنون تھا۔ وہ اپنی سادہ سی حقیقتوں کی دنیا میں خوش تھی۔ اسے سمجھ نہ آتی کہ عورتیں کورسٹ اور پیٹی کوٹ میں اپنے آپ کو پیچیدہ کر لیتی ہیں۔ آخر اس نے گھٹنوں تک ایک لمبا چغہ سی کر پہن لیا اور مزید کسی عذاب میں پڑے بغیر لباس کی مشکلات پر قابو پا لیا۔ گھر میں ننگے پھرنے کی بجائے یہی ایک بہترین طریقہ تھا۔ اس کے بال گھٹنوں تک جھولتے تھے۔ انہیں کنگھی کرنا' رول کرنا اور پھر سرخ ربن سے باندھنا ایک عذاب تھا۔ اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس نے سر پر استرا پھروا لیا اور بالوں سے سینٹ کی وگ بنا لی۔ سادگی کی اس جبلت میں ایک خوفناک بات یہ تھی کہ وہ جتنا اپنے سکون کی خاطر فیشن اور میک اپ سے دور بھاگتی۔ اس کا غیر معمولی حسن اتنا ہی آشکار ہوتا۔ مرد اتنا ہی اس کی طرف کھنچتے چلے آتے۔

جب کرنل ارلیانو بوئندا کے بیٹے پہلی مرتبہ ماکوندو آئے۔ ارسلا کے ذہن میں یہ بات ابھری کہ ان کی رگوں میں وہی ایک ہی خون ہے جو اس کی پڑپوتی میں ہے۔ وہ ایک بھولے ہوئے خوف سے تھرا اٹھی۔

"اپنی آنکھیں کھلی رکھا کرو۔" اس نے ر۔میڈیس کو خبردار کیا۔ "ملاپ میں اگلی نسل کی سور کی دم ہو سکتی ہے۔"

ر۔میڈیس نے اس وارننگ کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے لڑکوں کا سا لباس پہنا اور دیر تک ریت میں لوٹتی رہی تاکہ وہ گریس لگے پول پر چڑھ سکے۔ وہ اپنے سترہ کزنز میں

تماشہ بن رہی تھی جو اس ناقابل برداشت منظر کو دیکھ کر قہقہے لگا کر پاگل ہو رہے تھے۔
انہوں نے بستی کا چکر لگایا اور گھر کی طرف کوئی نہ آیا۔ جب کرنل ارلیانو بوئنڈا کے چار بیٹے یہاں رہنے کے لئے آئے تو ارسلا کے اصرار پر انہوں نے بستی میں کرائے کے کمرے لے لئے۔ اگر ر۔میڈس کو اس احتیاط کا احساس ہوتا تو وہ ہنس ہنس کر مرجاتی۔

اسے اپنی زندگی کے آخری لمحے تک احساس نہ ہوا کہ یہ بدقسمت اور منتشر الذہن لڑکی روزمرہ کا المیہ ہے۔ وہ ارسلا کے ٹوکنے کے باوجود ہر وقت ڈائننگ روم میں جا دھمکتی اور اجنبی لوگ آپس میں لڑ پڑتے۔ ہر ایک کو علم تھا کہ اس چغہ کے نیچے کوئی زیر جامہ نہیں لیکن کوئی یہ نہ جان پایا کہ اسے منڈے ہوئے سر اور کھوپڑی میں کوئی واضح سوچ نہیں ہے۔ اگر وہ بیٹھے بیٹھے رانوں سے کپڑا ہٹا کر اپنے پنڈے کو ٹھنڈا کرتی ہے تو کسی جنسی خواہش کا نتیجہ نہیں۔ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے سے اسے سکون ملتا ہے۔ گھر کا کوئی فرد اور نہ کوئی مہمان جان پایا کہ کبھی کبھار شہزادی ر۔میڈیس اضطراب کے سانس لیتی ہے۔ اس تکلیف دہ سانس کی خوشبو اس کے گزرنے کے گھنٹوں بعد تک محسوس ہوتی رہتی۔ محبتوں کے شوقین اور جنہیں دنیا بھر کی عورتوں کا تجربہ تھا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ انہیں ر۔میڈیس کے بدن سے آنے والی خوشبو کا احساس اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ انہیں پورچ میں بیگونیا کے قریب' پارلر میں' گھر میں کسی جگہ بلکہ بالکل صحیح جگہ کا پتہ چل جاتا کہ اس وقت وہ کہاں پر ہے۔ وہ وقت بھی بتا دیتے کہ شہزادی ر۔میڈیس کو گزرے کتنی دیر ہو چکی ہے۔ کم از کم اس میں غلطی کی گنجائش نہیں تھی۔ گھر میں رہنے والے دوسرے لوگ اس خوشبو کو محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ شاید وہ عادی ہو چکے تھے لیکن ہر اجنبی اسے فوراً" محسوس کر لیتا۔ گارڈ کے نوجوان کمانڈر کی ر۔میڈیس کے عشق میں موت کو گلے لگانے کا راز وہی جان سکتے تھے اور کس طرح دور دیس کا شہزادہ اس کی خوبصورتی کا اسیر ہوا تھا۔ بے چینی اور اضطراب کے دائروں سے بے خبر' جن کا وہ مرکز تھی' اپنے اندر کے بے انتہا سکون میں رہتی۔ وہ جس اور گزرتی' جنسی طلب اور بڑھا دیتی۔ کسی بھی مرد سے ملتے ہوئے کسی نقصان پہنچانے کے احساس کے بغیر ملتی۔ دوسروں کے نزدیک اس کی معصوم ادائیں انہیں پریشان کرتیں۔ جب ارسلا اپنا حکم منوانے میں کامیاب ہو گئی کہ وہ امرانتا کے ساتھ کچن میں بیٹھ کر کھانا کھایا کرے تاکہ باہر کے لوگ اسے نہ دیکھ سکیں تو وہ زیادہ پرسکون ہو گئی حالانکہ وہ اس قسم کے ڈسپلن سے آزاد تھی۔ اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ اس نے کیا کھایا اور کہاں بیٹھ

کر کھایا- اس کے کھانے کے اوقات بھی مقرر نہیں تھے- جب بھوک لگتی وہ کھانا کھا لیتی- کبھی وہ صبح کے تین بجے اپنا لنچ کرتی اور پھر تمام دن سوتی رہتی- اس طرح کے ٹائم ٹیبل پر وہ مہینوں عمل کرتی- بالاخر کوئی معمولی سا واقعہ اس کے ٹائم ٹیبل کو صحیح ترتیب دلا دیتا- پھر یہ معمولات یوں ہی چلتے رہتے-

جب اس کے معمولات متوازن ہوتے تو وہ صبح گیارہ بجے اٹھتی- پھر وہ دو بجے تک باتھ روم میں ننگی گھسی رہتی- کبھی اپنی لمبی نیند کے بعد بچھو مارتی- کبھی ٹب کے ساتھ بیٹھ کر اپنے اوپر پانی ڈالتی رہتی- یہ کام اتنی دیر' اتنی احتیاط اور اتنے اہتمام کے ساتھ ہوتا کہ دیکھنے والے کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنے جسم کی خوشبو کو اسی طور کم کر سکتی ہے- لیکن اس کے نزدیک یہ تنہائی' حساسیت اور یہ عمل محض وقت گزارنے کا بہانہ تھا- جب اسے بھوک لگتی وہ باتھ روم سے باہر آ جاتی-

ایک دن وہ نہانے گئی تو ایک مہمان نے باتھ روم کی چھت کی ٹائل اکھیڑلی اور اس کے گیلے ننگے بدن کے حسین منظر کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا- شہزادی ر-میڈلیس نے اس کی صحرا کی طرح پیاسی آنکھیں دیکھیں لیکن اسے قطعاً" شرم محسوس نہ ہوئی بلکہ شہزادی ر-میڈلیس نے اسے خطرے سے آگاہ کیا-

"احتیاط-" اس نے کہا- "گر پڑو گے-"

"میں تو صرف تمہیں دیکھنا چاہتا تھا-" اجنبی نے آہستہ سے کہا-

"ٹھیک ہے-" اس نے کہا- "لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا کہ یہ ٹائلیں بہت پرانی ہیں-"

اجنبی کے چہرے پر احمقوں کا سا تاثر تھا- لگتا تھا وہ اپنی جبلتوں کے خلاف خاموشی سے لڑ رہا ہے کہ کہیں یہ طلسم نہ ٹوٹ جائے- شہزادی ر-میڈلیس نے سوچا- اجنبی اس بات پر خوف زدہ ہے کہ کہیں ٹائلیں نہ ٹوٹ جائیں- اسی لئے اپنے مزاج کے برعکس اس نے جلدی جلدی نہانا شروع کر دیا تاکہ اجنبی کو کوئی نقصان نہ ہو- جب وہ ٹب سے پانی اپنے بدن پر انڈیل رہی تھی- اس نے اجنبی کو دوبارہ بتایا کہ بارشوں کی وجہ سے چھت کی حالت بہت خراب ہے- اسی لئے چھت سے خشک پتے گرتے رہتے ہیں اور باتھ روم میں بچھو بھی گرتے ہیں- اجنبی نے سوچا کہ شاید اسی کی یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اس کے اقرار کا طریقہ ہے- اس نے جب صابن ملنا شروع کیا تو اجنبی جذباتی ہو گیا- وہ تھوڑا سا آگے کھسکا-

"میں صابن ملوں۔۔" اس نے تیز سرگوشی کی۔

"تمہاری اس مہربانی کا شکریہ۔" شہزادی ر۔میڈلیس نے جواب دیا۔ "میرے دونوں ہاتھ کافی ہیں۔"

"بس تمہاری کمر پہ۔" اجنبی نے التجا کی۔

"نہیں! بے وقوف ہو۔۔" اس نے کہا۔ "لوگ کمر پر صابن نہیں ملتے۔"

جب وہ اپنا بدن تولیہ سے خشک کر رہی تھی تو اجنبی نے ڈبڈباتی آنکھوں سے اسے شادی کی درخواست کی۔ اس نے سچائی سے جواب دیا۔

"میں کبھی ایسے شخص سے شادی نہیں کروں گی جو اتنا بے وقوف ہو کہ اس نے اپنا ایک گھنٹہ محض اس لئے ضائع کر دیا بلکہ اس نے لنچ بھی اس لئے نہیں کیا کہ وہ ایک لڑکی کو نہاتے ہوئے دیکھتا رہا۔"

شہزادی ر۔میڈلیس نے اپنا چغہ پہنا اور اجنبی یہ بات دیکھ کر برداشت نہ کر سکا کہ اس نے زیر جامہ نہیں پہنا۔ ہر ایک یہی شک کیا کرتا۔ اس کا اپنا خیال بھی یہی تھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ ایک بہت بڑے راز کا عینی شاہد ہے۔ اس نے باتھ روم میں داخل ہونے کے لئے دو اور ٹائل اکھاڑیں۔

"یہ بہت کمزور ہے۔" ر۔میڈلیس نے اسے پھر خوف زدہ ہو کر خبردار کیا۔ "گرے تو مر جاؤ گے۔"

پھر بے ہنگم سے شور کے ساتھ ٹائلیں گریں۔ خوف کی وجہ سے اجنبی کی آواز نکلنے سے پہلے ہی اس کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ڈائننگ روم میں بیٹھے دوسرے مہمانوں نے یہ آواز سنی تو باتھ روم سے میت نکالنے میں جلدی کی۔ انہوں نے میت میں سے شہزادی ر۔میڈلیس کے بدن سے نکلنے والی خوشبو محسوس کی۔ یہ خوشبو اس کے بدن میں اتنی گہری تھی کہ ہڈی کے ٹکڑوں میں سے خون کی بجائے امبر رنگ کا مادہ نکل رہا تھا اور اس میں بھی وہی خوشبو رچی تھی۔ تب سب نے جان لیا کہ شہزادی ر۔میڈلیس کی خوشبو ہڈیاں خاک ہو جانے کے بعد بھی سکون نہیں لینے دیتی۔ انہوں نے یہ خوفناک واقعہ ان لوگوں کے ساتھ نہیں جوڑا جو شہزادی ر۔میڈلیس کی وجہ سے موت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ ایک اور شکار کا انتظار تھا پھر ممکن ہے کہ باہر سے آنے والے اور ماکوندو کے قدیم باشندے اسے دیو مالائی کردار کا درجہ دیں کہ شہزادی ر۔میڈلیس نے ہمیشہ سانس کی بجائے موت دان کی۔

ثبوت کا موقعہ چند ماہ بعد آ گیا۔

ایک سہ پہر شہزادی ر۔میڈلیس اپنی بستی کی سہیلیوں کے ساتھ پودے لگتے دیکھنے گئی۔ ماکوندو کی دوشیزاؤں کے لئے یہ عجیب و غریب کھیل خوف کے ساتھ ساتھ' حیرت' مذاق اور ٹھٹھے بازی کا موجب تھا۔ وہ واپس آ کر رات کو اپنی سیر کا حال سناتیں جیسے یہ سب کچھ انہوں نے خواب میں دیکھا ہو۔ اس بات میں ایسی عزت اور وقار تھا کہ ارسلا' شہزادی ر۔میڈلیس کو اس کھیل اور ہنسی مذاق سے دور نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس سہ پہر ارسلا نے شہزادی ر۔میڈلیس کو اس شرط پر جانے کی اجازت دی کہ وہ ڈھنگ کے کپڑے پہنے گی اور سر پر ہیٹ پہن کر جائے گی۔

جونہی وہ لڑکیاں پودے لگنے کی جگہ پر پہنچیں۔ پوری فضا اس الہامی خوشبو سے معطر ہو گئی۔ جو لوگ ان پودوں کی قطاروں میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ انہیں کسی ان جانے خطرے کا احساس ہوا۔ بہت سوں کے اندر رونے کی خواہش ابھری۔ بپھرے ہوئے لوگوں نے انہیں دبوچ لیا لیکن شہزادی ر۔میڈلیس اور اس کی سہیلیوں نے بھاگ کر قریب کے گھر میں پناہ لی۔ کچھ دیر بعد چار ارلیانو بھائی انہیں بحفاظت گھر واپس لے آئے۔ لوگوں میں راکھ کے نشان کا احترام تھا۔ گویا یہ شرافت کا نشان تھا۔ کسی "ذات" کا نشان۔

شہزادی ر۔میڈلیس نے کسی کو یہ نہیں بتایا کہ ان مردوں میں سے ایک نے شور شرابے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ہیٹ کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس کا حملہ ایسے عقاب کی طرح تھا جو بس کسی چٹان پر بیٹھنے لگا ہو۔ شہزادی ر۔میڈلیس نے حملہ آور کا مقابلہ کیا لیکن اس کی خوف ناک انگارہ آنکھیں شہزادی ر۔میڈلیس کے دل پر کندہ ہو کر رہ گئیں۔

اس رات وہ اپنی خوش قسمتی کے گن گاتا رہا۔ ترکوں کی گلی میں وہ اترا رہا تھا کہ گھوڑے کی ایک دولتی نے اس کا سینہ پھاڑ دیا اور گلی میں موجود تمام غیر ملکی اسے مرتا ہوا دیکھتے رہے۔ وہ اپنے خون کی قے میں لتھڑا ہوا تھا۔

ان چار ناقابل یقین واقعات کے بعد ہر بندے کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ شہزادی ر۔میڈلیس کے اندر موت چھپی ہے۔ ایک شخص جسے اپنے الفاظ پر زیادہ اختیار نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ اس شہوت بھری عورت کے ساتھ محبت کی ایک رات گزارنے کی قیمت زندگی کے برابر ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ کسی نے آج تک ایسا کرنے کی کوشش نہیں کی۔

ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ جذبات بھی اتنے سادہ، سوچے اور فطری ہوں جتنی محبت خود ہے اور یہی ایسی چیز تھی جو کسی کے اندر موجود نہیں تھی کہ وہ اسے حاصل بھی کرے اور اس کے ساتھ منسلک خطرات سے مقابلہ بھی کرے۔

ارسلا اب اس کے بارے زیادہ پریشان نہیں تھی اور اس کے ذہن میں شہزادی ر۔میڈلیس کو دنیا سے بچا کر رکھنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ وہ اسے گھر کے بنیادی مسائل کی طرف دھکیلنا چاہتی تھی۔

"مردوں کے اندر عورت کی طلب تمہارے گمان سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔" اس نے شہزادی ر۔میڈلیس کو غیر مبہم انداز میں کہا۔ "بہت کچھ، کھانا پکانا، صفائی کرنا اور چھوٹی موٹی چیزوں پر بھی تکالیف کہ تم سوچتی رہ جاؤ۔"

وہ شہزادی ر۔میڈلیس کو گھر گرہستی کی تربیت دیتے ہوئے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی تھی۔ وہ اس بات پر اب قائل ہو چکی تھی کہ جب کسی مرد کا دل مطمئن ہو گیا پھر اس دھرتی پر کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جو ایک دن بھی اس کی کسی غفلت کو برداشت کر سکے۔ یہ سوچ سے بھی پرے کی بات تھی۔ آخری جوزے آرکیدو کی پیدائش پر اس نے سوچا اور اس کی غیر متزلزل قوت ارادی تھی کہ ایک دن اسے پوپ کے درجے تک لے جائے گی۔ اس نے اپنی پڑپوتی کے بارے پریشان ہونا چھوڑ دیا۔ اسے اس کی قسمت پر چھوڑ دیا۔ اسے کسی معجزے کی توقع تھی کہ دنیا میں ہر امر ممکن ہے۔ اس دنیا میں یقیناً ایک ایسا مرد ہو گا۔ اس میں اتنا جگرا ہو گا کہ وہ شہزادی ر۔میڈلیس کو قبول کر لے گا۔ بہت پہلے امرانتا اسے ایک باعمل عورت بنانے کی ناکام کوشش کر چکی تھی۔ ان بھولی بسری سہ پہروں میں اس کی بھتیجی بمشکل ہی سلائی مشین کے ہتھے کو ہاتھ لگاتی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ شہزادی ر۔میڈلیس انتہائی سادہ ذہن لڑکی ہے۔ "ہم تمہیں لاٹری میں دے رہے ہیں۔" امرانتا کو اتنا یقین ہو گیا کہ مردوں کے الفاظ اسے متاثر نہیں کریں گے۔

بعد میں جب ارسلا نے اصرار کیا کہ وہ دعا میں شریک ہوتے وقت چہرے پر نقاب کیا کرے تو امرانتا نے سوچا کہ یہ تصوفیانہ انداز ہو گا کہ اسے دیکھ کر کوئی بھی لڑکا اس کے دل کے کسی کمزور تار کی تلاش میں گم ہو جائے گا۔ لیکن شہزادی ر۔میڈلیس نے اسے بڑے بے وقوفانہ طریقے سے ریجیکٹ کر دیا۔ ورنہ بہت سی خصوصیات کے سبب وہ کسی شہزادے سے بھی بڑھ کے تھا۔ اس نے تمام امیدیں ختم کر دیں۔ فرنینڈا نے بھی اسے کوئی بات

سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔ جس دن خونی کارنیوال میں شہزادی ر۔میڈلیس نے ملکہ کا لباس پہنا ہوا تھا تو فرنینڈا نے سوچا کہ یہ کوئی بہت غیر معمولی مخلوق ہے۔ جب اس نے ہاتھوں سے کھاتے دیکھا اور وہ کسی بات کا جواب دینے کے قابل تھی اور نہ یہ کوئی سادہ ذہن ہونے کے معجزہ تھا۔ اس نے صرف ایک بات سوچی اور ایک ہی نتیجہ اخذ کیا کہ اس خاندان میں موجود پاگلوں کی عمر لمبی ہوتی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کرنل ارلیانو بوئندا ہمیشہ یہی کہتا کہ شہزادی ر۔میڈلیس ایک معصوم مخلوق ہے۔ ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

تمام لوگوں نے اسے اس کے اپنے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ شہزادی ر۔میڈلیس تنہائی کے صحرا میں اکیلی بھٹکتی پھری۔ اس سفر میں اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ وہ خواب دیکھے بغیر' جوانی کی اور بڑھ رہی تھی۔ غیر ضروری غسل' بغیر شیڈول کے کھانے۔ اس کی گہری اور لمبی چپ' اس کی یادداشت میں کمی۔ بس یہی زندگی تھی۔

مارچ کی ایک سہ پہر میں فرنینڈا باغ میں برانٹ شیٹ کو تہہ کرنا چاہتی تھی۔ اس نے مدد کے لئے گھر کی تمام عورتوں کو بلایا۔ ابھی کام شروع ہوا تھا کہ امرانتا نے محسوس کیا' شہزادی ر۔میڈلیس زرد پڑتی جا رہی ہے۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

شہزادی ر۔میڈلیس شیٹ کا دوسرا کنارہ دبوچ رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ میں عجیب درد تھا۔

"میں نے تو۔" شہزادی ر۔میڈلیس نے کہا۔ "میں نے تو کبھی اپنے آپ کو بہتر محسوس نہیں کیا۔"

ابھی وہ یہ الفاظ کہہ نہیں پائی تھی کہ امرانتا نے ایک ملائم روشنی بڑھتی دیکھی۔ اس کے ہاتھ سے شیٹ نکل گئی اور ہاتھ ہوا میں کھلتے گئے اس نے پیٹی کوٹ کی بیلٹ کسی پراسرار طریقے سے کانپتی ہوئی محسوس کی۔

شیٹ اس کے ہاتھ سے کھنچی جا رہی تھی۔ اس نے شیٹ پکڑنے کی کوشش کی کہ کہیں زمین پر گر نہ جائے۔ جس کو تھامے شہزادی ر۔میڈلیس فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ ارسلا اس وقت تک اندھی ہو چکی تھی لیکن وہ اس پراسرار جھونکے کو محسوس کر کے شانت ہو گئی۔ اس نے شیٹیں ہوا اور روشنی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ شہزادی ر۔میڈلیس درختوں سے اوپر پھڑپھڑاتی شیٹوں کے درمیان ہاتھ ہلاتی فضا میں اٹھتی جا رہی تھی۔

سہ پہر کے چار بجے یہ منظر اختتام پذیر ہو گیا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام رشتے ناطے توڑ کر آسمانوں پر چلی گئی۔ وہاں یادوں کی اونچی پرواز کے پرندے بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔

شریکوں نے گمان کیا کہ بالاخر شہزادی ریمیڈلیس نے شہد کی مکھیوں کی ملکہ کی حیثیت پا لی اور خاندان کے لوگ ہوا کے دوش جانے کی کتھا سنا کر اس کی عزت برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہت زیادہ رد و کدد کے بعد فرنینڈا نے اسے معجزہ مان لیا۔ کافی دنوں تک وہ خدا سے ان شیٹوں کی واپسی کے لئے دعائیں مانگتی رہی۔ بہت سے لوگوں نے اسے معجزہ جانا۔ انہوں نے موم بتیاں جلائیں اور خدا کی وحدانیت کے اور قائل ہو گئے۔

شاید اس معجزہ کی شدت زیادہ دن تک رہتی لیکن کرنل ارلیانو بوئندا کے ارلیانو بیٹوں کی غیر مہذبانہ انتہا پسندی نے یہ دلچسپی ختم کر دی۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا لیکن وہ ایک مخصوص طریقے سے اپنے بیٹوں کی موت کی پیشن گوئی پہلے ہی کر چکا تھا۔

جب اس کے دو بیٹے ارلیانو سیراڈار اور ارلیانو ارکیا ۔ھگڈر کے دنوں ماکوندو میں رہنے کے لئے آئے تو کرنل ارلیانو بوئندا نے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ بستی میں رہ کر کیا کریں گے کیونکہ ایک ہی رات میں یہ بستی ایک خطرناک جگہ بن گئی تھی۔ ارلیانو سنٹینو اور ارلیانو ٹرسٹی نے انہیں اپنے کاروبار میں شامل کر لیا۔ ارلیانو سگندو ان سب کی سرپرستی کر رہا تھا۔ اگرچہ کرنل ارلیانو بوئندا کے ہاں اس انکار کے حق میں دلائل تھے لیکن وہ دلائل اتنے مضبوط نہیں تھے۔

مسٹر براؤن بستی میں پہلی مرتبہ کنورٹیبل کار لے آیا۔ جس کے ہارن کو سن کر کتے بھونکتے ہوئے بھاگ جاتے۔ بوڑھا کرنل اپنے لوگوں کی غلامانہ ذہنیت دیکھ کر بھڑک اٹھا۔ اسے یوں لگا جیسے بستی والوں کے اندر اور باہر کوئی تبدیلی ہو گئی ہے۔ اکثر ان دنوں کو یاد کرتا جب وہ اپنی بیوی بچے چھوڑ کر جنگ میں شامل ہونے کے لئے کاندھوں پر اپنی شارٹ گنیں لے کر آگے تھے۔ نیرلینڈیا کی جنگ بندی کے اعلان کے بعد ماکوندو کی مقامی انتظامیہ ایک بے کار میئر اور سجے دھجے ججوں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ ماکوندو کے مقامی پرامن اور تھکے ہوئے کنزویٹو تھے۔

"یہ تو منحوسوں کی سرکار ہے۔" ایک دن اس نے سپاہیوں کو ننگے پیر جاتے دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں صرف ڈنڈے تھے۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے تبصرہ کیا۔ "ہم نے تو جنگیں بھی

اسی لئے لڑیں۔ ورنہ بات اتنی تھی کہ ہم اپنے گھروں کو نیلا پینٹ نہیں کروائیں گے۔"

بنانا کمپنی کی آمد کے ساتھ ہی مقامی انتظامیہ کی جگہ تشدد پسند غیر ملکیوں نے ماکوندو کا انتظام سنبھال لیا۔ مسٹر براؤن نے انہیں بجلی کی رو کے تاروں کے اندر رکھا ہوا تھا تاکہ وہ اس بڑے اعزاز سے لطف اندوز ہوں اور انہیں ان کے سٹیٹس کے مطابق یہ اعزاز ملا تاکہ وہ مچھر، گرمی اور دوسرے بے انتہا مسائل کا شکار نہ ہوں۔ بوڑھے سپاہیوں کی جگہ بڑی بڑی مونچھوں والے کرائے کے قاتلوں نے لے لی۔

اپنی ورکشاپ میں بند کرنل ارلیانو بوئندا ان تبدیلیوں کے بارے سوچتا رہا۔ تنہائی کے اتنے سال بعد اسے شدید احساس ہوا کہ اب وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کے نزدیک کسی نتیجے تک پہنچے بغیر جنگ بند کرنا غلطی تھی۔ ان دنوں ایک بھولے بسرے کرنل میگنیفسکو وزبل کا بھائی اپنے سات سالہ پوتے کو چوک میں جوس پلانے لایا۔ بدقسمتی سے بچہ ایک سپاہی سے ٹکرایا اور بچے کے ہاتھ سے جوس ایک سپاہی کی یونیفارم پر گر گیا۔ اس جانگلی نے بچے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ دادا نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس کا سر ایک ہی جھٹکے میں تن سے جدا کر دیا۔

پوری بستی نے وہ کٹا ہوا سر دیکھا۔ قریب سے گزرتے ہوئے لوگ اسے گھر چھوڑ آئے اور ایک عورت سر کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی جا رہی تھی۔ بچے کے ٹکڑے ایک تھیلے میں بند تھے۔

کرنل ارلیانو بوئندا کے لئے اب چپ رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس کے اندر وہی غصہ ابھرا جو اس کی جوانی کے دنوں اس وقت ابھرا تھا۔ جب پاگل کتے کے کاٹنے کی وجہ سے حملہ آوروں نے ایک عورت کو مار مار کر قتل کر دیا تھا۔ اس نے اپنے گھر کے قریب کھڑے لوگوں کو دیکھا۔ گہرے دکھ کو مجتمع کیا اور اپنی نفرت اور غصہ ان لوگوں پر اتارا۔ اب اس میں قوت برداشت کم ہو گئی تھی۔

"ایک دن دیکھنا۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "میں اپنے بیٹوں کو مسلح کر رہا ہوں تاکہ ہم ان گھٹیا گرنگو سے جان چھڑا سکیں۔"

اسی ہفتہ کے اندر نامعلوم دہشت گردوں نے پوری ساحلی پٹی میں مختلف جگہوں پر خرگوشوں کی طرح اس کے سترہ بیٹوں کا شکار کیا۔ ان کا نشانہ وہی ماتھے پر راکھ کے کراس تھے۔ ارلیانو ٹرسٹی شام کے وقت اپنی ماں کے ساتھ گھر سے باہر نکل رہا تھا کہ اندھیرے میں

سے ایک رائفل گونجی اور ارلیانو ٹرسٹی کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ ارلیانو سنٹینو ٹیکٹری میں اپنی جھولی میں ملا۔ برف توڑنے والا سوا اس کی بھویں کے درمیان میں ہینڈل تک کھبا ہوا تھا۔ ارلیانو سیرڈار اپنی دوست کو فلم دکھانے کے بعد گھر واپس آ رہا تھا کہ ترکوں والی گلی میں مجمع میں سے کسی نے اس پر گولی چلائی اور وہ ابلتے ہوئے گوشت کے کڑا میں جا گرا۔ قاتل کبھی نہ ملا۔ کچھ دیر بعد کسی نے کمرے کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ ارلیانو ارکیا ایک عورت کے ساتھ سو رہا تھا۔ کوئی باہر سے چلایا۔

"جلدی کرو۔ وہ تمہارے بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں۔" جو عورت اس کے ساتھ تھی، بعد میں اس نے بتایا کہ ارلیانو ارکیا نے بستر سے چھلانگ لگائی۔ دروازہ کھولا تو اس کا استقبال موزر کی گولی سے ہوا جس نے اس کا سر کھول دیا۔

اس رات گھر میں چار میتیں رکھی تھیں اور گھر والے ساری رات جاگنے کی تیار کر رہے تھے۔ فرنینڈا پاگلوں کی طرح ارلیانو سگندو کو ڈھونڈھتی رہی۔ پیٹرا کوٹس نے اسے الماری میں بند کیا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ قتل کرنے کا ان کا حکم ہے جن کے ساتھ کرنل کا کوئی بھی رشتہ ہے۔ اس دوران پوری ساحلی پٹی کی مختلف جگہوں سے ٹیلی گرام ملے جس سے یہ تصدیق ہو گئی کہ نامعلوم وہشت گردوں کا نشانہ صرف کرنل ارلیانو بوئندا کی اولاد تھی۔ جن کے ماتھے پر راکھ کے نشان تھے۔

امرانتا نے رجسٹر نکالا۔ اپنے بھتیجوں کے بارے تمام واقعات لکھے اور جونہی تمام ٹیلی گرام ملے، بڑے بیٹے کے علاوہ اس نے تمام ناموں پر لکیر پھیر دی۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے سب سے بڑے بیٹے کے نام ارلیانو امیاڈر تھا۔ اس کی کالی جلد اور سبز آنکھوں کی وجہ سے سب اسے اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ بڑھئی تھا اور پہاڑوں کے اندر کسی گاؤں میں رہتا تھا۔ اس کی موت کے ٹیلی گرام کے انتظار کے دو ہفتہ بعد ارلیانو سگندو نے اسے اطلاع پہنچانے کے لئے ایک قاصد روانہ کیا کہ اس کو اگر دھمکی کی اطلاع نہیں ملی تو یقیناً اس کے سر پر موت کی تلوار لٹک رہی ہے۔ قاصد یہ خوشخبری لے کر لوٹا کہ ارلیانو امیاڈر محفوظ ہے۔ موت کی رات اس کے گھر دو آدمیوں نے حملہ کیا۔ اس پر گولیاں چلائیں لیکن کراس پر نشانہ لینے میں ناکام ہو گئے۔ وہ صحن کی دیوار پھلانگنے میں کامیاب ہو گیا اور کہیں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں گم ہو گیا جنہیں وہ ہاتھ کی لکیروں کی طرح جانتا تھا۔ وہ انڈین لوگوں سے لکڑی خریدا کرتا تھا۔ انہوں نے دوستی کی لاج رکھی اور اسے پناہ دی۔ اس سے زیادہ اس کے

بارے کوئی خبر نہیں تھی۔

یہ دن کرنل ارلیانو بوئندا کی بدنصیبی کے دن تھے۔ ریپبلک کے صدر نے اسے تعزیتی ٹیلی گرام کیا۔ اعلیٰ سطحی تحقیقات کا وعدہ کیا اور مرحومین کے حق میں دعا کی۔ صدر کے حکم پر میئر چاروں میتوں کو سرکاری طور پر دفن کرنے کے لئے حاضر ہوا اور جنازوں پر پھول چڑھانے چاہے لیکن کرنل ارلیانو بوئندا نے اسے پھول چڑھانے سے منع کر دیا اور پھولوں کو گلی میں رکھنے کا حکم دیا۔ جنازے دفن کرنے کے بعد کرنل ایک سخت قسم کا ٹیلی گرام صدر کے نام بھیجنے کے لئے گیا لیکن ٹیلی گرافر نے ٹیلی گرام بھیجنے سے انکار کر دیا۔ جب وہ اپنے تئیں اسے گالیاں دے چکا تو اس نے وہ ٹیلی گرام بذریعہ ڈاک بھیج دیا۔ اس کی بیوی کی موت کے وقت ایسا ہوا تھا۔ جنگ کے دنوں بھی کئی مرتبہ یہ کہانی دہرائی گئی۔ اس کے قریبی دوست مر گئے لیکن اسے اتنا دکھ کبھی نہیں ہوا تھا۔ اسے اپنے اندھے اور بے سمت غصے کے ساتھ اپنے خصی ہونے' بنجر ہونے اور مر جانے کا احساس ابھرا۔ اس نے فادر انتونیواز ابیل کو بھی نہیں بخشا جس نے اس کے بیٹوں کے ماتھوں پر ان مٹ راکھ سے کراس بنائے تھے تاکہ وہ اپنے دشمنوں میں صاف پہچانے جائیں۔ اپنی کمزور منطق کے ذریعے حالات کی کڑیاں نہیں ملا سکتا تھا۔ اس نے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی صفائی پیش کی۔

ایک سہ پہر وہ پیالی لے کر گھر آیا جس میں اس بدھ اس نے راکھ بنائی اور پورے خاندان کو لگائی تھی۔ لیکن بدقسمتی کا کیا کیجئے ورنہ یہ صرف پانی سے دھو کر صاف کی جا سکتی تھی۔ بدقسمتی اور خوف اتنا جاگزین تھا کہ فرنینڈا نے بھی اس راکھ کو اپنے ماتھے پر لگانے کی اجازت نہیں دی اور نہ پھر کبھی بوئندا خاندان "راکھ کے بدھ" پر دوبارہ الٹار ریل کے سامنے جھکا۔

کرنل ارلیانو بوئندا عرصہ تک چپ میں ڈوبا رہا۔ اس نے نقرئی مچھلیاں بنانی بند کر دیں۔ وہ مشکل سے کھانا کھاتا اور گھر میں گھومتا رہتا۔ اپنا کمبل گھسیٹتے ہوئے جیسے نیند میں چل رہا ہو۔ وہ غصہ میں اپنے آپ کو چباتا رہتا۔

تین ماہ کے اندر اس کے بال راکھ ہو گئے۔ اس کی گھنی مونچھیں بے رنگ ہونٹوں پر لٹک گئیں لیکن اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ ان آنکھوں سے وہ لوگ خوف زدہ ہو گئے جنہوں نے اسے پیدا ہوتے دیکھا تھا۔ پھر اسے اعلیٰ حیثیت میں دیکھا۔ اس کے اندر بے انتہا غصہ تھا۔ لامحدود دکھ تھا۔ اس کی بچپن سے مستقبل بینی کی حس جو اسے ہمیشہ ہر خطرے سے

آگاہ کرتی تھی۔ اس کی رہنمائی کرتی تھی۔ دوسرے وطن میں، خطرناک راستوں سے بچاتی تھی۔ اسے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ وہ حس ختم ہو چکی تھی۔ وہ ختم ہو گیا۔ ایک عجیب و غریب دنیا میں بھٹک گیا جہاں وہ ناامید رہتا۔ اس سے کوئی بھی ذرا برابر محبت نہیں کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اس نے ملکیادیس کا کمرہ کھولا اور دیر تک جنگ سے قبل کی باقیات دیکھتا رہا۔ اب وہاں صرف ٹوٹی پھوٹی چیزیں رہ گئی تھیں۔ ضائع شدہ گولیاں پڑی تھیں۔ اتنے سالوں سے بند کتابیں جسے کسی نے نہیں پڑھا۔ ان پر جلدیں چڑھی ہوئی تھیں۔ نمی نے ان کتابوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ایک بدرنگا پھول ابھی باقی تھا۔ اس کمرے میں ہوا خاصی تازہ تھی لیکن یادوں کی ناقابل برداشت بو تیر رہی تھی۔ ایک صبح اپنے مرحوم شوہر کے گھٹنوں پر سر ٹیک کر شاہ بلوط کے درخت کے نیچے ارسلا رو رہی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئنڈا اس گھر کا واحد مکین تھا جس نے اس طاقت ور بوڑھے کی طرف کبھی نہیں دیکھا تھا جو ادھی صدی قبل کھلی فضا میں زندگی سے لڑتا رہا۔"

"اپنے باپ کو سلام کرو۔" ارسلا نے اسے کہا۔

وہ شاہ بلوط کے سامنے لحہ بھر کے لئے رکا۔ اس خالی جگہ کو دوبارہ دیکھا لیکن یہ جگہ اس کے دل سے کوئی تعلق نہ بنا سکی۔

"کیا کہتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بہت اداس ہے۔" ارسلا نے جواب دیا۔ "کیونکہ وہ سوچتا ہے کہ تم مرنے والے ہو۔"

"اسے کہو۔" کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جب کسی انسان کو مرنا چاہیے۔ اس وقت نہیں مرتا لیکن جب نہ چاہے۔ اس وقت مر جاتا ہے۔"

اس کے مرحوم باپ کی اس بات نے اسے اندر سے ہلا دیا اور اس کے اندر کا فخر لرز گیا۔ طاقت کے احساس میں بھی دراڑ پڑ گئی۔ اس نے ہانپتے ہوئے ارسلا سے پوچھا کہ اس نے سونے کے وہ سکے کہاں پر صحن میں دفن کئے تھے جو سینٹ جوزف کے مجسمہ سے برآمد ہوئے تھے۔

ارسلا نے رٹے ہوئے پرانے سبق کو مضبوطی سے دہرایا۔ "ایک دن۔" اس نے کہا۔ "ان سکوں کی قسمت کا مالک لوٹے گا۔ وہ ہی انہیں نکال سکتا ہے۔" کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ ایک مہذب شخص انتہائی پریشانی کے عالم میں دفینہ کے لئے کہہ رہا تھا لیکن وہ دفینہ اتنی

مقدار میں بھی نہیں تھا کہ سرکار سے ٹکر لینے کے لئے استعمال ہوتا یا اس سے ابتدائی کام لیا جا سکتا۔ یہی پاگل پن تھا کہ اس دفینہ کا صرف سن کر ارلیانو سگندو کافی دیر تک مزے لیتے رہا۔ کرنل اپنے پرانے دوستوں سے مدد کے لئے جا کر ملا جو اس سے ملنے کی بجائے چھپ جاتے تاکہ اس کا سامنا نہ کرنا پڑے اور انہیں دنوں اس نے یہ سنا کہ لبرل اور کنزرویٹو میں آج کل صرف یہی ایک فرق ہے کہ لبرل دعائے ربانی کے لئے پانچ بجے جاتے ہیں اور کنزرویٹو آٹھ بجے۔"

اس نے چندہ اس طور سے مانگا۔ اس طریقے سے بھیک مانگی کہ وہ اپنے مقام اور حیثیت سے بھی گر گیا۔ کچھ ادھر سے' کچھ ادھر سے' تھوڑا تھوڑا کر کے بالآخر اس نے آٹھ ماہ میں اتنی زیادہ اکٹھی کر لی جتنی کہ ارسلا نے دفن کی ہوئی تھی۔ پھر وہ کرنل گرینلڈو مارکیز سے ملنے گیا تاکہ جنگ شروع کرنے کے لئے اس کو تیار کرے۔

ایک زمانہ تھا کہ جب واقعی کرنل گرینلڈو مارکیز فالج زدہ ہونے کے باوجود اپنی کرسی پر بیٹھ کر بغاوت کے تار ہلا سکتا تھا۔ نیرلینڈیا کی جنگ بندی کے بعد' جب کرنل ارلیانو بوئندا نے نقرئی مچھلیوں میں پناہ لی تو اس کا ان افسروں کے ساتھ رابطہ باقی رہا جو شکست کے آخری لمحہ تک وفادار رہے تھے۔ ان کے ساتھ روا رکھی گئی روزانہ کی بے عزتی اور بے مروتی کی جنگ' مقدمہ بازی' وعدہ خلافیوں کی تنبیہ' پنشن کا مسئلہ' یا پھر کل آنا۔ آج' تھوڑی دیر بعد۔ ہم آپ کا کیس پوری توجہ سے پڑھ رہے ہیں۔ وہ اس عذاب میں ان کے ساتھ رہا۔

جنگ "آپ کے تابعدار" تک کہیں گم ہو گئی۔ یہ افسران کی ضد تھی کہ وہ تاحیات پنشن سے دست بردار ہوں۔ بیس سالہ خونی جنگ نے انہیں اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا اس روحانی تکلیف کی گھٹیا جنگ نے پہنچایا۔ یہاں تک کہ کرنل گرینلڈو مارکیز جو تین مرتبہ قاتلانہ حملوں سے معجزانہ طور پر بچ گیا۔ پانچ مہلک زخموں کے باوجود موت کو شکست دی۔ بہت سی لڑائیوں میں محفوظ رہا۔ وہ بھی انتظار کے عذاب میں پھنس کر رہ گیا اور بڑھاپے کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔

کرائے کے مکان میں پڑا ہیرے کی شکل کی روشنی میں وہ امرانتا کے بارے سوچتا رہتا۔ ان کے بارے جو آخری مکتوب اخبار میں چھپا تھا۔ اس تصویر میں وہ کسی نامعلوم ریپبلک کے صدر کے ساتھ بے شرمی سے منہ اٹھائے کھڑے تھے۔ اس نے انہیں "تحفتاً" بٹن دیئے تھے تاکہ وہ انہیں کوٹ میں لگائیں اور انہیں وہ خون میں لتھڑا جھنڈا اور بارود لوٹا دیا تاکہ وہ

انہیں تابوت پر رکھ سکیں۔ باقی تمام' عزت دار لوگ تالیوں کے سایے میں محض ایک خط کا انتظار کر رہے تھے۔ بھوک سے مر رہے تھے۔ چیتھڑوں میں ملبوس' عمر کے آخری حصے کے عذاب میں مبتلا' اپنی جھوٹی شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے تاکہ جب کرنل ارلیانو بوئندا انہیں کبھی نہ ختم ہونے والی اس آگ میں جھونکے تو وہ چل سکیں۔ جس کی دشمن سرکار بے ایمانگی' کرپشن اور سکینڈلز میں ملوث تھی اور غیر ملکی لوگوں کے ذریعے حکومت چلا کر لوگوں کو جلا رہی تھی۔

کرنل گرینلڈو مارکیز اپنے جذبات کی شدت نہ روک سکا۔

"ارلیانو۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "یہ تو مجھے پتہ تھا کہ تم بھی بوڑھے ہو گئے ہو لیکن اب لگتا ہے تم جس طرح نظر آتے ہو اس سے کہیں زیادہ بوڑھے ہو گئے ہو۔"

ارسلا کو پچھلے کئی سال سے اس بات کا دکھ تھا کہ وہ جوزے ارکیدو کی مذہبی تعلیم کے لئے زیادہ وقت نہیں دے پائی۔ اب اس نے جوزے ارکیدو کی گریجویشن کی تیاری کا فیصلہ کیا۔ اس کی بہن میمی کا زیادہ تر وقت فرنینڈا کی سختی اور امرانتا کی تلخ باتوں میں گزرتا۔ وہ اب کسی نن سکول میں داخلے کی عمر کو پہنچ چکی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ان کی تربیت بھی اس کے ذہن میں آہستہ آہستہ اپنے اثرات چھوڑتی رہے گی۔ ارسلا تربیت کے بارے کچھ شکوک و شبہات کا شکار تھی ورنہ وہ اس معصوم روح کی تربیت خود کرتی۔ اس نے اپنی ڈگمگاتی عمر میں اپنے سر الزام نہیں لیا اور کالے بادلوں اور موتیا کی وجہ سے مشکل سے ہی کوئی چیز دیکھ پاتی۔ اگر وہ کسی چیز کو اچھی طرح نہ پہچان پاتی تو بڑھتی عمر میں الجھن اور بڑھ جاتی۔

"وقت پہلے زمانے کی طرح نہیں گزرتا۔" وہ کہا کرتی۔

اسے احساس تھا کہ ہر آنے والے دن کی حقیقت اس کے ہاتھ سے پھسلتی جا رہی ہے۔ اس نے سوچا پہلے وقتوں میں بچے جوان ہونے میں زمانہ لیتے تھے۔ اپنے بڑے بیٹے جوزے ارکیدو کے سارے دن کی ضروریات کے لئے اس کا جو کام کرنا پڑتا اسے یاد تھا۔ وہ بڑا ہو کر خانہ بدوشوں کے ساتھ نکل گیا۔ جب وہ لوٹا تو اس کے بدن پر سانپوں کی طرح کے نشان کھدے ہوئے تھے۔ وہ کسی جوتشی کی طرح باتیں کرتا۔ یہ بھی ہوا کہ امرانتا اور جوزے ارکیدو اپنی مادری زبان بھول گئے۔ وہ مقامی انڈین زبان بولتے پھر انہوں نے ہسپانوی زبان سیکھ لی۔ وہ دن بھی آیا کہ جوزے ارکیدو بوئندا شاہ بلوط کے درخت کے نیچے سورگ باشی ہوا۔ سارا دن اس کی موت کے غم میں گزرتا۔ پھر گولی لگنے کی وجہ سے کرنل ارلیانو بوئندا جاں بلب تھا۔ اتنی بڑی جنگ میں تکلیف اٹھانے کے باوجود اس کی عمر پچاس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اس زمانے میں تمام دن میٹھی گولیاں بنانے کے بعد بھی اتنا وقت مل جاتا کہ وہ بچوں

مکمل توجہ دے سکتی تھی۔ جب ان تمام کی آنکھیں خراب ہو جاتیں تو وہ کیسٹرائل کے چند قطرے ڈال دیتی۔ اب اس کے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا اور ننھا جوزے ارکیدو صبح سے شام تک اس کی ڈھاک پر سوار رہتا۔ وقت کی اس گھٹیا گزران کی وجہ سے اس کا دل چاہتا کہ وہ ہر کام ادھورا چھوڑ دے۔ حقیقت یہ تھی کہ ارسلا نے عمر کے خلاف مزاحمت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس نے عمر کا اندازہ لگانا بھی ختم کر دیا۔ وہ ہر اور جھنجھٹ میں پھنسی ہوئی تھی۔ وہ ہر اجنبی سے سوال کرتی۔ آیا جنگ کے دنوں کوئی سینٹ جوزف کا مجسمہ یہاں امانتاً" بارشیں رکنے تک چھوڑ گیا تھا۔ کسی کو اس مجسمہ کے بارے علم نہیں تھا۔

پھر اس کی نظر کمزور ہونا شروع ہوئی اور پچھلے کئی سالوں سے وہ بستر سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔ سادہ سی بات تھی کہ وہ زندگی کے اس گندے پہلو سے شکست کھا چکی تھی لیکن کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کی نظر بند ہو چکی ہے۔ جوزے ارکیدو کی پیدائش کے وقت پہلی مرتبہ یوں لگا کہ شاید یہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے ہو۔ اس نے چھپا کر ہڈیوں کے گودے کا سیرپ پیا اور آنکھوں میں شہد ڈالی لیکن جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس کی دنیا اندھیرے میں ڈوب رہی ہے۔ جب پہلی مرتبہ بلب جلایا تو وہ اس ایجاد کے بارے کچھ نہ کہہ پائی کیونکہ اس نے بہت ہی مدھم سی روشنی دیکھی۔ اس نے کسی کو اپنی آنکھوں کے بارے نہ بتایا کیونکہ اس نے سوچا شاید لوگوں میں اس کی بے مقصدیت ظاہر ہو جائے گی۔

اس نے چیزوں کے فاصلے اور لوگوں کی آوازوں کے بارے اپنی یادداشت کے سہارے چپ چاپ سیکھنا شروع کر دیا اور بعد میں بو کی مدد سے "پہچان" کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ اور یہ طاقت جسامت اور رنگ سے بہتر تھی۔ اپنی شکست تسلیم کرنے کی شرمندگی سے یہ بہت بہتر تھا۔ اسے سفید موتیا تھا لیکن کمرے کے اندھیرے میں وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی۔ بٹن لگا لیتی۔ اسے دودھ ابلنے کا پتہ چل جاتا۔ اسے ہر چیز کی جگہ کے تعین کا اتنا یقین تھا کہ وہ بھول گئی کہ وہ اندھی ہو چکی ہے۔ ایک مرتبہ فرنینڈا کی شادی کی انگوٹھی گم ہو گئی اور اس نے گھر اتھل پتھل کر دیا۔ ارسلا نے انگوٹھی کو بچوں کے کمرے سے ڈھونڈھ لیا۔ وہ شیلف پر دھری تھی۔ سادہ سی بات تھی۔ جب تمام لوگ بے احتیاطی کر رہے تھے۔ وہ اپنے دوسرے حواس کی مدد سے ڈھونڈھ رہی تھی۔ کسی نے کبھی اس کے بارے نہیں سوچا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے جان لیا کہ گھر کا ہر بندہ بغیر محسوس کئے روزانہ ایک ہی رستے سے

گزرتا ہے۔ اس کا ایکشن بھی ایک ہی ہے اور تقریباً ہر گھنٹہ بعد اپنے الفاظ دہراتا ہے۔ جب وہ اپنی لگی لپٹی روٹین سے ہٹے تو کوئی نہ کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔

جب اس نے فرنینڈا کی پریشانی کے ے سنا کہ انگوٹھی گم ہو گئی ہے تو ارسلا نے اندازہ لگایا کہ فرنینڈا نے اپنے روٹین سے ہٹ کر ایک کام کیا تھا۔ اس دن اس نے گدا باہر دھوپ میں سوکھنے کے لئے رکھا تھا کیونکہ رات کو میمی نے بستر خراب کر دیا تھا۔ چونکہ بچے سارا دن گرد اور مٹی میں ادھر ادھر کھیلتے رہتے ہیں۔ ارسلا فرنینڈا کو گیان میں لائی اور ارتکاز کیا کہ فرنینڈا انگوٹھی ایسی جگہ رکھ سکتی ہے جو بچوں کی پہنچ سے دور ہو۔ وہ جگہ صرف شیلف ہو سکتی ہے۔ ورنہ فرنینڈا انگوٹھی اپنی روزانہ کے چلنے پھرنے کی جگہوں اور راستوں میں ڈھونڈھ چکی تھی۔ اسے علم نہیں تھا کہ گم شدہ چیزوں کی پھلور روٹین کی عادتوں سے ہٹ کر چھپی ہوتی ہے۔ اسی لئے انہیں ڈھونڈھنا مشکل ہوتا ہے۔

جوزے ارکیدو کے بڑا ہونے کی وجہ سے گھر میں چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں آئیں اور اپنے طور پر انتہائی الرٹ رہنے کے تھکا دینے والے کام نے ارسلا کی بہت مدد کی۔ جب امرانتا بیڈ روم میں سینٹ کے مجسموں کو لباس پہنا رہی تھی تو اس نے لباس کا رنگ جانچنے کے لئے لڑکے سے سوال پوچھنے کا بہانہ بنایا۔

"دیکھو۔" ارسلا نے کہا۔ "ذرا یہ بتاؤ' ار چنجل رافیل نے کون سے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔"

اس طرح بچے نے اسے وہ تمام رنگ بتا دیئے جو وہ آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتی تھی اور جب وہ پڑھنے کے لئے جانے لگے تو ارسلا سینٹ کی جسامت کی بنیاد پر کپڑے پہچان لیتی۔ بعض اوقات اس سے ان جانے حادثات سرزد ہو جاتے۔ ایک سہ پہر امرانتا پورچ میں بگونیا کے نیچے بیٹھی کشیدہ کاری کر رہی تھی۔ ارسلا اس پر جا گری۔

"خدا کے لئے۔" امرانتا چیخ پڑی۔ "دیکھو۔ کہاں جا رہی ہو۔"

"یہ تمہاری غلطی ہے۔" ارسلا نے کہا۔ "تم جس جگہ پر بیٹھا کرتی ہو۔ آج وہاں نہیں بیٹھیں۔"

اسے اپنی بات پر یقین تھا۔ اسے یہ بھی احساس ہوا کہ اس بارے کسی کو جان کاری نہیں کہ پورا سال سورج اپنی جگہ بدل کر ابھرتا رہتا ہے۔ تو اس نے اندازہ لگانا شروع کر دیا

کہ جو شخص پورچ میں بیٹھتا تھا۔ اس نے بغیر احساس کئے آہستہ آہستہ اپنی جگہ بدلنی شروع کر دی ہے۔ اس نے وہ تاریخیں یاد رکھنا شروع کر دیں کہ روز امرانتا کون سی جگہ بیٹھتی ہے۔ اس کے ہاتھ کانپتے تھے۔ اس کا قد چھوٹا تھا اور اس کا ہر جگہ پھرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ایک زمانہ تھا جب پورے گھر کا بوجھ اس کے کاندھوں پر تھا لیکن آج وہ اپنے پیروں کا بوجھ مشکل سے اٹھا پاتی۔ اس کمزوری اور تنہائی میں بھی اس کے پاس سوچنے اور بات کو سمجھنے کی وہ طاقت تھی کہ خاندان میں ہونے والی معمول کی باتوں سے بہت کچھ اخذ کر لیتی۔ وہ حقائق پر بہت واضح تھی۔ ایسے حقائق جنہیں پہلے زمانہ کی مصروف زندگی نے اسے دیکھنے اور محسوس کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

وہ جوزے ارکیدو کو سکول بھیجنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ گھر میں ارسلا زندگی کے بارے خاص خاص باتیں کئی بار تفصیل سے بتا چکی تھی۔ جو ماکوندو کے بسنے کے وقت سے اس گھر میں پہلے ہی دیکھ چکی تھی۔ اب اس کے خیالات مکمل طور پر بدل چکے تھے کہ سب اولاد اس کی مرہون منت ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ کرنل ارلیانو بوئندا کی خاندان کے ساتھ محبت ختم نہیں ہوئی۔ وہ جنگ کی وجہ سے سخت دل ہو گیا ہے۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے محبت نہیں کی تھی۔ نہ اپنی بیوی ر۔میڈلیس سے' نہ ایک رات گزارنے والی بے شمار عورتوں سے۔ وہ اپنے بیٹوں سے بھی محبت کا اظہار نہ کرتا۔ ارسلا کا خیال تھا کہ آئیڈیلزم کے بغیر اتنی جنگیں نہیں لڑی جا سکتیں۔ ہر ایک یہی سوچتا کہ شاید وہ تھکاوٹ کا شکار ہوا تھا اور اس کی فتح اور شکست ایک خاص اور شرک تک کی انا کی وجہ سے تھی۔ ارسلا کو یقین سا ہونے لگا کہ وہ ایک ایسا بیٹا ہے جس کے لئے اس نے اپنی زندگی نذر کی تھی لیکن وہ محبت کے جذبات سے عاری ہے۔ ایک رات جب وہ ابھی کوکھ میں تھا تو ارسلا نے اسے روتے سنا۔ رونے کی آواز سن کر جوزے ارکیدو بوئندا جاگ اٹھا۔ وہ خوش تھا کہ اس کا بیٹا مادر زاد ولی ہے۔ بستی والوں نے کہا' پیغمبر ہو گا۔ ارسلا خوف زدہ تھی کہ کہیں سور کی دم کی طرف اشارہ تو نہیں۔ اس نے خدا سے دعا کی کہ وہ کوکھ میں ہی مر جائے لیکن اس کی بڑھتی ہوئی عمر نے اسے دیکھنے کی خواہش مانگی۔ ارسلا نے اتنی مرتبہ یہ بات کہی کہ ماؤں کی کوکھ میں بولنے والے بچے مادر زاد ولی ہوتے ہیں اور نہ پیغمبر بلکہ یہ تو محبت سے عاری ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

اپنے بیٹے کے امیج کو خراب کرنے پر فوراً" یہ خیال آیا کہ وہ جذبات کی رو میں بہہ گئی تھی۔ وہ امرانتا کی سخت مزاجی سے بھی خوفزدہ تھی۔ جس کے اندر عمر کے ساتھ ساتھ تلخی بڑھتی گئی اور آخری تجربے میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ اس دنیا کی سب سے زیادہ محبت کرنے والی ہے۔ انتہائی سادہ اور صاف دل۔ اس نے جو سزا پیٹرو کریسی کو دی عام تاثر کے برعکس۔ وہ سزا کی خواہش نہیں تھی اور نہ ہی اس نے آہستہ آہستہ اسے قتل کیا۔ جس طرح کرنل گرینلڈو مارکیز کی زندگی تباہ کی۔ وہ بھی شاید کسی تلخی کا سبب نہ تھی بلکہ وہ دونوں عمل شدید محبت اور بے انتہا نفرت کے درمیان کوئی کیفیت تھی۔ امرانتا کے اندر ایک غیر واضح خوف تھا جس کی وجہ سے امرانتا کا دل ہمیشہ دکھی رہتا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ارسلا نے رابیکا کا نام لینا شروع کیا۔ اسے پرانی محبت کے ساتھ اس کی یاد سی آئی۔ اس یاد میں پچھتاوا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ رابیکا نے صرف اس کا دودھ نہیں پیا تھا ورنہ اولا کا اپنا حصہ لیا۔ ان دیواروں کی سفیدی میں۔ اس کی رگوں میں صرف ارسلا کا خون نہیں دوڑ رہا تھا۔ اس کے اندر اجنبی لوگوں کا خون ہے جن کی ہڈیاں قبر میں ترخ رہی ہیں ورنہ رابیکا بے حد پیار کرنے والی تھی۔ بے حد حوصلہ مند تھی۔ ایسی لڑکی جیسا وہ چاہتی تھی۔

"رابیکا۔" وہ دیواروں کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا کرتی۔ "ہم نے تمہارے ساتھ بہت زیادتیاں کیں۔"

ارسلا نے جب ارچینجل گبریئیل کی طرح اپنا دایاں بازو اٹھا کر چلنا شروع کیا تو گھر والوں نے سوچا کہ اب اس کا ذہن صحیح طور پر کام نہیں کرتا۔ لیکن فرنینڈا نے خیال کیا کہ اس بے راہ روی کے دور میں ارسلا روشن ضمیری کی علامت ہے۔ ارسلا بیٹھے بیٹھے انہیں بتا دیتی کہ پچھلے سال گھر میں کتنی رقم خرچ ہوئی۔ امرانتا بھی اس خیال سے متفق تھی۔ ایک دن ارسلا کچن میں سوپ گرم کر رہی تھی۔ یہ دیکھے بغیر کہ کوئی اس کی بات سن رہا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا کہ جوزے ارکیدو کے دنیا کے پینسٹھویں چکر سے پہلے اس نے جو کارن گرانڈر پکھی واسوں سے لیا تھا اور اس وقت گم ہو گیا تھا۔ وہ پیلار ترنیرا کے گھر میں ہے۔ اس بات کو سو سال ہو چکے تھے۔ پیلار ترنیرا موٹاپے کے باوجود صحت مند اور پھرتیلی تھی۔ بعض اوقات اس کے قہقہے سے بچے تو کیا بطخیں بھی ڈر جاتیں۔ پیلار ترنیرا کو اس بات پر کوئی

پریشانی نہیں تھی کہ ارسلا صحیح کہہ رہی ہے۔ اس کا اپنا تجربہ اسے بتا رہا تھا کہ بڑھاپا تاش کے پتوں سے زیادہ سمجھدار ہے۔

ارسلا نے جان لیا کہ اب اس کے لئے ممکن نہیں کہ وہ جوزے ارکیدو کو چھٹیوں میں تربیت دے سکے تو اس نے اپنی اس بے چینی کی وجہ سے اپنے آپ کو حالات کی رو میں بہنے دیا۔ بعض اوقات اس سے غلطیاں سرزد ہو جاتیں۔ وہ اپنے اندر کے سوجھلے سے دنیا دیکھتی تو اسے اور صاف شفاف نظر آتی اور جب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی تو کہیں نہ کہیں کام میں رکاوٹ آ جاتی۔ ایک مرتبہ اس نے سیاہی کی دوات لڑکے کے سر پر گلاب کا عرق سمجھ کر انڈیل دی۔ اسے ہر کام میں ہاتھ ڈالنے کی اتنی عادت پڑ چکی تھی کہ گندے مذاق اور قہقہوں نے اسے اندر سے توڑ پھوڑ دیا۔ اس نے ان سایوں سے جان چھڑانے کی کوشش کی جو لکڑی کے جالوں کی طرح اسے لپیٹ رہے تھے۔ اس کی ایسی بے عزتی اور گستاخی اندھیرے کی پہلی فتح نہیں تھی بلکہ وقت ہی اسے سزا دے رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ جب خدا نے سال اور مہینے اس طرح نہیں بنائے تھے جیسا ترک کہا کرتے تھے بلکہ ان کا کوئی اور پیمانہ تھا۔ اب چیزیں بھی مختلف تھیں۔ اب نہ صرف بچے تیزی سے بڑے ہوتے تھے بلکہ ان کے جذبات اور احساسات بھی مختلف طریقے سے ابھرتے تھے۔ شہزادی ر۔میڈیس اپنے جسم اور روح سمیت جنت سدھائی۔ فرنینڈا چبا چبا کر باتیں کرتی کہ اس کی چادریں بھی ساتھ چلی گئیں۔ ارلیانو کے بیٹوں کی قبریں ابھی خشک نہیں ہوئی تھیں۔ ارلیانو سگندو نے دوبارہ گھر میں بتیاں جلا لی تھیں۔ وہ شراب پی کر غل غپاڑہ کرتا' اکارڈین بجاتا رہتا۔ گویا کتے مرے ہوئے ہوں' انسان نہ مرے ہوں۔ ایسے پاگلوں کے گھر کے لئے اسے بہت زیادہ سر دردی لینا پڑی۔ ایسی باتیں یاد کرتے ہوئے وہ جوزے ارکیدو کے ٹرنک میں سامان ترتیب سے رکھ رہی تھی۔ وہ پریشان تھی کہ وہ بس ایک مرتبہ مرجائے اور انہیں قبر پر مٹی ڈالنے کا موقع مل جائے۔ اس نے خدا سے پوچھا کہ اگر وہ یقین بھی کرے کہ لوگ تو لوہے کے بنے ہوئے ہیں۔ ظلم و زیادتی اور مشکلات برداشت بھی کر لیتے ہیں۔ بار بار کی تکرار میں وہ الجھ گئی۔ اس کے ذہن میں شدید خواہش ابھری کہ وہ کسی اجنبی کی طرح دوڑتی ہوئی جائے اور کم از کم ایک لمحہ کی ہی بغاوت کر لے۔ اور یہ لمحہ اتنے وقت پر اتنا محیط ہو جائے اور اتنی مرتبہ یہ لمحہ پھیلے کہ اس دوران وہ تمام پر لعنت بھیجے۔ اپنے دل سے گندے الفاظ اور گالیوں کا ذخیرہ

نکالے جو انہیں ایک صدی کی مضبوط وابستگی کی وجہ سے برداشت کرنا پڑے۔

"لعنت ہو۔" وہ چلائی۔

امرانتا ٹرنک میں کپڑے تہہ در تہہ رکھ رہی تھی۔ اس نے سمجھا بچھو نے کاٹ لیا ہے۔

"کہاں ہے۔" اس نے ڈر کے پوچھا۔

"کیا؟"

"کیڑا۔"

ارسلا نے دل پر انگلی سے اشارہ کیا۔

"یہاں۔"

جمعرات دوپہر کے دو بجے جوزے ارکیدو پڑھنے چلا گیا۔ ارسلا اسے ہر وقت یاد کرتی۔ جب اس نے خدا حافظ کہا۔ ارسلا بہت غمگین ہو گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ جوزے ارکیدو نے اسے بتایا تھا کہ اس نے اس جھلتی گرمی میں سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے۔ تانبے کے بٹن ہیں اور کلف زدہ بو اس کی گردن کے سامنے چمٹی ہوئی ہے۔ جب وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلا تو گلاب کے عرق سے کمرہ مہک رہا تھا۔ یہ گلاب کا عرق ارسلا نے اس کے سر پر ڈالا تھا تاکہ ارسلا اسی خوشبو کے ذریعے اس کی گھر میں موجودگی کا اندازہ لگاتی رہے۔

جب وہ تمام آخری کھانا مل کر کھا رہے تھے تو سب گھر والے اداسی اور دکھ کو اپنی خوشی کے تاثرات میں چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ فادر انتونیوازابیل کے کہے ہوئے الفاظ پر خوش ہو رہے تھے لیکن جب انہوں نے ویلوٹ میں لپٹے چاندی کے کونوں والے ٹرنک کو اٹھایا تو انہیں یوں لگا جیسے وہ تابوت اٹھا رہے ہوں۔ صرف ایک شخص نے اس الوداعی پارٹی میں شمولیت سے انکار کر دیا اور وہ کرنل ارلیانو بوئندا تھا۔

"بس ہم میں صرف ایک شخص کی کمی رہ گئی تھی۔" اس نے کہا۔ "اور وہ کمی تھی ایک عدد پوپ کی۔"

تین مہینے بعد ارلیانو سگندو اور فرنینڈا نے میمی کو بھی سکول بھیج دیا۔ وہ گھر میں ایک کلاوی کارڈ لے آئے اور اسے پیانو کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ اس وقت امرانتا نے اپنا کفن سینا

شروع کر دیا۔ بنانا فیور ختم ہو چکا تھا۔ ماکوندو کے قدیم باشندے نئے آنے والے لوگوں میں گھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنے قیمتی وقت کی بدولت قیمتی ذرائع سخت محنت سے سینچ رہے تھے۔ پھر بھی وہ کسی بحری جہاز میں سوار آرام اور سکون کی سی زندگی گزارتے۔ گھر اب بھی مہمانوں سے بھرا رہتا۔ بنانا کمپنی ماکوندو چھوڑ گئی پھر بھی گھر کی پرانی روٹین دوبارہ سیٹ نہ ہو سکی۔ تاہم گھر کی روایتی مہمان نوازی میں واضح تبدیلیاں آ چکی تھیں کیونکہ اب گھر پر فرنینڈا کا حکم چلتا تھا۔ ارسلا محض سایوں کے ذریعے زندہ تھی۔ امرانتا اپنا کفن سینے میں گم تھی۔ سابقہ ملکہ حسن کو اپنی پسند کے مہمان بلانے کی آزادی تھی۔ وہ سخت اصول نافذ کرتی۔ یہ اصول اس کے والدین نے اسے سکھائے تھے۔ اس کی اس سختی نے اس گھر کو پوری بستی میں سب سے قدیم اور بااصول گھر بنا دیا اور باہر کے لوگ اپنی قسمت ضائع کرتے لیکن فرنینڈا کے بارے کوئی سوال نہ پوچھا جاتا۔ خود اس کا دیور جوزے ارکیدو اس کے متعصبانہ حسد کا شکار تھا کیونکہ جوانی کے دنوں کی طرح اس نے دوبارہ مرغ لڑانا شروع کر دیئے تھے۔ وہ بنانا کمپنی میں بطور فورمین کام کرتا تھا اور فرنینڈا کے نزدیک اچھے لوگ وہی تھے جو بنانا کمپنی میں کام نہ کرتے تھے۔

فرنینڈا نے کہا۔ ”اس وقت تک وہ اس گھر میں قدم نہ رکھے۔ جب تک وہ غیر ملکیوں کے جوتے درست کرتا ہے۔“

اس قسم کی تنگ نظری گھر میں چلتی تو ارلیانو سگندو پیٹرو کوٹس کے ہاں زیادہ سکون محسوس کرتا۔ اپنے ذہنی بوجھ کو ہلکا کرنے کا بہانہ کر کے وہ بھاگ نکلا۔ اس کا اصرار تھا کہ اپنی بیوی کا بوجھ کم کرنا چاہتا ہے اور جانوروں کی افزائش نسل بھی کم ہو رہی ہے۔ اسی بہانے اس نے اپنا گودام، دوسرا سامان بھی اٹھوا لیا۔ پھر پارٹیاں بھی وہیں ہونے لگیں۔ سب سے بڑی بات کہ فرنینڈا کے گھر میں سردی زیادہ تھی۔ پھر اس کا چھوٹا سا دفتر بھی ادھر ہی چلا گیا۔ فرنینڈا کو خاوند ہوتے ہوئے اپنی بیوگی کا احساس ہوا لیکن اب معاملات کو پہلے کی طرح کی حالت میں واپس لانے میں دیر ہو چکی تھی۔ ارلیانو سگندو بمشکل ہی گھر میں کھانا کھاتا۔ وہ گھر میں صرف بیوی کے ساتھ ہم بستری کے لئے ہی آتا۔ کسی کو اس عمل سے قائل نہیں کیا جا سکتا۔

ایک رات بے احتیاطی کے بعد وہ پیٹرا کوٹس کے بستر پر پڑا تھا لیکن توقع کے خلاف

فرنینڈا نے اس کے بارے کوئی خبر رکھی اور نہ کوئی طوفان کھڑا کیا بلکہ اس نے کپڑوں کے دو ٹرنک بھی بھجوا دیئے۔ اس نے حکم دیا کہ یہ سامان دن کی روشنی میں گلیوں میں سے لے کر جائیں تاکہ ہر ایک انہیں دیکھ سکے۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا خاوند یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکے گا اور سر جھکا کر لوٹ آئے گا لیکن یہ تو یہاں کے ہیرو کا سا کردار تھا۔ ابھی تک فرنینڈا یہاں کے خاوند کا کردار سمجھ پائی تھی اور نہ ہی یہاں کے سماج کے ایسے کردار کو۔ اس کے اپنے شہر میں اور اس کے والدین کے درمیان ایسا کبھی نہیں ہوا تھا لیکن بستی کے جس شخص نے بھی ٹرنک جاتے ہوئے دیکھے۔ یہ تبصرہ کیا کہ کہانی کا عروج ہے۔ کہانی کا ہر موڑ ہر ایک کے علم میں تھا۔

ارلیانو سگندو نے اپنی آزادی کا جشن منایا اور یہ پارٹی تین دن جاری رہی۔ اس کی بیوی کی بدقسمتی تھی کہ وہ عمر کے اداس سے پختہ پن میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے اندر وہی شاہانہ لباس کی کروفر' پرانے زمانے کے میڈل' اس کے حسن کا غرور' وہ اسی پر اترا رہی تھی۔ وہ پیڑا کوٹس پر اپنی دوسری جوانی کا ٹھپا چاہتی تھی۔ اس نے قدرتی ریشم کے لباس پہنے۔ دھاری دار آنکھیں چمکتیں۔ ارلیانو سگندو نے پہلے کی طرح اسے جوانی کا احساس دلایا۔ پیڑا کوٹس اس سے زیادہ محبت نہیں کرتی تھی کیونکہ پیڑا کوٹس کا اس کے بھائی سے بھی تعلق رہا تھا۔ اس کا تعلق ایک ہی وقت میں دونوں بھائیوں سے رہا تھا اور وہ تفریق نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے سوچا کہ خدا نے اسے موقع دیا ہے کہ اس کا تعلق ایسے مرد سے ہے جو دو مردوں کے برابر اس سے پیار کرتا ہے۔ ایسا جذبہ اتنا شدید تھا۔ اتنا طاقتور تھا کہ کئی مرتبہ وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے۔ کھانا تیار رکھا ہے اور ایک دوسرے سے کہے بغیر کھانا ڈھانپتے۔ وہ بھوک اور محبت کے ساتھ بیڈ روم میں چلے جاتے۔ وہ ایسا سب کچھ فرانسیسی طوائفوں کے ساتھ ملاقاتوں میں محسوس کر چکا تھا۔ ارلیانو سگندو نے اسے جھالروں والا بیڈ خرید کر دیا۔ بنفشی رنگ کے کھڑکیوں کے پردے' چھت اور بیڈ روم کی دیواروں پر مٹیالے کرسٹل آئینے لگوا دیئے۔ ان دنوں اس نے بے حد شراب نوشی کی۔ بے حد فضول خرچی کی۔ ماکوندو میں گاڑی دن کے گیارہ بجے پہنچتی تھی۔ وہ اپنی ہتھ گاڑی کھینچتا اور شیمپین اور برانڈی لے آتا۔ وہ اسٹیشن سے واپسی پر تمام مقامی اور غیر مقامی لوگوں کے سامنے اسے کھینچتا ہوا واپس آتا۔ اس کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے تھے۔ یہاں تک کہ مسٹر براؤن جو

کسی نہ سمجھ آنے والی زبان میں بات کرتا تھا۔ وہ بھی پیڑا کوٹس کے گھر شراب پینے گیا۔ اس نے اتنی شراب پی کہ مدہوش ہو گیا اور پھر بے قابو ہو کر اپنے جرمن شیفرڈ کے ساتھ ٹیکساس کے لوک گیتوں پر رقص کرتا رہا اور اکارڈین کی دھن پر بے ڈھنگی آواز میں گیت گاتا۔

"ان گایوں کو کھا جاؤ۔ سب کچھ چٹ کر جاؤ۔" ارلیانو سگندو پارٹی کے درمیان چیخا۔ "جیون مختصر ہے۔"

وہ کسی طرف سے اچھا نظر نہ آتا۔ کسی نے اس سے اتنی زیادہ محبت بھی نہیں کی تھی ورنہ جانوروں کا سا جنگلی نہ ہوتا۔ لاتعداد پارٹیوں کی وجہ سے گائے' سور اور مرغیوں کے خون کی وجہ سے گھر کے صحن کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور خون کی وجہ سے صحن میں کیچڑ رہتی۔ یہ جانوروں کی ہڈیوں اور دوسرے اعضاء کا پھانسی گھر تھا۔ وہاں خون کے کیچڑ سے بھرا گڑھا تھا۔ جہاں ہڈیاں وغیرہ ڈائنامیٹ کے بموں کی طرح رکھتے تاکہ لالچی مہمانوں کی آنکھیں نہ ٹھہر جائیں۔

ارلیانو بہت موٹا ہو چکا تھا۔ اس کا رنگ اودا ہو گیا۔ سمندری کچھوے کی سی شکل ابھر آئی اور اس کا معدہ اتنا مضبوط تھا جتنا دنیا کے گرد چکر لگانے کے بعد جوزے ارکیدو کا تھا۔

وہ بے حد پیتا۔ پھر اس کی مہمان نوازی کی کہانیاں ساحلی علاقے سے باہر تک پھیل گئیں اور ساحلی پٹی کے پیٹو لوگوں کی توجہ مبذول کروا لی۔ دور دراز سے لوگ کھانے کے مقابلے میں غیر مشروط طور پر شامل ہونے لگے۔ وہ سیدھا پیڑا کوٹس کے گھر پہنچتے اور اپنی صلاحیت اور طاقت کے مطابق مقابلہ کرتے۔ ارلیانو سگندو خوش خوراکی کا بے تاج بادشاہ تھا۔ ایک بدقسمت ہفتہ میں کامیلا سگسٹیوم وارد ہوئی۔ خوبصورت چہرے کی بھاری بھر کم خاتون۔ وہ اپنے قرب و جوار کے علاقے میں "ہتھنی" کے نام سے مشہور تھی۔ مقابلہ منگل کی صبح تک جاری رہا۔ پہلے چوبیس گھنٹوں میں انہوں نے بچھڑے کے گوشت' کاساوا' کچالو اور بھنے ہوئے کیلوں کے ساتھ ڈنر کیا اور ڈیڑھ کریٹ شیمپئن کی پی۔ ارلیانو سگندو کو اپنی فتح کا یقین تھا۔ وہ اپنی مدمقابل کے ٹھنڈے مزاج کی نسبت زیادہ پرجوش تھا۔ ہتھنی کا انداز پیشہ ورانہ تھا اور ساتھ ہی جس ہجوم سے گھر بھرا ہوا تھا۔ اس کی طرف بھی اس نے کم توجہ دی۔ جب ارلیانو سگندو اپنی فتح کی کیفیت پر قابو پا کر بڑے بڑے لقمے لے رہا تھا۔ "ہتھنی" کسی ماہر سرجن کی

طرح گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑ بنا کر کھا رہی تھی۔ اس کے اندر جلدی اور تیزی کی بجائے خوشی کا عنصر نمایاں تھا۔ وہ بہت موٹی اور دیو ہیکل تھی لیکن اس کے جسم پر نسوانیت کا پہلو نمایاں تھا۔ اس کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا' ہاتھ اتنے نفیس اور نرم تھے اور ان کے اندر ایسی کشش تھی کہ جب ارلیانو سگندو نے اسے گھر کے اندر داخل ہوتے دیکھا تو اس نے آہستہ سے تبصرہ کیا کہ اس سے مقابلہ تو کھانے کی میز کی بجائے بستر پر ہی ممکن ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ کھانے کے آداب مدنظر رکھتے ہوئے اس نے بچھڑے کے گوشت کا ایک بڑا حصہ لپیٹ لیا ہے تو اس نے سنجیدگی سے کہا کہ یہ نرم و ملائم' نفیس اور اندر کی پیاس کسی آئیڈیل عورت میں ہی ممکن ہے۔ ارلیانو سگندو نے غلطی نہیں کی اور ہتھنی کے بارے ہڈیاں چبانے کی بدنامی صحیح نہیں تھی۔ وہ یونانی سرکس کی روٹیوں والی خاتون بیف کرنچر نہیں تھی جیسا کہ اس نے کہا تھا بلکہ اس کے لہجے میں بہت زماہٹ تھی۔ اس کا تعلق ایک قابل احترام خاندان سے تھا۔ وہ صاحب اولاد تھی۔ گونگوں کے سکول کی ڈائریکٹر تھی اور وہ کھانے کے فن سے آشنا تھی۔ وہ اپنے بچوں میں اپنا فن منتقل کر رہی تھی۔ وہ بھوک کے لئے کوئی دوائی بھی استعمال نہیں کرتی تھی بلکہ اپنی روح کی گہرائی میں لیٹی خاموشی کے ذریعے ایسا کرتی تھی۔ وہ اپنی تھیوری کا عملی مظاہرہ کرتی اور اس کی بنیاد یہ تھی ایک انسان جو مکمل طور پر ہوش و حواس میں ہو وہ ہی تھک جانے تک کھانا کھا سکتا ہے اور ایسی ہی اخلاقی وجوہات تھیں۔ سپورٹ مین سپرٹ تھی کہ وہ اپنا سکول اور بچے چھوڑ کر مقابلے کے لئے آئی جس کی بے اصول خوش خوراکی کا چرچا پورے ملک میں تھا۔ پہلی نظر میں اس نے جانچ لیا کہ ارلیانو سگندو کھانے پر مات نہیں کھائے گا بلکہ اپنے کردار کی وجہ سے مار کھائے گا۔ پہلی رات کے اختتام پر "ہتھنی" مسلسل کھاتی رہی اور ارلیانو سگندو مسلسل بولتا رہا۔ وہ بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ وہ چار گھنٹے کے لئے سو گئے۔ صبح جاگنے پر انہوں نے چالیس گلاس جوس پیا۔ کافی کے چار کوارٹر اور تیس کچے انڈوں کے ساتھ ناشتہ کیا۔ دوسری صبح' زیادہ دیر جاگنے کے باوجود اور دو "ہگ" کیلے اور شیمپئن کے چار کریٹ پینے کے بعد "ہتھنی" کو شک گزرا کہ ارلیانو سگندو نے انجانے میں اس کا طریقہ اپنا لیا ہے لیکن وہ انتہائی غیر ذمہ داری کا ثبوت دے رہا ہے۔ وہ اس کے اندازے سے کہیں خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔ تاہم جب پیٹرا کوٹس کھانے کی میز پر دو روسٹ ٹرکی لے کر آئی۔ ارلیانو سگندو اپنے انجام کے قریب تھا۔

"اگر ممکن نہیں تو اور مت کھاؤ۔" ہتھنی نے اسے کہا۔ "مقابلہ برابر چھوڑ دیتے ہیں۔"

اس نے یہ بات سچے دل سے کہی۔ ارلیانو سگندو نے یہ سمجھا کہ وہ اب ایک لقمہ نہیں توڑ سکتی اور اپنی ہار کی ندامت سے بچنا چاہتی ہے۔ ارلیانو سگندو نے اس بات کو بھی چیلنج سمجھا۔ وہ ناقابل یقین قوت سے ایک ٹرکی بھی ٹونگ گیا۔

وہ بے ہوش ہو گیا۔

اس کا چہرہ ہڈیوں سے بھری ہوئی پلیٹ پر جا گرا۔ کتے کی طرح اس کے منہ سے غراہٹ نکل رہی تھی اور وہ اذیت کی وجہ سے کراہ رہا تھا۔ اندھیرے کی گہرائیوں میں اس نے محسوس کیا کہ وہ اسے کسی مینار کی چوٹی سے نیچے پاتال میں پھینک رہے ہیں۔ اپنے حواس کے آخری لمحوں میں اس نے سوچا کہ ایک بے رحم موت نیچے اس کا انتظار کر رہی ہے۔

"مجھے فرنینڈا کے پاس لے چلو۔" اس نے کہنا چاہا۔

اس کے دوست اسے گھر چھوڑنے آئے۔ ان کے خیال کے مطابق اسے اپنی بیوی سے کئے گئے وعدے کو پورا ہونا چاہیے کہ وہ کسی کسبی کے بیڈ میں مرنے کی بجائے اپنی بیوی کے گھر جا کر مرے۔ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ پیڑا کوٹس نے اس کے چمڑے کے بوٹ کفن میں پہنانے کے لئے چمکائے اور وہ کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی جو بوٹ وہاں گھر میں لے جائے۔ دوستوں نے آ کر اسے بتایا۔ ایک ہفتہ بعد وہ صحت مند ہو گیا۔ ارلیانو سگندو اب خطرے سے باہر ہے۔ دو ہفتے بعد ارلیانو سگندو اپنے زندہ بچ جانے کا جشن منا رہا تھا۔ وہ پیڑا کوٹس کے ہاں آیا۔ وہ روزانہ فرنینڈا کے ہاں جاتا۔ کبھی کبھار گھر والوں کے ساتھ کھانا کھا لیتا۔ اگر قسمت یوں بدل گئی تھی کہ اسے ایک کسبی کا خاوند بننا پڑتا اور ایک بیوی کا محبوب شوہر بھی۔

فرنینڈا اپنی پریشانیوں سے جان چھڑانے اور بوریت سے بچنے کے لئے سہ پہر کو کلاوی کارڈ بجاتی یا پھر بچوں کے خط پڑھتی رہتی۔ ہر دوسرے ہفتے وہ تفصیل سے انہیں خط لکھتی اور ان خطوط میں ایک لفظ بھی سچا نہ ہوتا۔ وہ اپنے بچوں سے اپنے دکھ چھپاتی۔ اس گھر پر چھائی اداسی کا ذکر نہ کرتی۔ جو بیگونیا پر پڑنے والی گرمی' سہ پہر کو پڑنے والی بھاری اداسی' گلی میں کثرت سے ہونے والی تقریبات کے باوجود گھر پر مسلط رہتی۔

فرنینڈا تین زندہ بھوتوں کے درمیان اکیلی گھومتی رہتی۔ جب وہ کلاوی کارڈ بجاتی تو جوزے ارکیدو بوئنڈا کا مردہ بھوت پارلر کی نیم روشنی میں انتہائی تجسس سے سنتا رہتا۔ کرنل ارلیانو بوئنڈا اب محض ایک سایہ بن کر رہ گیا تھا۔ وہ آخری مرتبہ کرنل گرینلڈو مارکیز سے ایک بے مقصد جنگ کے بارے بات کرنے کے لئے گلی میں نکلا تھا۔ وہ ورکشاپ سے صرف شاہ بلوط کے درخت کے نیچے پیشاب کرنے جاتا۔ ہر تیسرے ہفتے ایک حجام آتا ورنہ وہ کسی سے نہ ملتا۔ ارسلا اسے دن میں ایک مرتبہ جو کھانے کو دے آتی۔ وہ کھالیتا اور پھر اسی طرح نقرئی مچھلیاں بناتا رہتا۔ اسے جب پتہ چلا کہ لوگ ان مچھلیوں کو جیولری کی بجائے تاریخی تبرک کے طور پر خریدتے ہیں تو اس نے مچھلیاں بنانا بند کر دیں۔ اس نے شادی کے دن سے بیڈروم میں سجی ریمیڈلیس کی گڑیاں صحن میں آلاؤ جلا کر اس میں پھینک دیں۔ ارسلا کو پتہ تھا کہ اس کا بیٹا کیا کر رہا ہے لیکن وہ اسے نہ روک سکی۔

"تمہارا دل پتھر کا ہے۔" ارسلا نے اسے کہا۔

"مسئلہ دل کا نہیں۔" اس نے جواب دیا۔ "کمرا کیڑے مکوڑوں اور پتنگوں سے بھرتا جا رہا ہے۔"

امرانتا اپنا کفن سی رہی تھی۔ فرنینڈا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ میمی کو آخر کیا لکھے۔ اسے تحفے تحائف بھیجے اور دوسری طرف وہ جوزے ارکیدو کا نام تک نہیں سننا چاہتی تھی۔

جب ارسلا کے ذریعے اس نے پوچھا تو امرانتا نے جواب دیا۔

"تمام مر جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ کیوں مر رہے ہیں۔"

فرنینڈا کے دل میں چھرا سا لگا۔ وہ اپنی صفائی میں کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ طویل قامت' چوڑے شانے' مغرور' خوبصورت لیس کے پٹی کوٹ میں ملبوس' فخر کا ایک خوبصورت انداز جس نے سالوں اپنے آپ کو گھٹیا یادوں اور بڑھاپے سے بچائے رکھا۔ امرانتا کے ماتھے پر گویا اپنی دوشیزگی کا راکھ کا نشان تھا۔ اپنے ہاتھ پر اب بھی وہ سیاہ پٹی باندھے رکھتی۔ وہ سوتے وقت بھی اسے نہ اتارتی۔ اسے خود اپنے ہاتھوں سے دھوتی اور خود ہی اسے استری کرتی۔ لیکن اب اس کی تمام توجہ کفن سینے پر مرکوز تھی۔ یہ کہا جاتا تھا کہ وہ دن کو کفن سیتی ہے اور رات کو ادھیڑتی رہتی ہے لیکن تنہائی اس طور بھی نہیں کٹتی تھی بلکہ اس سے کہیں بہتر

ہوتا اگر وہ اسے ختم کر دیتی۔

فرنینڈا کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ جب میمی اپنی پہلی چھٹیاں گزارنے آئے گی تو ارلیانو سگندو گھر میں نہیں ہو گا۔ ارلیانو سگندو نے اس کا یہ خوف ختم کر دیا۔ جب میمی گھر آئی تو اس کے والدین میں یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ لڑکی کہیں صرف یہ نہ سوچے کہ ارلیانو سگندو محض ایک گھریلو قسم کا خاوند ہے بلکہ اسے گھر میں پھیلی ہوئی اداسی کا بھی احساس نہیں ہو۔ سال میں دو مہینے ارلیانو سگندو ایک مثالی خاوند کا کردار ادا کرتا۔ وہ آئس کریم اور بسکٹ کی پارٹیاں کرتا اور سکول کے لڑکے اور لڑکیاں کلاوی کارڈ بجاتے رہتے۔ ابھی سے یہ لگتا تھا کہ میمی میں ماں کا وراثتی کردار کم ہے اور امرانتا کے اثرات زیادہ ہیں۔ وہ امرانتا جس میں ابھی تلخی نہیں بھری تھی اور جب وہ بارہ یا چودہ سال کی عمر میں رقص کرتی تھی۔ اس وقت پیٹرو کریسی کے بارے اس کے جذبات نہیں بھڑکے تھے۔

لیکن امرانتا بلکہ تمام گھر والوں کے برعکس میمی نے اپنے خاندان کے تنہا پسند مزاج کا اثر نہیں لیا تھا بلکہ وہ دوسری دنیا کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ جب وہ سہ پہر کے دو بجے کاوی کارڈ بجانے کے لئے پارلر کا دروازہ بند کر لیتی۔ تب بھی سخت ڈسپلن کا مظاہرہ کرتی۔ یہ بات یقینی تھی کہ اسے گھر سے محبت ہے اور اس کی آمد پر نوجوانوں کی سی خوشی کے ساتھ پورا سال خواب دیکھتی رہتی کہ وہ نہ صرف چھٹیاں انجوائے کرے گی بلکہ اس کے باپ کی مہمان نوازی سے بھی لطف اندوز ہو گی۔ منحوس وراثت کا پہلا اشارہ تیسری چھٹیوں پر ملا جب میمی اپنی چار ننوں اور اڑسٹھ کلاس میٹ کے ساتھ گھر آئی۔ میمی نے انہیں ایک ہفتہ کی دعوت دی تھی اور گھر والوں کو اطلاع بھی نہ دی۔

یہ کتنا بڑا عذاب ہے۔" فرنینڈا ماتم کرنے لگی۔ "یہ بھی اپنے باپ کی طرح جانگلی نکلی۔"

انہیں ہمسایوں سے بستر اور جھولیاں مانگنی پڑیں۔ کھانے کے لئے نو شفٹیں طے کی گئیں۔ نہانے کے لئے وقت مقرر کرنا پڑا اور نو سٹول مانگنے پڑے تاکہ نیلے یونیفارم میں ابھرتا نوجوان گوشت سارا دن ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتا نہ پھرے۔ یہ سیر انہیں مہنگی پڑی کیونکہ شور مچاتی لڑکیاں ابھی بمشکل ہی ناشتہ ختم کرتیں کہ لنچ اور پھر ڈنر کا وقت آ جاتا۔ وہ اس پورے ہفتہ میں صرف ایک بار کیلے کے پودے دیکھنے کے لئے جا سکیں۔ جونہی رات

ہوتی' نن تھک جاتیں- ایک دوسرے پر حکم چلاتیں اور اس وقت تھکاوٹ سے بے خبر نیا خون صحن میں اپنی بے سری آواز میں سکول کے گیت گا رہی ہوتیں- ایک مرتبہ وہ ارسلا کو پیروں میں کچلنے لگی تھی جو اپنی عادت سے مجبور ہو کر گھر والوں کی مدد کے لئے آئی تھی-

ایک بار نن بہت غصے میں آ گئیں- جب سکول کی لڑکیاں صحن میں کھیل رہی تھیں تو کوئی لحاظ کئے بغیر کرنل ارلیانو بوئندا شاہ بلوط کے درخت کے نیچے پیشاب کرنے بیٹھ گیا-

ایک نن کچن میں گئی تو امرانتا اس وقت سوپ میں نمک ڈال رہی تھی اور اس نے صرف یہی بات پوچھنے کی غلطی کی کہ وہ سفید پاوڈر کس چیز کا ہے تو امرانتا نے اسے خوف زدہ کر دیا-

"زہر-" امرانتا نے جواب دیا-

اپنی آمد کی پہلی رات سے ہی لڑکیوں کا طریقہ تھا کہ وہ سونے سے پہلے باتھ روم میں جانے کی کوشش کرتیں اور رات کے ایک بجے تک وہ باری باری باتھ روم میں جاتی رہتیں- پھر فرنینڈا نے بہتر (72) چیمبرپاٹ خریدے تاکہ رات کا مسئلہ صبح میں بدل جائے- لیکن صبح سویرے ہی وہاں لڑکیوں کی لائن لگی ہوتی- ہر ایک کے ہاتھ میں چیمبرپاٹ ہوتا تاکہ وہ اندر جا کر اسے صاف کر سکے- اگرچہ کچھ کو بخار ہو گیا- کچھ مچھروں کے حملے کی زد میں آئیں لیکن بہت سی لڑکیاں ہر مشکل کا مقابلہ کرتی رہتیں- وہ شدید گرمی میں باغ میں دوڑتی پھرتیں-

جب وہ چلی گئیں تو پھول تباہ ہو چکے تھے- فرنیچر ٹوٹ چکا تھا- دیواروں پر عجیب و غریب تصویریں اور تحریریں کندہ تھیں لیکن فرنینڈا نے اس تمام نقصان کو خوش دلی سے برداشت کر لیا کیونکہ ان کے جانے سے اس نے بہت سکون محسوس کیا تھا- اس نے بستر اور سٹول لوٹا دیئے اور بہتر (72) چیمبرپاٹ ملکیا دیس کے کمرے میں رکھ دیئے-

وہ بند کمرہ جہاں اس سے قبل اس گھر کی روحانیت بستی تھی- اب اس کو "چیمبرپاٹ روم" کہا جانے لگا- کم از کم کرنل ارلیانو بوئندا کے نزدیک یہ سب سے مناسب نام تھا کیونکہ تمام خاندان کا خیال تھا کہ ملکیا دیس کا کمرہ گرد اور مٹی سے پاک ہے- اب وہ گندگی سے بھرا جا رہا تھا- بہرحال اسے کوئی خیال نہیں تھا جیسے اسے اس کمرے کی قسمت کا پہلے سے ہی علم ہو- کرنل ارلیانو بوئندا نے بھی اس کمرے میں کبھی جھانک کر نہ دیکھا کیونکہ

تمام سہ پہر جب فرنینڈا وہاں چمبرپاٹ رکھتی رہی۔ کرنل مسلسل ڈسٹرب ہوتا رہا۔

انہی دنوں جوزے ارکیدو سگندو گھر میں داخل ہوا۔ وہ پورچ میں آیا تو اس نے کسی سے بات نہ کی اور وہ کرنل سے گفتگو کرنے کے لئے ورکشاپ میں چلا گیا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ارسلا نے انہیں نہ دیکھا لیکن اس نے فورمین کے بوٹوں کی چاپوں سے پہچان لیا اور وہ ناقابل عبور فاصلے پر غور کرتی رہی جس کی وجہ سے وہ خاندان سے اتنا دور ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنے جڑواں بھائی سے بھی دور ہو گیا جو بچپن میں اس کے ساتھ مل کر شرارتیں کرتا تھا۔ اب ان میں کوئی قدر مشترک نہیں تھی۔ وہ پتلا' طویل قامت تھا۔ ہر وقت کسی سوچ میں ڈوبا رہتا۔ اس کے چہرے پر ہر وقت غم سا لیٹا رہتا۔ کسی صحرائی بدو کی طرح اداسی تکیہ کئے رہتی۔ خزاں کے موسم کی طرح اس کا چہرہ زرد تھا۔ اس کی اپنی ماں سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ سے بہت مشابہت تھی۔ ارسلا اسے بھول جانے کی عادت پر اپنے آپ کو ملامت کرتی رہی۔ وہ اپنے خاندان کے بارے ذکر کرتے ہوئے اس کا نام تک نہ لیتی۔ جب اسے جوزے ارکیدو سگندو کے گھر لوٹنے کا پتہ چلا اور کرنل نے اسے کام کے وقت ورکشاپ میں آنے کی اجازت دے دی ہے تو وہ اپنی یادوں میں ڈوبی رہی۔ اسے یقین سا ہونے لگا کہ بچپن میں اس نے اپنے بھائی کے ساتھ جگہ تبدیل کر لی ہو گی کیونکہ ارلیانو تو صرف اسے کہنا چاہئے تھا۔ اس کی زندگی کے بارے اور کچھ معلوم نہیں تھا۔ ایک بار پتہ چلا کہ اس کے پاس رہنے کے لئے کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں۔ وہ پیلار ترنیرا کے گھر مرغ پالتا اور وہیں کہیں رات کو سو جاتا ورنہ اس کا مستقل ٹھکانہ طوائفوں کے کمرے تھے۔ اسے کسی سے قلبی لگاؤ نہیں تھا۔ کوئی محبت نہیں تھی۔ وہ محض ارسلا کے نظام حیات کا ایک آوارہ اور بھٹکتا ہوا سیارہ تھا۔

دراصل جس صبح کرنل گر ینلڈو مارکیز اسے فوجی بیرکوں میں پھانسی دکھانے لے کر گیا۔ اس کے بعد نہ وہ اس خاندان کا ممبر رہا اور نہ کسی اور خاندان کا کیونکہ وہ تمام زندگی گولی کے منتظر شخص کی اداس اور تمسخر آمیز مسکراہٹ نہ بھول سکا۔ یہ اس کی پہلی یادداشت تھی جو بچپن سے آج تک اس کے ذہن میں کھبی تھی۔ دوسری یاد اس بوڑھے شخص کے بارے تھی جس نے پرانے فیشن کی صدری اور کوے کے سے پنجوں والا ہیٹ پہن رکھا تھا اور برستی کھڑکی میں در آیا اور اسے عجیب و غریب باتیں بتائی تھیں۔ اس واقعے کے لئے وقت

اور دور کا تعین مشکل تھا۔ یہ یاد کسی نسٹلجیا یا کسی سبق سے خالی تھی بلکہ اس موت کے منتظر انسان کی یاد کے برعکس تھی۔ اسی یاد نے ہی اس کی زندگی بدل دی تھی۔ جوں جوں وہ جوان ہوتا گیا۔ وہ منظر اس کے سامنے اور صاف ہوتا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کے اور قریب آتا جا رہا تھا۔ ارسلا جوزے ارکیدو سگندو پر دباؤ ڈالتی رہی کہ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کی خود ساختہ قید ختم کروائے۔

"اسے فلم دکھانے لے جاؤ۔" اس نے کہا۔ "وہ پسند نہ بھی کرے پھر بھی لے جاؤ۔ کم از کم تازہ ہوا میں سانس تو لے لے گا۔"

لیکن وہ ارسلا کو یہ بات نہ سمجھا سکا کہ جس طرح اس کی یہ بات بے وقوفی ہے۔ اسی طرح کرنل سے یہ بات منوانا بھی بے وقوفی ہے۔ وہ دونوں ایک ہی جذبے سے بندھے ہوئے ہیں۔ ارسلا کو پتہ چلا اور نہ ہی کوئی اور یہ بات جان سکا کہ وہ ورکشاپ میں بند گھنٹوں کس موضوع پر بولتے رہتے ہیں۔ ارسلا نے سوچا۔ اس خاندان کے شاید یہی دو لوگ ہیں جو کسی رشتے کسی محبت کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔

سچ یہ تھا کہ جوزے ارکیدو سگندو کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ کرنل کو اس قید سے باہر نکالتا۔ سکول کی لڑکیوں کے آنے پر اسے غصہ آیا تھا۔ ریمیڈیس کی گڑیاں جلانے کے باوجود اس کمرے میں پتنگوں کی بہتات تھی۔ اس نے ورکشاپ میں اپنی جھولی ٹانگ لی اور وہ صرف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے ہی باہر صحن میں نکلتا۔ ارسلا اب اس سے گفتگو نہیں کر سکتی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ کھانے کی پلیٹوں کو ایک نظر نہیں دیکھتا اور نقرئی مچھلیوں کے مکمل ہونے تک وہ کھانا بنچ پر پڑا رہتا ہے۔ اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ سوپ خراب ہو گیا یا گوشت ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ وہ پہلے کی طرح سخت مزاج ہوتا جا رہا تھا کہ کرنل گرینلڈو مارکیز بھی بڑھاپے کی اس جنگ میں اس کا ساتھ نہ دے سکا۔ اس نے اپنے اندر تالا لگا کر اپنے آپ کو بند کر لیا اور گھر والوں نے یقین کر لیا کہ جیسے وہ مر چکا ہے۔ گیارہ اکتوبر تک کسی نے اس کا کوئی انسانی عمل نہ دیکھا۔ اس دن وہ سرکس پریڈ دیکھنے کے لئے گلی تک گیا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے نزدیک ماضی کے دنوں کی طرح کا ایک دن گزر رہا تھا۔ صبح کے پانچ بجے دیوار کے ساتھ ڈیرہ جمائے مینڈکوں اور جھینگروں کے شور سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

سنیچر کے دن سے مسلسل پھوار پڑ رہی تھی اور اس کے لئے کیا ضروری تھا کہ وہ باغ کے پتوں میں پھوار کی نرم نرم سرگوشیاں سنتا رہتا۔ سردی اس کی ہڈیوں میں جمتی جا رہی تھی۔ اس نے ہمیشہ کی طرح اپنا بھدا کاٹن کا پاجامہ پہنا۔ اونی دسہ اوڑھا۔ اسے اوڑھ کر سکون سا ملتا۔ پرانے سٹائل اور اڑے رنگ کی وجہ سے اپنے لباس کو "گاتھ پہناوا" کہتا۔ اس نے تنگ پینٹ پہنی لیکن اس کے بٹن بند نہ کئے۔ اور نہ ہی اپنی شرٹ کے سنہری بٹن بند کئے۔ وہ نہانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنا کمبل راہبوں کی ٹوپی کی طرح سر پر اوڑھا۔ اپنی لمبی مونچھوں کو انگلیوں سے کنگھی کی اور صحن میں پیشاب کرنے گیا۔

ابھی سورج نکلنے میں کافی دیر تھی۔

جوزے ارکیدو بوئندا ابھی تک پام سے بنی چھت کے نیچے اونگھ رہا تھا۔ بارشوں کی وجہ سے چھت خراب ہو چکی تھی۔ وہ اسے کبھی نظر آیا اور نہ ہی آنکھ کھلنے پر اس کے باپ کے گھوسٹ کی کوئی بات سنی۔ اس کے گرم پیشاب کی شور مچاتی تیز دھار نکلی اور اس کے بوٹ گیلے ہو گئے۔ اسے سردی اور نمی کا ڈر نہیں تھا بلکہ اکتوبر کے کہر کی وجہ سے اس نے نہانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ ورکشاپ کی طرف واپس جاتے ہوئے اس نے بتی جلنے کی بو محسوس کی جو سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کچن میں سٹوو جلانے کے لئے استعمال کرتی تھی۔ وہ مگ میں کافی ڈال کر ساتھ لے گیا اور کافی ابالنے کے لئے کچن میں انتظار کرتا رہا۔ روز کی طرح سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے پوچھا۔ آج ہفتہ کا کون سا دن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آج منگل ہے گیارہ اکتوبر۔

آگ کے شعلے پر جماتے ہوئے اچانک اسے یاد آیا کہ جنگ کے دنوں گیارہ اکتوبر کو وہ اچانک چونک کر اٹھ بیٹھا تھا۔ اسے یقین سا تھا کہ اس کے ساتھ لیٹی ہوئی عورت مر چکی ہے اور وہ واقعی مر چکی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا یہ تاریخ کبھی نہ بھول سکا کیونکہ مرنے سے کچھ دیر قبل اس عورت نے کرنل سے تاریخ اور دن پوچھا تھا۔ اس یاد کے باوجود وہ وقت کے بارے نہ جان پایا کہ آخر اس شگون کو کیا نام دے۔ جب کافی ابل رہی تھی تو وہ نسٹلجیا اور کسی تجسس کی بجائے اس کی موت کے بارے سوچ رہا تھا جس کے نام کا اسے پتہ تھا اور نہ اس کا چہرہ یاد تھا کیونکہ وہ اندھیرے میں اس کی جھولی میں آ گری تھی۔ تاہم اس کی زندگی میں آنے والی باقی عورتوں کے خالی پن میں اسے یاد نہیں تھا کہ کیا صرف وہی ایک عورت

تھی جو پہلی ملاقات کے ہی جنون میں اپنے آنسوؤں میں ڈوب گئی اور اپنی موت سے بمشکل ایک گھنٹہ پہلے اس نے آخری سانس تک محبت کرتے رہنے کی قسم کھائی تھی۔ جب وہ گرم مگ لے کر ورکشاپ کی طرف جانے لگا تو کرنل نے اس عورت اور دوسری عورتوں کو دماغ سے باہر نکال دیا۔ اس نے چھوٹی سی بالٹی میں رکھی اپنی مچھلیوں کو گننے کے لئے لیمپ جلایا۔ وہ سترہ تھیں۔ وہ انہیں نہ بیچنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ دن میں دو مچھلیاں بنا لیتا۔ جب وہ پچیس ہو جاتیں تو انہیں پگھلا کر دوبارہ بنانا شروع کر دیتا۔ وہ انتہائی توجہ کے ساتھ تمام صبح کام کرتا رہا۔ دس بجے کے قریب جب بارش تیز ہونے لگی تو اسے پتہ بھی نہ چلا۔ کوئی اس کی ورکشاپ کے پیچھے سے چلاتا ہوا گزرا کہ گھر میں پانی داخل ہونے سے پہلے دروازے بند کر لیں۔ وہ اپنے کام میں گم رہا۔ جب ارسلا لنچ لائی تو اس نے لیمپ بجھا دیا۔

"بہت تیز بارش ہو رہی ہے۔" ارسلا نے کہا۔

"اکتوبر ہے۔" اس نے جواب دیا۔

یہ کہتے ہوئے اس نے مچھلی سے نظریں نہ اٹھائیں۔ وہ اس کی آنکھوں میں لال موتی جڑ رہا تھا۔ جب اس نے مچھلی بنا لی تو اسے بھی بالٹی میں رکھ دیا۔ وہ سوپ پینے لگا اور ایک ہی پلیٹ میں رکھے پیاز میں روسٹ کئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے، سفید چاول اور بھنے ہوئے کیلے کی قاشیں آہستہ آہستہ کھاتا رہا۔ اس کی کھانا کھانے کی عادت زندگی کے سحر انگیز لمحات اور زندگی کے تلخ ترین دنوں میں بھی تبدیل نہ ہوئی۔ لنچ کے بعد اسے سستی سی ہونے لگی۔ وہ اونگھنے لگا۔ سائنسی اعتقاد کی روشنی میں اس نے کھانے کے دو گھنٹے تک نہ اس نے زندگی بھر کام کیا، نہ مطالعہ کیا، نہ غسل کیا اور نہ کسی عورت کے ساتھ لیٹا اور اس نظریہ پر وہ اتنا پکا تھا کہ بیسویں بار اس نے ملٹری اپریشن بھی روک دیئے کہ کہیں سپاہیوں کو بدہضمی نہ ہو جائے۔ وہ چھولی میں پڑا چھوٹے سے چاقو کی مدد سے کان کی صفائی کرتا رہا۔ کچھ دیر میں اسے نیند آ گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک خالی گھر میں داخل ہو رہا ہے۔ اس کی دیواریں سفید ہیں۔ اسے ڈر سا لگا کہ شاید اس کے اندر داخل ہونے والا وہ پہلا انسان ہے۔ خواب میں اسے یاد آیا کہ اس نے کل رات بھی یہی خواب دیکھا تھا اور پچھلے کئی سالوں سے یہی خواب دیکھتا آ رہا ہے اسے معلوم تھا کہ جونہی اس کی آنکھ کھلے گی۔ یہ خواب بھول جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا خواب تھا جو صرف خواب کے دوران یاد رہتا اور کچھ دیر

بعد جب بار بر نے ورکشاپ کے دروازہ پر دستک دی تو کرنل ارلیانو بوئندا کو یوں لگا کہ چند لمحے کے لئے اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ کرنل کے پاس کسی خواب کو دیکھنے کا وقت ہی نہیں تھا۔

"آج نہیں۔" اس نے باربر سے کہا۔ "جمعہ کے دن۔"

اس نے اپنی سفید داڑھی تین دن سے شیو نہیں کی تھی۔ اس نے شیو کروانا غیر ضروری سمجھا کیونکہ جمعہ کے دن اس نے بالوں کی کٹنگ بھی کروانا تھی۔ اس کا خیال تھا سارا کام ایک بار ہی ہو جائے گا۔ نیند کے دوران لیس دار پسینہ کی وجہ سے اس کی بغلوں میں جلن ہونے لگی۔ بارش رک چکی تھی لیکن سورج ابھی باہر نہیں نکلا تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا نے ایک زور دار ڈکار لی اور اس کے معدے کی تیزابی خوراک تالو تک آگئی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اب وہ کمبل اپنے شانوں پر ڈال کر ٹائلٹ جائے۔ وہ ضرورت سے زیادہ وقت وہاں رکا رہا۔ وہ لکڑی کے ڈبے میں سے آنے والی بو سونگھنے کے لئے جھکا رہا لیکن اس کی عادت نے اسے سرگوشی کی کہ کام کا وقت ہو چکا ہے۔ اس وقت وہ یہی یاد کرتا رہا کہ آج منگل ہے اور جوزے ارکیدو سگندو ابھی تک نہیں پہنچا۔ آج بنانا کمپنی فارم میں تنخواہ ملنے کا دن تھا۔ پچھلے چند سالوں کی یادیں اسے جنگ کو محسوس کئے بغیر جنگ کے زمانے میں لے گئیں۔ اسے یاد آیا کہ کرنل گرینلڈو مارکیز نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ایک ایسا گھوڑا خرید کر دے گا جس کے ماتھے پر سفید ستارہ ہو گا لیکن بعد میں اس نے دوبارہ کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ یادوں کے جزیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہا۔ وہ کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکا اور نہ ہی وہ مزید سوچ سکا۔ وہ اتنی ٹھنڈے دل سے سوچتا کہ کوئی قابل گرفت یاد اس کے جذبات کو مجروح نہ کر سکتی۔ ورکشاپ کی طرف واپس جاتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ ہوا میں نمی کم ہو رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اب غسل کے لئے بہترین وقت ہے لیکن باتھ روم میں امرانتا گھسی ہوئی تھی۔ اس نے آج کے دن کی دوسری مچھلی بنانا شروع کر دی۔ وہ ابھی مچھلی کی دم میں ہک لگا رہا تھا کہ سورج اپنی پوری تابانی سے بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا اور روشنی کسی مچھلیوں کے شکار کی کشتی کی طرح نکلی۔ ہوا جو تین دن کی پھوار سے دھل گئی تھی' اڑنے والی دیمک سے بوجھل ہو گئی۔

تب اسے یوں لگا جیسے اسے پیشاب کرنے کی حاجت ہو رہی ہے اور وہ چاہتا تھا کہ وہ

مچھلی بنانے تک پیشاب روکے رکھے۔ وہ چار بج کر دس منٹ پر صحن میں گیا۔ باہر کہیں دور سے بینڈ کے ڈھول اور دوسرے سازوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اپنی جوانی اور بچپن سے لے کر آج تک وہ پہلی مرتبہ جانتے بوجھتے اپنے نسٹلجیا کا شکار ہو گیا۔ جب ایک حیرت انگیز سہ پہر کو اس کا باپ اسے بنجارے خانہ بدوشوں کے ہاں برف دکھانے لے گیا تھا۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ دروازے کی طرف بھاگی۔ وہ صحن میں کیا کر رہا ہے۔ اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔

"سرکس آ گیا۔" وہ چلائی۔

شاہ بلوط کے نیچے جانے کی بجائے کرنل ارلیانو بوئندا گلی کے دروازے کی طرف چل پڑا اور وہاں کھڑے لوگوں میں گم ہو گیا جو سرکس پریڈ دیکھ رہے تھے۔ ایک عورت سونے کے زیورات پہن کر ہاتھی کے سر کے قریب بیٹھی تھی۔ اس نے ایک اداس نظر آنے والا ایک کوہان کا اونٹ دیکھا۔ ایک ریچھ نے ڈچ لڑکیوں کا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ ایک چمچ اور چمچے سے موسیقی بجا رہا تھا۔ پریڈ کے آخر پر مسخرے گاڑی کے پہیے کھینچ رہے تھے۔ جب پریڈ گزر گئی تو اسے ایک دم اپنی بے انتہا تنہائی کا احساس ہوا۔ اب وہاں گلی میں کچھ بھی نہیں تھا۔ بس روشن سی گلی تھی اور پوری فضا چیونٹیوں سے ڈھکی ہوئی تھی اور کچھ لوگ غیر یقینی کے ڈھلوان پر کھڑے تھے۔

پھر وہ شاہ بلوط کے درخت کے نیچے گیا۔ وہ سرکس کے بارے سوچ رہا تھا۔ جب وہ پیشاب کر رہا تھا تو اس نے اپنی سوچ سرکس پر رکھنا چاہی لیکن اس کی یادداشت گم ہو گئی۔ اس نے چوزے کی طرح اپنے کاندھوں سے اپنی گردن باہر کی اور شاہ بلوط کے درخت کے تنے کے ساتھ اپنی پیشانی ٹکا کر امر ہو گیا۔

گھر والوں کو کہیں اگلے دن گیارہ بجے اس کا علم ہوا۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ گھر کا گند پھینکنے آئی تو آسمان سے اترنے والے گدھوں نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔

میمی کی آخری چھٹیاں کرنل ارلیانو بوئندا کے سوگ کے دنوں میں ہوئیں۔ بند گھر میں پارٹیوں کا انعقاد ممکن نہیں تھا۔ بات سرگوشیوں میں کی جاتی۔ کھانے کے وقت خاموشی طاری رہتی۔ دن میں تین مرتبہ "دعاؤں کی کتاب" کی تلاوت کی جاتی اور سہ پہر کو کلاوی کارڈ پر ماتمی دھنیں بجائی جاتیں۔ فرنینڈا کے دل میں کرنل کے خلاف بغض تھا لیکن اس نے سوگ میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی مذہبی رسومات کی وجہ سے کرنل ارلیانو بوئندا سے بہت متاثر ہوئی۔ گورنمنٹ نے اپنے دشمن کے احترام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ارلیانو سگندو نے حسب سابق اپنی بیٹی کی چھٹیوں کا سن کر گھر میں سونا شروع کر دیا اور فرنینڈا بحیثیت بیوی اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اگلے سال میمی کی ایک ننھی منی بہن آ گئی۔ فرنینڈا کی خواہش کی بجائے اس کا بپتسمہ امرانتا ارسلا کے نام سے ہوا۔

میمی اپنی تعلیم مکمل کر چکی تھی۔ اس کا ڈپلومہ کلاوی کارڈیسٹ کنسرٹ کا تصدیق شدہ تھا جس میں اس نے تعلیم ختم ہونے پر فنکشن میں سترہویں صدی کی لوک دھنیں سنائی تھیں اور ان کے ساتھ ہی سوگ ختم ہو گیا۔ اس کے فن سے زیادہ سامعین نے اس کی بات کی داد دی کہ اس کا بچگانہ اور لاپرواہی کا سا انداز کسی سنجیدہ کام کی طرف اشارہ نہیں کرتا تھا لیکن جب وہ کلاوی کارڈ کے قریب بیٹھتی تو ایک مختلف لڑکی بن جاتی۔ اس کی ان دیکھی سنجیدگی اسے بالغ نظر بنا دیتی جیسے وہ ہمیشہ سے ایسی ہو۔ وہ پیشہ ور فنکار نہیں تھی لیکن اس نے صرف اپنی ماں کو ناراض نہ کرنے سے پیدا ہونے والے سخت ڈسپلن کی وجہ سے بہترین نمبر حاصل کئے تھے۔ وہ کسی اور فیلڈ میں بھی ایسا کر سکتی تھی۔

بچپن ہی سے وہ فرنینڈا کی سختی سے تنگ تھی۔ اس کی انتہا پسندی عذاب بن جاتی۔ کلاوی کارڈ کے اسباق کی نسبت یہ قربانی اسے زیادہ مشکل لگتی کہ غیر مصالحانہ رویہ کے خلاف کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ گریجویشن کی تقریبات میں یوں لگتا تھا جیسے گوتھک کے چمکدار حروف

کے کاغذات اسے تمام کمپرومائز سے آزاد کرنے کی نوید دیں گے۔ اب فرمانبرداری اتنی زیادہ نہیں کرنی پڑے گی۔ اس کا خیال تھا کہ اب فرنینڈا بھی اس ساز کے بارے زیادہ محتاط نہیں رہے گی جسے نن بھی کسی میوزیم کا مجسمہ سمجھتی تھیں۔ ابتدائی سالوں میں اس نے سمجھا' اس کے حساب کتاب میں کہیں غلطی ہے۔ جب پوری بستی سو جاتی تو نہ صرف پارلر میں بلکہ چیرٹی فنکشن' سکول کی تقریبات اور ماکوندو میں منعقد ہونے والے جشن ہوتے وہ ان مہمانوں کو اپنے گھر مدعو کرتی جو اس کے نزدیک اس کی بیٹی کے فن کے قدر دان ہو سکتے تھے۔ صرف امرانتا کی موت کے بعد جب پورا گھر سوگ منا رہا تھا تو میمی نے کلاوی کارڈ کو تالے میں بند کیا اور چابی کسی دراز میں رکھ کر بھول گئی۔ جب فرنینڈا چابی ڈھونڈھنے میں ناکام رہی تو اس کو غصہ آ گیا کیونکہ چابی میمی کی غلطی کی وجہ سے گم ہوئی تھی۔ ایک ہی روایت سے میمی بور ہو گئی کہ وہ صرف ایک ہی کام کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہے۔ یہی اس کی آزادی کی قیمت تھی۔ فرنینڈا اس کی فرمانبرداری سے اتنی خوش تھی' اتنی مغرور تھی اور اس کے فن سے اتنی متاثر تھی کہ اس نے میمی کی دوستوں پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ وہ بیریوں کے جھنڈ میں سہ پہر گزارتیں۔ ارلیانو سگندو یا کسی قابل اعتماد خاتون کے ساتھ فلم دیکھنے پر کبھی معترض نہیں ہوئی لیکن فلم دیکھنے کے لئے فادر انتونیوازابیل کی منظوری شرط تھی۔ آزادی کے ان لمحوں میں اس کا اصلی ذوق سامنے آتا۔ اس کی خوشی ڈسپلن کی زندگی سے دور تھی۔ اسے شور شرابا پسند تھا۔ محبوب کے بارے سرگوشیاں اسے اچھی لگتی تھیں۔ اپنی دوستوں کے ساتھ لمبی گپ شپ اسے بھاتی۔ جن کے ساتھ بیٹھ کر وہ سگریٹ پی لیتی۔ مردوں کے بارے گفتگو کرتی۔ وہاں ایک مرتبہ اس نے گنے کی شراب پی اور پھر تمام لڑکیاں ننگی ہو کر اپنی جسامت اور اجزاء کا آپس میں مقابلہ کرتی رہیں۔

میمی وہ رات کبھی نہیں بھول سکتی۔ جب وہ شراب میں بھیگی ہوئی گولیاں منہ میں رکھ کر گھر گئی حالانکہ ان کے اثرات کا بھی اسے علم نہیں تھا۔ وہ جا کر ڈنر ٹیبل کے ساتھ بیٹھ گئی جہاں فرنینڈا اور امرانتا ایک دوسرے سے بولے بغیر کھانا کھا رہی تھیں۔ وہ دو گھنٹے اپنی دوست کے بیڈ روم میں رہی۔ قہقہوں اور خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور تمام باتوں سے ہٹ کر اسے اتنی بہادری کا احساس ہوا جیسے وہ سکول سے بھاگ جانے میں کامیاب ہوئی ہو۔ کسی نہ کسی طرح اس نے اپنی ماں پر باور کر دیا کہ کلاوی کارڈ اسے سخت ناپسند ہے اور اب وہ اسے جلاب کے طور پر خود لے لے۔ میز کی دوسری طرف بیٹھے

ہوئے۔اس نے چوزے کی یخنی لی تو اسے یوں لگا جیسے زندگی کی اکسیر اس کے معدے میں جا اتری ہو۔ میمی کو فرنینڈا اور امرانتا کسی حقیقی ہالے میں لپٹی ہوئی نظر آئیں۔ اس نے اپنے آپ کو ان کی روحانی پس ماندگی، ان کی جھوٹی شان و شوکت کے بخیے ادھیڑنے سے بمشکل روکا۔ جب وہ دوسری مرتبہ چھٹیوں پر آئی تو اسے پتہ چل گیا کہ اس کا باپ صرف اسے دکھانے کے لئے گھر آتا ہے اور یہ بات فرنینڈا کے علم تھی اور اس کے جانے کے بعد وہ پیڑا کوٹس کے گھر چلا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک اس کا باپ راست پر تھا اتنا کہ وہ خود بھی کسی کسی کی بیٹی بننے کے لئے تیار تھی۔ الکوحل کے اثر میں آ کر اس نے اس طرح کے سکینڈل پر خوشی سی محسوس کی کہ اگر اس وقت اس نے تاثرات بیان کئے تو اس کے اندر کی شیطانیت میں بھی اتنا اطمینان ہو گا۔ فرنینڈا نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" میمی نے جواب دیا۔ "مجھے اب پتہ لگ رہا ہے کہ آپ دونوں سے میں کتنی زیادہ محبت کرتی ہوں۔"

اس بات کے پیچھے چھپی نفرت کے اس ننگے بوجھ سے امرانتا پریشان ہو گئی لیکن فرنینڈا اتنی خوش ہوئی کہ اسے لگا۔ وہ پاگل ہو جائے گی لیکن جب وہ آدھی رات کو سر درد کی شدت اور قے کی تلخی میں لتھڑی ہوئی تھی تو فرنینڈا نے اسے کیسٹرائل پلایا۔ اس کے پیٹ کو دباتی رہی۔ اس کے سر پر برف کے ٹکڑے رکھے اور صبح نئے اور غیر مقامی فرانسیسی ڈاکٹر نے دو گھنٹے کے معائنے کے بعد مبہم سی بیماری بتائی کہ اسے عورتوں کی مخصوص قسم کی بیماری ہو گئی ہے۔ فرنینڈا نے ڈاکٹر کی تجویز کردہ خوراک پر سختی سے پابندی کی اور اسے پانچ دن تک بستر پر سے ہلنے نہیں دیا۔ میمی حوصلہ ہار گئی وہ اپنے اندر کے گناہ میں ڈوب گئی۔ اس کے پاس یہی ایک راستہ تھا کہ وہ پابندی کے اس قانون کی پاسداری کرے۔

ارسلا اس وقت مکمل طور پر اندھی ہو چکی تھی لیکن وہ ابھی تازہ دم اور ہوش مند تھی۔ اس نے بیماری کی بالکل صحیح تشخیص کی۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے۔" اس نے سوچا۔ "یہ علامات شرابیوں میں ہوتی ہیں۔"

لیکن نہ صرف یہ بات اس نے ذہن سے نکال دی بلکہ اس نے اپنی سوچ پر اپنے آپ کو ملامت بھی کیا۔ ارلیانو سگندو نے جب میمی کی یہ حالت دیکھی تو اسے جھٹکا لگا کہ وہ آئندہ اس کا خود خیال رکھے گا۔ یوں بیٹی اور باپ کی بہترین دوستی کا آغاز ہوا۔ اب ارلیانو سگندو

اپنی رنگ رلیوں کی تلخ تنہائی سے کچھ وقت کے لئے آزاد ہو جاتا اور گھریلو مسائل اور فرنینڈا کی نگران آنکھوں سے میمی کی جان چھوٹ جاتی۔ میمی کو سرکس یا سنیما گھر لے جانے کے لئے ارلیانو سگندو اپنی تمام مصروفیات ختم کر دیتا اور اپنا بہترین وقت میمی کے ساتھ گزارتا۔ انہی دنوں وہ اپنے موٹاپے سے تنگ آ چکا تھا۔ وہ اب بوٹ کے تسمے نہیں باندھ سکتا تھا اور اس کے بے تحاشا کھانے کی وجہ سے اب اس کا مزاج خراب ہونا شروع ہو گیا تھا۔ بیٹی کے ساتھ رہنے سے اس کی خوش مزاجی لوٹ رہی تھی۔ اس کے ساتھ رہنے کی خوشی کی وجہ سے وہ تمام عیاشیوں سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔

میمی اپنی بھرپور جوانی میں قدم رکھ رہی تھی۔

امرانتا کی طرح وہ اتنی خوبصورت نہیں تھی لیکن وہ اتنی مہذب، سادہ اور خوش مزاج تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی لوگوں کو متاثر کر لیتی۔ اس کے جدید رویوں نے روایات کو توڑ دیا۔ اس پر فرنینڈا کا قدیم اور روایتی رنگ بہت کم چڑھا۔ ارلیانو سگندو بھی اسی کوشش میں تھا۔ وہ اسے بیڈ روم سے باہر کھینچ لایا۔ میمی بچپن سے اسی بیڈ روم میں رہنے کی عادی ہو چکی تھی۔ جہاں ولیوں کی خوفناک آنکھیں اسے خوفزدہ رکھتیں۔ اس نے بہت قدیم بیڈ سے اس کا کمرہ سجایا۔ بہت بڑی ڈریسنگ ٹیبل لے کر دی۔ بنفشی پردے لے آیا لیکن کہیں بھی یہ تاثر نہیں ابھرتا تھا کہ پیڑا کوٹس کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ وہ میمی میں اتنا گم تھا کہ اسے پتہ بھی نہیں تھا کہ اس نے میمی کو کتنی رقم دی کیوں کہ وہ خود بھی اس کی جیب سے رقم نکال لیتی تھی۔ ارلیانو سگندو نے بنانا کمپنی کی مارکیٹ سے اسے ہر قسم کا کاسمیٹک کا سامان لے کر دیا۔ میمی کا کمرہ نیل پالش کے پتھروں سے بھر گیا۔ ہیر کرلر، ٹوتھ برش، آنکھوں کی خوبصورتی کے لئے قطرے اور نت نیا کاسمیٹک کا سامان اور چیزیں اس کے کمرے میں موجود رہتیں۔ جب بھی فرنینڈا اپنی بیٹی کے کمرے میں جاتی تو اس کے ذہن میں یہی تاثر ابھرتا کہ وہ کسی فرانسیسی طوائف کے کمرے میں آ گئی ہے۔ فرنینڈا نے اپنے اوقات تقسیم کر لئے۔ آدھا وقت امرانتا ارسلا کے لئے کیونکہ امرانتا ارسلا بہت کمزور تھی اور بیمار رہتی تھی۔ اور آدھا وقت ان جانے ڈاکٹروں کو خطوط لکھتی رہتی۔

جب اس نے باپ اور بیٹی میں بہت پیار دیکھا تو اس نے ارلیانو سگندو سے صرف ایک وعدہ لیا کہ وہ کبھی بھی میمی کو پیڑا کوٹس کے گھر لے کے نہیں جائے گا۔ یہ فضول سی بات تھی کیونکہ پیڑا کوٹس خود باپ اور بیٹی کے اس پیار کی وجہ سے اتنی برہم تھی کہ وہ خود میمی

کے خلاف تھی- پیڑاکوئش کسی ان جانے خوف کی اذیت میں تھی- اس کی جبلت اشارہ کر رہی تھی کہ جس بات میں فرنینڈا اس کے مقابلے میں ہار چکی ہے- میمی یقیناً اسے چت کر دے گی اور شاید پھر محبت کی یہ ترنگ اسے زندگی بھر نہ مل سکے- ارلیانو سگندو پہلی مرتبہ اس کے سخت الفاظ اور متشدد تقریر برداشت کر گیا- اب اسے خطرہ تھا کہ اس کے ہر طرف لڑھکنے والے ٹرنکوں کا سفر دوبارہ فرنینڈا کے گھر کی طرف شروع ہو جائے گا لیکن ایسا نہ ہوا پیڑا کوئش بھی خوب سمجھتی تھی کہ ٹرنکوں کے لئے اس کا گھر ہی بہتر ہے- اسے پتہ تھا کہ ان تبدیلیوں سے اٹھنے والی پیچیدگیوں سے ہی وہ اس سے نفرت شروع کر دے گا- پیڑا کوئش دوبارہ ارلیانو سگندو کو حاصل کرنے کے لئے اپنے ہتھیار تیز کرتی رہی جو کم از کم اس کی بیٹی استعمال نہیں کر سکتی تھی-

یہ بات فضول تھی کیونکہ میمی اپنے باپ کے ایسے معاملات میں قطعاً" دخل اندازی نہیں دینا چاہتی تھی اور اگر چاہتی بھی تو وہ یقیناً پیڑا کوئش کے حق میں فیصلہ دیتی- ورنہ ایسے معاملات میں پڑنے کے لئے اس کے پاس وقت ہی نہیں تھا- وہ ننوں کے سکھائے ہوئے طریقوں کے مطابق اپنا بستر خود درست کرتی- اپنا کمرا خود صاف کرتی- صبح سویرے اٹھ کر اپنے کپڑے دھوتی- پورچ میں بیٹھ کر امرانتا کی پیڈل سلائی مشین پر کپڑے سیتی- جب سہ پہر کو دوسرے لوگ آرام کرتے- وہ دو گھنٹے کلاوی کارڈ کی پریکٹس کرتی- اسے معلوم تھا کہ اس طرح کے عذاب سے کم از کم فرنینڈا چپ رہے گی- شاید اسی وجہ کے سے وہ چرچ یا سکول کی تقریبات میں جاتی لیکن اب اسے کم بلایا جاتا تھا- جوں ہی شام اترتی- اگر اسے اپنے باپ کے ساتھ کہیں نہ جانا ہوتا تو اپنی سہیلیوں کے گھر ڈنر تک کے لئے چلی جاتی ورنہ وہ اپنے سادہ کپڑے اور جوتے پہن لیتی- ویسے یہ کبھی کبھار ہی ہوتا کہ اس کے باپ نے اسے فلم پر لے جانے کے لئے آواز نہ دی ہو-

تین امریکی لڑکیاں میمی کی دوست تھیں- انہوں نے بجلی کی تاروں کی روایات کو توڑا اور ماکوندو کی لڑکیوں سے دوستی کر لی- ان میں سے ایک پیڑ لکا براؤن تھی- مسٹر براؤن ارلیانو سگندو کی مہمان نوازی کا معترف تھا- اس نے اپنے گھر کے دروازے میمی کے لئے کھول دیئے- اسے سنیچر کی ڈانس پارٹیوں میں اسے مدعو کیا جاتا- بس ایسی پارٹیوں میں ہی گرینگو اور مقامی لوگ مل بیٹھ سکتے تھے- جب فرنینڈا کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اپنے ان جانے ڈاکٹروں اور امرانتا ارسلا کو بھول گئی اور اس نے ہنگامہ کھڑا کر دیا-

"ذرا سوچو۔" اس نے میمی سے کہا۔ "قبر میں کرنل کی روح کے ساتھ کیا ہو رہا ہو گا؟"

اس نے اندھی اور بوڑھی ارسلا کا سہارا لیا لیکن اس کی توقع کے برعکس میمی کے اس عمل پر کہ وہ اپنی ہم عمر امریکی لڑکیوں سے دوستی کرے، ان کے ساتھ ڈانس پارٹیوں میں جائے، ارسلا نے کوئی شدید ردعمل ظاہر نہ کیا۔ اس کا اصرار تھا کہ اسے اپنی خاندانی روایات نہیں توڑنی چاہئیں اور وہ پروٹسٹنٹ مذہب اختیار نہ کرے۔ میمی اپنی پڑدادی کے احساسات کو سمجھتی تھی۔ وہ ڈانس پارٹی سے اگلے دن چرچ میں "دعا" کے لئے پہلے سے بھی جلدی پہنچ جاتی۔ فرنینڈا کی مخالفت اس دن تک جاری رہی، جس دن اس نے یہ خبر دی کہ امریکی اس سے کلاوی کارڈ سننا چاہتے ہیں۔

کلاور کارڈ گھر سے مسٹر براؤن کے گھر منگوایا گیا۔ جہاں نوجوان فنکار کا خوش خلقی سے استقبال کیا گیا۔ اسے بے انتہا مبارکباد بھی دی۔ پھر نہ اسے صرف پارٹیوں میں مدعو کیا جاتا بلکہ سومنگ پول پارٹیوں میں اور ہفتہ میں ایک بار کھانے پر بھی بلایا جاتا۔ میمی تیرنے میں تاک ہو گئی۔ وہ ٹینس کھیلتی۔ پائن ایپل کے سلائس میں ورجینیا ہام رکھ کر کھاتی۔ ان پارٹیوں، تیراکی اور ٹینس کھیلتے ہوئے اسے انگریزی زبان میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔

ارلیا سگندو اپنی بیٹی سے اتنا خوش تھا کہ وہ سیلزمین سے انگریزی میں چھ جلدوں کا منقش انسائیکلوپیڈیا لے آیا۔ میمی فارغ وقت میں اس کا مطالعہ کرتی۔ اب لڑکوں کے بارے میں باتیں کرنے اور اپنی سہیلیوں کے تجربات پر وقت برباد کرنے کی بجائے وہ پڑھتی رہتی۔

اس پر کوئی سختی نہیں تھی بلکہ وہ دنیا کی پراسرار چیزوں میں اپنی دلچسپی کی وجہ سے تھا کہ ان کے بارے باتیں کی جائیں۔ شراب پینے کو اس نے بچگانہ حرکت تصور کی اور یہ بات اسے اتنی اچھی لگی کہ اس نے یہ واقعہ ارلیانو سگندو کو سنا دیا۔ وہ بھی اتنا ہی محظوظ ہوا پھر میمی سے کہا۔

"اگر تمہاری ماں کو پتہ چل جاتا تو۔" اس نے اسے کہا اور پھر دونوں قہقہہ مار کر ہنستے رہے۔

ارلیانو سگندو اسے اعتماد میں لیتا تو یہی احتیاط برتنے کا کہا کرتا۔ میمی نے ارلیانو سگندو کے کہنے پر وعدہ کیا کہ اسے جوں ہی کسی سے محبت ہو گی۔ وہ اسے اسی اعتماد کے ساتھ بتا دے گی۔

میمی نے اسے بتایا کہ اسے وہ سرخ بالوں والا لڑکا اچھا لگتا تھا جو اپنے والدین کے ہاں چھٹیاں گزارنے آیا تھا۔

"تم اس بارے کیا جانتی ہو؟" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "اگر تمہاری ماں کو پتہ چل گیا تو----"

میمی نے اسے بتایا کہ اب وہ واپس اپنے وطن جا چکا ہے۔ صحیح قوت فیصلہ کی وجہ سے گھر میں امن تھا۔ اب ارلیانو سگندو پیڑا کوٹس کو زیادہ وقت دیتا۔ اگرچہ اب اس کا جسم اور مزاج گزرے دنوں کے عذاب کی اجازت نہ دیتے لیکن وہ اپنی کوشش میں لگا رہتا۔ اپنا اکارڈین کھود کر نکال لایا۔ اس کی تاریں اب جوتوں سے بندھی ہوئی تھیں۔

گھر میں امرانتا اپنا کفن سی رہی تھی۔ ارسلا اپنی ضعیفی کے گہرے اندھیروں میں پڑی تنہائی کا شکار تھی۔ اسے صرف جوزے ارکیدو بوئندا کا گھوسٹ شاہ بلوط کے نیچے نظر آتا۔ فرنینڈا نے گھر پر اپنی اجارہ داری قائم کر لی تھی۔

اب وہ اپنے بیٹے جوزے ارکیدو کو ہر مہینے خط لکھتی تو وہ محض جھوٹ کا پلندہ نہ ہوتے۔ بس وہ خط میں اپنے معالجین کا ذکر نہ کرتی۔ جنہوں نے اس کی بڑی آنت میں ایک رسولی تشخیص کی تھی اور اب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپریشن کی تیاری کر رہے تھے۔

یہ کہا جا سکتا تھا کہ بوئندا خاندان میں عرصے سے امن اور خوشی راج کر رہی تھی۔ پھر امرانتا کو موت نے گھیر لیا اور ایک نیا المیہ شروع ہو گیا۔ یہ سب کچھ غیر متوقع طور پر ہوا اگرچہ اس کی عمر خاصی ہو چکی تھی۔ وہ تنہائی پسند تھی لیکن اب بھی وہ پہلے کی طرح اچھی خاصی صحت مند تھی۔ جب اس نے کرنل گرینلڈو مارکیز سے آخری مرتبہ شادی سے انکار کیا تو اس کے بعد اس موضوع پر اس نے کبھی کسی سے بات نہ کی۔ وہ دروازہ بند کر کے روتی رہی۔ وہ شہزادی ر۔میڈیس کے سوگ باشی ہونے پر بھی نہ روئی۔ ارلیانو کی گولی کی سزا پر یا کرنل ارلیانو بوئندا کی گولی لگنے پر بھی اس کی آنکھ سے آنسو نہ ٹپکا جسے وہ بے انتہا پیار کرتی تھی۔ اس وقت اس کا پیار بے اختیار ہو گیا جب اس نے کرنل ارلیانو بوئندا کا مردہ جسم شاہ بلوط کے نیچے پڑا دیکھا۔ اس نے میت اٹھانے میں مدد کی۔ اسے ملٹری یونیفارم پہنایا۔ اس کی شیو کی۔ بالوں میں کنگھی کی۔ مونچھوں کو موم لگائی کہ خود کرنل ارلیانو بوئندا بھی کبھی ایسی موم نہیں لگا پایا تھا۔ کوئی بھی محسوس نہ کر پایا کہ اس عمل کے پیچھے بچپن سے لے کر آج تک کا پیار جھانک رہا ہے کیونکہ لوگ موت کی رسومات کے بارے امرانتا کی

معلومات کے عادی تھے۔

فرنینڈا کے بارے یہ سوال ابھرا کہ اسے کتھولک مذہب کا زندگی سے تعلق کا علم نہیں بلکہ اسے محض موت کی رسومات تک محدود سمجھتی ہے اور اسے مذہب کی بجائے محض موت کی رسومات کا نام دیتی ہے۔ امرانتا اپنی یادوں کے نشان کریدتی رہی۔ اتنی زیادہ عمر کے باوجود اس کے حواس بالکل صحیح تھے۔ جب وہ پیٹرو کریسی کے وائلنز کی آواز سنتی تو اس کا اپنی جوانی کے دنوں کی طرح رونے کو جی چاہتا۔ جب اسے موسیقی کا سبق یاد نہ ہوتا تو اوائل جوانی میں وہ بے اختیار ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے موسیقی کے سبق کے کاغذات اس بہانے کے ساتھ کوڑے میں پھینک دیئے تھے کہ لپٹے رہنے اور نمدار ہونے کی وجہ سے اب یہ کاغذات ختم ہو چکے ہیں لیکن وہ کاغذات ہمیشہ اس کے ذہن میں چلتے رہے اور بجتے رہے۔ اس نے ان آوازوں سے بھاگنے کی کوشش کی اور اپنی پوری توجہ اپنے بھتیجے ارلیانو جوزے کی طرف مبذول کر لی۔ اس نے کرنل گرینلڈو مارکیز کی پرسکون اور طاقتور باہوں میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن اس عذاب سے چھٹکارا ناممکن تھا۔ اس عمر میں بھی اس کا یہی المیہ تھا۔ وہ تین سال قبل سکول جانے سے قبل ارلیانو جوزے کو نہلاتی تو اس طرح نہیں جیسے دادی اپنے پوتے کو نہلاتی ہے بلکہ جیسے ایک عورت ایک مرد کو غسل دیتی ہے۔ سننے میں آیا تھا کہ فرانسیسی کسبیاں مردوں پر یہی داؤ استعمال کرتی ہیں۔

بارہ، چودہ سال کی عمر میں جب وہ پیٹرو کریسی کو ڈانسنگ ڈریس میں دیکھتی اور اس کے ہاتھ میں پیانو بجانے کے لئے جادو چھڑی ہوتی تو اس کا دل چاہتا کہ وہ پیٹرو کریسی کو غسل دے۔ اس کا دل خون کے آنسو روتا۔ اس کے اندر اتنا غصہ بھر جاتا کہ وہ سوئیوں سے اپنی انگلیاں چھیدتی رہتی۔ اسے جتنا درد ہوتا اس کا غصہ اور سوا ہوتا۔ اس پر محبت کا جنوں اور بڑھ جاتا اور یہی جنون اسے موت کی طرف دھکیل رہا تھا۔

جس طرح کرنل ارلیانو بوئندا اپنی جنگ کے بارے سوچتا اور اس سوچ سے فرار ناممکن تھا۔ اسی طرح امرانتا رابیکا کے بارے سوچتی۔ اس کا بھائی اپنی سوچوں کے عذاب سے جان چھڑانے میں کامیاب ہو گیا لیکن امرانتا کے اندر رابیکا کے خلاف نفرت کی آگ اور بھڑک اٹھتی۔ مدتوں وہ خدا سے یہی دعا مانگتی رہی کہ رابیکا کی موت سے پہلے اسے مرنے کی سزا نہ دی جائے۔ وہ جب بھی اس کے گھر کے قریب سے گزرتی تو گرتی دیواروں کو توجہ سے دیکھتی۔ اسے یقین سا تھا کہ خدا نے اس کی دعا قبول کر لی ہے۔

ایک سہ پہر کو وہ پورچ میں سلائی کر رہی تھی۔ اس کا گیان وا ہوا کہ وہ اسی پوزیشن، اسی جگہ میں بیٹھی رہے۔ روشنی ایسے جلتی رہے اور اسے رابیکا کی موت کی خبر ملی۔ وہ انتظار کرتی رہی۔ جس طرح خطوط کا انتظار کیا جاتا ہے۔ انتظار کے کرب ناک لمحات سے بچنے کے لئے اس نے بٹن دوبارہ کھول کر ٹانکنے شروع کر دیئے۔ گھر میں کسی شخص نے محسوس نہ کیا کہ امرانتا دراصل رابیکا کے لئے کفن سی رہی تھی۔ بعد میں جب ارلیانو ٹرسٹی نے اسے بتایا کہ وہ کیسی لگ رہی تھی۔ اس کی جلد کیسی تھی اور اس کے سر پر چند سنہری بال رہ گئے تھے تو اسے ارلیانو ٹرسٹی کی بات پر حیرانی نہ ہوئی۔ کچھ دیر قبل اس کی آنکھوں کے سامنے یہی منظر تھا۔ وہ رابیکا کی میت حنوط کرنا چاہتی تھی۔ پیرافن کو استعمال کرے گی جس سے اس کا چہرہ محفوظ ہو جائے گا۔ اس نے سینٹ کے بالوں کی وگ بنائی۔ اس نے لینن کے کپڑے سے بہترین کفن تیار کیا تھا۔ نارنجی دھاریاں بنائیں اور اس کے جنازے پر پہنانے کے لئے رکھ دیا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں کیڑے نہ کھا جائیں۔ اس نے اتنی نفرت کے ساتھ منصوبہ بنایا کہ وہ خود ہی کانپ اٹھی کہ اگر وہ محبت کی دشمن نہ ہوتی تو پھر ایسا نہ کر سکتی۔

وہ الجھی رہی اور موت کی تفاصیل اتنی باریک بینی سے حاصل کیں کہ وہ موت کی رسومات کی ادائیگی میں پہلے سے بھی زیادہ طاق ہو گئی۔ اس کے منصوبہ میں صرف ایک نکتہ نہیں تھا کہ خدا سے اتنی دعا کرنے کے باوجود کہ رابیکا کی موت اس کی زندگی میں آئے۔ آخری لمحات میں امرانتا پرسکون تھی کیونکہ موت نے اسے مہلت دی تھی کہ وہ اپنی موت کا کچھ سال قبل ہی اعلان کر سکے۔ میمی سکول جا چکی تھی۔ ایک جھلستی سہ پہر کو وہ پورچ میں سلائی کر رہی تھی تو اسے وجدان سا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ نیلے لباس میں ایک عورت ہے۔ اس کے بال لمبے ہیں۔ اس کے نقش و نگار قدیم زمانے کے سے ہیں۔ پیلار ترنیرا سے اس کی مشابہت تھی۔ جب وہ کچن میں کام کرتی تھی۔ فرنینڈا وہاں سے کئی مرتبہ گزری لیکن وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکی، حالانکہ وہ زندہ موجود تھی۔ ایک مرتبہ اس عورت نے اسے سوئی میں دھاگا ڈالنے کو کہا۔ موت نے اسے یہ آگہی نہیں دی اور نہ ہی یہ اشارہ مقرر کیا تھا کہ وہ رابیکا سے پہلے نہیں مرے گی لیکن موت کے وجدان نے اسے یہ یقین دیا کہ وہ اگلے سال چھ اپریل سے پہلے اپنا کفن سی لے۔ اسے یہ یقین بھی ہو گیا کہ وہ اپنے کفن کو جتنا پیچیدہ بنا سکتی ہے۔ جتنا خوبصورت بنا سکتی ہے اس کی اجازت ہے اور اس میں اتنی ایمانداری بھی ممکن ہے، جتنی رابیکا کے بارے تھی۔ اس کے اندر یہ آواز بھی آتی رہی کہ وہ جونہی کفن

بنانا ختم کرے گی۔ شام سے ہو گا اور اس کی موت بغیر کسی تکلیف' درد اور زندہ عذاب کے ہو گی۔ وہ اپنا وقت جتنا چاہے' بچا سکتی ہے۔ امرانتا نے دھاگے کے گوڑے منگوائے اور احتیاط سے اسے بنا کہ اس باریک کام میں اسے چار سال لگ گئے پھر اس نے سلائی شروع کی۔ جوں جوں کام ختم ہوتا گیا تو اسے یقین ہوتا گیا کہ کوئی معجزہ ہی اسے رابیکا کی موت سے پہلے اسے بچا سکتا ہے لیکن اس بے چینی میں بھی اس نے توجہ سے کام جاری رکھا۔ اب اسے کرنل ارلیانو بوئندا کی مچھلیاں بنانے' پگھلانے اور دوبارہ بنانے کا چکر سمجھ میں آیا۔ پوری کائنات اس کی ذات میں سمٹ کر رہ گئی۔ اندر کی تمام تلخی ہوا ہوئی۔ اسے چند سال پہلے کی آگہی پر دکھ ہوتا۔ وہ اپنی یادوں کو بھی مکمل طور پر سمیٹ نہیں سکی تھی کہ اب وہ ایسی دنیا تخلیق کرے' جس میں نئی روشنیاں ہوں اور شام سے کہیں سے پیڑو کریسی کے لیونڈر کی خوشبو نہ آئے۔ کہیں رابیکا کا سایہ نہ ہو۔ اس کے اندر کوئی محبت کا جذبہ ہو' نہ نفرت کا۔ بس بے انت تنہائی ہو۔ ایک رات اس نے میمی کے لہجے میں نفرت محسوس کی۔ وہ اس سے اپ سیٹ نہیں ہوئی لیکن یہ اس کے خلاف سازش تھی اور وہ خود بھی اس عمر میں ایسی ہی تھی۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ اس کے اندر کینہ عود کر آیا۔ اس نے اپنی قسمت پر اتنی قناعت کر لی کہ وہ اس یقین سے بھی پریشان نہیں تھی کہ تمام امکانات ختم ہو چکے تھے۔ اب اس کا محض ایک ہی کام تھا۔ کفن سینا۔ اب اس نے شروع کی فضول باریکیوں اور آہستہ سینے کی بجائے اس نے کام کی رفتار تیز کر دی۔

اس نے ایک ہفتہ قبل اندازہ کر لیا کہ کفن کا آخری ٹانکا چار فروری تک مکمل ہو جائے گا اور کسی اظہار کے بغیر اس نے میمی سے کہا کہ وہ ایک دن بعد کا کلاوی کارڈ کا کنسرٹ ایک دن پہلے رکھ لے لیکن لڑکی نے اس کی بات نہ مانی پھر امرانتا نے اگلے اڑتالیس گھنٹے لیٹ کرنے کا سوچا۔ اسے یہ خیال بھی آیا کہ شاید موت اسے بچاؤ کا رستہ دکھا رہی ہے لیکن چار فروری کی رات کو طوفان کی وجہ سے پاور پلانٹ اڑ گیا۔

اگلے دن صبح کے وقت اس نے آخری ٹانکا بھرا۔ شاید یہ کسی بھی عورت کی زندگی کا سب سے بہترین اور نفیس کام تھا۔ بغیر کسی حیل و حجت کے اس نے اعلان کر دیا کہ شام کو وہ مر جائے گی۔ اس نے یہ بات نہ صرف گھر والوں سے کہی بلکہ پوری بستی میں بات گھوم گئی۔ امرانتا کے ذہن میں ایک خیال تھا کہ اس دنیا سے جاتے ہوئے زندگی کی خاطر ایک بامقصد کام کرے۔ ان کے مرے ہوئے لوگوں کے خطوط ساتھ لے جانا ہی بہترین ثواب

ہے۔

دوپہر سے پہلے پوری بستی میں یہ خبر پھیل گئی کہ امرانتا کی موت شام کے وقت ہو گی اور وہ زندوں کے پیغامات لے کر جا رہی ہے۔ سہ پہر کے تین بجے اس کا پارلر خطوط کے ڈبوں سے بھر گیا۔ جو تحریر نہیں دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے زبانی پیغامات دیئے جو امرانتا نے ان کے نام اور مرنے والے کی تاریخ کے ساتھ اپنی نوٹ بک میں لکھ لئے۔

"پریشان نہیں ہونا۔" وہ پیغام بھیجنے والے کو مطمئن کرتی۔ "میں وہاں جاتے ہی سب سے پہلے یہی کام کروں گی کہ ان کو ڈھونڈھ کر آپ لوگوں کا پیغام دوں۔"

یہ سارا منظر مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

امرانتا پریشان لگتی تھی اور نہ غم زدہ۔ بلکہ وہ پہلے سے کہیں جوان اور سرگرم نظر آ رہی تھی۔ وہ پہلے کی طرح سیدھی اور پتلی نظر آ رہی تھی۔ اگر اس کے گالوں پر جھریاں نہ ہوتیں اور ان کے چند دانت ٹوٹے ہوئے نہ ہوتے تو وہ بہت کم عمر لگتی۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے خط ڈبوں میں ڈال کر ان پر سیل لگا دیں اور انہیں کہا کہ ان خطوط کو اس طرح قبر میں رکھیں کہ یہ نمی کی وجہ سے خراب نہ ہو جائیں۔

اگلی صبح اس نے بڑھئی منگوا کر پارلر میں اپنے تابوت کی پیمائش دی۔ لگتا تھا وہ نئے لباس کی پیمائش دے رہی ہے۔ اس نے آخری لمحوں میں اتنی سرگرمی دکھائی کہ فرنینڈا نے سوچا۔ یہ تمام لوگوں کو بے وقوف بنا رہی ہے۔ ارسلا کو تجربے کی بنیاد پر یقین تھا کہ بوئندا خاندان کے لوگ ہمیشہ کسی بیماری کے بغیر مرتے ہیں اور اسے اس بات پر قطعاً شک نہیں تھا کہ امرانتا کو موت کا سندیسہ مل چکا ہے۔ وہ خوفزدہ تھی کہ ان خطوط کو جلد پہنچانے کی خاطر خط بھیجنے والے کہیں اسے زندہ دفن نہ کر دیں۔ اس نے اٹھ کر انہیں سمجھانا شروع کر دیا۔ اسے مثالیں دے کر سمجھایا۔ دلیلوں سے قائل کیا۔ وہ چلاتی رہی۔ کہیں سہ پہر کے چار بجے جا کر وہ انہیں سمجھانے میں کامیاب ہوئی۔

اس دوران امرانتا اپنے کپڑے غریبوں میں تقسیم کر چکی تھی۔ اب اس کے پاس ایک تابوت رہ گیا اور کپڑے کے سلیپر جو اس نے موت کے وقت پہننے تھے۔ اس نے اس مسئلہ پر بھی غفلت نہیں برتی کیونکہ جب کرنل ارلیانو بوئندا مرا تو اس کے پاس صرف بیڈ روم سلیپر تھے جو وہ ورکشاپ میں پہنے رہتا تھا۔ اس کے لئے نئے جوتے خریدنے پڑے تھے۔

پانچ بجے سے تھوڑی دیر قبل ارلیانو سگندو میمی کو کنسرٹ کے لئے لینے آیا۔ دیکھا کہ

پورا گھر جنازے کے لئے تیار ہے۔ اس وقت اگر کوئی انسان زندہ تھا تو وہ پرسکون امرانتا تھی۔ وہ کارن کاٹ رہی تھی۔ ارلیانو سگندو اور میمی اس سے رخصت ہو گئے اور وعدہ کیا کہ اگلے سنیچر کو وہ ایک بہت بڑی پارٹی کریں گے۔ لوگوں کے منہ سے یہ سن کر کہ امرانتا مرے ہوئے لوگوں کے لئے خطوط اور پیغامات لے رہی ہے۔ فادر انتونیوازابیل آخری رسومات کے لئے پانچ بجے پہنچ گیا۔ اسے پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا تاکہ "مردہ" اپنا غسل کر کے باتھ روم سے باہر آ سکے۔ جب اس نے امرانتا کو نائٹ شرٹ میں باتھ روم سے باہر آتے دیکھا اور اس کے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ پادری نے سوچا۔ یہ سب ڈرامہ ہے اور اس نے "التار لے کر آنے والے لڑکے" کو واپس بھیج دیا۔ اس نے سوچا کہ اب وہ بیس سال کی خاموشی کے بعد امرانتا سے "اعتراف" کا چکر چلائے گا۔

امرانتا نے سادگی سے کہا کہ اسے روحانی طور پر کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اس کے ضمیر پر کسی قسم کا بوجھ نہیں۔ فرنینڈا نے شور مچا دیا۔ اس نے یہ خیال بھی نہ کیا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا کہ وہ "اعتراف" کی شرمندگی سے بچنے کے لئے ایک گھٹیا موت لے رہی ہے۔ اسے علم نہیں۔ اس نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔

پھر امرانتا لیٹ گئی اور ارسلا سے کہا کہ وہ اس کی عصمت اور پاکیزگی کی تمام لوگوں کو قسم دے۔

"کوئی بھی اپنے ذہن میں یہ بات نہ لائے۔" وہ چلائی تاکہ فرنینڈا بھی سن لے۔ "امرانتا بوئنڈا جس طرح باعصمت اور پاکیزہ اس دنیا میں آئی تھی۔ اتنی ہی پاکیزگی اور باعصمت ہو کر واپس جا رہی ہے۔"

وہ دوبارہ نہ اٹھی۔ وہ گدوں میں یوں لیٹی تھی جیسے وہ واقعی بیمار ہو۔ اس نے اپنے لمبے بال سنوارے اور کانوں کے پیچھے لپیٹ لئے جیسے موت نے پہلے بتا دیا ہو کہ یہ سب کچھ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ پھر اس نے ارسلا سے آئینہ لانے کو کہا اور چالیس سال میں پہلی مرتبہ اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ وقت اور عمر نے کھنڈر بنا دیئے تھے۔ وہ حیران تھی وہ اپنے ذہنی تصور سے کتنی مشابہہ ہے۔ ارسلا نے بیڈ روم کی خاموشی سے جانا شاید اندھیرا بڑھنا شروع ہو گیا ہے۔

"فرنینڈا کو بھی خدا حافظ کہو۔" ارسلا گھگھیائی۔ "ایک لمحے کی ناراضگی پوری زندگی کی دوستی پر بھاری ہوتی ہے۔"

"اب کوئی فائدہ نہیں۔" امرانتا نے جواب دیا۔

میمی جب اپنے پروگرام کے لئے سٹیج کی روشنیوں میں آئی تو اس کے ذہن میں امرانتا کے بارے کچھ نہیں تھا۔ اس نے اپنے پروگرام کا دوسرا حصہ شروع کیا۔ پروگرام کے درمیان میں کسی نے اس کے کان میں سرگوشی کی اور پھر پروگرام ملتوی کر دیا گیا۔ جب وہ گھر پہنچی تو ارلیانو سگندو لوگوں کو ہٹاتے ہوئے ایک بوڑھی کنواری کی میت دیکھنے کے لئے بڑھا۔ وہ انتہائی بدصورت لگ رہی تھی۔ قدرتی رنگ اڑ چکا تھا۔ اس کے ہاتھ پر کالا رومال لپٹا ہوا تھا اور وہ خوبصورت کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی میت خطوط کے قریب پارلر میں رکھی گئی تھی۔

امرانتا کے سوگ میں ارسلا نو راتیں باہر نہ نکلی۔

سنتا صوفیا ڈی لاپیڈاڈ اس کا خیال رکھتی۔ اسے کمرے میں کھانا دے آتی۔ حوائج ضروریہ کے لئے پانی بھر کر دیتی اور پھر بیٹھ کر ماکوندو میں ہونے والے واقعات سناتی رہتی۔ ارلیانو سگندو اس سے بار بار ملنے آتا۔ وہ اس کے لئے نئے کپڑے لے کر آیا۔ ارسلا نے انہیں بستر کے قریب روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کے ساتھ رکھ دیا۔ کچھ ہی دنوں میں اس نے اپنی ایک ایسی دنیا بسا لی جو اس کی پہنچ میں تھی۔ وہ امرانتا ارسلا سے بہت پیار کرتی۔ اس میں ارسلا کو اپنا عکس نظر آتا۔ وہ اسے پڑھنا سکھاتی۔ اس کی سادگی اور قناعت پسندی کسی کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی کہ سو سال کی زندگی اب اس پر حاوی ہوتی جا رہی ہے اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھی کہ وہ دیکھ نہیں سکتی تھی۔ لیکن کوئی شخص بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سوچ اندھی ہو چکی ہے۔ اب اس کے پاس اتنا وافر وقت موجود تھا۔ اس کے اندر اتنی خاموشی دھڑکتی کہ اس گھر میں موجود ہر حرکت اس کے سامنے نکھر جاتی۔ میمی کی خاموشی کا سب سے پہلے اسے احساس ہوا۔

"ادھر آؤ۔" اس نے میمی کو بلایا۔ "اب ہم دونوں اکیلی ہیں۔ اس بوڑھی عورت کو بتا دو کہ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟"

میمی نے ایک چھوٹا سا قہقہہ لگا کر جان چھڑوا لی۔ ارسلا نے بھی اصرار نہ کیا۔ جب میمی دوبارہ اسے ملنے نہیں آئی کہ ارسلا کے شکوک و شبہات یقین میں بدل گئے۔ ارسلا کو پتہ تھا کہ وہ اپنے معمول سے پہلے صبح سویرے اٹھ جاتی ہے۔ وہ ایک لمحہ کے لئے ٹک کے نہیں بیٹھتی اور ہر وقت وہ باہر نکلنے کی تاڑ میں رہتی ہے۔ ارسلا تمام رات ساتھ کے بیڈ روم میں اس کے چلتے رہنے کی چاپیں سنتی رہتی۔ پیلی تتلیوں کی بھنبھناہٹ اسے تنگ کرتی

رہتی۔ ایک بار وہ ارلیانو سگندو سے ملنے جا رہی تھی کہ ارسلا فرنینڈا کے محدود سوچ پر حیران رہ گئی۔ ارلیانو سگندو خود اپنی بیٹی کو ڈھونڈھتا ہوا ادھر ہی آ گیا۔ صاف سی بات تھی کہ میمی کو کچھ خفیہ معاملات اور مسائل کا سامنا تھا جن کی وجہ سے وہ پریشان تھی۔ ایک رات پہلے تک وہ انہی پریشانیوں میں غلطاں تھی کہ فرنینڈا نے گھر سر پر اٹھا لیا۔ اس نے سنیما میں میمی کو ایک نوجوان سے بوس و کنار کرتے پکڑ لیا تھا۔

میمی اس وقت اپنے اندر بند تھی۔ اتنی الجھی ہوئی تھی کہ اس نے سارا الزام ارسلا پر دھر دیا کہ اس نے فرنینڈا کو بتایا تھا۔ ورنہ راز تو اس نے خود افشا کیا تھا۔ وہ کوئی عرصہ سے ایک ایسی کہانی میں الجھی ہوئی تھی جو ہر شخص پڑھ سکتا تھا لیکن فرنینڈا کے آنکھوں کے سامنے ایک دھند چھائی ہوئی تھی اور یہ دھند ہٹنے میں عرصہ لگا۔ کیونکہ ڈاکٹروں سے خط و کتابت کی وجہ سے اسے دوسرے کاموں کے لئے فرصت نہیں تھی۔ بالاخر اس نے میمی کی خاموشی' اچانک چونک اٹھنا' موڈ میں غیر مستقل مزاجی' برہمی اور کھوکھلے قہقہوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے اوپر خول چڑھا لیا۔ وہ پہلے کی طرح اپنی سہیلیوں کے ساتھ باہر جا سکتی تھی۔ وہ سنیچر کی پارٹیوں میں تیار کرنے میں مدد کرتی اور جو اسے سوال تنگ کرتے' وہ میمی سے کبھی نہ پوچھتی۔ میمی اس سے جھوٹ بولنے لگی تھی لیکن فرنینڈا نے اس پر کبھی اپنے شکوک کا اظہار نہ کیا۔ حالانکہ اب فرنینڈا کے پاس اچھے خاصے ثبوت تھے۔ وہ وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک رات میمی نے اپنے باپ کے ساتھ سنیما جانے کا کہا۔ حالانکہ کچھ دیر اس نے پیڑا کوٹس کے گھر سے پھل جھڑیوں اور اکارڈین کی ناقابل تردید آواز سنی تھی۔ وہ تیار ہوئی۔ سنیما پہنچی اور سیٹوں کے اندھیرے میں اس نے اپنی بیٹی کو پہچان لیا۔ وہ سن ہو کر رہ گئی۔ میمی ایک مرد کا پیار لے رہی تھی اور ناظرین کے قہقہوں اور شور و غل کے درمیان اس نے واضح طور پر سنا۔

"جان! مجھے افسوس ہے۔" میمی اس مرد کو کہہ رہی تھی۔

وہ کوئی لفظ کہے بغیر اسے باہر لے آئی۔ شرم دلانے کے لئے اسے ترکوں کی شور مچاتی گلی میں سے لے کر آئی اور لا کر اس کے بیڈ روم میں بند کر کے تالا لگا دیا۔

اگلے دن شام کے چھ بجے' فرنینڈا نے اس کی آواز پہچان لی جو میمی سے ملنے آیا تھا۔ وہ ایک زرد رو نوجوان تھا۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور ماتمی تھیں۔ اگر وہ پکھی واس دیکھ چکی ہوتی تو ان آنکھوں کو دیکھ کر اتنی خوف زدہ نہ ہوتی۔ اس بارے میں کسی نرم دل عورت کو

پہچاننے میں دیر نہ لگتی کہ آخر اس کی بیٹی کی خواہش کیا ہے۔ اس نے ایک لینن کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ جوتوں پر زنک کی تہریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں تنکوں کا ایک ہیٹ تھا جو اس نے پچھلے سنیچر خریدا تھا۔ وہ زندگی میں اتنا خوف زدہ کبھی نہیں ہوا تھا لیکن اس کے انداز میں ایک شان تھی۔ ایک اغناء جس کی وجہ سے وہ دھتکارے سے بچ گیا۔ سخت کام کرنے کی وجہ سے اس کے ناخن اور ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ فرنینڈا صرف اس کے کام کی نوعیت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ بطور مکینک اس کا سٹیٹس دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے اتوار کے دن کا ایک سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کی شرٹ کے نیچے بنانا کمپنی کا کارڈ تھا۔ فرنینڈا نے اسے بولنے کا موقع دیا اور نہ ہی گھر کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ پیلی تیلیوں سے گھر بھرتا جا رہا تھا۔ دروازہ بند کرنے سے پہلے اس نے کہا۔

"دفع ہو جاؤ۔" اس نے کہا۔ "تم کسی شریف آدمی سے ملنے کے قابل نہیں ہو۔"

اس کا نام ماریکو بابیلونیا تھا۔ وہ ماکوندو کی گلیوں میں پل کر جوان ہوا۔ وہ بنانا کمپنی کے گیراج میں اپرنٹس کلینک تھا۔ میمی ایک سہ پہر اسے اچانک ملی۔ وہ پیٹریکا براؤن کے ساتھ کار لینے نکلی تاکہ کیلے کے پودوں کے درمیان میں سیر کی جائے۔ شوفر بیمار تھا ورنہ وہ انہیں سیر کے لئے لے جاتا۔

میمی کی خواہش تھی کہ وہ پسنجر سیٹ پر بیٹھے۔ بالکل ڈرائیور کے ساتھ کی سیٹ پر تاکہ وہ کار چلانے کے طریقے کو دیکھ سکے۔ باقاعدہ شوفر کی بجائے ماریکو بابیلونیا نے اس ڈرائیونگ کی عملی باتیں بتائیں۔ ان دنوں میمی ڈھونڈھے سے مسٹر براؤن کے گھر ملتی۔ ابھی کسی خاتون کا ڈرائیونگ کرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن وہ ٹیکنیکل باتیں سن کر بہت مطمئن تھی۔ اس نے مہینوں تک ماریکو بابیلونیا کو دوبارہ نہ دیکھا۔ پھر اسے یاد آیا کہ سیر کے دوران میمی کی نظریں مسلسل اس کے مضبوط اور طاقت ور پٹھوں پر جمی رہی تھیں۔ اس کی نظریں کھردرے ہاتھوں پر نہ گئیں۔ بعد میں اس نے پیٹریکا براؤن کو بتایا کہ وہ تحفظ کی بجائے ڈر سا محسوس کر رہی تھی۔ پہلے سنیچر وہ اپنے باپ کے ساتھ سنیما دیکھنے گئی تو اس نے ماریکو بابیلونیا کو دیکھا۔ اسے لگا جیسے اس کی پوری توجہ فلم پر نہیں بلکہ وہ گردن پیچھے موڑ کر اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے لینن کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ میمی کو اس کی گھٹیا حرکت پر بہت غصہ آیا۔

پھر ماریکو بابیلونیا اس کے باپ سے ملنے آیا۔ میمی کو پتہ چلا کہ وہ ایک دوسرے کے جاننے والے ہیں کیونکہ وہ دونوں ارلیانو ترستی کے کارخانے میں اکٹھے کام کرتے رہے تھے۔

ماریکو بابیلونیا کا اب بھی ملنے کا انداز ملازم کی طرح تھا۔ ناپسندیدگی کی بجائے اس نے اپنے اندر فخر سا محسوس کیا۔ وہ کبھی اکیلے ملے اور نہ کبھی بات سلام دعا سے آگے بڑھی۔ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو بحری بلا سے بچا رہی ہے۔ اس کے اندر غم کی بجائے غصہ بھرا ہوا ہے اور یوں لگا جیسے میمی نے اسے موقع فراہم کیا ہو۔ صرف ماریکو بابیلونیا کے لئے نہیں بلکہ کسی بھی ایسے نوجوان کے لئے جو اس میں دلچسپی رکھتا ہو۔ وہ خواب کے بعد اتنی پریشان تھی کہ اس سے نفرت کرنے کی بجائے میمی کے دل میں اس کے لئے خواہش پیدا ہوئی۔ اس ہفتہ کے دوران اس میں بے چینی سی رہی۔ سنیچر کو وہ ماریکو بابیلونیا کی طرف دیکھنے سے اپنے آپ کو نہ روک سکی۔ جب وہ اسے سنیما میں ملا تو اس کا دل دھڑک اٹھا۔ غصے اور خوشی کے ملے جلے تاثرات میں اس نے پہلی مرتبہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور ماریکو بابیلونیا اس کا ہاتھ ہلاتا رہا۔ میمی نے لحہ بھر کے لئے اپنے آپ کو روکنا چاہا لیکن یہ بہانہ ایک خوبصورت سکون میں بدل گیا۔ ماریکو بابیلونیا کا ہاتھ سرد تھا۔ پسینے میں ڈوبا ہوا۔

اس رات اسے یوں لگا جیسے وہ ماریکو بابیلونیا کو دیکھے بغیر ایک لحہ زندہ نہیں رہ سکے گی۔ وہ پورا ہفتہ اپنے آپ کو قابو کرتی رہی۔ اس نے تمام حیلے کر لئے کہ پیٹریکا براؤن اسے کار میں ساتھ لے جائے۔ آخر اس نے سرخ بالوں والے امریکی کو استعمال کیا جو چھٹیاں گزارنے آیا ہوا تھا کہ کاروں کے نئے ماڈل کے بارے پتہ کرنے کے بہانے اسے گیراج کی طرف لے گئی۔ اس نے جونہی اسے دیکھا۔ میمی کو لگا۔ وہ اپنی ذات کا خود ہی شکار ہو گئی ہے۔ اسے یقین سا ہونے لگا کہ وہ ماریکو بابیلونیا کے ساتھ تنہائی میں نہیں مل سکتی۔ وہ اسی کیفیت کی شکار ہو گئی۔ وہ میمی کو دیکھ کر ساری کہانی سمجھ گیا۔

"میں کاروں کے نئے ماڈل دیکھنے آئی ہوں۔" میمی نے کہا۔

"اچھا بہانہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

میمی کو لگا۔ اس کے اندر غرور آ گیا ہے۔ وہ اس کی بے عزتی کرنے کا بہانہ ڈھونڈنے لگی۔ ماریکو بابیلونیا نے اسے کوئی موقع نہ دیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ماریکو بابیلونیا نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے کہ ایک عورت مرد کے لئے پاگل ہوئی جا رہی ہے۔"

اسے اتنا برا جھٹکا لگا کہ وہ کاروں کے نئے ماڈل دیکھے بغیر گیراج سے باہر نکل آئی۔ وہ

تمام رات بستر پر کروٹیں بدلتی رہی اور اپنی بے عزتی پر روتی رہی۔ سرخ بالوں والا امریکی اس میں دلچسپی لے رہا تھا لیکن وہ پنگھوڑے میں لیٹا ہوا منا سا بچہ لگتا۔ اب کے میمی کو یہ بات آشکار ہوئی کہ پیلی تیلیاں دراصل ماریکو بابیلونیا کی یاد دلاتی ہیں۔ اس نے انہیں گیراج کے اوپر اڑتے دیکھا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ پینٹ کے بو کی وجہ سے ادھر آ گئی ہیں۔ اس نے ایک مرتبہ دیکھا۔ وہ سنیما جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ اس کے سر کے اوپر منڈلانے لگیں۔ جب ماریکو بابیلونیا نے کسی آسیب کی طرح اس کا پیچھا کرنا شروع کیا تو وہ اسے ہجوم میں بھی پہچان لیتی۔ اس نے سمجھا۔ پیلی تیلیاں ماریکو بابیلونیا کی رازداں ہیں۔ وہ کسی کنسرٹ، سنیما، چرچ اور جہاں میمی کا گماں بھی نہ ہوتا وہاں آن موجود ہوتا۔ وہ اس کی طرف نہ دیکھتی لیکن تتلیوں کی وجہ سے پہچان لیتی۔ تیلیاں ہر وقت ہم سفر رہتیں۔ ایک بار ارلیانو سگندو اس بھنبھناہٹ سے اتنا تنگ آیا کہ میمی نے سوچا کہ وعدے کے مطابق اسے اپنا رازداں بنانا چاہئے لیکن جبلت نے کہا۔ وہ ہمیشہ کی طرح بات قہقہہ میں اڑا دے گا اور کہے گا۔

"اگر تمہاری ماں کو پتہ چل گیا تو کیا ہو گا؟"

ایک صبح وہ پھول چن رہی تھی کہ اس نے فرنینڈا کی خوفزدہ چیخ سنی اور میمی کو اس جگہ سے گھسیٹ لیا۔ یہ باغ میں وہی جگہ تھی جہاں سے شہزادی ریمیڈیس نے آسمانوں کا سفر اختیار کیا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ وہ معجزہ اس کی بیٹی کے ساتھ بھی ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ اس نے فرشتے کے پروں کی آواز بھی سنی تھی۔ دراصل یہ تیلیاں ناچ رہی تھیں۔ میمی کو لگا جیسے یہ ابھی روشنی میں سے نکلی ہیں۔ اس کا دل پگھل گیا۔ اس وقت ماریکو بابیلونیا ایک ڈبہ لے کر اندر آیا۔ اس کے بقول یہ تحفہ اسے پیٹریکا براؤن نے بھیجا ہے۔ میمی کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔ میمی نے اسے ریلنگ پر رکھنے کا کہا کیونکہ اس کے ہاتھ گندے تھے اور میمی کے چہرے پر ایک قدرتی سی مسکراہٹ آ گئی۔ فرنینڈا نے اس نوجوان کی ایک ایک بات نوٹ کی جسے اس نے چند ماہ قبل گھر سے نکال دیا تھا اور اسے یاد بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی زرد رنگ پر چونک گئی تھی۔

"عجیب شخص ہے۔" فرنینڈا نے کہا۔ "اس کو دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ مرنے والا ہے۔"

میمی کا خیال تھا کہ اس کی ماں ان تتلیوں سے متاثر ہے۔ انہوں نے پھول چن لئے پودے درست کر لئے۔ اپنے ہاتھ دھوئے اور کھولنے کے لئے ڈبہ اپنے بیڈ روم میں لے

گئی۔ یہ پانچ ڈبوں سے بنا ہوا ایک چینی کھلونا تھا اور اس کے ساتھ اڑے ترچھے حروف ایک کارڈ پر کسی نے لکھے تھے جو بمشکل ہی پڑھے جاتے تھے۔

"سنیچر کو سنیما میں ملیں گے۔"

میمی ڈر گئی کہ یہ ڈبہ کتنی دیر تک ریلنگ پر رکھا رہا اور فرنینڈا کا تجسس کسی لمحے کروٹ بدل سکتا تھا۔ اس کی بے وقوفی پر غصہ آیا۔ اور ماریکو بابیلونیا کی اس معصوم سی توقع پر بہت پیار بھی آیا۔ اس نے عہد نبھانے کا عہد کر لیا۔ میمی کے علم میں یہ بات تھی کہ ارلیانو سگندو نے سنیچر کی رات کہیں جانا ہے لیکن اس نے اپنے باپ سے یہ بات منوا لی کہ وہ اسے اکیلا سنیما گھر میں چھوڑ کر چلا جائے اور شو کی واپسی پر اسے لیتا آئے۔ پورا ہفتہ وہ بے چین رہی۔ ایک تتلی ساری رات اس کے سر کے اوپر منڈلاتی رہتی اور روشنی جلتی رہتی۔ پھر یوں ہوا کہ جب سنیما کی روشنیاں بجھ گئیں۔ ماریکو بابیلونیا اس کے پہلو میں آن بیٹھا۔ میمی کو یوں لگا جیسے وہ جھجک رہی تھی۔ اب فرار ناممکن تھا۔ خوابوں میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ ماریکو بابیلونیا سے وہی گریس کی پھیلی بو آ رہی تھی جسے وہ برداشت نہ کر سکتی تھی۔

"اگر تم نہ آتیں۔" اس نے سرگوشی کی۔ "پھر مجھے کبھی نہ دیکھ پاتیں۔"

میمی نے اپنے گھٹنے پر اس کے ہاتھ کا وزن محسوس کیا۔ اسے لگا کہ وہ دونوں اسی لمحے سرور کے دوسرے کنارے لپکنے والے ہیں۔

"مجھے تم سے گلا یہ ہے۔" میمی نے مسکراتے ہوئے کہا "تم ہمیشہ وہ بات کرتے ہو جو تمہیں نہیں کرنی چاہئے۔"

وہ پاگل ہو گئی۔ اس کی آنکھ نہ لگی۔ اس کی بھوک اڑ گئی اور وہ تنہائی کے ایسے گھیرے میں آ گئی کہ اس کا باپ بھی جھنجلا اٹھا۔ فرنینڈا کو ملاقات کے دن اور تاریخ بھلانے کے لئے ایک پیچیدہ عمل پر کام کرتی رہی۔ اپنی دوستوں سے نہ ملی تاکہ ماریکو بابیلونیا سے کسی وقت اور کسی جگہ بھی ملنے میں مسئلہ پیدا نہ ہو۔ شروع میں اس کی باتوں کے کرخت انداز سے وہ تنگ آ جاتی۔ پہلی مرتبہ جب گیراج کے پیچھے ایک اجاڑ کھیتوں میں وہ اکیلے ملے تو اس نے بے رحمی سے کسی جانور کی طرح اسے کھینچا اور وہ نڈھال ہو گئی۔ اسے یہ سمجھنے میں کافی وقت لگا کہ یہ بھی پیار کا ایک انداز ہے۔ اس کے ذہن سے بوجھ اتر گیا۔ وہ اس کے لئے زندہ تھی لیکن وہ گریس کی بو سے بہت تنگ تھی۔ اسے بعد میں لائی سے اپنے آپ کو دھونا پڑتا۔ امرانتا کی موت سے کچھ عرصہ قبل وہ پاگل پن میں آ کر روشنی کے کھڈ میں جا

گری- وہ اپنے مستقبل کی غیر یقینی دیکھ کر کانپنے لگی- اس نے ایک عورت کے بارے سنا جو تاش کے پتوں کی مدد سے قسمت کا حال بتاتی تھی- وہ خفیہ طور پر اس سے ملنے گئی-

وہ پیلار ترنیرا تھی-

جونہی پیلار ترنیرا نے اسے اندر آتے دیکھا- آنے کا مقصد بھانپ گئی-

"بیٹھو-" پیلار ترنیرا نے کہا- "مجھے بوئندا خاندان کے کسی فرد کی قسمت بتانے کے لئے تاش کے پتوں کی ضرورت نہیں-"

میمی کو پہلے کبھی پتہ تھا اور نہ کبھی بعد میں پتہ چلا کہ وہ سو سال بوڑھی جادوگرنی اس کی پڑدادی ہے اور نہ ہی وہ اس بات پہ یقین کرتی- پھر اس نے ننگی حقیقت آشکار کی کہ محبت ملاپ اور سکون کے بغیر آگ ہے- یہی ماریکو بابیلونیا کا کہنا تھا- میمی کو اس بات پر یقین نہیں آتا تھا- آخر وہ اس بے چارے مکینک کے نقطہ نظر سے متاثر سی ہو گئی- اس نے سوچا کہ محبت ایک سمت فتح ہے تو دوسری طرف شکست بھی دیتی ہے- یہ مردوں کی عادت ہے کہ وہ جنسی بھوک سے اس وقت بھی انکار نہیں کرتے- جب تک وہ نہیں سیر ہو جاتے- پیلار ترنیرا نے نہ صرف اس کی غلطی کی تصحیح کی بلکہ اسے وہ قدیم مسہری بھی پیش کی جہاں وہ میمی کے دادا جوزے ارکیدو کے ساتھ لیٹی تھی اور جہاں ارلیانو جوزے مکاریاں کرتا رہا- اس نے اسے مزید یہ بھی بتایا کہ حمل سے بچنے کے لئے مسٹرڈ پلاسٹر کے بخارات بہتر رہتے ہیں- اسے کچھ پینے کی دوائی بھی دی- جس سے اچھی خاصی عمر کا بچہ باہر آ جاتا ہے- ان باتوں نے میمی میں وہی انداز بھر دیا جو ایک شام شراب پینے کے بعد آیا تھا- امرانتا کی موت کی وجہ سے اس نے اپنا فیصلہ ملتوی کر دیا- جب سوگ کی نو راتیں آ گئیں تو بستی کے ہجوم کے ساتھ وہ بھی گھر میں داخل ہوا- اس دوران وہ ماریکو بابیلونیا کے پہلو سی چمٹی رہی- پھر سوگ کے طویل دن آ گئے اور وہ کچھ عرصہ کے لئے نہ ملے- ان دنوں نے اندر اتھل پتھل کر دیا- اتنی بے چینی بھر دی اور ملاپ کی اتنی جنونی خواہشات بھر دیں کہ ایک شام اسے باہر جانے کا موقع ملا تو وہ سیدھی پیلار ترنیرا کے ہاں گئی- اس نے اپنے آپ کو بغیر کسی نخرے اور ناز و ادا' کسی شرم لحاظ اور بغیر کسی قسم کی مزاحمت کے ماریکو بابیلونیا کے سپرد کر دیا- اس میں ایسی نرم سپردگی تھی- ایسا فطری اور وجدانی انداز تھا کہ عورتوں سے بھی زیادہ مشکوک مرد بھی اس تجربے سے بھونچکا کر رہ جاتا- وہ تین مہینے تک ہفتہ میں دو بار ملاپ کی ندیاں ناپتے رہے- انھیں ارلیانو سگندو کی معصوم سادگی نے تحفظ دیا جو اپنی بیٹی کی غیر

موجودگی کو بغیر کسی دوسرے شک کے، محض ماں کی سختی سے فرار ہونے کے معنی دیتا۔

ایک رات جب فرنینڈا نے انہیں فلم دیکھتے ہوئے پکڑا تو ارلیانو سگندو اپنے ضمیر کا قیدی بن گیا۔ وہ میمی سے بیڈ روم میں ملنے گیا جہاں فرنینڈا نے اسے قید کر رکھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ میمی اسے ساری حقیقت بتا دے گی لیکن میمی نے تمام الزامات سے انکار کر دیا۔ میمی کو اپنے آپ پر اتنا یقین تھا۔ وہ اپنی تنہائی میں اتنی گم تھی کہ ارلیانو سگندو کو یوں لگا جیسے ان دونوں کی دوستی اور پیار تو محض ماضی کا ایک قصہ تھا۔ اب ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں۔ کوئی ناطہ نہیں۔ اس نے ماریکو بابیلونیا سے بات کرنے کا فیصلہ کیا کہ پچھلے مالک ہونے کے ناطے سے وہ کوئی بات اگلوانے میں کامیاب ہو جائے۔ لیکن پیلار ترنیرا نے کہا کہ یہ عورت کا معاملہ ہے۔ وہ جاننے اور نہ جاننے کے بھنور میں پھنسا ہوا تھا۔ اسے بس اتنی امید تھی کہ یہ قید ہی اس کی بیٹی کے عذاب سے چھٹکارا دلائے گی۔

میمی نے ہمت نہ ہاری۔ اس کے ساتھ کے کمرے میں ارسلا نے اس کے پر سکون خراٹے سنے۔ اس کے کاموں میں تسلسل۔ وقت پر کھانا اور اپنے معدے اور ہاضمے پر نظر رکھنا۔ لیکن میمی کی قید و بند کی مشقت کے دو مہینے بعد ارسلا نے یہ نکتہ پکڑا کہ میمی ہر ایک کی طرح صبح سویرے غسل نہیں کرتی بلکہ شام کے سات بجے باتھ روم میں جاتی ہے۔ ایک مرتبہ اس نے میمی کو بچھوؤں کے بارے خبردار کرنا چاہا لیکن میمی اس سے اتنی دور تھی کہ ارسلا نے اسے بتانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ شام سے تتلیاں گھر میں آ جاتیں۔ جب میمی نہا کر واپس آتی تو فرنینڈا ان تتلیوں کو کیڑے مار دوائی سے مارنے میں لگی ہوتی۔

"کیا مصیبت ہے" وہ کہتی۔ "کہا جاتا ہے کہ رات کو تتلیاں گھر آئیں تو بدشگونی ہوتی ہے۔ گھر میں بد قسمتی در آتی ہے۔"

ایک رات جب میمی باتھ روم میں تھی۔ فرنینڈا اچانک اس کے بیڈ روم میں گئی۔ وہاں اتنی تتلیاں تھیں کہ اس سے سانس نہ لیا جاتا تھا۔ اس نے قریب پڑے ایک کپڑے کا ٹکڑا انہیں بھگانے کے لئے پکڑا تو اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے اس مسٹرڈ پلاسٹر جو فرش پر لڑھک رہا تھا، اس کا ناطہ میمی کے شام کے وقت نہانے سے جوڑا۔ اس نے ایک لمحہ بھی انتظار نہیں کیا۔ اس نے پہلی بار غلطی کی تھی۔ اب ممکن نہیں تھا۔

اگلے دن اس نے ماکوندو کے میئر کو گھر پر مدعو کیا۔ وہ اس کا ہم وطن تھا اور اس سے درخواست کی کہ چور مرغیاں چوری کر لیتے ہیں۔ لہٰذا وہ ایک گارڈ گھر کے پچھواڑے

تعینات کر دے۔ اس رات گارڈ نے ماریکو بابیلونیا کو پکڑ لیا۔ وہ اینٹیں اکھاڑ کر اس باتھ روم میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا جس میں اپنا ننگا بدن لئے میمی بچھوؤں اور تتلیوں کے درمیان محبت کے جرم میں کانپ رہی تھی۔ پچھلے چند ماہ سے یہی کچھ ہو رہا تھا۔ ماریکو بابیلونیا کی کمر میں ایک گولی لگی تھی اور وہ تمام زندگی کے لئے معذور ہو کر بستر پر جا لیٹا۔ وہ آخری عمر تک تنہائی کے عذاب جھیلتا رہا۔ اس نے کبھی کسی سے احتجاج کیا اور نہ کسی سے بے وفائی کا گلا کیا۔ یادوں اور پیلی تتلیوں نے ایک لمحہ اسے سکون نہیں لینے دیا۔ اس کے چہرے پر ''مرغی چور'' کی بدنامی کی کالک لگی۔

ایسے واقعات ماکوندو کو تباہی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ جب میمی کا بیٹا گھر آیا تو لوگوں میں بے یقینی تھی۔ کسی میں بھی اتنی اخلاقی جرات نہیں تھی کہ وہ کسی کے ذاتی مسئلے میں دخل اندازی دے سکیں۔ فرنینڈا اپنا ماحول اس طرح ترتیب دینا چاہتی تھی کہ بچہ لوگوں کی نظر میں نہ آئے۔ جیسے وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ وہ جن حالات میں بچہ لائے تھے۔ اب اسے کہیں پھینکنا ممکن نہ رہا۔ اسے زندگی بھر کڑوے گھونٹ کی طرح برداشت کرنا تھا۔ اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ بچے کو ٹب میں ڈبو کر ہلاک کر دے۔ اس نے بچے کو کرنل ارلیانو بوئندا کی پرانی ورکشاپ میں بند کر دیا۔ اس نے سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کو بتایا کہ بچہ دریا میں ایک ٹوکری میں بہتا جا رہا تھا اور فرنینڈا نے اسے پکڑ لیا۔ ارسلا کو بچہ کی اصلیت کا علم ہوتا تو وہ سنتے ہی مر جاتی۔ ایک مرتبہ امرانتا ارسلا ورکشاپ میں گئی تو فرنینڈا بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس نے دریا میں بہتی ٹوکری کی بات کا یقین کر لیا۔

ارلیانو سگندو کے تعلقات اپنی بیوی سے ختم ہو چکے تھے۔ وجہ وہ غیر حقیقی طریقے تھے جو اس نے میمی کے اس المیہ کو سنبھالنے کے لئے اختیار کئے۔ ارلیانو سگندو کو تین سال تک اپنے دوہتے کا علم نہ ہو سکا۔ ایک بار بچہ فرنینڈا کی غفلت کی وجہ سے باہر نکل آیا اور ایک لمحہ کے لئے پورچ میں آیا۔ ننگا' دھڑنگا' الجھے بال' ٹرکی مرغ کے چھتے کا سا غیر معمولی لنگ۔ انسائیکلو پیڈیا کی تعریف کے مطابق وہ انسانی جون نہیں' کائی بال لگتا تھا۔

فرنینڈا نے کبھی اپنی بگڑی قسمت کی یہ ستم ظریفی نہیں دیکھی تھی۔ آنے والا بچہ ان کی عزت کا بدل تھا۔ یہ ستم ظریفی اسے یہ گھر ہمیشہ کے لئے چھوڑنے کا فیصلہ کروا سکتی تھی۔ انہوں نے جونہی ناریکو بابیلونیا کو کمر سے پکڑ کر اٹھایا اور باہر پھینکا۔ وہ اپنے منصوبے کی تمام جزیات پر غور کر چکی تھی۔ اپنے خاوند سے پوچھے بغیر اپنا سامان باندھا۔ اپنی بیٹی کی ضرورت کے لئے تین جوڑے کپڑے چھوٹے سوٹ کیس میں رکھے اور گاڑی پہنچنے سے آدھا گھنٹہ قبل وہ بیڈ روم میں گئی۔

"ریناتا! آؤ چلیں۔" اس نے اپنی بیٹی سے کہا۔

وہ چپ رہی۔ میمی اب کبھی بولتی اور نہ وہ کوئی چیز طلب کرتی۔ اسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ اب وہ کہاں جا رہے ہیں۔ دنیا کی ہر جگہ مذبح خانہ کی طرح تھی۔ جس لمحے اس کے صحن سے گولی کی آواز آئی اور ساتھ ہی اس نے ماریکو بابیلونیا کی درد میں ڈوبی چیخ سنی۔ اس نے اس وقت چپ اختیار کر لی۔ یہ چپ ہمیشہ اس کے ہونٹوں پر رہی۔

جب اس کی ماں نے اسے چلنے کا حکم دیا۔ وہ چل پڑی۔ ٹرین پر یوں سوار ہوئی جیسے نیند میں چل رہی ہو۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا نہ کنگھی کی۔ اسے زرد تتلیوں کی خبر نہیں تھی جو اب بھی اس کی ہم سفر تھیں۔ فرنینڈا کو کبھی پتہ نہ چل سکا اور نہ اس نے کوشش کی کہ یہ پتھریلی خاموشی اس کے اندر کی مضبوطی کا اظہار ہے یا وہ اس المیہ کی وجہ سے بے حس ہو گئی ہے۔ اس المیہ کی وجہ سے اسے سفر کا احساس تک نہ ہوا۔ ٹریک کے دونوں طرف دور تک پھیلی ہوئی کیلے کے پودوں کی قطاریں' گرینگو کے سفید گھر' گرمی میں سڑے ہوئے ان کے اجاڑ باغ نیلی دھاری دار قمیضیں پہنے ٹریس پر تاش کھیلتی ہوئی عورتیں۔ گرد آلود سڑک پر کھڑکھڑاتی گاڑیاں۔ جن پر کیلوں کے گچھے لدے ہوئے تھے۔ دریا کے شفاف پانی میں نہاتی لڑکیاں' جن کی ابھری ہوئی گیلی چھاتیاں دیکھ کر مسافر مبہوت رہ جاتے۔ ایک دوسرے سے جڑے ہٹ' جہاں ماریکو بابیلونیا کی زرد تتلیاں اڑتی تھیں۔ سبز رنگ کے دروازوں کے قریب پاٹ پر بیٹھے بچے۔ گاڑی کو گالیاں دیتی حاملہ عورتیں۔ اس نے کسی طرف بھی نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔

جب وہ سکول سے لوٹتی تو تیزی سے گزرتے ہوئے یہ مناظر اسے بہت بھلے لگتے تھے لیکن اب ایسے منظر اس کے دل میں نہ اترے۔ اس نے کھڑکی سے باہر آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ جب یہ دلدلی علاقہ ختم ہو گیا تو اسے پتہ بھی نہ چلا۔ اب گاڑی اونچے اونچے میدانی علاقوں سے گزر رہی تھی۔ جہاں ابھی تک سپینی باقیات موجود تھیں۔ یہیں سے گندے اور غلیظ بدبودار ہوا کے ساتھ تازہ ہوا کے جھونکے آتے۔ سمندر میں بحری جہازوں کے ڈھانچے نظر آتے جہاں ایک صدی قبل جوزے ارکیدو بوئنڈا کی نظر دھوکہ کھا گئی تھی۔

سہ پہر پانچ بجے وہ ساحلی پٹی کے آخری سٹیشن پر پہنچ گئیں۔ فرنینڈا گاڑی سے اتر کر اسے اشارہ کر رہی تھی۔ وہ ایک چمگادڑ کے سے ٹانگے میں بیٹھ گئیں۔ ایک مریل سا گھوڑا اسے کھینچ رہا تھا۔ وہ ایک قدیم شہر کی لمبی گلیوں میں سے گزریں جسے تھور چاٹ گئی تھی۔

کہیں سے پیانو کی آواز آ رہی تھی۔ فرنینڈا اپنی جوانی میں ایسی آوازیں سہ پہر کو سنا کرتی تھی۔ پھر وہ ایک کشتی پر سوار ہوئیں۔ جس میں سے بھیانک آواز آتیں اور جس کی زنگ آلود پلیٹیں ابلتے برتن کی طرح نظر آتیں۔

میمی ایک کیبن میں پڑی رہی۔ فرنینڈا دن میں دو مرتبہ اس کے بستر قریب کھانا رکھ جاتی اور وہ اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتی۔ وہ بھوک کے کارن مرنا نہیں چاہتی بلکہ اس کے حلق سے پانی کا قطرہ نہ گزرتا۔ کھانے کی خوشبو سے اس کی طبیعت بگڑنے لگتی۔ خود اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کے رحم اور بچہ دانی سے مسٹرڈ پلاسٹر کے بخارات نکل رہے ہیں۔ فرنینڈا کو بھی ایک سال تک اس بات کا پتہ نہ چل سکا۔ کیبن مضبوط دھات سے بنا تھا۔ جہاں ہوا کا گزر نہیں تھا۔ سارا دن پیڈل ویل سے اکھڑنے والے کیچڑ کے ٹکڑے اس پر برستے رہتے۔

میمی کی یادداشت سے دن نکل گئے۔

بہت دن گزر گئے۔ اس نے آخری تتلی پنکھے کے پروں میں تڑپتی دیکھی۔ اسے اس تلخ حقیقت پر یقین آ گیا کہماریکو بابیلونیا مر گیا ہے۔

وہ خچر پر بیٹھی ماریکو بابیلونیا کے بارے سوچتی رہی۔ اسے یہ المیہ بھی شکست نہیں دے پایا تھا۔ اب وہ اس چٹانی علاقے سے گزر رہے تھے جہاں ارلیانو سگندو گم ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ دھرتی کی خوبصورت لڑکی کی تلاش میں تھا۔ وہ انڈین قبائل کے ساتھ کے پہاڑوں میں سے گزر کر ایک خوبصورت شہر میں داخل ہوئیں۔ اس کے بتیس گرجا گھروں کی پیتل کی گھنٹیاں بج رہی تھی۔ اس رات وہ ایک بند کانوینٹل مینسن میں سوئیں۔ فرنینڈا نیچے فرش پر لیٹ گئی۔ کمرے میں جنگلی گھاس اگی ہوئی تھی۔ اس نے کھڑکیوں کے پردے اتار کر نیچے بچھا دیئے۔ ہر کروٹ پر پردے پھٹ جاتے۔ اپنے بے خوابی کے عذاب میں اس نے ایک شخص کو سیاہ لباس میں ملبوس دیکھا۔ برسوں پہلے کرسمس پر ایسا ہی شخص لوہے کی الماری میں بند دیکھا تھا۔ میمی کو پتہ چل گیا کہ وہ کہاں پہنچ چکی ہے۔

اگلے دن فرنینڈا میمی کو "دعا" کے بعد کالی سی عمارت میں لے گئی۔

میمی فرنینڈا کی تمام کہانیوں کے منظر پہچان گئی۔ اسی جگہ اسے ملکہ بنایا گیا تھا۔ وہ سمجھ گئی۔ اب اس کا سفر ختم ہو چکا ہے۔

فرنینڈا سامنے کے دروازے کے قریب دفتر میں کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ میمی پارلر

میں بیٹھی رہی۔ پارلر کلونیل آرچ بشپ کی آئل پینٹنگز سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے مقدس لباس پہنا ہوا تھا۔ اس پر کالے پھول کڑھے تھے۔ اس نے لانگ شوز پہن رکھے تھے اور سردی کی وجہ سے ابھرے ابھرے سے لگ رہے تھے۔ وہ پارلر میں کھڑی ماریکو بابیلونیا کے بارے سوچتی رہی۔ کھڑکی کے شیشوں میں سے زرد روشنی جھانک رہی تھی۔ ایک خوبصورت خاتون اس کا سوٹ کیس اٹھائے دفتر سے باہر نکلی۔ جونہی وہ میمی کے قریب سے گزری۔ اس نے رکے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آؤ۔ ریناتا۔" اس نے میمی سے کہا۔

میمی نے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور چل پڑی۔ آخری مرتبہ جب فرنینڈا نے میمی کو دیکھا وہ خاتون سے قدم ملا کر چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ان کے پیچھے لوہے کا گیٹ بند ہو گیا۔ وہ ابھی تک ماریکو بابیلونیا کو یاد کر رہی تھی۔ اس کی گریس کی بو' تتلیوں کا ہالہ۔ بس یہی یادیں اس کی تمام زندگی کا سرمایہ تھیں۔ اس خزاں کی صبح تک وہ اسے یاد کرتی رہی۔ کسی نے اس سے بات نہ کی۔ کراکو کے بہترین ہسپتال میں اس کا نام تبدیل کر کے درج کیا گیا۔ اس کے سر پر استرا پھیر دیا گیا۔

فرنینڈا جس گاڑی سے ماکوندو لوٹی۔ اس پر مسلح فوجیوں کا پہرہ تھا۔ مسافروں میں عجیب سی الجھن تھی ریلوے ٹریک کے اردگرد کی بستیوں میں فوجی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ماحول میں تلخی سے لگتا تھا کوئی بڑا سانحہ ہونے والا ہے۔ اسے ماکوندو پہنچنے تک کوئی اطلاع نہ ملی۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ جوزے ارکیدو سگندو بنانا کمپنی کے مزدوروں کو ہڑتال پر اکسا رہا ہے۔

"بس اسی چیز کی ہمیں ضرورت تھی۔" فرنینڈا نے اپنے آپ سے کہا۔ "خاندان میں ایک شرپسند کی۔"

دو ہفتہ بعد ہڑتال ہو گئی۔

جن ڈرامائی نتائج کی توقع تھی وہ اس ہڑتال کی وجہ سے سامنے نہ آئے۔ مزدوروں کا مطالبہ تھا کہ وہ اتوار کے دن کیلا کاٹیں گے اور نہ لادیں گے۔ خود فادر انتونیوازابیل اس بات کی طرف داری کر رہا تھا۔ اس کے نزدیک خدا کے بنائے گئے قوانین کی پاس داری ضروری ہے۔ جو ایکشن مزدوروں نے پچھلے ہفتوں میں لئے تھے۔ ان میں ان کی ایک فتح یہ تھی کہ بے رنگ سے جوزے ارکیدو سگندو کو گمنامی سے باہر نکال لے آئے۔ ورنہ اس کے بارے یہی کہا جاتا تھا کہ وہ بستی کو صرف فرانسیسی طوائفوں سے بھر رہا ہے۔ اس نے ایسا جذباتی

فیصلہ کیا جو اس نے مرغوں کی لڑائی چھوڑ کر کشتی رانی پر توجہ دینے کے لئے کیا تھا۔ اس نے بنانا کمپنی میں فورمین بھرتی ہو کر اپنی سماجی حیثیت ختم کر لی تھی لیکن اب وہ مزدوروں کی زبان تھا۔ جلد ہی پبلک آرڈر کے مطابق اس کا نام کسی انٹرنیشنل سازش کے ایجنٹ کے طور پر منظر عام پر آ گیا۔

اسی ہفتہ افواہوں کے دریا میں رات کو ایک خفیہ میٹنگ بھگتا کر لوٹ رہا تھا۔ دیوار کے قریب نامعلوم لوگوں نے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی لیکن وہ معجزانہ طور پر بچ گیا۔ اب کے ماحول میں اتنی کشیدگی پیدا ہو گئی کہ ارسلا نے اپنے اندھے کونے میں بھی اسے محسوس کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دوبارہ ایک سیاہ دور سے گزر رہی ہے۔ اس کا بیٹا ارلیانو ایک مرتبہ پھر ہومیوپیتھک کی گولیاں جیب میں لئے پھر رہا ہے۔ اس نے جوزے ارکیدو سگندو سے بات کرنے کی کوشش کی۔ اس کے حوالے سے کچھ جاننا چاہا۔ ارلیانو سگندو نے بتایا کہ وہ حملہ کی رات کے بعد سے کہیں چھپا ہوا ہے۔

"بالکل ارلیانو کی طرح" ارسلا نے کہا۔ "لگتا ہے تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔"

فرنینڈا ایسے حالات کی عادی ہو چکی تھی۔ جب سے اس کا تعلق اپنے خاوند سے ختم ہوا۔ اس نے کبھی باہر کی دنیا سے واسطہ نہ رکھا۔ میمی کی قسمت کے فیصلے میں بھی اس سے مشورہ نہیں لیا گیا۔ ارلیانو سگندو میمی کی برآمدگی کے لئے پولیس سے مدد لینے کے لئے تیار تھا لیکن فرنینڈا نے کچھ دستاویزی ثبوت دکھائے جن پر میمی نے خود دستخط کئے تھے۔ وہ ہر کام اپنی مرضی سے کر رہی ہے۔ وہ بالغ تھی اور قانون اسے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دیتا تھا۔ میمی نے لوہے کے جنگلے کے پیچھے کھڑے ہو کر واقعی دستخط کئے تھے۔ اب وہ ان باتوں سے ماورا تھی۔ ارلیانو سگندو نے قانونی حق کی کہانی پر یقین نہ کیا۔ جس طرح اس نے اس واقعہ پر یقین نہیں کیا کہ ماریکو بابیلونیا واقعی مرغیاں چرانے آیا تھا۔

بس ضمیر کے آگے بہانے تھے۔

وہ بغیر جھگڑا کئے پیڑا کوٹس کے ہاں چلا گیا اور اینٹھتا رہا۔ جس طرح وہ اپنی شادی کے اوائل کے دنوں میں پڑا رہا تھا۔ وہاں شراب چلتی رہی۔ شور شرابا جاری رہا۔

بستی کی سیاسی بے چینی سے بے خبر، ارسلا کی پیشن گوئی سے بے بہرہ، فرنینڈا نے اپنے پلان کا آخری حصہ شروع کیا۔ اس نے اپنے بیٹے جوزے ارکیدو کو ایک طویل خط لکھا۔ اس کا آخری امتحان قریب تھا۔ فرنینڈا نے لکھا۔ اس کی بہن ریناتا کالی قے کی وجہ سے

فوت ہو چکی ہے۔ پھر اس نے امرانتا ارسلا کو مکمل طور پر سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کی حفاظت میں دیا اور خود ڈاکٹروں سے خط و کتابت میں مصروف ہو گئی۔ وہ میمی کی وجہ سے بہت پریشان رہی اور ان سے رابطہ نہ کر پائی تھی۔ وہ ڈاکٹروں سے ٹیلی پیتھک آپریشن کے لئے تاریخ طے کرنا چاہتی تھی۔ ڈاکٹروں نے لکھا کہ ماکوندو میں موجود سیاسی بے چینی کی وجہ سے اب اپریشن کرنا عقل مندی نہیں۔ فرنینڈا جلدی میں تھی۔ وہ صورتحال کے بارے اتنی بے خبر تھی کہ اس نے ڈاکٹروں کو تفصیل سے بتایا کہ یہاں کسی قسم کے احتجاج کی صورت نہیں۔ یہ محض میرے دیور کا پاگل پن ہے۔ وہی لیبر یونین میں پڑا ہوا ہے۔ جس طرح وہ کسی زمانے میں کشتی رانی اور مرغوں کی لڑائیوں میں جتا رہتا تھا۔

گرما کی بدھ تک کوئی تاریخ طے نہ پا سکی۔ اس دن ایک بوڑھی نن نے دروازے پر دستک دی۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹوکری تھی۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے دروازہ کھولا تو اس نے یہی سوچا کہیں سے کوئی تحفہ آیا ہے۔ اس نے ٹوکری لینے کی کوشش کی۔ ٹوکری ایک ریشمی کپڑے سے ڈھکی تھی۔ لیکن نن نے اسے روک دیا۔ اسے ذاتی طور پر یہی ہدایات ملی تھیں کہ یہ ٹوکری خفیہ طور پر صرف ڈان فرنینڈا ڈیل کارپیو ڈی بوئنڈا کو دی جائے۔

ٹوکری میں میمی کا بیٹا تھا۔

فرنینڈا کے روحانی گرو نے ایک خط میں تفصیل سے کہانی لکھی کہ بچہ دو ماہ قبل پیدا ہوا۔ بچے کو اس کے دادا کے نام پر ارلیانو کا بپتسمہ دیا گیا۔ بچے کی ماں نے آخری سانس تک زبان نہیں کھولی اور نہ اپنی کسی خواہش کا اظہار کیا۔ فرنینڈا قسمت کے اس سنگین کھیل کے برعکس اٹھی اور نن کی موجودگی میں اسے چھپا دیا۔ نن اس کی رازداں تھی۔

"ہم گھر میں بتائیں گے کہ بہتی ہوئی ٹوکری پکڑی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی یقین نہیں کرے گا۔" نن نے جواب دیا۔

"بائبل میں موجود واقعے پر وہ یقین کرتے ہیں۔" فرنینڈا نے دلیل دی۔ "میرا نہیں خیال کہ آخر وہ میری بات پر یقین کیوں نہیں کریں گے۔"

نن نے لنچ وہیں کیا اور ٹرین کی واپسی تک وہی رہی۔ گھر والے اس سے باتیں کرتے رہے لیکن وہ بچے کا ذکر گول کر گئی۔ فرنینڈا اسے ایک اپنی عزت کے گواہ کے طور پر دیکھ رہی تھی۔ اسے بڑا دکھ تھا کہ قرون وسطیٰ میں بری خبر سنانے والے قاصدوں کو پھانسی دے

دی جاتی تھی لیکن اب یہ روایت متروک ہو چکی ہے۔ نن کے جانے کے بعد اس نے بچے کو ٹب میں ڈبونے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہ ہمت نہ کر پائی اس نے سوچا کہ صبر بہتر ہے۔ شاید اس دکھ سے آزاد ہونے کے لئے خدا کی طرف سے کوئی رستہ نکل آئے۔

ارلیانو کہیں ایک سال کا ہوا تھا کہ لوگوں میں بغیر کسی اطلاع کے بے چینی پھیل گئی۔ جوزے ارکیدو سگندو اور دوسرے یونین لیڈر عرصے سے انڈر گراؤنڈ تھے۔ وہ ایک ہفتہ قبل منظر عام پر آ گئے۔ انہوں نے کیلے کے تمام علاقے کی بستیوں میں مظاہرے کروائے۔ پولیس ان مظاہروں کو روکنے میں ناکام رہی۔ سوم رات کو تمام لیڈروں کو گرفتار کر کے صوبائی دارالحکومت کی جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان کو دو پونڈ کی بھاری بیڑیاں پہنائی گئی تھیں۔ جوزے ارکیدو سگندو اور لورنیزو گیولان بھی ان کے ساتھ تھے۔ لورنیزو گیولان میکسیکو انقلاب لڑ چکا تھا۔ وہ انقلابی فوج میں کرنل تھا۔ اسے بعد میں ماکوندو دیس بدر کیا گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنے انقلابی لیڈر ارتیمو کروز کے ہیرو ازم کا عینی شاہد ہے۔

انہیں تین ماہ بعد رہا کر دیا گیا کیونکہ حکومت اور بنانا کمپنی یہ طے نہ کر سکے کہ گرفتار ہونے والے مزدوروں کو کھانا کون دے گا۔ مزدوروں کا احتجاج تھا کہ انہیں بہتر طبی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ ان کے کوارٹرز میں سینٹری کی سہولیات نہیں۔ ان پر کام کرنے کی کڑی شرائط ہیں۔ ان کا احتجاج تھا کہ انہیں پوری تنخواہ نہیں دی جاتی بلکہ اس کی بجائے انہیں ایسے نوٹوں کی صورت تنخواہ پوری کی جاتی ہے جن سے کمپنی کے سٹور سے صرف ورجینیا ہام خریدی جا سکتی ہے۔ جوزے ارکیدو سگندو کو جیل اسی وجہ سے ملی کہ اس نے انکشاف کیا تھا کہ سکرپ سسٹم کا واحد مقصد کمپنی کو فنانس کرنا ہے اور دفتری دکانداری کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ ورنہ نیو آرلین سے انہیں خالی ہاتھ آنا پڑتا ہے۔ باقی شکایات عام سی تھی۔ مزدوروں کا اعتراض تھا کہ کمپنی کے ڈاکٹر خود مریضوں کا معائنہ نہیں کرتے۔ مریضوں کو گھنٹوں ڈسپنسری کی کھڑکی کے سامنے قطار میں کھڑے رکھتے ہیں۔ ایک نرس آ کر کاپر سلفیٹ کے سے رنگ کی گولیاں ان کی زبان کے نیچے رکھ کر چلی جاتی ہے۔ خواہ انہیں ملیریا ہو، سوزاک ہو یا قبض۔ علاج بس یہی ہے۔

یہ علاج اتنا عام تھا کہ بچے بھی قطار میں کھڑے ہو جاتے اور ان گولیوں کو نگلنے کی بجائے گھر آ کر ان گولیوں کو بنگو مار کر کے طور پر استعمال کرتے۔

کمپنی کے مزدور گھٹیا قسم کی بیرکوں میں ٹھونس دیئے جاتے۔ کمپنی کے انجینئروں نے

بیرکوں میں ٹائلٹ بنانے کی بجائے ہر پچاس آدمیوں کے لئے پورٹیبل پوٹری بنائی تھی۔ جو کمپنی کرسمس کے موقع پر لائی تھی۔ پوٹری کے استعمال کا طریقہ بتایا گیا۔

کالے کوٹوں میں ملبوس بوڑھے وکیل جو کسی زمانے میں کرنل ارلیانو بوئندا کو سات سلامی پیش کرتے تھے۔ اب وہ کمپنی کے اشارے پر دم ہلاتے۔ انہوں نے ان تمام مطالبات کو کوئی "جادوئی عمل" کہہ کر نامنظور کر دیئے۔ مزدوروں نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اب بنانا کمپنی کو قانونی نوٹس دینے کے لئے طویل انتظار کرنا پڑا۔

جب تک یہ علم ہوتا مسٹر براؤن اتنی دیر تک اپنی شیشوں کی کوچ ریل گاڑی تک لے جا چکا تھا۔ اس کے ہمراہ کمپنی کے دوسرے اعلیٰ عہدیداران بھی ماکوندو سے فرار ہو گئے۔ اسی سنیچر مزدوروں نے ایک افسر کر پکڑ لیا۔ وہ ایک طوائف کے ہاں چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے مطالبات کی شیٹ پر اس سے اس وقت دستخط کروا لئے جب وہ ان عورتوں کے ساتھ ننگا لیٹا تھا۔ انہوں نے اسے چھپا ہوا تھا۔ کمپنی کے وکلاء نے وہ شیٹ مسترد کر دی ان کے بقول اس شخص کا کمپنی سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ لہٰذا کسی نے ان کے دلائل پر شک بھی نہ کیا۔ اس افسر کو اس الزام کے تحت جیل میں ڈلوا دیا گیا۔ بعد میں' مسٹر براؤن ریل گاڑی کے تیسرے درجے میں بھیس بدل کر سفر کر رہا تھا۔ انہوں نے مسٹر براؤن سے بھی دستخط کروا لئے۔ اگلے دن وہ کیس لگے سیاہ بالوں کے ساتھ عدالت میں حاضر ہوا۔ وہ ہسپانوی زبان بولتا رہا۔ وکیلوں نے ثابت کر دیا کہ یہ بنانا کمپنی کا سپرنٹنڈنٹ مسٹر جیک براؤن نہیں۔ جو الباما میں پیدا ہوا اور وہیں ڈیگ برٹو کے نام سے بپتسمہ ہوا۔ یہ مسٹر براؤن میڈیکل سے متعلق پودے اگاتا ہے اور اس کی ماکوندو جنم بھومی ہے۔ کچھ عرصہ بعد مزدوروں نے نئی کوشش کر دیں لیکن وکلاء نے کھلے عام ثبوت کے طور پر مسٹر براؤن کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ دکھایا۔ سرٹیفکیٹ کی وزراء خارجہ اور وکیلوں نے تصدیق کی تھی کہ مسٹر براؤن پچھلے جون کی نو تاریخ کو شکاگو میں ایک فائر انجن کے نیچے آ کر کچلا گیا۔

ایسے پیچیدہ مسائل کی وجہ سے ماکوندو کے مزدور افسران کی بجائے اپنے مقدمات اعلیٰ عدالتوں میں لے گئے۔ وہاں بھی کمپنی کے وکلاء نے یہ ثابت کر دیا کہ ان مطالبات میں قطعاً کوئی جان نہیں کیونکہ بنانا کمپنی ان مزدوروں کو اپنا نہیں سمجھتی۔ یہ پہلے ان کے کبھی مزدور تھے اور نہ کبھی اس نے مستقل بنیادوں پر انہیں بھرتی کیا۔ وہ تمام مزدور دیہاڑی دار تھے۔ ضرورت پڑنے پر انہیں کام کے لئے بلایا جاتا تھا۔ جادو کی گولیاں' ٹائلٹ کی کہانی اور ورجینا

ہام کی کہانی بالکل غلط ہے۔ کورٹ کے فیصلے میں بتایا گیا کہ مزدوروں کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

عظیم ہڑتال شروع ہو گئی۔

پیداوار رک گئی۔ کیلے، پودوں پر ہی گل سڑ گئے۔ ایک سو بیس بوگیاں سائیڈ کر دی گئیں۔ بستیاں بے روزگار مزدوروں سے بھر گئیں ہفتہ کو ترکوں کی گلی رات گئے تک شور شرابے سے گونجتی رہتی۔ ہوٹل جیک کے پول روم میں چوبیس گھنٹے کی۔ شفٹوں کا انتظام کرنا پڑا۔ جوزے ارکیدو سگندو ایک دن وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ منادی ہوئی کہ امن عامہ کی خاطر فوج بلائی جا رہی ہے۔ اگرچہ وہ شگون پر یقین نہیں کرتا تھا۔ اسے لگا کہ یہ موت کا اعلان ہو رہا ہے۔ وہ ہمیشہ سے اسی انتظار میں تھا۔ ایک صبح کرنل گرینلڈو مارکیز اسے پھانسی دکھانے لے گیا تھا۔ جوزے ارکیدو سگندو وہ منظر کبھی نہ بھول سکا۔ بدشگونی اس کی سوچ نہ بدل سکی۔ اس نے اپنے منصوبے کا پہلا قدم اٹھایا۔ بس یہی بہتر تھا۔

کچھ دیر بعد ڈھول اور بگل کی آواز آنی شروع ہو گئی۔ لوگوں کے بھاگنے اور شور مچانے پر اسے اندازہ ہو گیا کہ اب نہ صرف ہوٹل کے پول روم کا ڈرامہ ختم ہو گیا ہے بلکہ تنہائی اور خاموشی کا وہ کھیل بھی ختم ہو چکا ہے۔ جو پھانسی کی صبح سے شروع ہوا تھا۔

وہ باہر گلی میں آ گیا اور انہیں دیکھا۔ تین رجمنٹ آئی تھیں۔ اب وہ بستی میں سے مارچ کرتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ زمین کانپ رہی تھی۔ بہت سے سروں والے ڈریگن کے سے سانس لینے کی وجہ سے پوری سہ پہر نمی سے بھر گئی۔ سپاہی، پتھریلے، محنتی اور بونے سے لگتے تھے۔ وہ گھوڑے کی طرح پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان میں سے وہی بدبو تھی۔ وہ انتہائی کم گو، اور لوگوں سے ایک فاصلہ رکھتے۔

انہیں بستی پار کرتے ایک گھنٹہ لگا۔ کوئی بھی کہہ سکتا تھا۔ شاید ایک ہی سکواڈ بار بار چکر لگا رہا ہے۔ کیونکہ وہ تمام ایک جیسے لگتے، ایک ہی کتیا کے پلوں کی طرح۔ ان کی رائفلوں پر سنگین لگے تھے اور کاندھوں پر ایمونیشن تھا۔ کہیں انہیں اپنی عزت اور شان کا احساس تھا اور کہیں اپنی وفاداری کا احساس۔

ارسلا نے اندھیرے میں پڑے بستر میں سے یہ آواز سنی۔ اس نے سینہ پر انگلیوں سے کراس بنایا۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے ایک لمحہ کے لئے ادھر دیکھا اور پھر اس نے میز پوش پر کشیدہ کاری کے لئے اپنا سر جھکا لیا جسے ان نے ابھی استری کیا تھا۔ پھر وہ اپنے بیٹے کے

بارے سوچنے لگی۔ جو انہی تاثرات کے ساتھ ہوٹل جیکب کے سامنے سے گزرنے والے آخری سپاہی کو دیکھ رہا تھا۔

مارشل لاء قوانین کی بجائے آرمی نے نئے اختلافات کو ہوا دی۔ وہ جونہی ماکوندو پہنچے، رائفلیں ایک طرف رکھیں۔ انہوں نے کیلے کاٹے۔ انہیں پیک کیا اور ریل گاڑی روانہ کر دی۔

مزدور آخری دم تک انتظار کرنے کے چکر میں تھے۔ وہ نہتے جنگل کی طرف گئے۔ اپنے مزدوری کے اوزار کے علاوہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ نہتے مزدوروں نے کیلے کے پودوں اور دفتر کو آگ لگانی شروع کر دی۔ پھر ریلوے ٹریک اکھیڑ ڈالے۔ ٹیلی فون اور ٹیلی گراف کی تاریں کاٹ دیں۔ کھالے خون سے بھر دیئے۔ آخری سانس لیتی ہڑتال کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

مسٹر براؤن بجلی کے چکن کوپ میں رہ رہا تھا۔ فوج کی حفاظت میں اسے ماکوندو سے باہر کسی محفوظ جگہ پر بھیج دیا گیا۔ اس کے ساتھ ان کی فیملی اور دوسرے لوگ بھی تھے۔ صورتحال خون ریزی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ ایک غیر متوازن خانہ جنگی۔ پھر ماکوندو میں مزدوروں کو اکٹھا ہونے کو کہا گیا۔ حکم نامے میں یہ کہا گیا کہ اگلے جمعہ کو صوبائی سول اور ملٹری افسران کمپنی اور مزدوروں کے اختلافات ختم کروانے کے لئے آ رہے ہیں۔ کمپنی مذاکرات کے لئے تیار ہے۔

جب ہجوم جمعہ کی صبح کو اکٹھا ہوا تو اس میں جوزے ارکیدو سگندو بھی شامل تھا۔ یونین لیڈروں کی میٹنگ میں بھی تھا۔ بعد میں اسے اور کرنل گیولان کو تمام اختیارات تفویض کیے گئے اور ہجوم کو حالات کے مطابق سنبھالنے کا حکم بھی دیا۔ اس کے اندر بے چینی سی تھی جیسے یہ سب کچھ اچھا نہیں ہو رہا۔ اس کے تالو پر نمکین سا پیسٹ جمنا شروع ہو گیا۔ فوج نے چھوٹے سے چوک کے اردگرد کے علاقے کو گھیرے میں لیا اور بنانا کمپنی کا بجلی کے تاروں میں گھرا علاقہ بھی فوج کی نگرانی میں تھا۔

بارہ بجے گاڑی کا سٹیشن پر پہنچنے کا وقت مقرر تھا۔ تین ہزار سے زیادہ مزدور، عورتیں اور بچے سٹیشن کے باہر کھلی جگہ پر جمع تھے۔ یوں لگتا تھا مجمع انتظار کی بجائے کسی میلہ میں آیا ہو۔ ملحقہ گلیاں بھی لوگوں سے بھری تھیں جن کا دوسرا سرا مشین گنوں کی وجہ سے بند تھا۔ لوگ جلتے سورج کی تپش اور انتظار کی تلخی سے بچنے کے لئے ترکوں والی گلی سے شراب

اور پھل لے کر آئے۔

سہ پہر کے تین بجے افواہ پھیلی کہ افسران بالا کل ماکوندو پہنچیں گے۔

ہجوم مایوسی کا شکار ہو گیا۔

فوجی لیفٹیننٹ سٹیشن کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں چار مشین گنیں فٹ تھیں۔ اس نے مجمع کو خاموشی کا اشارہ کیا۔ جوزے ارکیدو سگندو کے سامنے ایک عورت کھڑی تھی۔ ننگے پیر' موٹی اور بھدی سی۔ اس کے ساتھ سات اور چار سال کے دو بچے تھے۔ عورت نے چھوٹے بچے کو اٹھایا ہوا تھا۔ اس عورت نے اسے دیکھے بغیر کہا کہ وہ بڑے لڑکے کو اٹھائے تاکہ وہ اچھی طرح سے اعلان سن سکے۔ جوزے ارکیدو سگندو نے بڑے لڑکے کو اپنے کاندھوں پر بٹھا لیا۔

برسوں بعد' وہ بچہ یقین کے ساتھ بتایا کرتا کہ اس نے خود لیفٹیننٹ کو سول اور ملٹری افسران کے حکم نمبر 4 کو ایک پرانے فونوگراف پر پڑھتے خود سنا تھا۔ اس حکم نامے پر جنرل کارلوس کارلٹس ورگاس اور اس کے سیکرٹری میجر ایزیکی گارسیا کے دستخط تھے۔ یہ اسی الفاظ کی تین حصوں پر مشتمل ایک دستاویز تھی۔ اعلان کیا گیا تھا کہ ہڑتال کرنے والے محض چند شرپسند ہیں اور کہ لیفٹیننٹ کو گولی چلانے کی اجازت دی گئی تھی۔

جب احتجاج کرتے' مجمع کے شور میں اعلان سنایا جا چکا تو لیفٹیننٹ کی جگہ ایک کپتان نے لے لی۔ اس نے اسٹیشن کی چھت پر فونوگراف اٹھا کر ہجوم کی طرف اشارہ کیا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ہجوم نے دوبارہ چپ دھار لی۔

"خواتین و حضرات!" کپتان نے ہلکی سی تھکی تھکی آواز میں کہا۔ "آپ لوگوں کو مجمع منتشر کرنے کے لئے صرف پانچ منٹ دیئے جاتے ہیں۔"

دوبارہ شروع ہونے والی ہوٹنگ میں بگل کی آواز دب گئی۔ گنتی جاری رہی۔ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

"پانچ منٹ گزر چکے ہیں۔" کپتان نے اسی لہجہ میں کہا۔

"ایک منٹ اور دیا جاتا ہے۔ پھر فائر کھول دیا جائے گا۔"

جوزے ارکیدو سگندو نے بچے کو کاندھے سے اتار کر ماں کو دیا۔ وہ پسینہ میں ڈوب چکا تھا۔

"یہ حرامی ابھی فائرنگ کر دیں گے۔" اس عورت نے کہا۔

اسی وقت کرنل گیولان کی آواز میں وہی کھردرے اور سخت الفاظ سنے جو عورت کہہ رہی تھی۔

ہر طرف بے چینی کی چادر تن گئی۔ سحر انگیز خاموشی نے پورے مجمع کو جکڑ لیا جیسے ہجوم نے موت سے رشتہ جوڑ لیا ہو۔

جوزے ارکیدو سگندو نے اپنے سامنے کے سروں کے اوپر سے دیکھا اور زندگی میں پہلی مرتبہ چیخا۔

"حرامی۔" وہ چلایا۔ "ایک منٹ لے لو اپنی۔۔۔۔"

اس چیخ کے بعد جو کچھ ہوا' وہ خوف نہیں کوئی ہذیانی کیفیت تھی۔

کپتان نے گولی کا حکم دے دیا۔

چودہ مشین گنوں نے فائر اگل دیئے لیکن مجمع یوں ساکت تھا جیسے ان مشین گنوں کی نالوں پر کیپ چڑھے ہوں۔ ان کی نالوں سے صرف آگ نکلتی محسوس ہوتی تھی یا ان کی تیز تڑتڑاہٹ لیکن مجمع میں سکوت سا طاری تھا۔ نہ کوئی چیخ' نہ بھاگ دوڑ۔ اسے منجمد ہجوم کے درمیان کوئی خالی جگہ نہیں تھی جیسے مجمع پتھرا گیا ہو۔

یہ سارا سحر سٹیشن کی اور سے ابھرنے والی ایک چیخ سے ٹوٹ گیا۔

"او! ماں۔" زلزلہ کی سی گڑگڑاہٹ سے مجمع پھٹ پڑا۔

وہ عورت مجمع میں گم ہو گئی۔ جوزے ارکیدو سگندو نے بچہ جھپٹ لیا۔

برسوں بعد' وہ بچہ بتایا کرتا۔ لوگ سمجھتے تھے۔ جوزے ارکیدو سگندو ایک ست الوجود بوڑھا آدمی تھا لیکن وہ اسے گھسیٹتا آگے لے گیا اور پھر اسے سر سے اوپر اٹھا لیا جیسے بچہ لوگوں کے سمندر میں تیر رہا ہو۔ جوزے ارکیدو سگندو ایک قریبی گلی کی طرف بڑھا۔ اس بچے نے اس حالت کا فائدہ اٹھا کر ایک لمحے کے لئے مڑ کر دیکھا۔ مجمع مشین گنوں کے سامنے سے ہٹ کر ایک کونے کی اور سمٹ رہا تھا۔ اس وقت بہت سی آوازیں ابھریں۔

"لیٹ جاؤ۔ لیٹ جاؤ۔"

سامنے کے لوگ پہلے ہی اوندھے لیٹ چکے تھے۔ گولیوں کی بوچھاڑ گزر گئی۔ زندہ بچ جانے والے لیٹنے کی بجائے چوک سے پیچھے ہٹنے کی کوشش میں تھے۔ مجمع ڈریگن کی دم کی طرح بن گیا۔ ایک جامع لہر کی طرح' ایک کے بعد دوسری لہر اٹھتی۔ لیکن دونوں لہریں آپس

میں ٹکرا جاتیں۔ گلیوں کے دوسرے سرے پر دوسرے ڈریگن کی دم تھی۔ مشین گنیں آگ اگل رہی تھیں۔ مجمع ایک چکر کھا کر پرے ہٹنے کی کوشش میں تھا۔ ہر طرف بند باندھے جا چکے تھے۔ مجمع تہہ در تہہ پیاز کی طرح چھیلا جا رہا تھا۔

بچے نے دیکھا۔ ایک عورت گھٹنوں کے بل جھکی تھی اور اس کے بازو کھلی جگہ پر کراس بنا رہے تھے۔ وہ ہر بات سے بے نیاز تھی۔ جب بچہ منہ کے بل خون میں جا گرا تو جوزے ارکیدو سگندو نے اسے دوبارہ اٹھایا۔

اب بڑے دستے نے وہ خالی جگہ سنبھال لی۔ خشک اور بے رحم آسمان کے نیچے روشنی میں نہائی اور طوائف کی سی اس دنیا میں وہ عورت ابھی اسی جگہ جھکی ہوئی تھی جہاں ارسلا نے سینکڑوں بار میٹھی گولیاں اور چھوٹے جانور بیچے تھے۔

جوزے ارکیدو سگندو کی آنکھ کھلی تو ہر اور اندھیرا تھا۔ اس کا منہ اوپر کی طرف تھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ کسی چپ گاڑی میں لیٹا کسی نامعلوم سفر کی طرف رواں ہے۔ اس کا سر اور چہرہ خشک خون کی وجہ سے اکڑا ہوا تھا۔ ہڈیاں درد کر رہی تھیں۔ اس کے اندر نیند کی ایک ناقابل برداشت خواہش ابھری۔ ایک لمبے وقت کے لئے نیند۔ خون اور دہشت سے محفوظ۔ اس نے کروٹ لی تو اس کا درد ختم ہونے لگا۔ اس وقت اسے محسوس ہوا وہ لاشوں کے بیچ لیٹا ہے۔ ہر اور لاشیں تھیں۔

قتل عام کو گھنٹوں گزر چکے تھے لیکن لاشوں کا درجہ حرارت خزاں کے پلاسٹر کی طرح ابھی تک زیادہ تھا۔ وہی لاشوں کی مخصوص بو آ رہی تھی۔ فوجیوں نے اسے کیلے کے گچھوں کی طرح ریل کے ڈبے میں ڈالا تھا۔ ان کے پاس اس وقت یہی ایک طریقہ تھا۔ اس خواب سے جان چھڑانے کے لئے وہ اس ڈبے سے اپنے آپ کو گھسیٹتا اس سمت لے آیا جس طرف گاڑی جا رہی تھی۔ جب گاڑی کسی قصبے میں سے گزرتی تو ڈبے کی لکڑی کی درزوں میں سے روشنی نظر آتی۔ اس نے سوچا۔ اب مردوں' عورتوں اور بچوں کی لاشیں گندے کیلوں کی طرح سمندر میں ڈالی جائیں گی۔ اس نے ایک عورت کی لاش شناخت کر لی۔ وہ چوک میں ڈرنک بیچا کرتی تھی۔ کرنل گیولان کو پہچانا۔ اس کے ہاتھ میں ابھی تک وہ بکل دبی ہوئی تھی جو اس نے مجمعے میں سے بھاگتے ہوئے کھولی تھی۔ اس کی بیلٹ پر موریلا کا چاندی کا بکل تھا۔

پھر اس نے پہلے ڈبے میں سے باہر چھلانگ لگا دی اور ٹریک کے نزدیک زمین سے لپٹا

رہا۔ آخرکار گاڑی گزر گئی۔ گاڑی کے درمیان میں بھی ایک انجن لگا تھا اور آخیر پر ایک اور انجن ان دو سو ڈبوں کو دھکیل رہا تھا۔ اس نے اتنی لمبی گاڑی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھی۔ گاڑی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نہ سرخ بتی' نہ سبز۔ ڈبوں کی چھتوں پر سپاہیوں کے سایے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے پوزیشن سنبھال رکھی تھیں۔

آدھی رات کے بعد دور کہیں سے بادل گرجا۔ جوزے ارکیدو سگندو کو معلوم نہیں تھا کہ وہ چھلانگ لگانے کے بعد اس وقت کہاں ہے؟ لیکن اسے اتنا معلوم تھا کہ وہ گاڑی کی مخالف سمت میں جائے گا تو ماکوندو پہنچ جائے گا۔ تین گھنٹے کے سفر کے بعد اس کا سارا بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سر میں شدید درد تھا۔ صبح کی روشنی پھیلنے لگی تو اس نے ایک گھر دیکھا۔ کافی کی خوشبو کے پیچھے پیچھے چلتا وہ ایک کچن میں جا پہنچا۔ وہاں ایک بچے کو سنبھالے عورت سٹوو پر جھکی ہوئی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرا نام جوزے ارکیدو سگندو بوئندا ہے۔"

اس نے مخرج کے ساتھ اپنا پورا نام بتایا تاکہ خود اسے بھی معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے۔ ایسا کر کے اس نے عقل مندی کا ثبوت دیا کیونکہ عورت اس گندے اور دھندلکے سایے کو دیکھ کر ڈر چکی تھی۔ اس کا سر اور کپڑے خون میں لتھڑے ہوئے تھے اور اس کے پورے وجود پر موت کے سایے تھے۔

وہ اسے پہچان گئی۔ اس کو لپیٹنے کے لئے کمبل لے آئی تاکہ جوزے ارکیدو سگندو بوئندا کے کپڑے دھو کر آگ پر خشک کر سکے۔ اس کے زخموں کو گرم پانی سے دھویا۔ اس کے سر پر باندھنے کے لئے سفید لینن دیا۔ پھر اس کے لئے بغیر چینی کے کافی کا ایک مگ لے آئی۔ اسے پتہ تھا کہ بوئندا خاندان ہمیشہ ایسی ہی کافی پیتے ہیں۔ کپڑے آگ کے نزدیک خشک ہوتے رہے۔ وہ چپ چاپ کافی پیتا رہا۔

"وہ تیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔" جوزے ارکیدو سگندو نے کہا۔

"کیا؟"

"جو مرے۔" اس نے صاف بات کی۔ "تقریباً تمام لوگ جو سٹیشن پر گئے تھے۔"

عورت نے رحم کی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہاں کوئی نہیں مرا۔" اس عورت نے کہا۔ "تمہارے چچا کرنل ارلیانو بوئندا کے دور

کے بعد سے آج تک ماکوندو میں کچھ نہیں ہوا۔"

گھر پہنچنے سے پہلے جوزے ارکیدو سگندو تین اور گھروں میں رہا۔

"کوئی نہیں مرا۔" گھر میں بھی اسے یہی بتایا گیا۔

وہ اسٹیشن سے چوک تک گیا۔ پھلوں کے سٹینڈ ایک دوسرے پر احتیاط سے رکھے تھے۔ قتل عام کا کوئی نشان نہ تھا۔ مسلسل بارش کی وجہ سے سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ گھروں کو تالے لگے تھے۔ کہیں زندگی کا کوئی آثار نہیں تھا۔ بس وقت پر چرچ کی گھنٹیاں بج اٹھتیں۔ اس نے کرنل گیولان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر سے حاملہ عورت نکلی۔ اسے دیکھتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ پہلے بھی کئی مرتبہ اس دروازے پر اسے دیکھ چکا تھا۔

"وہ جا چکا ہے۔" اس نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ "وہ اپنے دیس چلا گیا۔"

وائر چکن کوپ کے بڑے انٹرنس پر ہمیشہ کی طرح دو سپاہی کھڑے تھے۔ بارش میں وہ کسی پتھر کے بت کی طرح نظر آتے۔ انہوں نے رین کوٹ پہنے ہوئے تھے اور ان کے پیروں میں ربڑ کے لمبے بوٹ تھے۔ گلی کی نکڑ پر انڈین نیگرو اپنے ہفتہ کا "سلام" گا رہے تھے۔

جوزے ارکیدو سگندو نے اپنے گھر کے صحن کی دیوار پھلانگی اور کچن کے دروازے سے گھر کے اندر داخل ہوا۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ بمشکل اپنی چیخ روک سکی۔

"فرنینڈا کو پتہ نہ چلے۔"

"وہ ابھی اٹھنے والی ہے۔" سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے کہا۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کسی زندہ معاہدہ کی تکمیل کر رہی تھی۔ وہ اسے ملکیادیس کے کمرے میں لے گئی۔ سہ پہر کے دو بجے فرنینڈا سونے کے لئے لیٹی تو سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے کھانے کی ایک پلیٹ کھڑکی کے ذریعے اندر کھسکا دی۔

مسلسل بارش کی وجہ سے ارلیانو سگندو گھر میں سو رہا تھا۔ سہ پہر کے تین بجے تک وہ بارش ختم ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے چپکے سے اسے بتایا۔ وہ ملکیادیس کے کمرے میں اپنے بھائی سے ملنے آیا۔ اسے اتنے بڑے قتل عام پر یقین نہیں آ رہا تھا اور نہ اس نے یہ یقین کیا کہ گاڑی لاشیں لے کر سمندر کی طرف گئی۔ وہ اس کا خواب تھا۔ ارلیانو سگندو نے اسے بتایا کہ ایک رات قبل قوم کے نام سرکاری طور پر اعلان ہوا کہ تمام مزدور پرامن طور پر سٹیشن چھوڑ کر گھروں کو چلے گئے تھے۔ اس اعلان میں یہ بھی

کہا گیا تھا کہ عظیم ملکی مفادات کے تحت یونین لیڈروں نے اپنے مطالبات کم کر دیئے ہیں۔ اب ان کے صرف دو مطالبات تھے۔ میڈیکل سروس میں اصلاحات اور کوارٹروں سے ملحقہ لیٹرین کی عمارت کے بارے معاہدہ۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا کہ ملٹری افسران اور مزدوروں میں معاہدہ طے پا گیا ہے۔ جب مسٹر براؤن کو ان شرائط کے بارے فوجی حکام نے بتایا تو انہوں نے نہ صرف یہ شرائط مان لیں بلکہ اس تنازعے کے خاتمے کی خوشی میں جشن منانے کا اعلان کیا اور تین دن کی تنخواہ بطور بونس دینے کا اعلان کیا۔ جب فوجی حکام نے مسٹر براؤن سے پوچھا کہ اس معاہدے پر کون سی تاریخ کو دستخط کیے جائیں گے تو انہوں نے کھڑکی کھول کر آسمان کی طرف دیکھا۔ وہاں گرج چمک تھی۔ اس نے مشکوک سا انداز اپنایا۔

"جب بارشیں رک جائیں گی۔" اس نے کہا۔ "جب تک یہ بارشیں جاری ہیں۔ ہم نے تمام کام معطل کر دیئے ہیں۔"

پچھلے تین ماہ بارش نہیں ہوئی تھی۔ جب مسٹر براؤن نے اپنے فیصلے کا اعلان کیا تو بنانا ریجن میں تیز بارشوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا اور وہ پہلی تیز بارش تھی جس نے جوزے ارکیدو سگندو کو ماکوندو لوٹتے ہوئے روک لیا تھا۔

بارش ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ سرکاری موقف کا سینکڑوں بار اعلان کیا گیا۔ پورے ملک میں مواصلات کے ذریعے خبر دی گئی پھر لوگوں نے یقین کرنا شروع کر دیا گیا کہ سٹیشن پر کوئی نہیں مرا۔ مطمئن ہو کر مزدور اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ بارشیں ختم ہونے تک بنانا کمپنی نے تمام کام معطل کر دیئے تھے۔ نظریہ ضرورت کے تحت مارشل لاء جاری تھا لیکن فوجی دستے ہیڈ کوارٹر تک محدود تھے۔ دن کے وقت فوجی سپاہی اپنی پینٹ کے پائنچے اٹھائے تیزی کے ساتھ گلی میں سے گزرتے۔ بچوں کے ساتھ پانی میں کشتیاں کھیلتے اور رات کو دستک دینے کے لئے رائفلوں کے بٹ مارتے۔ مشکوک لوگوں کو گھسیٹ کر بستر سے باہر نکالتے اور اسے ایسی جگہ لے جاتے جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔ نقاب پوشوں، قاتلوں، قبضہ گروپ اور حکم نمبر 4 کے باغیوں کے خاتمے کی مہم جاری تھی۔ جب ان لوگوں کی تلاش میں ان کے رشتہ دار کمانڈنٹ کے دفتر میں جاتے تو فوجی انکار کر دیتے۔

"تم کوئی خواب دیکھ رہے ہو۔" افسر اصرار کرتے۔ "ماکوندو میں کچھ ہوا ہی نہیں۔ ماکوندو میں کچھ ہو گا بھی نہیں۔ یہ بستی انتہائی پرامن ہے۔"

اور یوں جوزے ارکیدو سگندو کے سوا تمام یونین لیڈر گم ہو گئے۔

فروری کی ایک رات دروازے پر رائفلوں کے بٹ برسے۔ جوزے ارکیدو سگندو کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ دروازہ کھلا۔ ایک افسر کے ساتھ بارش میں بھیگے چھ سپاہی الرٹ کھڑے تھے۔ انہوں نے کوئی لفظ کہے بغیر پورے گھر کی تلاشی لی۔ ہر الماری کھول کر دیکھی۔ بیت الخلا' پارلر سے لے کر پینٹری تک ہر جگہ جھانکا۔ جب انہوں نے ارسلا کے کمرے میں بتی جلائی تو وہ جاگ اٹھی۔ جب تک تلاشی ہوتی رہی۔ وہ دم سادھے لیٹے رہی اور کراس کی شکل میں اس کی انگلیاں سینے پر جمی رہیں۔ جہاں جہاں سپاہی مڑتے۔ اس کی انگلیاں اسی سمت ہل جاتیں۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے جوزے ارکیدو سگندو کو کسی نہ کسی طرح بتا دیا۔ وہ ملکیا دیس کے کمرے میں تھا۔ وہ یہ حملہ دیکھ چکا تھا لیکن فرار کی کوشش کے لئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے دوبارہ تالا لگا دیا۔ جوزے ارکیدو سگندو نے اپنی قمیض پہنی' جوتے پہنے اور چارپائی پر بیٹھ کر ان کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ ورکشاپ کی تلاشی لے رہے تھے۔ افسر نے تالا کھولا۔ اس نے لالٹین کی ہلتی روشنی میں کام کرنے کے لئے پڑا ایک بنچ دیکھا۔ شیشے کی الماری میں تیزاب کی بوتلیں اور دوسرے آلات ابھی تک ویسے ہی رکھے تھے۔ وہ سمجھ گیا۔ یہاں کوئی نہیں آتا۔ اس نے ارلیانو سگندو سے پوچھا کہ کیا وہ سنار کا کام کرتا ہے؟

"نہیں۔ یہ کرنل ارلیانو بوئندا کی ورکشاپ ہے۔"

"او۔" افسر نے روشنیوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

اس نے باریک اور سخت تلاشی کا حکم دیا کہ سونے کی وہ مچھلیاں بھی نہ بچ سکیں جنہیں کرنل ارلیانو بوئندا پگھلا نہ سکا۔ مچھلیاں بوتلوں کے پیچھے ایک جستی برتن میں رکھی تھیں۔ وہ بینچ پر بیٹھ کر انہیں دیکھتا رہا۔

"میں صرف ایک ہی لوں گا۔" وہ ارلیانو سگندو کی طرف مڑا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔" اس نے کہا۔

"کسی زمانے یہ انقلاب کی علامت تھیں۔ اب میرے لئے ایک یادگار ہوں گی۔"

وہ دلیر نوجوان تھا۔ اس میں ایک فطری' مہذبانہ انداز تھا۔ اس نے مچھلیاں ایک طرف رکھ دیں۔ ارلیانو سگندو نے اسے ایک مچھلی دے دی۔ افسر نے اسے احترام کے ساتھ جیب میں رکھ لیا۔ اس کی آنکھوں میں بچوں کی سی چمک تھی۔

افسر نے باقی مچھلیاں وہیں جستی برتن میں رکھ دیں۔

"یہ میرے لئے تبرک ہے۔" نوجوان افسر نے کہا۔ "کرنل ارلیانو بوئنڈا ایک عظیم انسان تھے۔"

اتنے زیادہ احترام کے باوجود اس نے اپنے پیشہ ورانہ رویے کو نہ بدلا۔ ملکیادیس کے کمرے کو کھولا گیا۔

"ایک سو سال سے اس کمرے میں کوئی نہیں گیا۔" سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے اپنے تئیں آخری کوشش کی۔

افسر نے تالا کھولا۔ لالٹین کی روشنی کمرے میں ہلتی رہی۔ ارلیانو سگندو اور سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے روشنی میں جوزے ارکیدو سگندو کی آنکھیں عربوں کی طرح چمکتی دیکھیں۔ روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ انہوں نے یہی سمجھا۔ ایک پریشانی ختم ہو گئی دوسری شروع ہو گئی۔ لیکن افسر نے تلاشی جاری رکھی۔ آخر الماریوں میں رکھے بہتر (72) چمبرپاٹ مل گئے پھر اس نے لالٹین کی روشنی کمرے میں گھمائی۔ چارپائی کے کنارے پر جوزے ارکیدو سگندو بیٹھا تھا۔ وہ گرفتاری کے لئے ذہنی طور پر تیار تھا۔ اس کے پیچھے شیلف تھے۔ ان میں کتابیں اور کاغذوں کے رول تھے۔ صاف ستھری میز اور اس پر ترتیب سے رکھیں چیزیں۔ دوات میں لگتا تھا ابھی تازہ سیاہی بھری گئی ہے۔ کمرے کے اندر ہوا میں ابھی تک تازگی تھی۔ وہی نرم خو، گرد اور ذرات وغیرہ سے پوتر ہوا۔ ارلیانو سگندو ایسی ہوا کو بچپن سے جانتا تھا۔ زندگی بھر کرنل ارلیانو بوئنڈا ایسی ہوا کو محسوس نہیں کر سکا لیکن افسر کی تمام تر توجہ ان بہتر (72) چمبرپاٹ تک تھی۔

"اس گھر میں کتنے فرد ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"پانچ۔"

افسر مسئلہ حل نہ کر پایا۔

افسر نے اس جگہ کی طرف دیکھا جہاں ارلیانو سگندو اور سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ گھور رہے تھے۔

ان دونوں کو اس بات کا احساس بھی تھا۔

روشنی بجھ گئی۔ ملکیا دیس کے کمرے کو دوبارہ تالا لگا دیا گیا۔ جب فوجی افسر نے سپاہیوں کو حکم دیا تو ارلیانو سگندو کا خیال تھا کہ نوجوان افسر نے یہ کمرہ بھی کرنل ارلیانو بوئنڈا کی سی نظروں سے دیکھا ہے۔

"لگتا ہے' ایک سو سال سے اس کمرے میں کوئی نہیں آیا۔" نوجوان افسر نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ "یہاں یقیناً سانپ ہوں گے۔"

جب دروازہ بند ہوا۔ جوزے ارکیدو سگندو کو یقین ہو گیا کہ جنگ ختم ہو گئی۔ برسوں قبل کرنل ارلیانو بوئندا نے مثالیں دے کر جنگ کے بارے بتایا تھا۔ یہی مثالیں کرنل ارلیانو بوئندا کے تجربات کا نچوڑ تھیں۔ جوزے ارکیدو سگندو کو ان باتوں پر یقین تھا۔ جب سپاہی اسے دیکھے بغیر واپس چلے گئے تو اس نے اپنے پر گزرنے والے پچھلے چند ماہ کے عذاب کے بارے سوچا۔ جیل کا عذاب' سٹیشن پر اکٹھا ہونے والا مجمع' لاشوں سے بھری ہوئی گاڑی۔ وہ سوچنے لگا۔ شاید کرنل ارلیانو بوئندا بڑبولا اور گپی تھا لیکن وہ یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ اسے زندگی کے بارے اتنی تفصیل بتانے کے لئے اتنے زیادہ الفاظ کی کیا ضرورت تھی۔ جنگ کے بارے تو صرف ایک لفظ ہی کافی تھا۔ "خوف۔"

ملکیا دیس کے کمرے میں نظر نہ آنے اور بارش کی آواز پر اس نے سکھ کا سانس لیا۔ زندگی بھر اس نے کبھی بھی ایسا لمحہ محسوس نہیں کیا تھا۔ اب اس کی زندگی میں صرف ایک خوف سسک رہا تھا۔ زندہ گاڑھے جانے کا خوف۔

جب سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کھانا لے کر آئی تو اس نے سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ سے یہی تذکرہ کیا۔ اس سے اپنی زندگی بچانے کی کوشش کا وعدہ لیا۔ وہ یہی کہتی رہی کہ اسے بچانے کی آخری سانس کی کوشش کرے گی۔ بصورت دیگر وہ جب مر جائے گا تب دفن کریں گے۔ پھر جوزے ارکیدو سگندو ملکیا دیس کے مسودات کو پڑھنے میں جت گیا۔ سمجھ نہ آنے کے باوجود اس نے بار بار پڑھا۔ وہ زندگی کے مطالعہ کے انہی دنوں میں ہونے والی خوشی کو محسوس نہ کر پایا۔

وہ بارش کی آواز کا عادی ہو گیا۔ دو ماہ کے اندر وہ چپ کے معراج تک پہنچ گیا۔ اب سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کی روزانہ کی آمدورفت اسے ڈسٹرب کرتی۔ جوزے ارکیدو سگندو نے کہا کہ وہ کھانا کھڑکی میں رکھ دیا کرے۔ اس نے دروازے کو تالا لگا دیا۔

فرنینڈا سمیت پورا خاندان اس کے وجود کو بھول گیا۔ اس بارے کسی کو یاد نہیں تھا۔ اس یوگ کے چھ ماہ بعد فوجی حکام ماکوندو سے چلے گئے۔ ارلیانو سگندو نے تالا کھولا۔ اب جوزے ارکیدو سگندو سے بارشوں کے رکنے تک وہ گفتگو کر سکتا تھا۔ اس نے جوں ہی دروازہ کھولا۔ فرش پر رکھے چمبرپاٹ کی بدبو کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹا۔ وہ چمبرپاٹ کئی مرتبہ استعمال

ہو چکے تھے لیکن اس تیز بدبو میں جوزے ارکیدو سگندو پوری توجہ سے پڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر نور بکھرا ہوا تھا۔ اس نے بمشکل اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔ اس کے بھائی کے لئے یہ انداز کافی تھا۔ اسے لگا اب جوزے ارکیدو سگندو میں اپنے عظیم دادا کی قسمت دیکھ سکتا ہے۔

"وہ تین ہزار سے زیادہ تھے۔" جوزے ارکیدو سگندو نے بس اتنا کہا۔ "مجھے اب بھی یقین ہے کہ اسٹیشن پر موجود کوئی انسان نہیں بچا تھا۔"

بارش چار سال، گیارہ مہینے اور دو دن جاری رہی۔ اس دوران وقفہ ہوتا تو پھوہار برستی رہتی۔ ہر ایک اپنا مکمل لباس پہنتا اور بادل ہٹنے کی چس کو بھی خوشی کی نظر سے دیکھتا۔ اس وقفے کے بعد پھر زیادہ بارش شروع ہو جاتی۔ لوگ اب اس بات کے عادی ہو چکے تھے۔ آسمان سے آنے والے تباہ کن طوفانوں کے اپنے انداز تھے۔ اتر سے طوفان باد و باراں آتا۔ چھتیں اڑ جاتیں۔ گھروں کی دیواریں بیٹھ جاتیں۔ کیلوں کے کھیت سے پودے جڑ سے اکھڑ جاتے۔ بے خوابی کے طاعون میں بھی ایسا ہوا تھا۔ ارسلا ان دنوں کو یاد کرتی رہتی۔ خاموشی بوریت کا دارو ہے۔ ارلیانو سگندو جیسے لوگ نکمے پن اور سستی سے بچنے کے لئے سخت کام کرتے ہیں۔ وہ رات کو کسی کام سے گھر گیا کہ مسٹر براؤن نے طوفان سے سازش کر لی۔ فرنینڈا نے ادھ کھلا چھتا لا کر دیا۔ یہ چھترا اسے بیت الخلا سے ملا تھا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا۔ "میں بارشوں تک یہیں ہوں۔"

گو یہ بات پتھر پر لکیر نہیں تھی لیکن اس نے نبھانے کی کوشش کی۔ اس کے کپڑے پیٹرا کوئنٹس کے ہاں پڑے تھے۔ وہ تین دن کے بعد کپڑے اتارتا اور کپڑے دھلنے تک مختصر لباس میں بیٹھا رہتا۔ بوریت سے بچنے کے لئے وہ گھر کی بہت سی ضروری اور قابل مرمت اشیاء کو درست کرنے میں جتا رہتا۔ کواڑوں کے جوڑ ٹھوکے، تالوں کو تیل دیا۔ دستک کے ہتھے کو مضبوط کیا۔ پاکھے درست کئے۔ وہ مہینوں ٹول بکس لئے پھرتا رہا۔ یہ ٹول بکس جوزے ارکیدو بوئندا کے زمانے میں کبھی واس چھوڑ گئے تھے۔ کسی نے اس طرف توجہ نہ دی۔ غیر شعوری طور پر، سردیوں کی اکتاہٹ یا پرہیز گاری کی وجہ سے اس کا پیٹ آہستہ آہستہ سوکھے چمڑے کی طرح گھٹتا جا رہا تھا۔ اس کے کچھوے کے سے منہ سے سرخی ماند پڑتی جا رہی تھی۔ دوہری ٹھوڑی غائب ہوتی جا رہی تھی۔ آخر اس کی جلد کی جھریاں بھی گم ہونے لگیں۔ اب وہ دوبارہ جوتے پیروں میں پہن سکتا تھا۔ اس نے دروازے کی بلی رکھی یا گھڑیاں درست کیں، فرنینڈا کی دید اس پر تھی۔ وہ بیکل تھی کہ گھر کی عمارت کے دلدل میں وہ بھی

گرتا جا رہا ہے- کرنل ارلیانو بوئندا اور اس کی ننھی نقرئی مچھلیاں' امرانتا اور اس کا کفن اور اس کے بٹن- جوزے ارکیدو اور اس کے کاغذات- ارسلا اور اس کی یادیں-

لیکن یہ بات نہیں تھی- المیہ یہ تھا کہ بارشوں نے ہر شے متاثر کی تھی- ہر تیسرے دن تیل نہ ملے تو خشک مشینوں کے گیر میں بھی پھول اگ آتے- سلکی کپڑوں سے دھاگے نکلتے- گیلے پوتڑے زعفرانی رنگ کی کائی کے گھسے سے پھٹ جاتے- ہوا میں اتنی نمی تھی کہ مچھلی دروازے سے پھسلتی کمروں میں اچھلتی' کھڑکی میں سے تیرتی باہر کی طرف نکل سکتی تھی- ایک صبح ارسلا کی اس وچار سے آنکھ کھلی کہ ایک غشی سی چڑھ رہی ہے- وہ مرتی جا رہی ہے- وہ پہلے کہہ چکی تھی کہ اسے فادر انتونیو ازابیل کے ہاں لے چلیں- خواہ سٹریچر پر لے جانا پڑے- سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ نے اس کی کمر دیکھی- وہ جونکوں سے بھری تھی- ارسلا کی جان لینے سے پہلے انہیں ایک ایک کر کے نکالتی اور جلتی لکڑی پر ڈالتی رہی- فرش کو خشک کرنے کے لئے' چارپائیوں کے پایوں کے نیچے سے اینٹیں نکالنے کے لئے' جوتے پہن کر چلنے کے لئے گھر سے پانی نکالنا اور مینڈکوں اور گھونگھوں سے جان چھڑانے کے لئے کھالیاں بنانا ضروری تھا- یہ چھوٹی چھوٹی باتیں توجہ طلب تھیں- ارلیانو سگندو کو بالکل پتہ نہ چلا کہ وہ بوڑھا ہوتا جا رہا ہے- ایک سہ پہر جھولتی کرسی پر بیٹھا ایک جاتی شام کے وچار میں تھا- اس کے من میں پیڑا کوٹس تھی- وہ فرنینڈا کی بے کیف اور بے حس محبت سے اوازار تھا- اس کی خوبصورتی سنولا چکی تھی لیکن بارش نے اب بھی ان جذبات کو تھام رکھا تھا- اس کی بھوک اڑ چکی تھی- وہ ان چیزوں اور کاموں کے بارے سوچتا اور مزے لیتا رہتا- جو اس نے اس وقت کئے جب اس سے قبل بارشیں ایک سال تک ہوتی رہیں- جسی چھت ماکوندو میں پہلے پہل وہ لایا- بنانا کمپنی کی جسی چھتیں بعد میں آئیں- یہ جسی چھت پیڑا کوٹس کے کمرے پر چڑھائی گئیں- جب بارش کے قطرے اس پر گرتے تو شور اٹھتا اور ان کے گہرے جذبات ابال کھاتے- اس کی پاگل جوانی کی جنگلی یادوں نے اسے منجمد کر دیا- لیکن زندگی کے آخری حصے نے اسے بالکل تھکا دیا- جو اس کے پاس تھا- وہ بہت سندر تھا لیکن اسے بغیر تلخی اور جذبے سے اسے یاد کیا کرتا اور یہی انعام تھا- یہ سموچی بات تھی کہ اس طوفان نے اسے بیٹھ کر وچار کا موقع دیا- پیلاس کے کاروبار اور تیل کے ڈبوں کے کاروبار سے آرزو ابھری کہ یہ کاروبار ممکن تھا لیکن اس نے کوشش ہی نہیں کی تھی- بات کوئی بھی سچی نہیں تھی بلکہ گھریلو تنہائی کی یہ ترغیب کسی اخلاقی سبق یا کسی دریافت کا نتیجہ

نہیں تھی۔ پرانے وقتوں کی یاد تھی جب وہ ملکیادیس کے کمرے میں بیٹھ کر حیرت انگیز کہانیاں پڑھتا تھا۔ اڑتے قالینوں کے قصے' ویل مچھلیوں کی کہانیاں جو عملے سمیت پورا بحری جہاز نگل لیتی تھیں۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک سے کی لاپرواہی سے ننھا بالک ارلیانو پورچ میں آ گیا۔ اس کے نانا نے اسے فوراً" پہچان لیا۔ اس کے بال تراشے' کپڑے پہنائے اور اسے سمجھایا کہ بندے سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ قانونا" بھی ارلیانو بوئندا تھا۔ ابھری ہوئی گالوں کی ہڈیاں' چونکانے والی نظر' تنہا پسندی کا رجحان۔ یہی شناخت کافی تھی۔

فرنینڈا کا خوف ختم ہو گیا۔

کچھ وقت اس نے غرور کی درگاہ تک وچار کیا لیکن مداوا ممکن نہیں تھا۔ وہ جتنا سوچتی' مسئلے اتنے کم جاتے۔ اگر وہ اپنی کرنی پر دھیان دیتی جیسے ارلیانو سگندو نانا بن کر خوش ہو رہا تھا۔ وہ معاملات کو اس طرح لے گا تو وہ یوں نہ بدکتی رہتی۔ وہ ایک سال پہلے اس عذاب سے نجات حاصل کر لیتی۔ امرانتا ارسلا کے دودھ دانت گر چکے۔ اس نے اس کے بارے سوچا' تو اس کا دوسرا مکھ سامنے آیا۔ وہ بارشوں کی اکتاہٹ کی دیا تھی۔ ارلیانو سگندو نے پھر سے انگریزی انسائیکلوپیڈیا دیکھا۔ وہ میمی کے کمرے میں تھا۔ اب تک اسے کسی نے چھوا نہیں تھا۔ ارلیانو سگندو نے بچوں کو تصویریں اور خصوصاً جانوروں کی تصویریں دکھانا شروع کیں۔ پھر نقشے' بڑے لوگوں کی تصویریں' دور دیسوں کی تصویریں۔ گو وہ انگریزی سے نابلد تھا لیکن مشہور شہر اور شخصیات جان لیتا۔ وہ خود نام رکھتا اور لوک کردار بچوں کا تجسس برابر کرنے کے لئے گھڑ لیتا۔

بارش کے پہلے مہینوں میں فرنینڈا کو یقین تھا کہ اس کا خاوند تاڑ میں ہے۔ وہ اپنی رکھیل کے ہاں جانا چاہتا ہے۔ اسے ڈر تھا کہ وہ اس کے کمرے میں گھسنے کی کوشش کرے گا اور وہ اسے لاج سے بتا نہیں پائے گی کہ وہ امرانتا ارسلا کے پیدا ہونے کے بعد اس کے ساتھ لیٹنے کے قابل نہیں رہی۔ دور دیس کے ڈاکٹروں سے ڈاک کی خرابی کی وجہ سے اپنی پریشان کن خط و کتابت بھی جاری نہ رکھ سکی۔ بارشیں ریلوے ٹریک کو تباہ کر رہی تھیں۔ ایک ڈاکٹر نے لکھا کہ اس کے خط نہیں مل پا رہے۔ رابطہ ختم ہوا تو اس نے سنجیدگی سے سوچا کہ شیر کا وہ ماسک پہن لے جو اس کے خاوند نے خونی کارنیوال میں پہنا تھا اور بنانا کمپنی کے کسی ڈاکٹر سے کسی دوسرے نام سے اپنا معائنہ کرائے جو لوگ طوفانوں کی دکھی خبریں

لاتے، ان کے کہے مطابق، کمپنی ان ڈسپنسریوں کو ان علاقوں میں لے جا رہی ہے جہاں بارشیں نہیں ہیں۔ وہ بہت ہار گئی اور اس نے بارشیں ختم ہونے اور ڈاک دوبارہ جاری ہونے تک معاملہ جوں کا توں رکھنے کا فیصلہ کیا۔

اس دوران اپنے گیان کے زور پر ان چھپی بیماریوں سے چھٹکارا پا لیا۔ ماکونڈو میں رہ جانے والے ڈاکٹر کو دکھانے سے مرنا بہتر تھا۔ نکما فرانسیسی ڈاکٹر تو بس گھاس چرنے والا کھوتا تھا۔ وہ ارسلا کی قریب ہو گئی۔ اسے یقین تھا کہ وہ یقیناً اس مرض کا کوئی دارو جانتی ہو گی۔ اس کی عجیب عادت تھی کہ وہ چیزوں کا نام لئے بغیر اظہار کرتی تھی۔ جیسے GIVE BIRTH کی بجائے EXPELLED کہتی یا FLOW کے بدلے BURNING- تاکہ الفاظ کے ذریعے لاج گھٹے۔ ارسلا اس کی بات کی تہہ تک بس اتنا جان پائی کہ یہ بیماری بچہ دانی میں نہیں بلکہ آنتوں میں ہے اور اسے خالی پیٹ کالومل کی ایک خوراک لینے کو کہا۔ اگر بیماری یہی تھی تو پھر لاج کاہے کی۔ وہ شرمندگی سے بچنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ ان خطوط کا عکس نہیں تھی۔ فرنینڈا بارشوں سے اتنی عاجز نہیں تھی کیونکہ اس کی سموچی زندگی اس طور گزری تھی جیسے باہر ہر سمے بارش برس رہی ہو۔ اس نے اپنا روزمرہ کا شیڈول بدلا اور نہ مذہبی رسومات میں تبدیلی کی۔ کھانے کے لئے میز کے نیچے اینٹیں رکھ کر اسے اونچا کر دیا گیا۔ کرسیاں لکڑی کے تختوں پر رکھی گئیں کہ پیر گیلے نہ ہوں۔ میز پر اب بھی میز پوش ڈالا جاتا۔ بہترین چائنا کے برتن استعمال کئے جاتے۔ موم بتیاں جلائی جاتیں۔ اس کا خیال تھا کہ مصیبت کی آڑ میں روایات ختم نہیں کرنی چاہئیں۔ گلی کی طرف کسی کا گزر نہ ہوتا۔ فرنینڈا کے بس میں ہوتا تو ادھر کسی کو گزرنے کی اجازت بھی نہ دیتی۔ بارش کے آغاز سے بلکہ اس سے بھی پہلے، اس کا وچار تھا کہ دروازے بند ہونے کے لئے لگائے جاتے ہیں اور یہ گمان کہ گلی میں کیا ہو رہا ہے۔ ایسا طوائفیں کرتی ہیں۔ لیکن جب کرنل گرینلڈو مارکیز کا جنازہ گلی میں سے گزر رہا تھا تو سب سے پہلے وہی ادھ کھلی کھڑکی کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ وہ اتنا غم زدہ تھی کہ دنوں تک کمزوری محسوس کرتی رہی۔

ایسا جنازہ زندگی میں اس نے نہیں دیکھا تھا۔ تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھا تھا۔ اوپر کیلے کے پتوں کا سائبان تھا۔ لیکن بارش اتنی تیز تھی کہ سائبان سے اداس پانی کی جھالریں تابوت پر گرتیں اور وہ جھنڈا گیلا ہو گیا جس میں تابوت لپیٹا گیا تھا۔ یہ جھنڈا خون اور بارود سے بھرا ہوا تھا۔ جسے بڑے بڑے سورما لینے کی جرات نہ کر پائے تھے۔ تابوت کے اوپر تانبے

اور چاندی کی جھالر کی تلوار رکھی گئی تھی۔ یہ تلوار کرنل گرینلڈو مارکیز اپنے ساتھ لٹکایا کرتا تھا۔ امرانتا کے کمرے میں بغیر ہتھیار جانا ضروری تھا۔ گلی میں کیچڑ تھی اور ہر قدم پر پہیے پھنس جاتے۔ بیل گاڑی کے پیچھے تمام ننگے پیر' اپنی پینٹیں اونچی کئے' کیچڑ کے چھینٹے اڑاتے نیرلینڈیا کے معاہدے کے آخری زندہ لوگ تھے۔ جن کے تمغے ایک ہاتھ میں اور دوسرے ہاتھ میں پھول تھے۔ پھول بارش کی وجہ سے بے رنگ ہو گئے تھے۔ یہ گلی کرنل ارلیانو بوئندا سے منسوب تھی۔ اس گلی کا تمام منظر طلسمی تھا۔ وہ چوک تک مڑ کر گھر کو دیکھتے رہے۔ چوک میں مڑتے ہوئے بیل گاڑی پھنس گئی تو سب نے مدد کے لئے گھر کی طرف دیکھا۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ ارسلا کو اٹھا کر دروازے تک لے آئی۔ وہ جنازے کو اس توجہ سے دیکھ رہی تھی کہ کسی کو شک بھی نہ گزرا کہ وہ دراصل نہیں دیکھ رہی لیکن ایک فرشتہ بیل گاڑی کی ہر حرکت کے ساتھ ہاتھ ہلا رہا تھا۔

"خدا حافظ۔ گرینلڈو۔ میرے بیٹے!" وہ رو دی۔ "سب کو میرا سلام کہنا۔ اور انہیں کہنا کہ جب بارش رکے گی تو میں بھی پہنچ جاؤں گی۔"

ارلیانو سگندو نے اسے دوبارہ لٹا دیا اور اس کی موت کے بارے پوچھا۔

"یہ سچ ہے۔ میں مرنے کے لئے صرف بارش رکنے کے انتظار میں ہوں۔"

گلیوں کی حالت دیکھ کر ارلیانو سگندو اپنے جانوروں کے بارے پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنے سر پر تیل سے لتھڑا کپڑا ڈالا اور پیڑا کوٹس کے گھر روانہ ہو گیا۔ وہ صحن میں پھر رہی تھی۔ اس کی کمر تک پانی تھا اور ایک گھوڑے کی تیرتی لاش کو گھر سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ارلیانو سگندو ایک لیور لے کر اس کی مدد کرنے لگا۔ لاش سوج چکی تھی۔ بیل کی طرح کروٹ لی اور پانی کی تیز رو اسے بہا کر دور لے گئی۔ جب سے بارش شروع ہوئی۔ پیڑا کوٹس کو مرے ہوئے جانوروں کو صحن سے باہر گھسیٹنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔ بارش کے اوائل کے دنوں میں جانوروں کی حفاظت کے خیال سے ارلیانو سگندو کے نام پیغام بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ بارش اتنی زیادہ ہے اور نہ صورتحال اتنی گھمبیر۔ جب بارش رکے گی تو پھر دیکھیں گے۔ اس نے پھر سندیسہ بھیجا کہ چراگاہ میں پانی ہے۔ جانور اونچی جگہ پر ہیں۔ اب وہ جیگوار اور بیماری کے رحم و کرم پہ ہیں۔ "کچھ نہیں کرنا۔" اس نے جواب دیا۔ "جب بارش رکے گی۔ اور ہو جائیں گے۔" پیڑا کوٹس جانوروں کو بیسیوں کی تعداد میں مرتا دیکھتی۔ جو جانور دلدل میں پھنس جاتے تو ان پر چھری پھیر دیتی۔ اس کی ہمت ٹوٹنے

لگی۔ طوفان قسمت سے بڑی بے رحمی سے کھیل کھیل رہا تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ ماکوندو وسیب میں سب سے زیادہ قسمت کی دھنی بستی سمجھی جاتی تھی۔ اب وہاں مہلک وباؤں کا راج تھا۔ جب ارلیانو سگندو صورتحال کا جائزہ لینے آیا تو ویڑھے میں گھوڑے کی لاش تیر رہی تھی۔ طویلے کے کھنڈروں میں ایک کمزور خچر کو دیکھا۔ پیڑا کوٹس کسی ناراضگی' خوشی یا حیرانی کے بغیر اسے دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر ایک زبردستی کی مسکراہٹ آ گئی۔

"یہ وقت ہے۔"

وہ بوڑھی جاپتی تھی۔ اس کی جلد' جانور کی سی تپلی مومی آنکھیں' اداس اور بے کیف لگتی تھی۔ وہ ہر وقت بارش پر نظریں لگائے رکھتی۔ ارلیانو سگندو تین ماہ سے زیادہ عرصہ وہیں پڑا رہا۔ بات یہ نہیں تھی کہ وہ اپنے خاندان میں رہنے کی بجائے یہاں اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتا تھا بلکہ اسے فیصلہ کرنے کے لئے وقت کی ضرورت تھی تاکہ وہ آئل کلاتھ کو سر پر دوبارہ پہن کر اپنے گھر جا سکے۔ "یہاں بارش نہیں ہے۔" اس نے اسی طور کہا جیسا دوسرے گھر میں کہا تھا۔ "آؤ دعا کریں کہ یہ بادل جلد چھٹ جائیں۔" پہلے ہفتے وہ یہاں کا عادی ہو گیا۔ بارش اس کی دوست کی صحت پر برا اثر ڈال رہی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ ہولے ہولے وہ پہلے کی طرح ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اس کی سحر کن کامیابیوں کے بارے یاد کرتا۔ جس کی ہذیانی بارودی محبت جانوروں میں جا چھپی تھی۔ کبھی اظہار کے طور پر' کبھی چھیڑ خوانی کے طور پر۔ دوسرے ہفتہ رات کو اس نے چمکارتے ہوئے اسے جگایا۔ پیڑا کوٹس نے کروٹ بدل لی۔

"جاؤ سو جاؤ۔" اس نے کہا۔ "یہ دن ایسے کاموں کے لئے نہیں۔" ارلیانو سگندو لیٹا چھت پر لگے شیشے میں اپنے آپ کو دیکھتا رہا۔ اس نے پیڑا کوٹس کی ریڑھ کی ہڈی دیکھی۔ وہ بس ابھری ہوئی ہڈیوں کی ایک قطار تھی جو نسوں کے ذریعے جڑی تھی۔ اس نے سوچا۔ وہ ٹھیک کہتی ہے۔ وقت نہیں بلکہ اب تو ایسی باتوں کا زمانہ ہی نہیں رہا۔

ارلیانو سگندو ٹرنک لے کر لوٹ آیا۔ اسے خیال آیا کہ صرف ارسلا نہیں بلکہ ماکوندو کا ہر شخص مرنے کے لئے بادل چھٹنے کے انتظار میں ہے۔ وہ گزرا تو سب بازو بغل میں دیئے۔ اپنے اپنے پارلر میں بیٹھے گیانی نظروں سے بارش کو دیکھ رہے تھے۔ وقت گزرتا دیکھ رہے تھے۔ بے رحم وقت! کیونکہ اب وقت کو سال' مہینے' دن اور گھنٹوں میں بانٹنا فضول تھا۔ اب بارش دیکھنے کے علاوہ بھلا اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ ارلیانو سگندو کو دیکھ کر بچے خوش ہو گئے اور

اسے خوش آمدید کہا۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر پرانا اکارڈین بجا رہا تھا۔ یہ کنسرٹ انہیں اتنا نہیں بھایا۔ وہ انسائیکلوپیڈیا دیکھنے کے لئے دوبارہ میمی کے کمرے میں بیٹھے۔ جہاں ارلیانو سگندو نے گیان کی دھار پر غبارے کو اڑتے ہاتھی میں بدلتے دیکھا تھا۔ جو بادلوں میں سونے کے لئے اپنی جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ ایک موقع پر، اسے ایک گھڑسوار ملا۔ عجیب و غریب ہیئت کے اس شخص میں شناسائی کی ایک جھلک تھی۔ غور سے دیکھنے پر اس نے پہچانا۔ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کی تصویر تھی۔ اس نے یہ تصویر فرنینڈا کو دکھائی۔ اس نے بھی مان لیا کہ اس تصویر کی مماثلت کرنل ارلیانو بوئندا سے ہے بلکہ اس خاندان کے ہر شخص سے ہے۔ دراصل وہ تاتاری جنگجو کی تصویر تھی۔ اب اس کا یہ وقت ریہوڈس کے کلوسس کے ساتھ گزرا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اب صرف تین پونڈ خشک گوشت اور تھوڑے سے چاول باقی ہیں۔

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو کہ میں کیا کروں؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" فرنینڈا نے جواب دیا۔ "یہ کام مردوں کا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ارلیانو سگندو نے کہا۔ "جب بارش تھمے گی۔ کچھ نہ کچھ کریں گے۔"

گھریلو مشکلات کے حل کی بجائے اس کی دلچسپی انسائیکلوپیڈیا میں تھی۔ ایک دن لنچ کے لئے اسے گوشت کا ایک ٹکڑا اور مٹھی بھر چاول ملے۔

"اب کچھ کرنا ناممکن ہے۔" اس نے کہا۔ "یہ بارش تمام عمر کے لئے تھوڑی ہے۔"

جوں جوں کھانے کی ضروریات بڑھتی گئیں، فرنینڈا کا غصہ بھی بڑھتا گیا۔ اب روز کا رونا دھونا ناقابل برداشت، بے ربط اور بے قابو غصے میں بدل گیا۔ ایک صبح غصہ گٹار کی طرح ست تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ آواز زیادہ طاقت ور اور اونچی ہوتی گئی۔ ارلیانو سگندو اس بات سے بے خبر تھا۔ اگلے دن ناشتے کے وقت وہ اس بھنبھناہٹ سے اکتا گیا۔ اب کے یہ بھنبھناہٹ بارش کے شور سے بھی زیادہ تھی۔ فرنینڈا پورے گھر میں چیختی پھر رہی تھی کہ اسے ملکہ صرف اس وجہ سے بنایا گیا تھا کہ آخیر پر وہ پاگلوں کے گھر میں چاکری کرے۔ ایک نکمے اور عیاش خاوند کے ساتھ گزارا کرے جو دن بھر جنت سے اترنے والے من سلویٰ کے انتظار میں پڑا اینٹھتا رہتا ہے۔ اس کے گردوں میں درد تھا اور وہ اس پانی میں تیرتے ہوئے گھر کو پتوں سے جوڑ رہی تھی۔ اسے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ بہت کچھ برداشت کرنا تھا۔ جب سے وہ اٹھی۔ اس کی آنکھوں میں دھندلا پن تھا اور ابھی تک اسے کسی نے یہ تک نہ کہا۔ "گڈ مارننگ، فرنینڈا تمہاری رات کیسے گزری؟"____ اس سے روایتاً" کسی نے یہ نہ پوچھا

کہ تم اتنی زرد کیوں ہو اور اس کی آنکھوں کے گرد حلقے کیوں ہیں؟ حالانکہ اسے یقین تھا کہ اس کی توقع بے سود ہے۔ وہ اس خاندان کے لئے ہمیشہ سے تکلیف دہ شخصیت تھی۔ ایک پرانے چیتھڑے کے مانند' دیوار پر کھنچی محض ایک تصویر۔ وہ ہمیشہ پیٹھ پیچھے اس کا گلا کرتے۔ اسے گرجا گھر کی چوہیا کہتے۔ ریاکار کہتے۔ مکار کہتے۔ اور امرانتا نے' خدا اس پر رحمت کرے' اونچی آواز میں کہا تھا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو اپنے اصل کا پتہ نہیں ہوتا۔ خداوند رحم کرے۔ ایسے ایسے الفاظ اس نے اپنی برداشت کے بل پر جھیلے تھے۔ اپنے خداوند کی تعلیمات کی وجہ سے۔ لیکن اب یہ سب کچھ ناقابل برداشت تھا۔ جوزے ارکیدو سگندو نے کہا کہ اس کی شکل میں اس خاندان پر دائمی عذاب نازل ہو چکا ہے۔ تصور کریں' اس نے ایک اعلیٰ طبقہ پر الزام دھر دیا۔ ایسے علاقے کی اشرافیہ جہاں سے سرکار نے مزدوروں کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ اب کان دھرو' ایسی خاتون جو ڈیوک آف البا کی متبنیٰ تھی۔ اتنے بڑے سلسلہ نسب سے تھی کہ صدر کی بیگمات اس کے انداز و اطوار کی نقالی کرتی تھیں۔ حالانکہ وہ خود اس کے خاندان کے ٹکر کے خاندان کی تھیں۔ اس کے پاس گیارہ ناموں پر دستخط کرنے کا پروانہ تھا۔ ایسی بستی میں صرف وہی اعلیٰ نسب تھی ورنہ بستی تو حرامیوں سے بھری تھی۔ جو چاندی کے سولہ برتنوں کو دیکھ کر بھی کسی الجھن کا شکار ہو گئے تھے۔ اور اس کا خاوند قہقہے لگا کر مرجاتا اور یہ کہتا کہ اتنے سارے چاقو' کانٹے اور چمچے کسی انسان کے لئے نہیں' ایک کن کھجورے کے لئے تھے۔ حالانکہ وہ بند آنکھوں سے بتا سکتی تھی کہ جب سفید وائن کھلتی ہے تو کون سی طرف سے شروع کی جاتی ہے اور کیسے گلاس میں؟ اور جب سرخ وائن کھلتی ہے تو کس طرف سے اور کیسے گلاس میں؟ وہ امرانتا' خدا اسے سکون دے' کی طرح بے وقوف نہیں تھی۔ جس نے کہا کہ سفید وائن دن کے وقت پی جاتی ہے اور سرخ وائن رات کو۔ اس ساحلی پٹی میں واحد وہ ایک تھی جو بجا طور پر اپنے آپ پر فخر کر سکتی تھی کہ وہ اپنے سنہرے چمبرپاٹ استعمال کرتی تھی۔ کرنل ارلیانو بوئندا' خدا اسے سکون دے' اپنے گھٹیا مذاق سے اسے چھیڑتا کہ یہ رعایت اس نے کہاں سے حاصل کی ہے اور کہ وہ فضلہ نہیں کرتی بلکہ وہ خوشبودار مصالحے ہوتے ہیں۔ غور کریں' یہ الفاظ۔ ریناتا' اس کی بیٹی' نے اچٹتی نظر سے بیڈ روم میں رکھے سٹول کو دیکھا اور کہا کہ واقعی یہ سونے کا بنا ہے۔ اس کے بازو بھی لگے ہیں۔ کیا اس میں کوئی مخصوص قسم کا فضلہ ہوتا ہے۔ انتہائی گھٹیا قسم کا مذاق۔ تصور کریں' یہ اس کی اپنی بیٹی کے خیالات تھے۔ لیکن ان باتوں سے

ہٹ کر وہ اپنے خاوند سے کچھ زیادہ توقع رکھتی تھی۔ برائی کے وقت یا چنگائی کے۔ وہ اس کی شریک حیات تھی۔ اس کی مددگار تھی۔ اس کی قانونی حصہ دار تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی آزادی اور طاقت کا دعویٰ کرتا تھا اور اس کو والدین کے گھر سے لانے کی ذمہ داری سمجھتا تھا۔ وہ گھر جہاں اسے پیار ملا تھا' ہرا ور سے پیار۔ وہاں وہ جنازے کے پھول بناتی تھی۔ محض وقت گزاری کے لئے۔ اس کے دادا نے ایک خط میں اپنے دستخط اور لاکھ پر اپنی انگوٹھی کی مہر صرف یہ احساس دلانے کے لئے بھیجی کہ اس دنیا میں اس کے ہاتھ کلاوی کارڈ بجانے کے لئے ہیں' کام کرنے کے لئے نہیں۔ لیکن اس کا پاگل شوہر اس کو اپنے گھر لے آیا تو تمام وارننگ اور تمام نصیحتوں سمیت جہنم کی آگ میں جھونک دیا۔ جہاں گرمی کی وجہ سے سانس لینا مشکل تھا۔ اس کے روزے مکمل ہونے سے پہلے وہ اپنے ٹرنک اٹھا کر لے جا چکا تھا۔ ایک کسبی کی گود میں لیٹا بے کار اور برائی کی جڑ اکارڈین بجا رہا تھا۔ اور اسے پہچاننے کے لئے صرف پیچھے سے دیکھنا ممکن تھا۔ وہ اس کے بالکل برعکس تھی۔ کیونکہ وہ کسی گھٹیا جگہ کی بجائے کسی محل کی جان ہو سکتی تھی جبکہ وہ کھانے کی میز پر یا بستر پر۔ وہ محض نسل بڑھانے والے جانوروں کے لئے تھی۔ وہ خود تو خدا سے خوف کھانے والی' خدا کے قانون کی پابندی کرنے والی' اس کے حضور سر جھکانے والی' لیکن وہ اپنے خاوند کے ساتھ بیوی کا رشتہ قائم نہیں رکھ سکتی تھی۔ فطری بات ہے' بازی گری جو اس کے خاوند نے دوسروں سے کی اور بھاری قدموں میں جو ابالی پن تھا۔ اس کے باوجود وہ کسی فرانسیسی ویشیا بلکہ اس سے بھی گھٹیا عورت کی طرح کرنے کو تیار تھی کہ بالآخر وہ گھر کے دروازے پر سرخ بتی ہی جلائے۔ اس بات کی ضرورت محض اس لئے بھی تھی کہ تصور کریں' وہ ڈونا رینا تا ارگاٹ اور ڈان فرنینڈا ڈیل کارپیو کی بیٹی تھی اور موخرالذکر' ایک اعلیٰ نسبی' خوبصورت انسان اور خدا کی طرف سے امین تھا۔ اس نے خط میں اعتراف کیا تھا۔ خداوند قبرستان میں بھی ان پر مہربان رہتا۔ جن کی ہموار جلد دلہن کے گالوں کی طرح تھی اور آنکھیں زندہ۔ زمردی رنگ کی سی صاف و شفاف!

"یہ سچ نہیں۔" ارلیانو سگندو نے بات کاٹی۔ "جب اس کی میت یہاں بھیجی گئی۔ بدبو اٹھ رہی تھی۔"

وہ پورا دن اس کی باتیں سن سکتا تھا۔ آخر اس نے قریب سے گزرتے پکڑ لیا لیکن فرنینڈا نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اپنی آواز آہستہ کرلی۔ رات کو ڈنر پر اس کی آواز بارش کی

آواز سے بھی زیادہ تیز تھی۔ ارلیانو سگندو سر جھکائے چکتا رہا اور جلد ہی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اگلے روز، ناشتے کے وقت فرنینڈا کانپ رہی تھی۔ یوں جاپتا تھا جیسے وہ رات کو اچھی طرح نہیں سو سکی۔ اندر کے کینے نے اسے تھکا دیا لیکن اس کے خاوند نے ہاف بوائل انڈے پر اصرار کیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ ہفتہ پہلے انڈوں سے بچے نکل چکے ہیں۔ مردوں کے خلاف تلخ الفاظ کہے کہ وہ اپنی نافوں کو غور سے دیکھنے کے لئے وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ کھانے کی میز پر بھی منہ ماری ہوئی۔

ارلیانو سگندو ہمیشہ کی طرح بچوں کو انسائیکلوپیڈیا دکھانے کمرے میں لے گیا اور اسے میمی کا کمرہ درست کرنے کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ تاکہ یہاں بھی وہ بڑبڑاہٹ سن سکے۔ جب وہ معصوم بچوں کو سمجھانے کے لئے انسائیکلوپیڈیا میں دکھا رہا تھا کہ یہ تصویر کرنل ارلیانو بوئندا کی ہے۔ وہ بھی ان کے قریب ہو گئی۔ اس سہ پہر جب بچے سو گئے اور ارلیانو سگندو پورچ میں جا بیٹھا تو فرنینڈا وہاں پہنچ گئی۔ اسے غصہ دلاتی، دکھ دیتی گھوڑے کی بھنبھناہٹ کی طرح اس کے اردگرد گھومتی۔ طعنے دیتی کہ جب کھانے کے لئے پتھر استعمال ہوں گے۔ اس وقت بھی وہ سلطان پرشیا کی طرح بیٹھا بارش سے لطف اندوز ہو رہا ہو گا۔ کیونکہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں۔ اسفنجی مزاج، نرم رو اور عورتوں کے حیض کے دوران استعمال ہونے والی روئی کی طرح۔ اس نے یوحنا کی بیوہ سے بھی شادی کی ہوتی۔ ویل مچھلی کی کہانیوں تک تو بات قابل برداشت تھی۔

ارلیانو سگندو نے جو دو گھنٹے تک ٹھنڈے دماغ سے یہ باتیں سنتا رہا، ڈھلتی سہ پہر تک اسے نہیں ٹوکا۔ جب ڈھول کی اس بازگشت سے اس کا سر دکھنے لگا تو اس نے کہا۔

"پلیز ---- اب چپ کر جاؤ۔" فرنینڈا کی آواز اور اونچی ہو گئی۔

"میں چپ نہیں کرتی۔" اس نے جواب دیا۔ "جو میری بات نہیں سنتا۔ وہ کہیں اور چلا جائے۔"

پھر ارلیانو سگندو بے قابو ہو گیا۔ وہ یوں آہستہ سے اٹھا جیسے وہ انگڑائی لے رہا ہو۔ اس نے باری باری برتن بیگونیا کے درخت پر مارنا شروع کر دیئے۔ فرن کے ساتھ، اور گنیا کے ساتھ، فرش پر۔

فرنینڈا ڈر گئی۔ اس وقت جھگڑے کے لئے اس میں طاقت نہیں تھی لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ سکھ کی کھانے والے ارلیانو سگندو نے آرام سے گلاس مار کر چائنا کے برتنوں کی

الماری توڑ دی۔ برتنوں کو بھی اسی آرام سکون اور کفایت شعاری کے ساتھ فرش پر پھینک کر توڑ دیا۔ جس طرح اس نے گھر پر نوٹ چپکائے تھے۔ کرسٹل کا سامان اور منقش مرتبان دیواروں پر دے مارے۔ پھولوں سے بھری ٹوکریوں پر رکھی مریم کی تصویریں۔ چمکدار فریموں کے شیشے گویا سٹور سے لے کر پارلر تک جو چیزیں ٹوٹنے والی تھیں سب توڑ دیں۔ آخیر پر کچن میں رکھا بڑا جار بھی صحن میں لا کر توڑ دیا۔ پھر اس نے ہاتھ دھوئے۔ اپنے اوپر آئل کلاتھ ڈالا اور آدھی رات کے قریب وہ خشک گوشت کے ٹکڑے۔ چاول' گندم اور کچھ سوکھے کیلے لے آیا۔ بعد کے دنوں میں کچن بھرا رہا۔

امرانتا ارسلا اور بالک ارلیانو کے ذہن میں بارشیں خوبصورت دنوں کی طرح تھیں۔ وہ فرنینڈا کی سختی کے باوجود صحن میں پانی کے چھینٹے اڑاتے۔

جب سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ ان کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو چھپکلیاں پکڑتے۔ ان کی جراحت کرتے اور بہانہ بناتے کہ وہ کیتلی کے گرد سوپ میں زہر گھول رہی تھیں۔ ارسلا ان کے لئے بہترین کھلونا تھی۔ وہ ایک بڑی اور ٹوٹی پھوٹی سی گڑیا کی طرح تھی۔ وہ اسے اٹھا کر ایک کونے سے دوسرے کونے تک لئے پھرتے۔ اسے رنگ دار کپڑوں میں لپیٹتے۔ اس کے منہ پر کالک تھوپتے۔ ایک مرتبہ وہ چھانٹے کی قینچی سے اس کے ابرو بنانے لگے تو وہ حظ نہ اٹھا پائے۔ حالانکہ وہ مینڈکوں کی جراحت میں اس قینچی کو استعمال کر چکے تھے۔ اس کے ذہن میں انتشار تھا۔ ان تین سال کی بارشوں میں اس کا دماغ اتنا متاثر ہو چکا تھا کہ وہ حقیقی زندگی سے آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ اسے حال اور اپنے پرانے ماضی کی تمیز نہ رہی۔ وہ کسی نامعلوم مقام پر آ کر گڈ مڈ ہو جاتے تھے۔ ایک بار وہ اپنی پڑدادی پیٹرنیلا اگوران کی موت پر تین دن تک بین کرتی رہی۔ جس کو مرے ایک صدی گزر چکی تھی۔ وہ اس انتشار میں پاگل پن کی حد تک چلی گئی۔ اس کے نزدیک بالک ارلیانو اس کا وہ بیٹا ہے جو بعد میں کرنل بنا اور جسے اس کا خاوند برف دکھانے لے گیا تھا اور سکول میں پڑھنے والا جوزے ارکیدو اس کا پہلوٹھی کا بچہ ہے جو خانہ بدوش واسوں کے ساتھ بھاگ گیا تھا۔ وہ خاندان کے بارے اس طرح باتیں کرتی کہ بچوں نے سینکڑوں مرتبہ ان سے تخیلاتی ملاقاتیں کروالیں۔ جن کو مرے زمانہ گزر چکا تھا لیکن وہ مختلف اوقات میں دوبارہ جی اٹھتے تھے۔ بستر پر بیٹھے اس کے بال راکھ سے بھرے ہوتے۔ اس کا چہرہ سرخ رومال میں چھپا ہوتا۔ ارسلا اپنے غیر حقیقی رشتہ داروں کے درمیان بہت خوش تھی۔ جن کے بارے بچے تفصیل سے بتاتے جیسے وہ انہیں

قریب سے جانتے ہوں۔ ارسلا ان سے ان واقعات کے بارے بھی بولتی رہتی جو اس کے پیدا ہونے سے بھی پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے۔ ان خبروں کے چسکے لیتی جو اسے بچے سناتے اور ان رشتہ داروں کے مرنے پر روتی رہتی جنہیں مرے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ بچے اس اور زیادہ کان نہ دھرتے کہ ان جناتی ملاقاتوں میں ارسلا ہمیشہ اس شخص کے بارے پوچھتی جو سینٹ جوزف کا مجسمہ گھر لایا تھا کہ بارشوں کے رکنے تک رکھ لیں۔ اسی خیال پہ ارلیانو سگندو کے ذہن میں یہی بات تھی کہ اس کی قسمت یہیں کہیں دفن ہے۔ جسے صرف ارسلا جانتی ہے لیکن کوئی سوال، ہوشیاری یا چال فضول تھی۔ اس کے پاگل پن میں بھول بھلیاں تھیں لیکن یہ راز اس کے ذہن کے کسی روشن کنارے پر محفوظ تھا۔ وہ یہ راز صرف اس شخص کے سامنے افشا کرے گی جو واقعی اس دفینے کا وارث ہو گا۔ ارسلا کو اتنا احساس ضرور تھا کہ جب ارلیانو سگندو نے اپنی شرابی دوستوں میں سے ایک کو سمجھا بجھا کر دفینہ کا مالک بنا کر بھیجا تو ارسلا نے باتوں باتوں میں اس کی اصلیت جان لی۔

آخر انہیں ماننا پڑا کہ وہ یہ راز اپنے ساتھ قبر میں لے جائے گی۔ ارلیانو سگندو نے مٹی کھودنے کے لئے مزدور لئے کہ پانی نکالنے کے لئے اگلے اور پچھلے صحن میں کھالیاں نکالنی ہیں اور خود لوہے کی سلاخ لے کر دھرتی کی آوازیں سنتا رہا۔ لیکن دھات جانچنے کے تمام طریقے جاننے کے باوجود تین ماہ کی کھدائی میں سونے سے ملتی جلتی کوئی چیز نہ ملی۔ بعد میں وہ پیلار ترنیرا سے اس امید سے ملا کہ پتے مٹی کھودنے والوں سے زیادہ بتا سکتے ہیں لیکن اس نے بتایا کہ جب تک ارسلا خود پتوں کو ہاتھ نہیں لگاتی تمام کوششیں رائیگاں ہیں۔ اس نے دفینہ کی تصدیق کر دی۔ جن میں تین کینوس کے تھیلے ہیں اور ان میں سات ہزار دو سو چودہ سکے ہیں اور ان کے منہ تار سے بندھے ہیں۔ ارسلا کے بستر کو مرکز بنا کر تین سو اٹھاسی فٹ کے دائرے میں کہیں دفن ہیں لیکن اس نے یہ یاد دہانی کروا دی کہ دفینہ کا ملنا ناممکن ہے۔ جب بارشیں رک جائیں گی۔ تین مسلسل جون کے سورج، مٹی کے ڈھیر کو خاک بنا دیں تب ہی ممکن ہے۔ اس الجھی اور باریک بینی کی اطلاع ارلیانو سگندو کو تخیلاتی کہانیوں کی طرح لگی۔ اب اگست کا مہینہ تھا اور اسے اگلے تین سال انتظار کرنا پڑے گا۔ پیشن گوئی کی شرائط نے اسے اور بھی حواس باختہ کر دیا لیکن اس نے مہم کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت ارسلا کے بستر سے صحن کی دیوار تین سو اٹھاسی فٹ تھی۔ فرنینڈا کو ڈر تھا کہ وہ اپنے جڑواں بھائی کی طرح ست پڑ گیا ہے۔ جب فرنینڈا نے اسے پیمائش لیتے دیکھا اور جب اس

نے بتایا کہ ان خندقوں کی تین فٹ گہری کھدائی کرنی ہے۔ ایجادات کے جنون میں مبتلا اپنے پڑدادا کے مقابلے میں اس نے اپنے پھٹتے جنون پر قابو پا لیا۔ اس کے بدن پر چربی کی آخری تہہ بھی اتر گئی اور وہ مشابہت جو جڑواں بھائی سے ختم ہو گئی تھی' دوبارہ دکھنے لگی۔ یہ مشابہت نہ صرف اب اس کی پتلی جسامت کے سبب تھی بلکہ اس کے مزاج اور ٹوٹتے بکھرتے رویے میں بھی تھی۔ اب وہ بچوں کے قریب نہ پھٹکتا' سر سے پاؤں تک لتھڑا رہتا۔ اس کے کھانے کے اوقات مقرر نہیں تھے۔ وہ کچن میں بیٹھ کر سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کے سوالوں کا بمشکل ہی جواب دیتا۔ اسے اس طرح جنونی طریقے سے کام کرتے اس نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ فرنینڈا نے وچار کیا کہ اس کی ہٹ دھرمی ہی اس کی مستعدی ہے۔ اس کی لالچ اس کے موٹے دماغ کی کج روی تھی۔ اس کے اندر کی ندامت اس پر حاوی تھی اور اس کی سستی پر فرنینڈا نے حملہ کیا لیکن ارلیانو سگندو اس تعلقات کی بحالی کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ گندے پھولوں اور خشک ٹہنیوں کی دلدل میں گردن تک ڈوبا رہتا۔ اس نے باغ کے ہر اور گندگی پھیلا دی۔ اگلے اور پچھلے صحنوں کی کھدائی کے بعد اس نے گھر کی مشرقی بنیادوں کو اتنی گہرائی تک کھودا کہ ایک رات اسے زلزلہ سا محسوس ہوا اور وہ خوف سے اٹھ بیٹھا۔ یہ زلزلہ ایسا تھا جیسے زیر زمین کہیں خوفناک دراڑ پڑی ہو۔ تین کمرے بیٹھ رہے تھے اور ایک خطرناک دراڑ پورچ سے شروع ہو کر فرنینڈا کے کمرے تک گئی۔ ارلیانو سگندو نے تلاش جاری رکھی۔ جب تمام امیدیں ختم ہو گئیں تو صرف ایک بات باقی رہ گئی جس کا ذکر پتوں کی پیشن گوئی میں تھا۔ اس نے پتھریلی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ کھرل سے دراڑیں بھریں اور مغرب کی اور کھدائی جاری رکھی۔

یہ اسی جون کے دوسرے ہفتے کی بات ہے۔

بارش کم ہونا شروع ہو گئی۔ بادل چھٹنے لگے۔ ہر وقت جاپتا۔ آسمان صاف ہو رہا ہے اور یہی ہوا۔ جمعہ کے روز سہ پہر کے دو بجے دھرتی قرمزی سورج سے روشن ہو گئی۔ جس میں اینٹوں کی سی گرمی اور پانی کی سی سردی تھی۔

اگلے دس برس بارش دوبارہ نہ ہوئی۔

ماکوندو کھنڈر بن گیا۔ دلدلی گلیوں میں ٹوٹا پھوٹا فرنیچر پڑا تھا۔ جانوروں کے پنجر پڑے تھے جن پر سرخ سوسن جمی تھی۔ نئے آنے والے لوگوں کی یادیں تھیں جنہوں نے ماکوندو آنے میں جلدی دکھائی تھی۔ بھاگنے میں اس سے بھی زیادہ تیزی دکھائی۔ آتے ہی تباہی پھیلائی

تھی۔ بنانا فیور کے دوران جتنی جلدی سے گھر بنے تھے۔ وہ سب ملیامیٹ ہو گئے۔ بنانا کمپنی نے قسطیں روک دی تھیں۔ تاروں کے اندر تعمیر ہونے والا شہر کھنڈر بن چکا تھا۔ لکڑی کے گھر اور ٹھنڈے ٹیرس جو سہ پہر کو تاش کھیلنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ انہیں وہ الہامی ہوا اڑا کر لے گئی جس نے بعد میں ماکوندو کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا۔ اس تیز ہوا میں جو انسانی حوالہ بچا تھا وہ پیڑایکا براؤن کا ایک دستانہ جو ایک جنگلی پنیری میں پھنسا ہوا ملا۔ جوزے ارکیدو بوئندا نے جس سحر آلود علاقے کی بنیادیں کھودی تھیں اور جہاں بعد میں بنانا کمپنی نے اپنے پودے لگائے۔ وہ سحر بھرا علاقہ گلی ہوئی جڑوں میں چھپا تھا اور وہاں سے افق پر پھیلی سمندر کی خاموش جھاگ دیکھی جا سکتی تھی۔ ارلیانو سگندو پہلے اتوار تکلیف میں رہا۔ اس نے خشک کپڑے پہنے اور بستی میں لوگوں سے ملنے گیا جو بارش کے طوفان سے بچے تھے اور اب وہ بنانا کمپنی کی زد میں تھے۔ وہ گلی کے درمیان سورج کی پہلی کرنوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کے بدن پر اب تک سبز کائی جمی تھی۔ بارش کی وجہ سے رائی کی بو بدن سے آتی تھی لیکن بستی کے بچ جانے پر وہ خوش تھے۔ یہی ان کی جنم بھومی تھی۔

ترکوں کی گلی پہلے کی طرح آباد ہو گئی اور جب عرب پیروں میں سلیپر پہنے' کانوں میں بندے لٹکائے' رنگ دار طوطوں سے لے کر معمولی زیورات تک دنیا کا چکر لگانے نکلے تھے اور ماکوندو میں ایک خوبصورت موڑ دیکھ کر رک گئے تھے۔ جہاں وہ اپنی آوارہ گردی ختم کر کے رہ سکتے تھے۔ بارش ختم ہونے کے بعد وہ تجارتی بوتھ الگ ہو رہے تھے۔ دروازوں پر کپڑے ٹنگے تھے۔ ان پر پھپھوندی لگی تھی۔ کاؤنٹر کو دیمک چاٹ رہی تھی۔ نمی کی وجہ سے دیواریں بیٹھ رہی تھیں۔ لیکن عربوں کی تیسری نسل اسی جگہ بیٹھی تھی' جہاں ان کے باپ اور دادا بیٹھا کرتے تھے۔ کم گو' مستقل مزاج اور مصیبت سے بے نیاز۔ زندہ لیکن مردوں کی طرح۔ جس طرح وہ بے خوابی کی بیماری کے دنوں میں تھے یا کرنل ارلیانو بوئندا کی بتیس جنگوں کے دوران۔ کھیل کے میز' اجڑے سٹینڈ' شوٹنگ گیلریاں اور گلی کے کھنڈرات اور وہ جگہ جہاں روحانی قوت سے خوابوں کی تعبیر بتائی جاتی تھی اور مستقبل کی پیشن گوئیاں ہوتی تھیں۔

ارلیانو سگندو نے ویسے ہی ان سے پوچھ لیا کہ وہ آخر کن پراسرار ذرائع کو بنیاد بنا کر بارش کے دنوں نظر نہیں آئے۔ طوفان کی نظر نہیں ہوئے۔ کون سا کالا علم ہے کہ وہ ڈوبے بھی نہیں۔ وہ ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک جانے۔ ایک خواب سی نظر سے

دیکھتے۔ مکارانہ مسکراہٹ سے لوٹتے اور بغیر مشورہ کئے ایک ہی جواب دیتے۔ "تیرتے رہے۔"

"پیڑا کوٹس قصبہ کی واحد مکین تھی جس کے اندر عرب دل دھڑکتا تھا۔ اس کے باڑے تباہ ہو چکے تھے۔ اس کے جانور طوفان کی نظر ہو چکے تھے لیکن اس کا گھر بچ گیا۔ دوسرے سال اس نے ارلیانو سگندو کو سخت پیغام بھیجا۔ ارلیانو سگندو نے جواب دیا کہ اسے معلوم نہیں کہ وہ کب گھر لوٹے گا لیکن ہر صورت میں وہ سونے سے بھرا ڈبہ لائے گا جس سے وہ فرش پکا کروائیں گے۔ اس وقت پیڑا کوٹس نے دل میں یہ بات کھی تھی کہ اسے اپنی بدقسمتی سے نکلنے کے لئے اپنی طاقت تلاش کرنی پڑے گی اور اس کو حل مل گیا تھا۔ جو طاقت اس کے محبوب نے ضائع کر دی تھی۔ اس کو دوبارہ جوڑنے کے غصہ میں آ کر قسم کھا لی جو طوفان کے سبب رک گئی تھی۔ یہ ایسا پکا ارادہ تھا کہ آخری پیغام کے آٹھ ماہ بعد ارلیانو سگندو اس کے گھر گیا۔ پیڑا کوٹس کی اندر دھنسی آنکھیں بکھری بکھری تھیں۔ ان میں سبزی پھیلی تھی۔ اسے کھلی تھی۔ اس کے باوجود وہ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر لاٹری کے ٹکٹ بنا رہی تھی۔

ارلیانو سگندو حیران رہ گیا۔ وہ غلیظ تھا اور اتنا کمزور تھا کہ پیڑا کوٹس نے یقین کر لیا کہ آنے والا اس کا بچھڑا محبوب نہیں اس کا جڑواں بھائی ہے۔

"تم پاگل ہو۔" ارلیانو سگندو نے کہا۔ "لاٹری کے ٹکٹ بناتے تمہاری ہڈیاں گل جائیں گی۔"

پھر پیڑا کوٹس اسے بیڈ روم دکھانے لے گئی۔ وہاں ایک خچر کھڑا تھا۔ جس کی جلد ہڈیوں پر مڑھی تھی۔ وہ ابھی زندہ تھا اور اپنی مالکن کی طرح پر عزم نظر آتا تھا۔ اسے پیڑا کوٹس کا غصہ بھی برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اس نے بیڈ روم میں اسے پناہ دی۔ جب دھرتی پر گھاس' گندم یا جڑیں نہیں تھیں پرشین کمبل پلش چادروں' ویلوٹ کے پردوں اور سنہری اور چاندی سے کشیدہ جھالروں کے بستر پر اسے خوراک دیتی رہی۔

جب بارشیں رکیں تو ارسلا کو اپنے مرنے کے وعدے کے لئے کوشش کرنی پڑی۔ بارشوں میں روشنی کم تھی۔ اگست کے بعد سورج پوری طرح چمکنے لگا۔ جب خشک ہوا چلی تو گلاب کی جھاڑیاں امس گئیں۔ کیچڑ کی ڈھیریاں بھربھری ہو گئیں۔ جلتی خاک ماکوندو کی فضا میں پھیل گئی اور ہمیشہ کے لئے زنگ کی چھتوں اور بادام کے درختوں پر بیٹھنے لگی۔ ارسلا کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ تین سال تک بچوں کا کھلونا بنی رہی ہے تو وہ دکھ سے رو دی۔ اس نے پینٹ سے اپنا منہ صاف کیا۔ روشن رنگوں کے دھاری دار کپڑے اتار دیئے۔ خشک چھپکلیاں، مینڈک، گلاب کی جھاڑیاں، پرانے عرب نیکلس اور جو کچھ گلے میں لٹکا تھا، اتار پھینکا۔ امرانتا کی موت کے بعد وہ ایک بار پھر خاندان کی زندگی میں شامل ہونے کے لئے کسی کی مدد کے بغیر بستر سے اٹھی۔ اس کے دل کی روشنی نے اس کی رہنمائی کی۔ جب اسے ٹھوکر لگتی، مقدس فرشتہ اسے تھام لیتا لیکن اس نے اپنی سوچ کو نیچے نہ کیا۔ گو اس کو تکلیف ہو رہی تھی لیکن ان سب کے گمان میں نہیں تھا کہ وہ اندھی ہے۔ اسے دیکھنے سے زیادہ محسوس کرنے کا ملکہ تھا۔ جب گھر دوبارہ بنا اور اس سے پہلے بارشوں نے اور ارلیانو سگندو نے پھولوں کی کیاریوں کو ختم کر دیا تھا۔ پہلے جب گھر بنایا گیا تو ارسلا نے یہ کیاریاں بہت احتیاط سے تیار کی تھیں۔ اب دیواروں اور فرش میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ فرنیچر بے رنگ ہو چکا تھا۔ اس پر ایک پتلے گودے کی تہہ تھی۔ دروازوں کے قبضے خراب تھے۔ خاندان مایوسی اور راضی بارضا کی روحانیت میں مبتلا تھا حالانکہ اس سے قبل یہ ممکن نہیں تھا۔ خالی بیڈ رومز کے ساتھ ساتھ گزرتے ہوئے اس نے دیمک کی مسلسل آواز سنی جو لکڑی چاٹ رہی تھی۔ کپڑوں کی الماری میں پتنگوں کی جھنجھناہٹ تھی۔ سرخ دیمک کا شور بڑھ گیا تھا اور وہ گھر کی بنیادوں تک پہنچ چکی تھیں۔ ایک دن اس نے ٹرنک کھولا اور سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کو اپنے بدن سے کاکروچ نکالنے کو کہا۔ جو ٹرنک سے باہر آ گئے تھے اور جنہوں نے کپڑوں کو خاک کر دیا تھا۔ "ایسی غفلت میں بندہ زندہ نہیں رہ سکتا۔" اس نے کہا۔ "بات

ایسے رہی تو ہم ان کی خوراک بن جائیں گے۔" اس کے بعد اس نے ایک سے آرام نہ کیا۔ صبح اٹھ کر جو بھی اسے ملتا اس سے کام کرواتی۔ یہاں تک کہ بچے بھی شامل تھے۔ جو کپڑے قابل استعمال تھے۔ وہ باہر دھوپ میں رکھوائے۔ کیڑے مار دوائیوں سے کاکروچ ختم ہو گئے۔ اس نے وہ تمام مٹی دروازوں' کھڑکیوں اور دیواروں سے کھرچ ڈالی جو دیمک نے بنائی تھی۔ پھر دیمک کے سوراخوں میں ان بجھا چونا ڈلوا کر مروا دیا۔

گھر کی پلک نوک اسے ان بھولے بسرے کمروں میں لے آئی جہاں جوزے ارکیدو بوئندا پارس پتھر بنانے کی کوشش میں اپنا سب کچھ بلی دان کر بیٹھا تھا۔ اس نے کمروں میں روڑے اور جالے صاف کئے۔ سلور شاپ کو دوبارہ ترتیب دی جنہیں فوجی سپاہیوں نے اتھل پتھل کر دیا تھا۔ آخر پر اس نے ملکیادیس کے کمرے کی چابیاں اس لئے مانگیں کہ دیکھیں وہ کس حالت میں ہے۔ جوزے ارکیدو سگندو کی وجہ سے ادھر کوئی نہیں جاتا تھا۔ صرف اسی صورت اس کمرے میں جانا ممکن تھا جب سب کو یقین ہو جائے کہ وہ مر چکا ہے۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ نے اسے روکنے کے تمام حربے استعمال کئے لیکن وہ اپنے ارادے میں اتنی پکی تھی کہ ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ اس نے اپنے راہ میں ہر رکاوٹ ہٹا دی اور اپنے کہنے کے تیسرے دن وہ دروازہ کھلوانے میں کامیاب ہو گئی۔ سڑانڈ سے بچنے کے لئے اس نے دروازے کے پاکھے کو تھامے رکھا۔ ایک لمحے میں اسے یاد آیا کہ گرلز سکول کے چمبر پاٹ وہاں رکھے گئے تھے اور ایک رات فوجی سپاہی جوزے ارکیدو سگندو کی تلاش میں ادھر آئے تھے اور ڈھونڈ نہ پائے تھے۔

"خداوند ہمیں بچائے۔" اس نے یوں کہا جیسے وہ ہر شے دیکھ رہی ہو۔ "تمہیں اچھے آداب سکھانے کے لئے کتنی تکلیفیں اٹھائیں اور تم یہاں سوروں کی طرح رہ رہے ہو۔"

جوزے ارکیدو سگندو ابھی تک انہی کاغذات میں گم تھا۔ بالوں کی الجھی لٹوں میں صرف اس کے دانتوں پر جمی سبز تہہ نظر آ رہی تھی اور جمی آنکھیں۔ اس نے اپنی پڑدادی کی آواز پہچانی۔ مڑ کر دیکھا اور مسکرانے کی کوشش کی۔ اس نے ارسلا کی ہی ایک کہاوت دھرائی۔

"تمہیں معلوم ہے؟" وہ بڑبڑایا۔ "وقت بھی گزرتا ہے۔"

"کیسے گزرتا ہے؟" ارسلا نے پوچھا۔ "لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں۔"

ارسلا کو یوں لگا کہ یہ وہی جواب ہے جو کرنل ارلیانو بوئندا نے کال کوٹھری میں دیا تھا۔ وہ اس بات پر کانپ اٹھی کہ ابھی وقت نہیں گزرا بلکہ یہ بھی مان لیا کہ وقت ہمیشہ دائرے

میں چلتا ہے لیکن پھر بھی اس نے موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اس نے جوزے ارکیدو سگندو کو پیار کیا، جیسے وہ معصوم بچہ ہو۔ اس کے ساتھ اصرار کیا کہ وہ ابھی اٹھے اور نہا لے، شیو بنائے اور گھر کو تیار کرنے میں اس کی مدد کرے۔ بند کمرے میں رہنے کا یہ نظریہ خود جوزے ارکیدو سگندو کو سکون دے چکا تھا۔ ورنہ کوئی انسانی قوت نہیں تھی جو اسے اس کمرے سے باہر نکالتی۔ وہ چیخ اٹھا کیونکہ اب یہ ممکن نہ تھا۔ وہ گاڑی دیکھتا جس کے دو سو ڈبوں میں لاشیں بھری تھیں اور روزانہ شام کو ماکوندو سے سمندر کی اور جاتی تھی۔ "یہ تمام وہ لوگ تھے جو سٹیشن پر موجود تھے۔" وہ چلایا۔ "تین ہزار چار سو آٹھ۔" ارسلا سمجھ گئی کہ وہ دنیاوی باتوں سے زیادہ خوابوں کی دنیا میں رہ رہا ہے۔ تنہا۔ بالکل تنہا۔ جہاں پر پہنچ ناممکن ہے۔ وہ اپنے پڑدادا پر گیا تھا۔ ارسلا نے اسے کمرے میں تنہا چھوڑ دیا اور وہ تالا نہ لگانے پر راضی ہو گیا۔ ایک کے سوا تمام چمبر پاٹ باہر پھینک دیئے گئے۔ جوزے ارکیدو سگندو کو پڑدادا کی طرح صاف ستھرا رکھنے کے لئے فرنینڈا آئی۔ شاہ بلوط کے درخت کے نیچے اس کا پڑدادا بھی صاف ستھرا رہتا تھا۔ یہ ذہنی انتشار عمر کی وجہ سے تھا۔ پاگل پن تھا۔ غصہ پر قابو پانا اس کے لئے مشکل تھا۔ انہی دنوں اس کے بیٹے جوزے ارکیدو نے اسے لکھا کہ اپنے آخری امتحان سے قبل روم سے ماکوندو آئے گا۔ وہ خبر سن کر اتنی خوش ہوئی کہ صبح سے شام تک اس نے پھولوں کی کیاریوں کو دن میں چار مرتبہ پانی دیا تاکہ اس کے بیٹے کی گھر کے بارے اچھی رائے بنے۔ پورچ میں فرل، اوگیانو اور بیگوانا کے پاٹ بدل دیئے گئے اور ارسلا کے ڈھونڈھنے سے پہلے ہی وہ ارلیانو سگندو کے غصے کی نظر ہو چکے تھے۔ پھر اس نے چاندی کے برتن بیچ دیئے اور جسی پیالے، سوپ کے چمچے، اون کے ٹیبل کلاتھ خریدے۔ ان الماریوں میں غربت در آئی جو انڈیا کمپنی، چائنا وائر اور بوہیمن کرسٹل کی عادی تھیں۔ ارسلا ہمیشہ ایک قدم آگے رکھنے کی قائل تھی۔ "کھڑکیاں دروازے کھول دو۔" اس نے کہا۔ "کچھ گوشت اور مچھلی پکاؤ۔ بڑے سمندری کچھوے خریدو۔ باہر کے لوگوں کو مدعو کرو۔ وہ جتنا کھانا چاہتے ہیں، انہیں کھانے دو۔ انہیں کونوں میں بستر ڈالنے دو۔ گلاب کیاریوں میں انہیں پیشاب کرنے دو۔ جو بڑھکیں ہانکتے ہیں۔ ہانکنے دو۔ اپنے بوٹوں کے ساتھ جو کیچڑ لاتے ہیں، لانے دو۔ جو سلوک ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ کرنے دو۔ کیونکہ تباہی سے اسی طریقے سے بچا جا سکتا ہے۔"

یہ وہم تھا یا بڑھاپے کی وجہ تھی۔ چھوٹے کینڈی جانوروں کے معجزے دہرانے کے لئے

یا محض زندہ رہنے کے لئے ادھار لیا کچھ وقت تھا لیکن اس کی نسل میں کسی کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی۔ گھر فرنینڈا کے حکم کی وجہ سے بند تھا۔

ارلیانو سگندو اپنا ٹرنک لے کر پیٹرا کوٹس کے ہاں پہنچ چکا تھا۔ اس کے پاس بمشکل اتنے ذرائع تھے کہ خاندان فاقوں سے نہیں مر سکتا تھا۔ خچر کی لاٹری کے بعد وہ کچھ اور جانور لے آئے اور اپنی لاٹری کا کاروبار سیٹ کر لیا۔ ارلیانو سگندو گھر گھر جا کر ٹکٹیں بیچتا۔ انہیں زیادہ پرکشش بنانے کے لئے اور گاہکوں کو متوجہ کرنے کے لئے رنگدار سیاہی سے کاغذ پینٹ کرتا لیکن وہ محسوس نہ کر پایا کہ لوگ ٹکٹ تشکر گزاری کے طور پر خریدتے ہیں یا رحم دلی کے طور پر۔ ساتھ ہی بیس سینٹ کے بدلے سور کا چانس لیتے' یا بتیس سینٹ کے بدلے ایک بچھڑے کا۔ وہ اتنے پرامید ہوتے کہ جمعرات کی راتوں میں پیٹرا کوٹس کے گھر کا صحن لوگوں سے بھر جاتا۔ جب تھیلے کو ہلا جلا کر ایک بچہ نمبر نکالتا۔ تو ہفتہ وار میلہ لوٹنے میں دیر نہ لگتی۔ شام سے کھانا اور شراب کے سٹینڈ صحن میں لگ جاتے۔ عام طور پر جیتنے والا جانور وہیں ذبح کرتا۔ ساتھ ایک شرط تھی کہ کوئی اور شراب اور موسیقی کا انتظام کرے گا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ارلیانو سگندو وہاں اپنا اکارڈین بجا رہا ہوتا۔ سارے کام میں حصہ لیتا۔ گزرے وقتوں کی رنگ رلیوں کے اس ملتجانہ انداز سے ارلیانو سگندو کی روح کو کتنا زخمی کیا ہو گا اور کھل کے شراب پینے کا فن کیسے ختم ہو گیا تھا۔ اس نے جون بدل لی تھی۔ جب "ہتھنی" سے اس کی ٹکر ٹھہری۔ اس کی جیب میں دو سو چالیس پونڈ تھے۔ اب آمدن گھٹ کر ایک سو چھبیس رہ گئی تھی۔ اس کا چہرہ کچھوے کے مانق ابھرا ہوا تھا۔ وہ ہر سمے بوریت اور تھکاوٹ کا شکار رہتا۔ پہلے زمانوں کے مقابلے میں پیٹرا کوٹس کے ساتھ لیٹتے بعض اوقات مایوسی بھی ہوتی تھی۔ پہلے جنگلی کرتوتوں کے سبب ٹوٹے ہوئے بیڈ بھی ختم ہو گئے تھے لیکن اب ان کی محبت میں رحم ابھر آیا تھا۔ دل میں ابھرنے والے رحم اور اتحاد کے احساس کے ساتھ اور معاملات صلح صفائی اور تھکاوٹ میں بدل گئے تھے۔ اب تکرار نہیں تھی۔ چھت اور دیواروں پر لگے آئینے بیچ کر لاٹری کے جانور خریدے گئے تھے۔ اب معاملات لاٹری کے جانور خریدنے تک محدود تھے۔ اب وہ بوڑھوں کی طرح رہ رہے تھے۔ بیل بوٹوں اور ویلوٹ کے خراب کپڑے خچر کھا گیا تھا۔ وقت سے فائدہ اٹھا کر ٹکہ ٹکہ جوڑ کر وہ اکاؤنٹ کھلوانے کی بات کرتے۔ جنہیں کسی زمانے وہ ویسے ہی پھینک دیتے تھے اور اب مرغ کے پنجوں سے زمین کھرچنے سے نکل آتے۔ ان سے فرنینڈا خوش ہو سکتی تھی۔ امرانتا ارسلا کے جوتے

خرید سکتے تھے۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ اس ہنگامے میں سب کو بھولی ہوئی تھی کہ اس کے پہننے کے لئے کپڑے نہیں تھے۔ کچھ ارسلا کے مرنے پر تابوت کے لئے جوڑے جا رہے تھے۔ کچھ اس واسطے کہ ہر تین ماہ بعد کافی کی قیمت ہر تین پونڈ پر ایک سینٹ بڑھ جاتی۔ کچھ چینی کے لئے جس کا میٹھا پن روز کے روز کم ہو رہا تھا اور کچھ بچت بارشوں میں خراب ہونے والے شہتیر کے لئے تھی۔

کچھ ٹکٹیں بنانے کے لئے کاغذ اور سیاہی کے لئے اور باقی جو بچا وہ اپریل کے لاٹری کے بچھڑے کے جیتنے والے کے لئے تھی جو معجزانہ طور پر ان کے ہاتھ رہ گیا تھا۔ ورنہ باقی تمام لاٹری کے جانور بک چکے تھے۔ غربت اتنی کھری تھی کہ ہر بات طے تھی۔ وہ سب سے بڑا حصہ فرنینڈا کے لئے بلاکسی شرمندگی اور ندامت کے الگ کر دیتے کیونکہ اس کی صحت انہیں عزیز تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ فرنینڈا کو وہ دونوں ایسی بیٹی کی طرح سمجھتے ہیں۔ جس کا زندہ رہنا ضروری ہے۔ اس نکتے پر انہوں نے ایک بار تین دن تک کھانا نہ کھایا تاکہ وہ ایک ڈچ میز پوش خرید سکے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس عذاب میں سے گزرنے کے باوجود کتنا دھن بچایا۔ کتنا کام کیا۔ انہوں نے کتنے منصوبے سوچے لیکن ان کے محافظ فرشتے تھک کر سوئے پڑے تھے۔ جو دھن بچاتے۔ ان میں سے صرف زندہ رہنے کے لئے ہی لیتے۔ شروع میں جب دھن کم تھا تو وہ پریشان تھے کہ دنیا میں کیا ہو گیا ہے؟ رقم ان کی انگلیوں سے چھن سے نکل جاتی ہے۔ ان کے جانور پہلے کی طرح بچے پیدا نہیں کرتے۔ کچھ دن پہلے لوگ شراب پیتے وقت بلوں کے رول جلا ڈالتے کہ چھ مرغیوں کی لاٹری کے لئے بارہ سینٹ کی فیس تو دن دہاڑے ڈاکہ ہے۔ ارلیانو سگندو نے بغیر سوچے سمجھے جڑ دیا کہ شیطان اب دنیا میں نہیں پیٹرا کوٹس کے اندر گھسا ہے۔

جو کچھ ہوا' طوفان کے دوران ہوا۔ جس کی وجہ سے تمام جانور خصی ہو گئے۔ دھن ختم ہو گیا۔ اس وقت پیٹرا کوٹس کے جذبات سے کھیلنا محض کھیل تھا اور وہ محبت سمیٹتی رہی۔ وہ اپنے طور پر ارلیانو سگندو سے اور زیادہ محبت کرتی۔ وہ محسوس کرتی کہ ردعمل بھی اتنا گہرا ہے لیکن ارلیانو سگندو کے دل میں محبت ختم ہو چکی تھی۔ خزاں کے دنوں میں اسے پھر جوانی کے اعتقادات پر یقین کرنا پڑا کہ غربت محبت کی قاتل ہے۔ انہوں نے مڑ کر اپنی جانگلی کرتوتوں کو دیکھا' بے انت دھن' بے لگام بدمزاجی۔ وہ بدمزہ ہوئے اور دکھ نے انہیں کھا لیا۔ تنہائی کی جنت کھوجنے کے بدلے انہیں زندگی کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ برسوں کی خصی

منافقت کے بعد وہ محبت میں پاگل پن کے معجزے پر خوش تھے۔ پاگل ہو رہے تھے۔ کبھی میز پر تو کبھی بیڈ پر۔ وہ بوڑھے ہو چکے تھے لیکن بچوں کی طرح کھیلتے۔ کتوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹتے۔

لاٹری زیادہ دیر نہ چل سکی۔ پہلے ارلیانو سگندو ہفتہ میں تین دن اپنے پھیری لگانے والے دفتر میں بند ہو کر ٹکٹیں بناتا۔ ٹکٹ پر ماہرانہ انداز میں سرخ گائے بناتا، سبز رنگ سے سور اور نیلے رنگ سے مرغیوں کی تصویریں بناتا۔ خفیہ نمبر لگاتا اور پیڑا کوٹس کا طے شدہ نام نیچے لکھتا۔ "DIVINE PROVIDENCE RAFFLE" جانور کی تصویر، اس کا نام ربڑ سٹمپ سے نمبر لگاتا اور مختلف رنگوں کے پیڈوں سے کام گھٹ گیا ورنہ ایک ہفتہ میں دو ہزار ٹکٹوں کا بنانے کا کام اس کا انجر پنجر ہلا دیتا۔ آخری دنوں میں نمبروں کی جگہ "پہیلی" آ گئی اور مشترکہ انعام ان کو ملتا جو بوجھ جاتے۔ یہ معاملہ اتنا پیچیدہ ہو گیا کہ شکوک و شبہات ابھرنے لگے اور دو مرتبہ کے تجربے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا۔

ارلیانو سگندو اپنی لاٹری کے وقار کو قائم رکھنے کے لئے اتنا مصروف تھا کہ وہ بمشکل ہی بچوں سے مل پاتا۔ فرنینڈا نے امرانتا ارسلا کو ایک پرائیویٹ سکول میں داخل کروا دیا۔ جہاں صرف چھ لڑکیوں کو داخلہ ملا تھا۔ لیکن بالک ارلیانو کو پبلک سکول نہیں بھیجا۔ اس کا گمان تھا کہ اس پر کمرے سے باہر نکلنے پر پہلے ہی اتنی نرمی ہے۔ ان دنوں کیتھولک چرچ میں شادی کرنے والے جوڑے کو قانونی سمجھا جاتا تھا اور صرف ان کے بچوں کو داخلہ ملتا تھا۔ جب ارلیانو کو گھر لایا گیا تو اس کے کپڑوں سے پن کے ساتھ اس کا برتھ سرٹیفکیٹ لگا تھا۔ وہ لاوارث بچہ کے طور پر ہسپتال میں رجسٹر ہوا تھا۔ یہاں بھی وہ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کے رحم و کرم پر رہا یا پھر ارسلا کی ذہنی خرابی کی وجہ سے گھر کی چھوٹی سی دنیا میں سب کچھ سیکھ رہا تھا۔ انتہائی نفیس، پتلا، اس کے دماغ اور آنکھوں میں تجسس بھرا تھا۔ اسے جو نانی اور دادی بتاتیں وہ اس کے سامنے تھا۔ وہ اتنا ذہین تھا کہ بڑے جواب نہ دے پاتے اور بعض اوقات تو ایسی نظروں سے دیکھتا جیسے اس کی عمر میں کرنل کا انداز ہو۔ اس کی آنکھ کسی شے سے توجہ ہٹنے پر ہی جھپکتی۔ جب امرانتا ارسلا کنڈر گارٹن سکول میں ہوتی تو وہ کینچوے پکڑتا اور باغ میں جا کر انہیں اذیتیں دیتا رہتا۔ ایک بار وہ ارسلا کے بستر میں بچھو چھوڑنے کے لئے انہیں ڈبے میں بند کر رہا تھا تو فرنینڈا نے دیکھ لیا اور اسے میمی کے کمرے میں لے جا کر تالا بند کر دیا۔ وہ انسائیکلوپیڈیا میں تصویریں دیکھ کر اپنی تنہائی سے کھیلتا رہا۔ ایک سہ پہر وہ ارسلا

کے ہاتھ چڑھ گیا۔ وہ مقدس پانی سے گھر کا چھڑکاؤ کر رہی تھی۔ گو وہ کئی بار اس سے کھیل چکا تھا لیکن اس نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟

"میرا نام ارلیانو بوئندا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" ارسلا نے کہا۔ "اب تمہاری عمر نقرئی مچھلیاں بنانے کی آگئی ہے۔"

وہ اب بھی اسے اپنا بیٹا سمجھتی تھی۔ بارشوں کے بعد جو گرم ہوائیں چلیں تو ان دنوں بھی بعض اوقات ارسلا کے دماغ میں انتشار ابھرتا لیکن اب بات یونہی نہیں تھی بلکہ اسے اپنے موقف سے ہٹانا بہت مشکل تھا۔ جب وہ اپنے بیڈ روم میں واپس گئی وہاں پیٹرونیلا آگواران بیٹھی تھی۔ اس نے گھیرے دار لہنگا پہنا ہوا تھا اوپر منکوں کی جیکٹ تھی جو وہ کسی مہمان سے ملنے کے موقع پر پہنتی تھی۔ اس کے ساتھ ٹرنکینا ماریہ منیتانا بوئندا تھی۔ اس کی ساس جو جھولنے والی کرسی پر بیٹھی مور کا پنکھا جھل رہی تھی۔ ان کے ساتھ وائس ریگل گارڈ کا یونیفارم پہنے اس کا پڑدادا ارلیانو ارکیدو بوئندا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا باپ ارلیانو آگواران تھا جس نے ایسا منتر سیکھ لیا تھا کہ جس کو پڑھتے ہی گائے میں سے کیڑے گر پڑتے تھے۔ اس کی بودی ماں' سور کی دم والا کزن۔ جوزے ارکیدو بوئندا اور اس کے تمام مرحوم بیٹے' دیواروں کے ساتھ لگی کرسیوں پر یوں بیٹھے تھے جیسے وہ ابھی جاگے ہوں۔ وہ ان سے چپڑی چپڑی باتیں کرتی رہی اور ان سے مختلف جگہوں کی چیزوں کے بارے پوچھتی رہی۔ جب امرانتا ارسلا سکول سے لوٹی اور ارلیانو انسائیکلو پیڈیا کو دیکھ دیکھ کر تھک گیا تو اس وقت وہ بستر پر بیٹھی اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی۔ مرے لوگوں کے گورکھ دھندے میں گم تھی۔

"آگ۔" ایک مرتبہ وہ خوف سے چیخ اٹھی۔ گھر کے تمام لوگ ڈر گئے۔ دراصل وہ اس باڑے کے جلنے کے بارے بتا رہی تھی۔ جب وہ خود صرف چار سال کی تھی۔ اس کے مرنے سے پہلے اس نے حال اور ماضی کو یوں گوندھ لیا کہ کسی کو پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ جو کچھ بول رہی ہے۔ یہ اس کی اپنی کوئی بات ہے یا اس کی یادداشت کا کوئی حصہ۔

آہستہ آہستہ وہ معصوم بچی بنتی جا رہی تھی اور اس نکتہ پر ٹھہراؤ کر لیا۔ پچھلے چند ماہ سے وہ اپنے نائٹ گاؤن میں پھنسی کسی خوشی کی لہر میں تھی۔ اس کا بازو ہمیشہ کی طرح اٹھا رہتا۔ اور اب وہ بندر کے ہاتھ کی طرح لگتا۔ بہت دنوں سے وہ بے حس و حرکت پڑی تھی۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے اسے دیکھتی کہ آیا وہ زندہ

ہے یا نہیں۔ وہ اسے اپنی گود میں بٹھا کر میٹھے پانی کے چند چمچے منہ میں ڈالتی۔ وہ بوڑھی خاتون پیدا ہونے والے بچے کے مانند تھی۔ امرانتا ارسلا اور ارلیانو اسے بیڈ روم سے اندر یا باہر لے آتے۔ عشائے ربانی کی میز پر لٹاتے۔ جیسے وہ کوئی معصوم بچہ ہو۔ ایک سہ پہر انہوں نے اسے گودام کی الماری میں چھپا دیا۔ جہاں چوہے اسے کھا جاتے۔ ایک اتوار وہ اپنے بیڈ روم میں تھی۔ فرنینڈا چرچ گئی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے گردن اور ٹخنوں سے پکڑ کر باہر نکالا۔

"بے چاری دادی۔" امرانتا ارسلا نے کہا۔ "بڑھاپے نے اس کی جان لے لی۔"

ارسلا گھبرا گئی۔

"میں زندہ ہوں۔" اس نے کہا۔

"دیکھو۔" امرانتا ارسلا نے اپنا قہقہ روکتے ہوئے کہا۔ "وہ سانس بھی نہیں لے رہی۔"

"میں بول رہی ہوں۔" ارسلا چیخی۔

"یہ تو بول بھی نہیں سکتی۔" ارلیانو نے کہا۔ "وہ جھینگر کی طرح مر گئی۔"

تب ارسلا نے ارداس کی۔ "میرے خداوند۔" اس نے آہستہ سی آواز میں کہا۔ "کیا مرنا ایسے ہی ہوتا ہے۔" وہ نہ ختم ہونے والی کپکپاہٹ کا شکار ہو گئی اور دل کی گہرائیوں سے دعا مانگی جو تقریباً دو دن جاری رہی۔ جمعرات بھی خداوند سے ایسی درخواستوں میں گزر گیا اور پھر وصیت شروع ہو گئی۔ گھر کو سرخ دیمک سے بچانے کا عملی طریقہ' ر۔میڈیس کے لئے لیمپ جلانے کی وصیت' اور بوئنڈا خاندان کے لڑکے لڑکیاں کی آپس میں شادی نہ کرنے کی وصیت ورنہ ان کی اولاد کی دم سور سی ہو گی۔ ارلیانو سگندو نے اس ہذیان سے فائدہ اٹھانا چاہا کہ آخر دفینہ کہاں چھپا ہے لیکن اس کی سازش کنارے نہ لگی۔ "جب مالک آئے۔" ارسلا نے کہا۔ "خدا اس کے اندر اتنی روشنی دے گا کہ وہ دیکھ لے گا کہ دفینہ کہاں ہے۔ وہ ڈھونڈھ لے گا۔"

سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے مر سکتی ہے کیونکہ ان دنوں اس نے قدرت کے اشارے بھی محسوس کر لئے تھے۔ گلاب کے پھول اب ہنس کے پیڑوں کی سی بو دینے لگے تھے۔ مٹر کی پھلی سٹار فش کی شکل میں زمین پر گری تھی اور دانے بکھر گئے تھے۔ ایک رات اس نے زرد رنگ کی لپٹیں آسمان پر گزرتی دیکھیں۔

ایک جمعہ بھور بھئے وہ مر گئی۔ آخری سے انہوں نے اس کی عمر کا اندازہ لگوایا۔ بنانا کمپنی کی آمد سے اس کی عمر ایک سو پندرہ سے ایک سو بیس سال کے درمیاں بنتی تھی۔ وہ ایک ٹوکری برابر تابوت میں سما گئی۔ جس میں ارلیانو آیا تھا۔ اس کے جنازے میں چند لوگ شریک تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے جاننے والے زندہ نہیں رہے تھے اور پھر گرمی اتنی تھی کہ اس دوپہر بھی پرندے راہ بھٹکے کبوتروں کی طرح دیواروں سے ٹکرا رہے تھے۔ بیڈ روم کے اندر مرنے کی خواہش میں سکرینوں سے آ ٹکراتے۔ پہلے انہوں نے سوچا۔ یہ طاعون ہے۔ گھریلو خواتین ان مرے پرندوں کو گھر سے باہر پھینک پھینک کر تھک گئی تھیں۔ خصوصاً سہ پہر کے آرام کے وقت یہ حملہ بہت شدید ہوتا۔ مرد انہیں گاڑیوں میں بھر کر دریا برو کر آتے۔

ایسٹر کے اتوار سو سالہ فادر انتونیو ازابیل نے خطبہ دیا کہ پرندوں کی موت اس آوارہ گرد یہودی کے شیطانی اثر کی وجہ سے ہے۔ جس کو ایک رات قبل اس نے خود دیکھا تھا۔ فادر نے اس کا حلیہ سمجھایا کہ وہ پھولے پیٹ کی بکری اور کسی کافر عورت کی کوئی درمیانی شکل ہے۔ وہ ایسے پرندے کی طرح ہے جس کے سانس لینے سے ہوا جھلتی ہے۔ اس مشکوک بات پر بہت کم لوگوں نے توجہ دی۔ پورے قصبہ نے رائے دی کہ پادری ہانک رہا ہے۔ اب پادری پہ بڑھاپا آگیا ہے۔ بدھ کو ایک عورت نے پوری بستی کو صبح سویرے جگا دیا۔ اس نے کسی دوپائے کے سموں کے نشان دیکھے تھے۔ یہ نشان اتنے واضح اور صاف تھے کہ جو بھی انہیں دیکھنے گیا۔ وہ کسی خوفناک مخلوق کے وجود کا قائل ہو گیا۔ وہ تمام نشانیاں پادری کی بات کا یقین دلاتی تھیں۔ وہ تمام لوگ اپنے اپنے صحن میں کوڑکیاں لگانے کے لئے اکٹھے ہوئے اور اپنے تائیں اسے پکڑنے کا مکمل انتظام کر لیا۔ دو ہفتہ بعد پیڑا کوٹس اور ارلیانو سگندو اپنے بچھڑے کی ڈکار سن کر خوف زدہ ہو گئے۔ جب وہ باہر نکلے تو مردوں کا ایک جتھا ایک ساد ھو سے شخص کو گھسیٹتے ہوئے ایک کھمبے سے باندھ رہے تھے۔ وہ کھمبا انہوں نے ایک گڑھے میں گاڑھا ہوا تھا۔ گڑھا خشک پتوں سے ڈھکا تھا۔ اس نے ڈکارنا بند کر دیا۔ وہ کسی بچھڑے کی طرح نہیں بلکہ بیل کی طرح موٹا تھا۔ اس کے زخموں سے لیس دار مادہ نکل رہا تھا۔ بدن کھردرے بالوں سے ڈھکا تھا۔ ان میں جوئیں تھیں۔ جلد ریمورا مچھلی کی طرح کھردری تھی۔ اس پر سکیل تھے۔ لیکن پادری کی نشانیوں کے برعکس اس کے انسانی اجزاء کسی بیمار فرشتے کی طرح تھے۔ ہاتھ سخت پتھریلے اور پھرتیلے تھے۔ آنکھیں بڑی اور

چمکدار تھیں- بازوؤں کے بلیڈ پر زخموں کے نشان تھے- طاقتور پروں کی کھردری جلد اور پروں کے بلیڈ پر کسی لکڑہارے نے زور آزمائی کی تھی- اسے ٹخنوں سے باندھ کر چوک میں درخت سے باندھ دیا گیا تاکہ ہر کوئی دیکھ سکے- جب وہ مرنے لگا تو انہوں نے اسے کوڑا کرکٹ کے جلتے آلاؤ میں ڈال دیا- کوئی بھی فیصلہ نہ کر پایا کہ وہ کونسی مخلوق تھی- جانور تھا تو مرنے کے بعد اسے دریا میں پھینک دیا جاتا- اگر وہ انسان تھا کہ اسے دفن کیا جاتا- یہ فیصلہ بھی نہ ہو پایا کہ پرندوں کی موت کا وہ واقعی ذمے دار تھا- لیکن نہ تو شادی شدہ عورتوں نے کسی پیشن گوئی کو تسلیم کیا اور نہ گرمی میں کمی ہوئی-

سال کے آخیر پر رابیکا مرگئی- اس کی نوکرانی نے انتظامیہ سے مدد کے لئے کہا کہ وہ تالا توڑیں کیونکہ اس کی مالکن پچھلے تین دن سے اندر ہے- وہ اکیلی بستر پر لیٹی تھی- شرمپ مچھلی کی طرح مڑی تڑی- اس کا سر گنجا تھا اور اس کے منہ میں انگلی تھی- ارلیانو سگندو نے جنازے کا انتظام کیا- گھر کو بیچنے کے لئے اس کی مرمت کروائی لیکن گھر کی حالت اتنی بری تھی کہ جب پینٹ کیا گیا تو پھٹ گیا- فرش کی دارڑیں پر کرنا مشکل تھا- شہتیروں میں پھپھوندی لگی تھی-

یہ واقعات طوفان کے بعد کے ہیں-

لوگوں میں تغافل نہیں' آرام طلبی تھی- یہ آرام طلبی آہستہ آہستہ بے رحمی کے ساتھ یادداشتوں کو کھا رہی تھی- یہاں تک کہ معاہدہ نیرلینڈیا کی ایک سالگرہ کے موقع پر ریپبلک کے صدر کی طرف سے کچھ افسران ماکوندو آئے کہ کرنل ارلیانو بوئندا کی طرف سے کئی بار کے انکار کے باوجود ایوارڈ دینے کی کئی راہ نکالی جائے- وہ تمام سہ پہر ہر کسی سے یہ پوچھنے کی کوشش کرتے رہے کہ کرنل ارلیانو بوئندا کے رشتہ دار کہاں رہتے ہیں- وہ ارلیانو سگندو کو ایوارڈ لینے کے لئے قائل کرتے رہے- اس نے سوچا کہ میڈل خالص سونے کا ہو گا لیکن پیڑا کوٹس نے اسے سمجھایا کہ وہ خالص سونے کا نہیں ہو گا- تمام لوگ اعلان اور تقریریں تیار کر چکے تھے- انہی دنوں ملکیادیس کے آخری وارث پکھی واپس لوٹ آئے- قصبہ کی حالت بہت خراب تھی- باسی دنیا سے کٹے ہوئے تھے اور وہ ابھی تک مقناطیسی ڈبے گھسیٹ رہے تھے- گویا یہ واقعی بابل کی آخری اور جدید ترین ایجاد ہے- ایک بار پھر انہوں نے سورج کی شعاعوں کو بڑے محدب عدسے سے مرکوز کیا- ان لوگوں کی آج بھی کمی نہیں تھی جو کیتلیوں اور پاٹ وغیرہ کو گھسٹتے منہ کھولے دیکھ رہے تھے- وہ پچاس

سینٹ کے عوض ایک پکھی واس عورت کو منہ میں نقلی دانت رکھتے اور دوبارہ باہر نکالتے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ٹوٹی پھوٹی زرد گاڑی، جو کسی کو لاتی تھی اور نہ لے جاتی تھی اور اس اجاڑ سٹیشن پر بمشکل ہی رکتی تھی۔ اس لمبی گاڑی میں صرف ایک چیز تھی اور وہ تھی مسٹر براؤن کا شیشے سے بنا کوچ۔ جو ڈبے سے جڑا تھا۔ وہاں آرام دہ کرسیاں تھیں۔ فروٹ لے جانے والی ریل کے ایک سو بیس ڈبے جو تمام سہ پہر گزرتے رہتے۔ پادریوں کا ڈیلیگیٹ جو پرندوں کی پراسرار موت اور آوارہ منش یہودی کو مارنے کی تحقیقات کے لئے آیا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ فادر ازابیل بچوں کے ساتھ اندھے آدمی کی بھینس کی اوھوڑی کا کھیل کھیل رہے تھے۔ انہوں نے سوچا۔ فادر کی رپورٹ کسی ہذیان کا نتیجہ تھی۔ وہ اسے پاگل خانے لے گئے اور کچھ دنوں بعد اس کی جگہ فادر آگسٹو انجیل آ گیا۔

نئی نسل کا ہیرو، سخت مزاج، نڈر، بہادر۔ وہ خود گرجا کی گھنٹیاں بجاتا تاکہ لوگوں کی روح مردہ نہ ہو۔ وہ گھر گھر جا کر لوگوں کو دعا دیتا۔ سوئے ہوؤں کو جگاتا۔ سال کے اندر وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گیا۔

گرم گرد اور دھول نے ہر شے کو بوڑھا کر دیا۔ ہر شے کے کل پرزے ڈھیلے تھے۔ قیلولہ کے وقت ناقابل برداشت گرمی میں لنچ کے گوشت کی وجہ سے غنودگی رہتی۔

ارسلا کی موت کے بعد یہ گھر دوبارہ اسی کاہلی کا شکار ہو گیا۔ کسی شدید خواہش پر بھی سنبھالا ممکن نہیں تھا۔ برسوں بعد، خوشی اور جذبے کے ساتھ، کسی حسد کے بغیر امرانتا ارسلا نے اس کھنڈر کو بچانے کی خاطر دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں۔ باغ کی کتر بیونت کی۔ سرخ دیمک کا قلع قمع کیا جو دن کے وقت بھی پورچ پر حملہ آور ہو جاتی۔ اس نے میزبانی کی روایت سنبھالنے کی کوشش کی۔ شاید اس کے پاؤں دھرتی پہ تھے۔

ارسلا کے ایک صدی پر پھیلے ضابطوں کے خلاف فرنینڈا نے اپنے مذہبی جنون کی بدولت ایک ناقابل عبور بند تعمیر کر دیا تھا۔ جب خشک ہوا چلتی تو اس کی طرف سے دروازے کھولنے سے انکار تھا بلکہ اس نے کھڑکیوں کے پٹوں پر کراس کی صورت لکڑی لگوا کر کیل ٹھکوا دیئے۔ یہ تربیت اس کے والدین کی تھی۔ بدیشی ڈاکٹروں سے پتر بازی ناکامی پر ختم ہوئی۔ بہت انتظار کے بعد اس نے طے شدہ تاریخوں اور وقت کے دوران اپنے آپ کو تالا بند کر لیا۔ اپنے اوپر سفید چادر اوڑھ لی اور اپنا سر شمال کی طرف کر لیا۔ دن کے ایک بجے اس نے محسوس کیا کہ ایک چمکدار مائع سے تر رومال سے اس کا سر ڈھانپا جا رہا ہے۔ جب

اس کی آنکھ کھلی تو سورج کھڑکی سے جھانک رہا تھا اور سپنچ نیچے سے لے کر سینہ تک لگا ہوا تھا۔ نئے آرام سے پہلے بدیشی ڈاکٹروں کی طرف سے اسے خط ملا کہ چھ گھنٹے کے معائنے کے بعد بھی انہیں کسی بیماری کا پتہ نہیں چلا جس سے اس کی علامتیں لگا کھاتی ہیں۔ جو اس نے اتنی بار اور اتنی تندہی سے بتائی تھی۔ اصل نقصان یہ تھا کہ اس کی چیزوں کو نہ پکارنے کی گندی عادت تھی۔ اب وہ ایک اور الجھن میں پھنس گئی۔ اس کے ذہن پر یہ بات سوار تھی کہ ٹیلی پیتھک سرجنوں نے بچہ دانی میں کچھ نقائص کی نشاندہی کی تھی۔ جو محض مرہم کے استعمال سے ٹھیک ہو سکتے تھے۔ گیانی فرنینڈا نے زیادہ جاننے کی کوشش کی لیکن ادھر سے اب کی دفعہ کوئی جواب نہ آیا۔ مرہم کا انجانا سا نام یاد کر کے تھک گئی آخر اس نے لاج ایک طرف رکھنے کا فیصلہ کیا اور جاننا چاہا کہ وہ مرہم کیا ہے۔ اسے اتنی جان کاری ہوئی کہ فرنچ ڈاکٹر نے تین ماہ قبل درخت سے لٹک کر خودکشی کر لی ہے اور بستی کے مکینوں کے فیصلہ کے برخلاف اسے صرف کرنل ارلیانو بوئندا کی فوج کے ایک ساتھی ہونے کے ناطے یہاں دفن کر دیا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے جوزے ارکیدو کے کان میں پھونک ماری کہ وہ روم سے یہ مرہم بھجوائے۔ جوزے ارکیدو نے مرہم کے ساتھ وہ اشتہار بھی بھیجا جس میں استعمال کا طریقہ درج تھا جسے یاد کر کے اس نے ٹائلٹ میں بہا دیا تاکہ کسی کو بیماری کی نوعیت کا علم نہ ہو۔ یہ بے کار طرح کی احتیاط تھی کیونکہ گھر میں رہنے والے ان باتوں کی اور دھیان نہیں دیتے تھے۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ اپنے بڑھاپے کی قید میں تھی۔ وہ بہت کم کھانا کھاتی اور اس کی تمام توجہ جوزے ارکیدو سگندو کے لئے تھی۔ امرانتا ارسلا کی شہزادی ریمیڈیس سے کچھ مشابہت تھی۔ اور وہ سارا وقت اس کمی کو پورا کرنے میں گزارتی جو اس نے ہوم ورک کے وقت کے دوران ارسلا کو تنگ کرتے گزارا تھا۔ اس کا دھیان صرف پڑھائی کی طرف تھا۔ ارلیانو سگندو کی تمام امیدیں جو میمی نے بھرنی تھیں، وہ دوبارہ ابھر آئیں۔ اس نے امرانتا ارسلا کو اعلیٰ تعلیم کے لئے برسلز بھیجنے کا وچن دیا تھا۔ یہ ریت بنانا کمپنی کے زمانے میں پڑی تھی۔ اس نے سوچا کہ طوفان سے تباہ ہونے والے کھیتوں کو پھر سے آباد کیا جائے۔ وہ چند لمحے کے لئے گھر جاتا۔ امرانتا ارسلا کے ساتھ بیٹھتا۔ وہ آہستہ آہستہ فرنینڈا سے دور ہٹتا گیا۔ ارلیانو جوانی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ارلیانو سگندو کو یقین تھا کہ بڑھتی عمر کے ساتھ فرنینڈا کو بدھ آئے گی کہ بچہ بستی کے جیون میں شامل ہو۔ جہاں کوئی اس بارے شک نہیں کرے گا لیکن ارلیانو بھی تنہائی کو ترجیح دیتا تھا۔ اسے دنیا بارے جان

کاری کی خواہش ہی نہیں تھی۔ اس کا جیون گلی کے دروازے تک محدود تھا۔ جب ارسلا نے ملکیادیس کا کمرہ کھولا اور اس نے ادھ کھلے دروازے سے جھانکا تو کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کس لمحے جوزے ارکیدو سگندو کے قریب ہو گیا۔ ان کے درمیان محبت کا ایک رشتہ پیدا ہو گیا۔ ارلیانو سگندو کو اس رشتے بارے اس وقت پتہ چلا جب ارلیانو اسٹیشن پر ہونے والے قتل عام بارے بات کر رہا تھا۔ ہوا یوں کہ کھانے کی میز پر بستی کی تباہی بارے بات چلی' بنانا کمپنی کی پابندیوں کا ذکر آیا تو ارلیانو نے بڑی سمجھداری سے اختلاف کیا اور ایک گیانی کی طرح تبصرہ کیا۔ اس کا تجزیہ بالکل ہٹ کے تھا کہ اگر بنانا کمپنی نے بستی کو کرپٹ نہ کر دیا ہوتا۔ بے جا دباؤ نہ ڈالا جاتا تو ماکوندو یقیناً ایک مثالی قصبہ ہوتا۔ وہ انجینئروں کی اوٹ سے طوفان لائے تاکہ مزدوروں سے کئے معاہدے پورے نہ کئے جائیں۔ فرنینڈا اسے اس بدھ سے بات کرتے ہوئے حیران تھی۔ وہ بدھی اور گیانی لوگوں کی بے حرمتی کرنے والا عیسیٰ لگ رہا تھا۔ ارلیانو نے کھلے لہجے میں بتایا کہ کیسے آرمی نے تین ہزار سے زیادہ مزدوروں کو بھون ڈالا اور کیسے ڈبوں میں بھر کر انہیں سمندر میں پھینک آئے۔ لوگ سرکاری ہینڈ آؤٹ پر یقین رکھتے تھے کہ ایسا واقعہ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ فرنینڈا بے کل ہو گئی کہ ارلیانو نے کرنل ارلیانو بوئندا کا انتشار پسند وراثتی انداز لیا ہے۔ اس نے چپ کا اشارہ کیا۔ ارلیانو سگندو کا خیال تھا کہ یہ بات اس کے جڑواں بھائی کی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ہر کوئی اسے پاگل سمجھتا تھا۔ اس وقت ارکیدو سگندو ہی اس گھر کا بلوان گیانی تھا۔ اس نے ارلیانو کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ پھر پڑھنے کے لئے کاغذات دیئے اور اس کو سمجھایا کہ برسوں بعد بنانا کمپنی ماکوندو کا کیا کریا کرم کیا۔ جب ارلیانو اس جوگ میں آیا تو کسی کو کیا معلوم کہ وہ کیسا ہذیانی بیان دے رہا ہے کیونکہ وہ واضح طور پر ان تاریخ دانوں کی مخالفت کر رہا تھا جو سکول کی نصابی کتابیں لکھ رہے تھے۔ اس سے ہٹ کر وہ اس کمرے میں رہتا جہاں خشک ہوا کا گزر تھا نہ گرد تھی نہ گرمی۔ اسے ایک بوڑھا انسان سکھا رہا تھا۔ جس کی پشت کھڑکی کی اور ہوتی۔ کوے کے پیروں والا ہیٹ اس کے سر پر ہوتا۔ وہ برسوں پہلے کے اس جگ بارے انہیں باتیں بتاتا۔ جب وہ واقعات نہیں ہوئے تھے۔ ایک وقت میں وہ دونوں بتا دیتے کہ اس جگ میں ہمیشہ مارچ ہی کیسے ہوتی تھی اور ہمیشہ سوموار کیسے ہوا کرتا تھا۔ تب انہیں بدھ ٹھہری کہ ارکیدو سگندو اتنا پاگل نہیں جتنا خاندان نے سمجھ لیا تھا۔ سچ کا ووراک صرف اسے ہی تھا۔ اس نے ٹھوکریں کھائیں' حادثات کا مقابلہ کیا اور اب پھر وہ کمرے میں روحانی اقدار چھوڑ

گیا۔ جوزے ارکیدو سگندو نے کاغذات کی الف سے یے تک ترتیب دی۔ اسے یقین تھا کہ سنتالیس سے ترپن لوگوں نے حروف تہجی کی ترتیب سے انہیں لکھا تھا۔ جب ان کو چھانٹا گیا تو وہ تیزی سے گھسٹتے ہوئے لگتے تھے لیکن ملکیادیس کے خطوط سے یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک قطار میں کپڑے خشک کرنے کے لئے ٹنگے ہوں۔ ارلیانو نے ایسی ہی ترتیب انسائیکلوپیڈیا میں دیکھی تھی۔ وہ جوزے ارکیدو سگندو کی اس ترتیب کے لئے اسے اٹھا لے آیا۔ وہ دونوں تراتیب ایک جیسی تھی۔

پہلی کی لاڑی کے وقت سے ارلیانو سگندو اپنے گلے میں ایک گرہ محسوس کر کے جاگ اٹھتا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے رونے کی خواہش کو دبا رہا ہے۔ پیڑا کوٹس نے اندازہ لگایا کہ موجودہ صورتحال کی وجہ سے جو اونچ نیچ ہوئی ہے' یہ اس کارن ہے۔ وہ ایک سال تک روز شہد میں ڈوبی انگلی گلے کو لگاتی اور سرخ رنگ کا سیرپ بھی دیتی۔ جب یہ گرہ بڑھنے لگی تو اس کا سانس کھینچنا مشکل ہو گیا۔ ارلیانو سگندو اپنا گلا پیلار ترنیرا کو دکھانے گیا۔ شاید وہ ایسی بوٹی جانتی ہو جس سے آرام آئے۔ ہٹیلی دادی سو سال کو تھی۔ اب بھی وہ ایک چھوٹا اور چھپا ہوا ویشیاؤں کا اڈا چلاتی تھی۔ اس نے تھراپیوٹک علاج کی بجائے کارڈز میں حل ڈھونڈ رکھا تھا کہ "ہیروں کی ملکہ" اس کے گلے میں براجمان ہے۔ اس کا اپنا گلا بھی ادھڑا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ فرنینڈا نے اس کی تصویر پر کالا جادو کیا اور اس کی وجہ سے گلے میں گلٹی ہوگئی۔ وہ اسے گھٹیا طریقے سے گھر لانا چاہتی ہے۔ اپنی شادی کے دنوں کے علاوہ ارلیانو سگندو نے کوئی تصویر نہیں کھنچوائی تھی۔ تمام تصویریں خاندانی البم میں تھیں۔ جب اس کی بیوی ادھر ادھر سوئی تو وہ گھر میں تصویریں ڈھونڈھتا رہا۔ آخر ڈریسر کے نیچے اصلی ڈبوں میں ادھ درجن مرہم مل گئیں۔ یہ یقین کر کے کہ یہ سب سرخ ربڑ کے رنگ جادو کا سامان ہیں۔ اس نے سب اپنے پاس رکھ لئے تاکہ پیلار ترنیرا انہیں دیکھ کر کوئی جان کاری کر سکے۔ لیکن وہ نہ جان پائی۔ اسے فرنینڈا پر پورا شک تھا۔ پیلار ترنیرا نے ان کو صحن کے آلاؤ میں ڈال دیا۔ فرنینڈا کی اس جادو سے بچے دل سے جان چھڑوانے کے لئے ارلیانو سگندو کو ایک کڑک مرغی کے بارے بتایا کہ اسے گیلا کر کے شاہ بلوط کے درخت کی جڑ میں دفن کر دے۔ اسے اتنا یقین تھا کہ جب اس جگہ کو دوبارہ درست کر کے خشک پتے ڈالے تو اسے یوں لگا جیسے اب وہ اچھی طرح سانس لے سکتا ہے۔

دوسری طرف فرنینڈا بدیسی ڈاکٹروں کے نسخے اور دوائی گم ہو جانے پر بے کل تھی۔

اس نے باقی کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے سینہ بند کے نیچے ایک جیب بنائی اور اس میں بیٹے کی طرف سے بھیجی مرہم محفوظ کر لی۔

مرغی دفن کرنے کے چھ ماہ بعد' کھانسی کے دورے کی وجہ سے ارلیانو سگندو آدھی رات کو جاگ اٹھا۔ اسے یوں لگا جیسے کوئی کیکڑا اس کا گلا دبا رہا ہے۔ اسے گمان ہوا کہ جادو کی مرہم آلاؤ میں ڈالنے اور سچے دل سے گیلی مرغیاں دفن کرنے کے باوجود سچ یہ ہے کہ وہ مر رہا ہے۔ اس نے کسی کو نہ بتایا۔ وہ موت کے خوف سے دکھی تھا۔ امرانتا ارسلا کو برسلز بھیجنے کی خواہش میں اس نے ایسے کام کئے جو اس نے کبھی نہیں کئے تھے۔ ہفتہ میں ایک کی بجائے تین لاٹریاں رکھ لیں۔ صبح سویرے وہ کام کے لئے بستی میں چلا جاتا اور انتہائی قابل رحم اور ناقابل برداشت وقتوں میں پریشان پھرتا اور ٹکٹیں بیچنے کی کوشش کرتا۔ کوئی مرنے والا ہی ایسا کر سکتا تھا۔

"یہ ہیں DIVINE PROVIDENCE"_ انہیں لے لو۔ کیونکہ یہ ایک صدی بعد اترتے ہیں۔ وہ باتونی' بھلے مانس اور ہنس مکھ نظر آنے کی رحم دلانہ کوشش کرتا۔ اس کے لئے اس کی وردی اور بہتا پسینہ ہی ثبوت تھا۔ بعض دنوں لاٹریاں خالی جاتیں۔ وہ اندر سے بھسم ہو چکا تھا۔ وہ کسی اکیلی جگہ' جہاں اسے کوئی نہ دیکھتا ہو' سکون کی خاطر بیٹھ جاتا اور آنسو اس کے اندر بہتے رہتے۔۔ آدھی رات کو ویشیاؤں کے علاقے میں اپنے اچھے بھاگ کی پیشن گوئی کے جنازے میں شامل ہو جاتا۔ اکیلی عورتیں فونوگراف کے ساتھ بیٹھی روتی رہتیں۔ "یہ نمبر تو پچھلے چار ماہ سے نہیں نکلا۔" انہیں اگلی لاٹری کی ٹکٹیں دکھاتے ہوئے کہتا۔ ""انہیں رکھ لو۔ جیون مختصر ہے۔" وہ اس کی عزت نہ کرتیں۔ اس کا مذاق اڑاتیں۔ آخری مہینوں میں تو اسے ڈان ارلیانو کہہ کر بھی اسے نہ بلاتیں۔ یہ ان کا دستور تھا۔ اب وہ اسے Mr. Divine Providence منہ پر کہتیں۔ اس کی آواز بیٹھ چکی تھی۔ الفاظ کی ادائیگی بھی صحیح نہ ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ یہ آواز کتے کی غراہٹ کی سی ہو گئی۔ لیکن وہ برابر اس کوشش میں تھا کہ لوگوں کی امید پیڑا کوٹس کے صحن سے ختم نہ ہو۔ جونہی اس کی آواز نے اس کا ساتھ چھوڑا' اس نے محسوس کر لیا کہ اب کے درد برداشت نہیں ہو گا۔ اس نے یقین کر لیا کہ یہ سوروں کی لاٹری کی وجہ سے ہے اور نہ بکریوں کی وجہ سے ہے۔ اس کی بیٹی برسلز نہیں جا سکے گی۔ اب اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ ان زمینوں کی افسانوی بے انت لاٹری کو آرگنائز کرے جو طوفان کی وجہ سے تباہ ہو گئی ہیں کہ ایک ایسا

انسان ہے جو اپنے دھن سے انہیں دوبارہ قابل کاشت بنا لے گا۔ یہ ایسی بات تھی کہ خود میئر نے بھی سرکار کی طرف سے امداد دینے کا اعلان کیا۔ کمیٹی کا اعلان کیا گیا۔ ٹکٹوں کی قیمت ایک سو پیسو رکھی گئی۔ تمام ٹکیں ایک ہفتہ میں بک گئیں۔ لاٹری نکلنے کی رات فاتحین نے ایسا جشن منایا جیسے بنانا کمپنی کے دنوں ہوا کرتا تھا۔ ارلیانو سگندو نے آخری بار اکارڈین پر فرانسسکو کے بھولے بسرے لوک گیت سنائے۔ اب سر اٹھانا اس کے بس میں نہ تھا۔

دو ماہ بعد امرانتا ارسلا برسلز سدھاری۔ ارلیانو سگندو نے اس لاٹری کی بچت اور پچھلے ہفتوں کی کمائی اس کی تلی پہ دھری۔ اپنا پیانو بیچا' کلاوی کارڈ' دوسرا کاٹھ کباڑ' جو مرمت نہ ہونے کی وجہ سے پڑا تھا۔ سب کچھ بیچ دیا۔ اس کے حساب کے مطابق یہ دھن امرانتا ارسلا کی مکمل تعلیم کے لئے کافی تھا۔ بس واپسی پر گھر آنے کے لئے کرائے کی کمی تھی۔ فرنینڈا آخری وقت تک اس بات کی مخالفت کرتی رہی۔ اس نے اس بات پر شور کھڑا کیا کہ برسلز' پیرس اور اس کے مضافات کے قریب ہونے کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ لیکن وہ اس خط سے مطمئن ہو گئی جو فادر اینجل نے اسے بھیجا کہ وہ جس بورڈنگ ہاؤس میں تعلیم مکمل ہونے تک رہے گی وہ نوجوان کیتھولک لڑکوں کے لئے ہے اور اسے نن چلاتی ہیں۔ مزید کہ اس نے مقامی کلیسا کے پادری کی زیر نگرانی ننوں کے قافلے میں سفر کا انتظام کیا ہے۔ یہ قافلہ جلد ہی ٹولیڈو جا رہا ہے۔ وہاں کسی پرخلوص آدمی کی سنگت میں وہ بلجیم تک جائے گی۔ اس خط و کتابت کے نتیجے میں ارلیانو سگندو نے امرانتا ارسلا کا سامان تیار کیا۔ پیڑا کوٹس اس کی مدد کر رہی تھی۔ ایک رات وہ اس ترتیب سے سامان فرنینڈا کے شادی کے ٹرنکوں میں پیک کر رہے تھے۔ کہ اس امرانتا ارسلا کو علم تھا کہ سوٹ' کپڑے' کلاتھ سلیپر کہاں رکھے ہیں جو اس نے اٹلانٹا پار کرتے پہننے ہیں۔ نیلا کوٹ' جس پر کاپر کے بٹن ہیں' وہ کہاں دھرا ہے۔ برسلز پہنچنے پر پہننے کے کارڈون جوتے کہاں رکھے ہیں۔ اسے یہ بھی سمجھ دی گئی کہ وہ کس طرح تختوں پر چلے کہ پانی میں نہ جا گرے۔

ننوں کے بغیر اسے کہیں جانے کی اجازت نہیں تھی اور نہ کھانے کے وقت کے بغیر کمرے چھوڑنے کی اجازت تھی۔ سمندر پار کرتے اس نے کسی ضعف سے بات نہیں کرنی۔ اس نے سمندری بخار سے بچاؤ کے لئے قطروں کی ایک شیشی اٹھائی۔ ایک نوٹ بک لی' جس میں فادر اینجل نے سمندری طوفان کو روکنے کے لئے چھ دعائیں اپنے ہاتھ سے لکھ کے

دیں تھی۔ فرنینڈا نے اسے کینوس سے بنی بیلٹ پہنائی، جو رقم کو محفوظ کرنے کے لئے تھی۔ ساتھ ہی یہ تاکید کی کہ سوتے وقت بھی اسے نہیں اتارنا۔ اس نے چمبرپاٹ لے جانے کو کہا، جسے اس نے اچھی طرح سے دھویا تھا اور الکوحل سے اسے صاف بھی کیا تھا لیکن امرانتا ارسلا نے اسے لے جانے سے انکار کر دیا کہ اس کے سکول کی لڑکیاں مذاق اڑائیں گی۔

چند ماہ بعد، مرتے وقت ارلیانو سگندو کو یقین تھا کہ وہ امرانتا ارسلا کو آخری بار دیکھ رہا ہے۔ اس وقت وہ دوسرے درجے کی کوچ کی کھڑکی سے فرنینڈا کی نصیحت سننے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ اس نے گلابی سلک کے کپڑے پہنے تھے۔ سینہ بند پر مصنوعی من سکھ تھا جو بایاں کاندھے سے نظر آ رہا تھا۔ جوتوں پر بکل تھی۔ ساٹن کی جرابیں الاسٹک کی وجہ سے رانوں تک چڑھی تھیں۔ اس کا شریر پتلا تھا۔ بال لمبے تھے۔ اور ہلکے انداز سے بندھے تھے۔ اس کی آنکھیں سندر تھیں۔ ارسلا کی آنکھیں بھی اس عمر میں بالکل ایسی تھیں۔ اس نے جس طور خدا حافظ کہا۔ بغیر روئے، بغیر مسکرائے۔ اسی سے اس کا کردار نشابر تھا۔ کوچ کے روانہ ہوتے اس نے تیز تیز چلتی فرنینڈا کا بازو پکڑ لیا کہ کہیں فرنینڈا کانپ نہ جائے۔ ارلیانو سگندو اپنی بیٹی کو وداع کرتے مشکل سے ہاتھ ہلا سکا۔ امرانتا ارسلا نے اپنی انگلیوں کو چوم کر انہیں کس کیا۔ گاڑی افق کی سیاہ پٹی میں گم ہوتی جا رہی تھی اور وہ جوڑا اپنی شادی کے بعد آج پہلی بار اپنا بازو تھامے جلتے سورج کے نیچے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔

نو اگست کے دن، ابھی برسلز سے کوئی خط نہیں آیا تھا۔ اور جوزے ارکیدو سگندو ملکیادیس کے کمرے میں ارلیانو سے باتیں کر رہا تھا۔ بغیر سوچے اس نے کہا۔ ”ہمیشہ یاد رکھنا، وہ تین ہزار سے زیادہ تھے، جنہیں سمندر میں پھینک دیا گیا۔“

وہ کاغذات پر گرا اور مر گیا۔ مرتے وقت اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ اسی لمحے فرنینڈا کے بستر میں اس کا جڑواں بھائی طویل اور خوفناک کیکڑوں کے آہنی پنجوں کے عذاب سے چھٹکارا پا گیا۔ یہ پنجے اس کا گلا چبا رہے تھے۔ ایک ہفتہ پہلے وہ گھر لوٹ آیا تھا۔ اس کی آواز نہیں نکلتی تھی۔ اس کے لئے سانس لینا بہت مشکل تھا۔ وہ ہڈیاں اور جلد کا ڈھانچہ تھا۔ اس کا چلتا پھرتا ٹرنک اور فضول سا اکارڈین بھی ساتھ تھا۔ وہ یہ وعدہ پورا کر رہا تھا کہ وہ فرنینڈا کے پہلو میں مرے گا۔ پیڑا کوٹس نے کپڑے پیک کرنے میں اس کی مدد کی اور نیر بہائے بغیر اسے خدا حافظ کہا۔ لیکن پینٹ لیدر شوز دینا اس کے چیتے میں نہ رہا۔ جو اس نے تابوت میں

پہنتے تھے۔ جب اس نے سنا کہ وہ مرگیا ہے تو اس نے سیاہ ماتمی لباس پہنا۔ جوتوں کو اخبار میں لپیٹا اور فرنینڈا سے میت دیکھنے کی اجازت چاہی۔ فرنینڈا نے اسے دروازے کے اندر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی۔

"میری جگہ بیٹھ کر سوچو۔" پیٹرا کوٹس نے التجا کی۔ "وچار کرو۔ تمہاری اس غیر انسانی حرکت کے باوجود میں نے اس سے کتنا پیار کیا ہے۔"

"یہ کوئی غیر انسانی فعل نہیں اور نہ ہی کسی رکھیل کو یہ حق پہنچتا ہے۔" فرنینڈا نے جواب دیا۔ "انتظار کرو کہ شاید تمہارا کوئی اور عاشق مرے اور اس کو یہ جوتے پہناؤ۔"

سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے اپنا وچن نبھانے کے لئے کچن کی چھری سے جوزے ارکیدو سگندو کی میت کا گلا کاٹ دیا تاکہ اسے یقین ہو کہ اسے زندہ دفن نہیں کیا جا رہا۔

میتیں علیحدہ تابوتوں میں رکھی گئیں۔ یہ دیکھا جا سکتا تھا کہ مرتے وقت وہ ایک بار پھر ایک دوسرے سے مشابہہ تھے جیسے وہ اپنے لڑکپن میں تھے۔ ارلیانو سگندو کے پرانے شرابی یاروں نے اس کے تابوت پر پھول رکھے۔ پھولوں کا مکٹ پرپل ربن سے بندھا تھا' اس پر درج تھا۔ "تمت بالخیر____ گائیں ختم شد ____ جیون بہت مختصر ہے۔"

فرنینڈا اتنی غصہ میں تھی اور ایسا کھوٹ کمایا کہ اس نے پھولوں کا وہ مکٹ ردی میں پھینک دیا۔ آخری لمحے' جب دکھی شرابیوں نے جنازے اٹھائے تو اس کہرام میں تابوت آپس میں مل گئے۔

انہوں نے انہیں ایک دوسرے کی قبروں میں دفن کر دیا۔

لمبے عرصے تک، ارلیانو ملکیادیس کے کمرے میں گم رہا۔ اس نے بکھری ہوئی کتابوں کی خوبصورت کہانیاں زبانی یاد کر لیں۔ دی کرپل، ہرمن کی تعلیمات بھوتوں کی سائنس پر لئے گئے نوٹس، پارس پتھر پر اشاریئے ناسٹرڈ یمس کی "صدیاں" اور طاعون پر اس کی تحقیقات۔ جوانی تک اسے اپنے زمانے کے بارے ذرا جان کاری نہیں تھی۔ وہ محض قرون وسطیٰ کا بنیادی علم جانتا تھا۔ جب بھی سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ اس کے کمرے میں جاتی۔ اسے پڑھتا پاتی۔ وہ صبح سویرے بغیر چینی کے، کافی کا مگ لاتی۔ دوپہر کو چاولوں کی ایک پلیٹ اور فرائی کیلوں کے سلائس۔ ارلیانو سگندو کی موت کے بعد کچن میں بس یہی پکتا تھا۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ نے دیکھا۔ اس کے بال ترشے ہوئے نہیں تھے۔ اس کی جسامت کے پرانے کپڑے اس نے پرانے ٹرنکوں سے نکال کے اسے دیئے تھے۔ اس کی مونچھیں نکلنی شروع ہو گئیں۔ اس نے ارلیانو کرنل ارلیانو بوئندا کا ریزر لا کے دیا۔ ساتھ ایک پیالا تھا جو مگ کی جگہ استعمال ہوتا۔ ارلیانو کے نین نقش کرنل سے بہت ملتے تھے۔ اتنی مشابہت کہ ارلیانو جوزے بھی اتنا نہیں ملتا تھا۔ خاص کر ابھرے گال، مضبوط اور بے رحم ہونٹوں کی لائنیں، جیسا ارلیانو سگندو کے مسئلہ پر ارسلا کے ساتھ ہوا تھا۔ جب ارلیانو سگندو کمرے میں پڑھ رہا تھا تو ویسے ہی سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ نے گمان کیا کہ ارلیانو کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ ملکیادیس سے لگا تھا۔ ان جڑواں بھائیوں کی موت کے کچھ عرصہ بعد، ایک جلتی دوپہر میں، کھڑکی کی روشنی کے سامنے اس نے ایک بوڑھا دیکھا۔ اس کا ہیٹ کووؤں کے پروں سے بنا تھا۔

برسوں پہلے وہ اپنی یادداشت کا روپ اپنے دماغ میں بنا چکا تھا۔ کاغذات حروف تہجی میں ترتیب سے تھے تاکہ وہ ملکیادیس کے پوچھنے پر جواب دے سکے۔ اس نے کاغذات کی زبان ڈھونڈھ نکالی تو وہ ملکیادیس کو پوچھنے پر بلا جھجک جواب دیا۔

"سنسکرت۔" اس نے جواب دیا۔

ملکیادیس نے انکشاف کیا کہ اب کمرے میں آنے کے ذرائع محدود ہو گئے ہیں۔ اب وہ اپنے آخری جنم کے مرغزاروں میں سکون پا سکے گا۔ اس دوران ارلیانو سنسکرت سیکھ لے گا۔ جب کاغذات کی عمر بھی سو سال پوری ہو جائے گی۔ تب یہ ناقابل فہم کاغذات ختم ہو جائیں گے۔ اس نے ارلیانو سے کہا کہ دریا کی اور نیچے جاتے تنگ گلی میں' جہاں بنانا کمپنی کے زمانے میں خوابوں کی تعبیر بتائی جاتی تھی' ایک سیانے کتالونین کے پاس کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ وہاں سنسکرت کا ابتدائی قاعدہ پڑا ہے۔ اگر اس نے جلدی سے نہ خریدا تو چھ سال میں اسے دیمک چاٹ لے گی۔ اتنے طویل عرصے میں پہلی دفعہ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ نے اس کے لئے اپنے جذبات محسوس کئے۔ جب ارلیانو نے اسے بتایا کہ بکس کیس کی دوسری شیلف میں' دائیں ہاتھ پر JARUSALEM DELIVERED اور ملٹن کی نظموں کے درمیان کتاب رکھی ہو گی تو وہ حیران رہ گئی۔ گو وہ پڑھ نہ سکتی تھی' لیکن اس نے کہے کو یاد کر لیا۔ اس نے سترہ نقرئی مچھلیوں میں سے ایک مچھلی کو بیچ دیا۔ جس رات فوجی سپاہیوں نے چھاپہ مارا تو وہ ورکشاپ میں رکھی تھیں۔ ان کے بارے صرف وہ اور ارلیانو جانتے تھے۔

جوں جوں ارلیانو کی سنسکرت میں جان کاری بڑھتی گئی۔ ملکیادیس کی آمد کم سے کم ہوتی گئی۔ وہ فاصلے پر بیٹھا نظر آتا۔ دوپہر کے سورج کی روشنی میں وہ دھندلا دھندلا سا دکھتا۔ آخری بار ارلیانو نے اس کی موجودگی کو نظر نہ آنے کے برابر جانا۔ وہ برابر بڑبڑا رہا تھا۔ "میں بخار سے سنگاپور کی دھرتی پہ مرا۔" اس کے بعد کمرے میں گرد' گرمی' دیمک' سرخ دیمک اور پتنگے آنا شروع ہو گئے۔ جنھوں نے کاغذات میں دبی دانائی کو برادہ میں بدلنا شروع کر دیا۔

گھر میں کھانے کی کمی نہ تھی۔ ارلیانو سگندو کی موت کے دوسرے دن اس کا ایک دوست پھولوں کا مکٹ لایا اور ساتھ ہی وہ رقم بھی فرنینڈا کو دی جو ارلیانو سگندو سے قرض میں لی تھی۔ پھر ہر بدھ ایک ڈیلوری بوائے خوراک کی ایک ٹوکری دے جاتا جو پورے ہفتے کے لئے کافی پڑتی۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چیزیں پیڑا کوٹس بھیج رہی ہے کیونکہ مستقل خوشی اس شخص کی تذلیل تھی۔ جس نے اس کی بے عزتی کی تھی لیکن جلد ہی توقع سے بھی پہلے من کا بوجھ اتر گیا۔ اس نے فخر کے ساتھ کھانا بھیجنا جاری رکھا اور بعد میں بغیر کسی جذبے کے۔ کئی بار یوں ہوا کہ جب اس کے پاس لاٹری کے جانور نہ ہوتے کیونکہ لوگوں نے لاٹری میں دلچسپی بھی ختم کر دی تھی۔ وہ خود بھوکی رہتی تاکہ فرنینڈا کچھ نہ کچھ پیٹ میں ڈال لے۔ وہ اپنے آپ کو گروی رکھتی رہی۔ آخر فرنینڈا کا جنازہ اٹھ گیا۔

گھر کے مکین کم ہو گئے، سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ بھی آدھی صدی سے زیادہ عرصہ کام کرنے کے بعد اب کچھ آرام کر سکے گی۔ اس دوران ایسا ماتم کبھی نہ ہوا تھا۔ بکل عورت، شہزادی ر۔ میڈلیس اور جوزے ارکیدو سگندو کی پراسرار تنہائی اور اپنی کمر پر بچوں کی محنت، جنہیں وہ یاد بھی نہ کر سکتی کہ وہ اس کے اپنے بچے تھے یا پڑپوتے۔ وہ ارلیانو کا بہت خیال رکھتی جیسے وہ اس کی کوکھ سے نکلا ہو۔ پیڈاڈ کو پتہ نہیں تھا کہ وہ اس کی پڑدادی ہے۔ گھر میں اس کے لئے بس سمجھ میں آنے والی بات یہ تھی کہ وہ چوہوں کے شور میں پینٹری کے فرش پر میٹ پر سوتی۔ یہ بات اس نے آج تک کسی کو نہ بتائی کہ وہ خوف میں ایک رات جاگی تو اسے یوں لگا جیسے کوئی اندھیرے میں اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک زہریلا سانپ اس کے پیٹ پر رینگ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ارسلا کو بتایا تو وہ اسے اپنے ساتھ بستر پر سونے کو کہے گی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسے کسی شخص، کسی چیز کا پتہ نہ چلتا تھا۔

بیکری کی افراتفری، جنگ کی حیران کن خبریں، بچوں کا خیال۔ لوگوں کو خوشی بارے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ بس پیڑا کوٹس واحد ہستی تھی جس نے اسے ہمیشہ یاد رکھا حالانکہ وہ اس سے کبھی نہیں ملی تھی۔ اس نے گمان کیا کہ باہر نکلنے کے لئے اس کے پاس جوتوں کا بہترین جوڑا ہے۔ وہ ہمیشہ اچھے کپڑے پہنتی ہے۔ جب لاٹری محض معجزوں کی وجہ سے چل رہی تھی۔ اور جب فرنینڈا اس گھر میں آئی تو یہ سوچا کہ وہ ایسی نوکرانی ہے جو عمر کی قید سے آزاد ہے۔ اس نے یہ کئی مرتبہ سنا کہ وہ اس کی ساس ہے۔ یہ ناقابل بیان حقیقت تھی۔ اس نے درگزر کرنے کی بجائے کچوکے لگانے شروع کر دیئے۔ سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ نے اپنی اس بے حیثیتی کا کبھی خیال ذہن میں نہ لایا۔ یہ عام تاثر تھا کہ وہ کونوں کھدروں میں رہنا پسند کرتی ہے۔ اسے کسی سے گلا ہے نہ شکایت۔ وہ لڑکپن سے اتنے بڑے گھر کو صاف ستھرا رکھتی۔ اسے ترتیب دیتی۔ خاص طور پر بنانا کمپنی کے دور سے یہ گھر سے زیادہ بیرک لگتا تھا۔ ارسلا کے مرنے کے بعد اس کے کام کرنے کی اعلیٰ انسانی محنت اور بے پناہ صلاحیت کم ہونا شروع ہو گئی۔ بات یہ نہ تھی کہ اس پر بڑھاپا آ گیا تھا اور وہ تھک سی گئی تھی بلکہ رات بھر میں وہ گھر بڑھاپے کی زد میں آ گیا۔ دیواروں پر کائی ابھر آئی۔ صحن کو لپیٹ میں لے لیا۔ اڑاہا فرش کے سیمنٹ کو توڑ کر نکل آیا جیسے کوئی گلاس ٹوٹا ہو اور ان دراڑوں سے زرد رنگ کے وہ پھول نکل آئے جن کے بیج ایک صدی قبل ارسلا نے ملکیادیس کے نقلی دانتوں میں سے نکالے تھے۔ وقت اور ذرائع قدرت اس چیلنج کو نہ روک

سکے۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ دن کے وقت کمروں سے چھپکلیاں نکالتی اور وہ رات کو دوبارہ آ جاتیں۔ ایک صبح اس نے دیکھا کہ گھر کی بنیادوں سے سرخ دیمک نکل آئی ہے اور باغ پھلانگتی ریلنگ پر چڑھ گئی۔ بیگونیا نے مٹیالا رنگ اوڑھ لیا اور گھر کے اندر تک گھس آیا۔ پہلے اس نے بیماری مارنے کی کوشش کی پھر کیڑے مار دوائی استعمال کی پھر لائی لیکن اگلے دن سب کچھ وہیں پر تھا اور ہر شے اسی رستہ پر سے گزر رہی تھیں۔ ناقابل تسخیر اور مضبوط۔ فرنینڈا اپنے بچوں کو خط لکھتے ہوئے اس تباہی سے بے خبر تھی۔ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ اکیلی لڑتی رہی۔ اژدہا کو کچن میں جانے سے روکتی رہی۔ دیواروں سے مکڑی کے جالے صاف کرتی اور چند گھنٹوں بعد وہ دوبارہ تن جاتے۔ جب اس نے ملکیادیس کے کمرے کو صاف کرنے کے بعد وہاں مکڑی کے جالے دوبارہ بنتے دیکھے اور دن میں تین مرتبہ صفائی کرنے کے باوجود گندگی اور بڑھتی گئی۔ تو اسے وہ بات یاد آئی جس کی پیشن گوئی کرنل ارلیانو بوئنڈا نے کی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہار گئی ہے۔ اس نے اتوار کے دن کا لباس پہنا۔ ارسلا کے پرانے جوتے چڑھائے۔ امرانتا ارسلا کی دان کی ہوئی سوتی جرابیں پہنیں۔ دو یا تین کپڑوں کا بنڈل بنایا۔ یہ کپڑے امرانتا ارسلا گھر چھوڑ گئی تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔" اس نے ارلیانو سے کہا۔ "اس گھر میں اب میری ہڈیاں گل جائیں گی۔" ارلیانو نے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ اس نے مبہم سا اشارہ دیا کہ اس کے مقدر کی کوئی سمت نہیں۔ وہ تمام بات بتانی چاہتی تھی۔ لیکن محض اتنا کہا کہ وہ ریوچا میں اپنے فرسٹ کزن کے ہاں اپنے جیون کے باقی دن گزارے گی۔ یہ کوئی تفصیل نہیں تھی۔ اس کے والدین کے انتقال کے بعد اس کا کسی سے رابطہ نہیں تھا۔ کبھی اسے کوئی سندیسہ ملا نہ کوئی خط اور نہ اس نے کبھی کسی رشتہ دار کی بات کی۔ ارلیانو نے اسے سونے کی چودہ مچھلیاں دیں۔ وہ جانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس کے پاس ایک پیسو اور پچیس سینٹ تھے۔ ارلیانو نے کمرے کی کھڑکی میں سے اسے صحن پار کرتے دیکھا۔ اس کی بغل میں کپڑوں کا بنڈل تھا۔ وہ اپنے قدم گھسیٹتی، کمر پر اپنی عمر کا بوجھ لادے، جھکی جھکی۔ ہاتھ سے بڑا دروازہ کھول رہی تھی۔ اس نے بار ہٹائی اور باہر نکل گئی۔ بعد میں اس کی کوئی خبر نہ ملی۔

جب فرنینڈا نے اس کے جانے کا سنا تو وہ سارا دن بڑبڑاتی رہی اور اپنے پورے ٹرنک چیک کیے۔ تمام الماریاں اور ڈریسر دیکھے۔ ذرہ ذرہ سی چیز۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کوئی شے چوری کر کے تو نہیں لے گئی۔ زندگی میں پہلی بار آگ جلاتے ہوئے

انگلیاں جل گئیں۔ اسے ارلیانو سے پوچھنا پڑا کہ وہ اسے کافی بنا کر دکھائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ارلیانو نے کچن کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ جب فرنینڈا کی آنکھ کھلتی تو اسے ناشتہ تیار ملتا۔ وہ اپنے کمرے سے صرف اس وقت باہر نکلتی جب اس نے کھانا کھانا ہوتا۔ ارلیانو اس کا کھانا وہیں ڈھانپ کر رکھ دیتا تھا۔ وہ کھانے کے لئے میز پوش اور موم بتی لے آتی۔ وہ دونوں پندرہ خالی کرسیوں کے سامنے میز پر تنہا بیٹھ کر کھانا کھاتے لیکن حالات کے مطابق اپنی تنہائی نہ بانٹتے۔ کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں کی صفائی میں جت جاتے۔ مکڑی کے جالے گلاب کیاریوں پر برف کی طرح گرتے رہتے۔ شہتیروں پر جمے رہتے۔ دیواروں پر پنجے گاڑھے رہتے۔

یہ انہی دنوں کی بات ہے جب فرنینڈا یہ سوچ رہی تھی کہ گھر آسیب کی زد میں ہے اور روزمرہ کے استعمال کی چیزیں روزانہ اپنی جگہ بدلتی رہتی ہیں۔ فرنینڈا کا زیادہ وقت یہی دیکھنے میں گزر جاتا۔ اسے یقین ہوتا کہ اس نے بستر پر رکھے تھے اور ہر شے الٹی سیدھی کرنے کے بعد وہ کچن کے شیلف میں ملتے۔ وہ گمان کرتی کہ چار روز قبل تو یہاں نہیں تھے۔ اچانک چیت وہ چھ کانٹے چاندی کی الماری کی بجائے عشائے ربانی کی میز پر رکھے مل جاتے۔ اور باقی تین واش روم میں۔ چیزوں کی یہ آوارگی اس وقت زیادہ غصے کا موجب بنتی جب وہ لکھنے بیٹھتی اور دوات دائیں کی بجائے بائیں طرف ہوتی۔ بلاٹر گم ہوتا تو دو دن بعد سرہانے کے نیچے سے ملتا۔ جوزے ارکیدو کے صفحات امرانتا ارسلا کی تحریروں میں مل جاتے وہ پریشان رہتی کہ اس نے ایک خط دوسرے لفافے میں ڈال دیا۔ ایسا کئی بار ہوا۔ ایک مرتبہ اس کا فاؤنٹین پن گم ہو گیا۔ دو ہفتے بعد وہ ڈاکیے کے بیگ سے ملا۔ وہ گھر گھر جا کر اس پین کے مالک کو ڈھونڈھ رہا تھا۔ پہلے اس نے سوچا' مرہم کے گم ہونے کی طرح یہ حرکت شاید ان بدیسی ڈاکٹروں کی ہے کہ اس نے خط میں درخواست کی تھی کہ اب خط و کتابت بند کر دیں اور اسے اس کی قسمت پر چھوڑ دیں۔ جب وہ دوبارہ کمرے میں خط لکھنے لگی جو اس نے شروع کیا تھا تو اسے خط نہ ملا۔ وہ لکھنے کی وجہ بھی بھول چکی تھی۔ پھر اس نے سوچا یہ ارلیانو کی کارستانی ہے۔ اس نے جاسوسی شروع کر دی وہ اس کے راستے پر چیزیں رکھیں کہ وہ بدلنے آئے تو پکڑ لے۔ لیکن جلد ہی وہ قائل ہو گئی کہ ارلیانو کچن اور ٹائلٹ جانے کے علاوہ ملکیا دیس کے کمرے سے باہر نہیں نکلتا لیکن ارلیانو کا مزاج ایسے ٹرک کے لئے نہیں تھا۔ پھر اسے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی آسیب ہے۔ اس نے ہر قابل استعمال شئے کو بچانے کے

لئے کوشش شروع کر دی- کانٹے بستر کے سیرو سے باندھ دیئے- پین اور بلاٹر میز کی ٹانگ سے باندھ دیئے دوات میز کی بالکل دائیں طرف چپکا دی جہاں اسے رکھ کر وہ لکھتی تھی- مسائل ایک رات میں حل نہیں ہو سکتے تھے- کچھ دیر بعد کانٹے کی پٹی کو دوبارہ کھولنا پڑا- کیونکہ پٹی چھوٹی تھی- ایسا ہی پین کے ساتھ ہوا- آخر اسے اپنے بازو سے باندھ لیا- اب پین دوات تک نہیں پہنچ سکتا تھا- برسلز میں امرانتا ارسلا اور روم میں جوزے ارکیدو کو اس بدبختی کا پتہ نہیں تھا- فرنینڈا نے انہیں بتا دیا کہ وہ یہاں خوش ہے اور واقعی ایسا تھا کیونکہ اب وہ کسی قسم کے دباؤ سے آزاد تھی- اس کے والدین کی دنیا دوبارہ اسے اپنی اور کھینچنے لگی- وہاں اسے روزمرہ کے مسائل نہیں حل کرنے پڑتے تھے- ہر مسئلہ تصور کی آنکھ سے حل ہو جاتا اور پھر خط و کتابت کے احساس سے عاری ہو گئی خصوصاً" سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ کے جانے سے وہ وقت فرنینڈا دنوں' مہینوں اور سالوں کا حساب رکھتی اور بچوں کے واپس آنے کے لئے طے شدہ تاریخوں کا اندازہ ہوتا- جب واپس آنے پر بار بار پروگرام بدلتے تو یہ تاریخیں الجھن سی پیدا کر دیتیں- وقفے غلط سلط ہو جاتے- ہر دن دوسرے دن کی طرح جاتا- گویا گزرنے کا احساس نہ ہوتا- پریشان ہونے کی بجائے اس نے گہری خوشی محسوس کی- وہ اس بات پر پریشان نہ ہوئی کہ اپنے آخری امتحان ہونے کو عرصہ گزر چکا تھا لیکن جوزے ارکیدو ابھی کہتا تھا کہ وہ ایڈوانس تھیالوجی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے- تاکہ وہ سفارت کاری میں جاب لے سکے- فرنینڈا نے یقین کر لیا کہ یہ چکر دار سیڑھی سینٹ پیٹر کے تخت تک جاتی ہے لیکن بہت مشکل ہے اور دوسری طرف گو یہ بات لوگوں کے لئے غیر اہم تھی لیکن اس کے لئے زندہ حقیقت تھی کہ وہ اس کے بیٹے نے پوپ کی زیارت کی تھی- ایسی ہی خوشی اسے اس وقت ہوئی جب امرانتا ارسلا نے اسے لکھا کہ اس کی تعلیم اندازے سے کچھ زیادہ دیر تک جاری رہے گی- کیونکہ بہتر گریڈ لینے کی وجہ سے اسے رعایات مل گئی تھیں جو اس کے باپ نے اپنے حساب کتاب میں جمع نہیں کی تھیں-

تین برس پہلے سنتا صوفیہ ڈی لاپیڈاڈ نے اسے گرائمر لا کر دی تھی اور ارلیانو نے پہلے سیٹ کے ترجمہ میں کامیابی حاصل کر لی تھی- یہ معمولی کام نہ تھا بلکہ یہ اس سڑک پر چلنے کے لئے پہلا قدم تھا- جس کی لمبائی کا اندازہ ممکن نہ تھا کیونکہ ہسپانوی زبان میں اس کتاب کی کوئی حیثیت نہیں تھی- تمام ایسے ہی کوڈز میں تھیں- ارلیانو ابھی ان کو ترتیب دینے میں کامیاب نہیں ہوا تھا جو اسے اس گڑھے کے لئے نکال سکتی- جب ملکیادیس نے اسے بتایا

کہ ان کاغذات کی تہہ تک پہنچنے کے لئے جن کتابوں کی ضرورت ہے وہ حکیم کتالونین کے سٹور میں ہیں تو اس نے فرنینڈا سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ وہ انہیں خرید کے دے۔ اس کا کمرہ روڑوں سے اٹا پڑا تھا اور بے ترتیب بڑھوتری نے اسے ناکام بنا دیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ درخواست کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے فریم کروایا جائے۔ جب اس نے دیکھا کہ فرنینڈا انگاروں پر سے اپنا کھانا اٹھا رہی ہے تو اس نے جانا یہ بات کرنے کا بہترین موقع ہے۔ بے انت تصنع سے بنی درخواست اس کے گلے میں اٹک گئی اور آواز ختم ہو گئی۔ اسی وقت فرنینڈا نے اس کی طرف دیکھا۔ ارلیانو نے اس کے بیڈ روم میں قدموں کی چاپ سنی' جب وہ اپنے بچوں کے خط لینے اور ڈاکیے کو اپنے خط دینے کے لئے دروازے کی طرف آئی تو وہ اس کے قدموں کی آہٹ سنتا رہا۔ رات گئے تک وہ کمرے میں چلتی رہی۔ اندھیرے میں اس کی دعاؤں کی بڑبڑاہٹ' جذباتی طور پر خط لکھتے وقت قلم چلنے کی آواز۔ پھر لائٹ آف کرنے کی آواز اور وہ اس یقین کے ساتھ سو گیا کہ کل ضرور موقع ملے گا۔ من ہی من میں وہ بہت خوش تھا کہ اسے اجازت مل جائے گی۔ صبح سویرے اس نے کاندھوں تک آئے اپنے بال تراشے۔ کچی داڑھی مونڈھی۔ ٹائٹ سی پینٹ پہنی پھر مصنوعی کالر کی شرٹ' جس کے بارے اسے پتہ نہیں تھا کہ اسے کہاں سے ملی تھی۔ وہ کچن میں فرنینڈا کا انتظار کرنے لگ گیا۔ وہ روز ملتے تھے' اٹھا ہوا سر' پتھریلی چال لیکن وہ ناشتہ کرنے نہ آئی بلکہ اس کی بجائے ایک سپر نیچرل خوبصورتی میں نہائی ایک خوبصورت بزرگ خاتون آئی جس نے بے آستین کی زرد آرمین پہنی ہوئی تھی۔ ایک چمکدار کارڈ بورڈ کا تاج اور آنکھوں میں تھکی تھکی اور نڈھال سی کیفیت سی تھی جیسے وہ ساری رات روتی رہی ہو۔ اصل یہ لباس اس نے ارلیانو سگندو کے ٹرنکوں میں سے ڈھونڈھ نکالا تھا۔ ملکہ کا یہ دیمک زدہ لباس اس نے کئی مرتبہ پہنا تھا۔ جو بھی اسے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھتا۔ اس شاہانہ اطوار کے تصور پر سوچتا' فرنینڈا پاگل ہے لیکن وہ پاگل نہیں تھی۔ اس نے صرف اتنا کیا کہ اپنی یادوں کی چس کے لئے یہ شاہی انداز اوڑھ لیا۔ جب اس نے پہلی بار پہنا تو وہ دل کی گرہ نہ روک پائی اور آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ اس وقت اس نے اس افسر کے جوتوں کی پالش کی بو تک محسوس کی جو اسے ملکہ بنانے کے لئے گھر میں آئے تھے۔ اس کی آتما بھولے خوابوں کے نسٹلجیا سے روشن ہو گئی۔ پھر وہ اپنے آپ کو بوڑھا محسوس کرنے لگی۔ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی۔ جیون کے خوبصورت لمحوں سے دور ہو گئی۔ وہ ان آرزوؤں کی خاطر مرنا چاہتی تھی جو ہمیشہ

سے اس کے لئے بہت خوابناک تھیں۔ پھر اسے یوں محسوس ہوا کہ اس نے باہر لگے گلاب کے پھولوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ شام کے وقت اورگیانو کے ہلکے جھونکے محسوس نہیں کئے۔ دبی راکھ میں دبا دل' بغیر دباؤ کے' روزمرہ کے حقائق کے بہت سے بے رحم تھپیڑوں کے آگے مزاحم تھا۔لیکن یہ دل نسٹلجیا کی پہلی رو میں ہی ایک طرف جاگرا۔ اداسی کا احساس پاپ بن گیا۔ جوں جوں عمر اسے اندر سے کھوکھلا کرتی گئی۔ وہ تنہائی کا شکار ہوتی گئی۔

صبح وہ کچن میں داخل ہوئی تو ارلیانو نے کافی کا مگ پیش کیا۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ اور زرد رو تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہذیان کی چمک تھی۔ خوفناک بچھوں کے احساس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔

اس نے ارلیانو کو باہر بھیجنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے گھر کی چابیاں اپنی اس جیب میں رکھیں جہاں مرہم رکھتی تھی۔ یہ غیر ضروری احتیاط تھی کیونکہ ارلیانو کا گھر سے باہر جانا اس کے اختیار میں نہ تھا اور وہ باہر جا کر بھی دوبارہ گھر آ سکتا تھا۔ اتنی لمبی قید' دنیا سے بیگانگی اور جی حضوری کی عادت نے اس کے دل میں بغاوت کے بیج خشک کر دیئے تھے۔ وہ اپنے خول میں بند تھا۔ کاغذات کو پڑھنا' بار بار پڑھنا' رات گئے تک یہ سنتا کہ فرنینڈا اپنے بیڈ روم میں سسکیاں لے کر رو رہی ہے۔ معمول کے مطابق ایک صبح وہ آگ جلانے گیا تو راکھ پر کھانا ویسے ہی رکھا تھا۔ یہ رات کا کھانا تھا۔ اس نے جھانک کر فرنینڈا کا بیڈ روم دیکھا۔ وہ آرمین میں لپٹی بستر پر پڑی تھی۔ اس کی جلد پہلے سے زیادہ سفید اور خوبصورت لگ رہی تھی۔ مہینوں بعد جب جوزے ارکیدو گھر لوٹا تو وہ ویسے ہی پڑی تھی۔

اپنی ماں کی طرح کسی انسان کو سمجھ لینا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جوزے ارکیدو نے سلک کا ایک ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔ گول اور سخت کالر کی شرٹ' نکٹائی کی جگہ نیلے ربن کی بو تھی۔ وہ سرخ و سپید تھا۔ اداس اداس' اس کی نظریں غم میں ڈوبی تھیں اور ہونٹ لٹکے ہوئے تھے۔ اس کے سیاہ بال سیدھے اور چمکدار تھے۔ ان میں ایک تھکی تھکی سی بیچ میں مانگ نکلی ہوئی تھی۔ سینٹ کی طرح اس کے بالوں میں سے مصنوعی پن جھلکتا تھا۔ چکناہٹ زدہ چہرے پر شیو بڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ پیلے تھے جن پر سبز رنگ کی رگیں ابھری تھیں۔ کینچوے کی طرح کی انگلیاں تھیں۔ اس نے بائیں ہاتھ کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ انگوٹھی کا مکھ سورج مکھی کے پھول کی طرح تھا۔

جب اس نے گلی کا دروازہ کھولا تو ارلیانو کو یہ جاننے کی ضرورت نہ پڑی کہ وہ کون ہے

اور کتنی دور سے آیا ہے۔ اس کی چابیوں کے ساتھ ہی گھر ٹائلٹ واٹر کی خوشبو سے بھر گیا۔ جب وہ بچہ تھا تو ارسلا اس کے لئے یہی خوشبو استعمال کیا کرتی تھی۔ اسی وجہ سے اندھیرے میں سے اسے ڈھونڈھ نکالتی۔

اتنے سال گم رہنے کے بعد بھی جوزے ارکیدو اب بھی ویسا ہی خزاں رسیدہ بچہ تھا۔ انتہا درجے کا اداس اور تنہائی پسند۔ وہ سیدھا اپنی ماں کے بیڈ روم میں گیا۔ جہاں ارلیانو نے ملکیادیس کے فارمولے کے مطابق میت کو محفوظ کرنے کے لئے چار ماہ تک اپنے نانا کے دادا کے واٹر پائپ میں پارہ ابالا تھا۔ جوزے ارکیدو نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ اس نے میت کے ماتھے کو چوما اور اس کے سکرٹ میں سے سب کچھ نکال لیا۔ اس میں محض چیزیں تھیں۔ غیر استعمال شدہ مرہم اور الماری کی چابیاں۔ اس نے سیدھے اور فیصلہ کن عمل سے سب کام کیا۔ الماری سے ایک چھوٹی سی دراز کھینچی اور اس میں خاندانی پلندے سمیت سب کچھ نکال لیا۔ وہاں سے صندل کی خوشبو آ رہی تھی۔ کافی طویل خط میں فرنینڈا نے حقائق سے پردہ اٹھا کر اپنے من کا بوجھ اتارا تھا۔ یہ غبار برسوں سے اس کے اندر تھا۔ اس نے بڑی کامنا اور توجہ سے کھڑے ہو کر خط پڑھا۔ تیسرے صفحے پر رک کر اس نے ارلیانو کو شناسا نظر سے دیکھا۔

"اچھا تو-----" اس نے استرے کی سی کاٹ میں کہا۔ "تم حرامی ہو۔"

"میں ارلیانو بوئندا ہوں۔"

"اپنے کمرے میں جاؤ۔" جوزے ارکیدو نے کہا۔

وہ چلا گیا۔ چاہتے ہوئے بھی وہ دوبارہ نہ آیا۔ اس نے فرنینڈا کو اکیلا دفنانے کی آواز سنی' وہ کبھی اسے کچن میں دیکھتا یا پھر گھر میں گھومتے ہوئے۔ وہ اپنی پریشان سانسوں کا گلا گھونٹتا اور آدھی رات کو بیڈ رومز میں اس کی چاپیں سنتا رہتا۔ مہینوں تک ارلیانو نے اس کی آواز نہ سنی۔ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ جوزے ارکیدو نے اس سے کبھی بات نہیں کی بلکہ اسے تو خود بات کرنے کی خواہش تھی اور نہ وقت۔ وہ کاغذات کے علاوہ کوئی بات نہ سوچتا۔ فرنینڈا کے مرنے کے بعد اس نے دو میں سے ایک نقرئی مچھلی اٹھائی۔ وہ کتالونین کے بک سٹور پر ان کتابوں کی تلاش میں گیا جن کی اسے ضرورت تھی۔ رستے میں جو کچھ اس نے دیکھا' اس سے اسے کوئی غرض نہ تھی۔

شاید تقابل کے لئے اس کی یادداشت ہی نہیں تھی۔ اجڑی گلیاں' تباہ شدہ گھر اب بھی

ویسے تھے جیسے اس نے سوچے تھے اور جس بات کی اجازت اس نے فرنینڈا سے چاہی تھی۔ بعد میں اس نے اپنے آپ سے اجازت لے لی تھی۔ صرف ایک بار اور کچھ دیر کے لئے وہ باہر نکلا اور اس تنگ گلی میں پہنچ گیا جو اس گھر کو علیحدہ کرتی تھی۔ اور جہاں کسی زمانے خوابوں کی تعبیر بتائی جاتی تھی۔ وہ الجھا الجھا سا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا روشن کمرہ تھا۔ جو بک سٹور نہیں جاپتا تھا۔ بس پرانی کتابوں کا عارضی ذخیرہ۔ کتابیں خانوں میں بکھری پڑی تھیں جن کو دیمک چاٹ رہی تھی۔ کونوں میں مکڑی کے جالے تنے تھے اور ان رستوں پر بھی جالے تھے جہاں سے گزرنا ہوتا۔ ایک لمبی میز پر بھی کتابوں اور کاغذوں کا ڈھیر تھا۔ ان کا مالک ارغوانی حروف میں سکول کی نوٹ بک سے نکالے گئے کاغذات پر بے تھکان لکھ رہا تھا۔ اس کے سر پر چاندی اگی تھی۔ اس کی پیشانی پر کلغی دار طوطے کے پروں کی طرح بال بکھرے تھے۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں جو کسی زندہ اور عالم آدمی ایسا تاثر دیتی تھیں جو یہ تمام کتابیں پڑھ چکا ہو۔ اس نے چھوٹی سی پینٹ پہنی تھی۔ وہ پسینے میں ڈوبا تھا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کون آیا ہے' اس نے لکھنا بند نہ کیا۔ کتابیں بکھری پڑی تھیں لیکن ارلیانو کو ان پانچ کتابوں کے ڈھونڈھنے میں مشکل پیش نہ آئی کیونکہ یہ ویسی ہی تھیں جیسا ملکیادیس نے کہا تھا۔ کوئی لفظ کہے بغیر اس نے کتابیں دکاندار کے ہاتھ میں دے دیں اور سونے کی چھوٹی مچھلی بھی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس نے کتابیں دیکھیں اس کی آنکھیں سکڑنے اور پھیلنے لگیں۔

"تم بلاشبہ پاگل ہو۔" اس نے کاندھے جھٹکتے ہوئے اپنی زبان میں کہا۔

"نہیں رکھو۔" اس نے ہسپانوی زبان میں کہا۔ اس نے پانچ کتابیں اور نقرئی مچھلی واپس کر دی۔ "آخری آدمی' جس نے ان کتابوں کو پڑھا تھا' اسحاق تھا--- اندھا--- سوچ لو کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

جوزے ارکیدو نے میمی کا بیڈ روم درست کیا۔ ویلوٹ کے پردے صاف کئے۔ بیل بوٹوں کا ریشمی شاہی چتر لگایا۔ برسوں سے بند باتھ روم دوبارہ کھولا۔ اس کا فرش سیمنٹ کے گھٹیا اور کھردرے پن کی وجہ سے سیاہ ہو چکا تھا۔ اس نے غیر ملکی کپڑے کی جریب' جعلی خوشبوئیں' اور سستی جیولری ایک طرف رکھ دیں۔ عشائے ربانی کی میز پر سینٹ کی تصویریں اسے پریشان کرتی تھیں۔ ایک سہ پہر انہیں صحن میں آلاؤ جلا کر ان میں ڈال دیا۔ وہ گیارہ بجے تک سویا رہتا۔ اس کے پاس ایک پرانا چغہ تھا' جس پر سنہرے سانپ کڑھے

تھے۔ سلیپروں پر زرد رنگ کے پھندنے تھے۔ وہ جاگتا تو انہیں پہن کر باتھ روم جاتا۔ اس کی احتیاط اور اتنی دیر نہانا شہزادی ر۔میڈلیس کی یاد دلاتی۔ غسل سے پہلے ٹب میں نمک ڈال کر خوشبو پیدا کرتا۔ اور پھر کمر کے بل دو گھنٹے لیٹا رہتا۔ امرانتا کی یاد میں چپ چاپ۔ یہاں آنے کے کچھ دن بعد اس نے اپنا سلک کا گرم لباس الگ کر کے رکھ دیا۔ بستی میں گرمی تھی اور اس کے پاس صرف یہی ایک لباس تھا۔ اس نے ٹائٹ پینٹ پہننی شروع کر دی جیسی پیٹرو کریسی ڈانس کی کلاس لیتے وقت پہن کر آیا کرتا تھا۔ اس کی سلک کی شرٹ پر پتنگے بنے ہوئے تھے۔ اور سینے کی جگہ پر اس کے دستخط کڑھے ہوئے تھے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ وہ کپڑے دھوتا اور ان کے خشک ہونے تک چغہ پہن کر بیٹھا رہتا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس پہننے کے لئے کچھ نہیں تھا۔

وہ گھر میں کھانا نہ کھاتا۔ جب سہ پہر کی گرمی کم ہو جاتی تو وہ باہر نکلتا اور رات گئے لوٹتا۔ اپنی پریشان چاپوں سے گھومتا۔ بلی کی طرح سانس لیتا اور امرانتا کے بارے سوچتا رہتا۔ امرانتا اور سینٹ کی خوفناک نظریں جلتے لیمپ کی روشنی میں جھلملاتی رہتیں۔ اس گھر میں بس یہی دو یادیں تھیں۔ اگست کے دوران کئی بار کسی ہذیان میں وہ جاگ اٹھا۔ اس نے امرانتا کو چیٹی کوٹ پہنے' ہاتھ پر پٹی باندھے' پول کے ماربل کنارے پر دیکھا۔ یہ تصویر روم کے قیام کے دنوں سے اس کے ذہن میں کھدی تھی۔ اس تصور کو جنگ میں بھونپ دیا تھا۔ لیکن اس نے اس کی تصویر کو جیون کے دلدل میں بچائے رکھا اور اپنی ماں سے مسلسل جھوٹ بولتا رہا۔ اس نے کبھی سوچا اور نہ کبھی فرنینڈا کو خیال آیا کہ اس کی خط و کتابت محض خیالی باتیں تھیں۔ جوزے ارکیدو نے روم پہنچتے ہی وہ درس گاہ چھوڑ دی۔ اسے ڈر تھا کہیں مذہب' دین کی باتیں' دینی قوانین اس کی خاندانی حکایات کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔ جن کے بارے اس کی ماں کے خطوط بھرے پڑے تھے اور یہی حکایات اسے بچا سکتی تھیں۔ جب اسے فرنینڈا کا آخری خط ملا جس میں اس کی موت کا ذکر تھا اور ساتھ ہی واپس لوٹنے کا اشارہ بھی تھا۔ اس نے ٹرشا دیر کے بالا خانے پر اپنے دو دوستوں سے مشورہ کیا۔ اپنی جھوٹی شان و شوکت کو سوٹ کیس میں رکھا اور جہاز کے ایک گودام میں چھپ کر سمندر پار کیا جو تارکین وطن سے بھرا ہوا تھا' جیسے سلاٹر ہاؤس میں جانور ٹھسے ہوتے ہیں۔ انہیں کھانے کے لئے آٹے کی ٹھنڈی سویاں اور گرم پنیر ملتا۔ فرنینڈا کی وصیت میں محض بدقسمتوں کی تفصیل تھی اور وہی باتیں بار بار دہرائی گئی تھیں۔ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر اور پورچ کا اجڑا پن یہ احساس

دلاتے تھے کہ اس کے ساتھ ایسا دھوکا ہوا ہے جس سے اب فرار ممکن نہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے روم کی بہار اور ہیروں کی جگمگاہٹ سے دور ہو گیا۔ دمہ کے شدید دورے کے دوران اور بے خوابی کے عذاب میں وہ اپنی بدقسمتی کا بار بار میزان کرتا۔ جب وہ گھر سے گیا تو ارسلا نے اس کے اندر دنیا کا خوف بھر دیا۔ اسے یقین دلانے کی خاطر اپنے بیڈروم کا کونہ دے دیا تاکہ اپنی اندھی دنیا میں اسے آسانی سے ڈھونڈھ سکے اور یہی کونہ ان مردہ لوگوں کی روحوں سے آزاد ہوگا۔ جو سورج ڈوبتے ہی اس گھر میں گھومتی رہتی ہیں۔ "اگر تم نے کوئی پاپ کیا۔" ارسلا اسے کہتی "تو یہ سینٹ مجھے بتا دیں گے۔"

دہشت بھرے بچپن کی یادیں اس ایک کونے تک محدود ہو گئیں۔ جہاں وہ بے حس و حرکت پسینہ میں ڈوبا' سینٹ کی نگران آنکھوں کے سامنے بیٹھا رہتا۔ آخر اسے نیند آ جاتی۔ اس عمر میں بھی وہ جیون کی ہر شے سے خوف زدہ تھا اور ہر نئی ملنے والی شے سے ڈرتا رہتا۔ گلی کی عورتیں جو نسل خراب کرتی ہیں۔ گھر کی عورتیں' جو سور کی دم کے بچے جنتی ہیں۔ وہ انہیں دیکھ کر کانپ جاتا۔ لڑاکے مرغ' جن کی وجہ سے لوگ قتل ہو جاتے ہیں اور ان کی بقیہ زندگی ندامت اور پشیمانی میں گزرتی ہے۔ اسلحہ' جس کو محض ہاتھ لگانے پر' بیس سال تک جنگ ہو سکتی ہے۔ غیر یقینی کے کام' جو محض انسان کو پاگل اور تصوراتی بنا سکتے ہیں۔ گویا ہر شے جو خدا نے اچھائی کے لئے تخلیق کی' شیطان نے اس کا الٹ کر دیا۔ جب وہ اپنے خواب کے پاپ میں دبا جاگتا اور کھڑکی میں سے آنے والی روشنی' امرانتا کے ہاتھ روم میں پیار اور سلکی پف کے ساتھ ٹانگوں کے درمیان خاک ہونے کی خوشی' اس دہشت سے بچاتی۔ ارسلا باغ میں کھلتی چاندنی کو مختلف انداز میں دیکھتی۔ وہ خود خوف پیدا کرنے والی چیزوں کے بارے بات نہ کرتی۔ وہ اس کے دانتوں کو کوئلے سے صاف کرتی تاکہ پوپ کی مسکراہٹ ماورائی ہو۔ ناخن کاٹتی۔ پالش کرتی کہ جب دنیا بھر سے زائرین روم آئیں تو تمام زائرین پوپ کے ہاتھوں کی خوبصورتی دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ ان لوگوں کی تمام دعائیں اسی ہاتھ کے طفیل تھیں۔ وہ پوپ کی طرح اس کی کنگھی کرتی۔ اس کے جسم اور کپڑوں پر ٹائلٹ واٹر سے چھڑکاؤ کرتی تاکہ اس کے بدن اور کپڑوں میں سے پوپ کی سی خوشبو آئے۔ اس نے ایک مرتبہ گینڈلفا کے قلعہ کی بالکونی میں پوپ کو دیکھا تھا۔ وہ سات زبانوں میں ایک ہی تقریر کر رہا تھا۔ اسے صرف پوپ کے ہاتھوں کی نرمی اچھی لگی تھی۔

گھر لوٹنے کے ایک سال بعد اس نے چاندی کی کینڈل سٹک اور چمبرپاٹ بیچ دیئے۔ جن

پر اب سونے کا رنگ بھی پھیکا پڑ چکا تھا۔ بستی کے لڑکے وہیں گھر میں اس کے ساتھ کھیلنے آتے۔ بستی میں اس کی یہی تفریح تھی۔ وہ سہ پہر کو وہیں آتے اور باغ میں ان کے کھیلنے کے لئے ایک رسہ لٹکا دیتا۔ پورچ میں ان کے ساتھ بیٹھا گاتا یا لونگ روم کے فرنیچر پر بازی گری کرتا رہتا۔ اس کا انداز قابل تقلید تھا لیکن اب اس کی تنگ پتلون اور سلک کی شرٹ پھٹ چکی تھیں۔ اس نے عربوں کے سٹور سے عام سا لباس خریدا اور ہر وقت اسے پہنے رہتا لیکن اب بھی وہ اپنے مقام کو ذہن میں رکھتا۔ وہ پوپ کا سا احترام پسند کرتا۔ لڑکے گھر میں ایسے گھومتے جس طرح میمی کی دوست پھرا کرتی تھیں۔

رات گئے تک وہ باتیں کرتے، گاتے اور تھکی والے ڈانس کرتے۔ گھر ایک ایسے بورڈنگ کا سا منظر پیش کرتا۔ جہاں کوئی ڈسپلن نہیں ہوتا۔ ارلیانو ملکیادیس کے کمرے میں تھا اور اسے اس فوج سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ایک صبح دو لڑکوں نے دھکے سے ایک دریچہ کھولا اور ایک لمبے بالوں والے غلیظ آدمی کو دیکھ کر ڈر گئے۔ وہ میز کے ساتھ بیٹھا کوئی ناقابل فہم عبارت پڑھ رہا تھا۔ انہیں اندر داخل ہونے کی جرات نہ ہوئی۔ وہ چپکے چپکے درزوں میں سے جھانکتے اور ایک دوسرے سے تیز سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر روشن دانوں سے زندہ جانور پکڑ کر اندر ڈالتے۔ ایک بار انہوں نے دروازے اور کھڑکیوں کے باہر کیل ٹھونک دیئے۔ ارلیانو کو یہ کیل نکالنے میں آدھا دن لگا۔ انہیں شرارتوں کی سزا نہیں ملی۔ وہ اور شیر ہو گئے۔ ایک دن صبح سویرے ارلیانو کچن میں گیا تو چار لڑکے وہ زرد کاغذات اڑانے کے لئے کمرے میں گھس گئے۔ انہوں نے جونہی کاغذات کو ہاتھ لگایا۔ فرشتوں کی سی ایک غیر مرئی قوت نے انہیں ہوا میں معلق کر دیا۔ جب ارلیانو نے وہ کاغذات وہاں سے ہٹا لئے تو وہ نیچے آ گرے۔

ان تمام کو دوبارہ جرات نہ ہوئی۔

ان میں سے چھوٹی پینٹس پہنے چار بڑے لڑکے اپنی جوانی چھو رہے تھے۔ وہ جوزے ارکیدو کے بہت زیادہ قریب تھے۔ وہ دوسرے لڑکوں سے پہلے گھر میں آتے۔ جوزے ارکیدو کی شیو کرتے۔ گرم تولیے سے مساج کرتے۔ ہاتھوں پیروں کے ناخن کاٹتے۔ پالش کرتے خوشبو بھرا پانی اس پر چھڑکتے۔ کئی بار وہ پول میں اتر جاتے اور جب وہ امرانتا کے بارے سوچ میں ڈوبا ہوتا، وہ مل کر اس کو الٹا کر کے کمر پر صابن ملتے۔ وہ نہا چکتا تو اس کے بدن کو تولیے سے رگڑ رگڑ کر خشک کرتے۔ اسے خوشبو لگاتے اور اسے کپڑے پہناتے۔

گھنگھریالے بال اور خرگوش کی طرح کی گلابی آنکھوں والا ایک لڑکا جوزے ارکیدو کا عادی ہو گیا۔ وہ رات کو وہیں سو جاتا۔ وہ جوزے ارکیدو کے اتنے قریب تھا کہ دمے کی بے چین بے خوابی میں بھی رات بھر جاگتا رہتا۔ چپ چاپ گھر کے اندھیرے میں اس کے ساتھ گھومتا رہتا۔

ایک رات ارسلا کے کمرے کے ٹوٹے ہوئے فرش سے ایک زرد روشنی پھوٹنے لگی۔ جیسے دھرتی میں سے سورج نکل رہا ہو۔ انہیں روشنی جلانے کی بھی ضرورت نہ پڑی۔ بس ٹوٹی ہوئی سلوں کو اٹھا کر کونے میں رکھنا کافی تھا۔ جہاں ارسلا کا بستر ہوا کرتا تھا۔ وہاں زیادہ روشنی تھی۔ یہیں وہ دفینہ تھا۔ جس کے لئے ارلیانو سگندو نے پورا گھر ادھیڑ کے رکھ دیا تھا۔ تانبے کی تار سے بند تین جرابیں تھیں۔ اور ان میں سات ہزار دو سو اور چودہ سونے کے ڈلے تھے۔ جو اندھیرے میں انگاروں کی طرح چمک رہے تھے۔

دفینے کی دریافت نے قسمت بدل دی۔ روم سے لوٹنے کے بعد ادھورے خوابوں کی تعبیر مل گئی اور گھر جنت نظیر بن گیا۔ پردے بدلے گئے۔ مسہری پر ویلوٹ کی چادریں بچھ گئیں۔ دیواروں پر ٹائلیں لگ گئیں۔ باتھ روم کا فرش ہموار کر دیا گیا۔ ڈائننگ روم کی الماری ہر وقت پھلوں' اچار اور سور کی رانوں سے بھری رہتی۔ گودام میں وائن اور شراب سٹور کی گئی۔ کریٹ ریلوے سٹیشن پر جوزے ارکیدو کے نام بھیجے جاتے اور وہ خود وہیں سے لے کر آتا۔ ایک رات وہ چاروں لڑکے پیتے رہے۔ وہ صبح سویرے ننگے نکلے اور تالاب سے پانی نکال کر اس میں شراب بھر دی۔ پھر اس میں چھلانگ لگا دی۔ وہ آسمان پر اڑتے پرندوں کی طرح تیر رہے تھے۔ جوزے ارکیدو پشت کے بل تیرتا رہا اور کھلی آنکھوں سے امرانتا کو دیکھتا رہا اسی خوشی میں تلخ یادیں اترتی رہیں۔ جب لڑکے تھک گئے تو دستے کی شکل میں بیڈ روم کے اندر گئے۔ پردے پھاڑ کر اپنے بدن خشک کئے۔ آئینہ توڑ دیا۔ جب جوزے ارکیدو اندر آیا تو وہ ویلوٹ کی چادروں پر ننگے دھڑنگے سو رہے تھے۔ اسی ایک لمحے کے لئے نقصان کی بجائے اس کے ذہن میں سیٹرنالیا کے مقدس تہوار کی بے حرمتی کا خیال آیا۔ ایک کلیسا کی بے حرمتی! اس نے ٹرنک کی نچلی تہہ میں سے نورسوں کا کوڑا نکالا اور کسی پاگل شخص کی طرح انہیں گھر سے باہر نکالا اور بے رحمی کے ساتھ ان پر کوڑے برسائے۔

سانس چڑھنے اور دمے کے اثرات کئی دن تک رہے۔ لگتا تھا وہ کسی بھی لمحے مر سکتا ہے۔ اس واقعہ کی تیسری رات اس کی سانس زیادہ اکھڑ گئی۔ وہ ارلیانو کے کمرے میں گیا اور

اسے فارمیسی سے کوئی دوائی لانے کو کہا۔

ارلیانو زندگی میں دوسری مرتبہ گھر سے باہر نکلا۔

اسے دو بلاک دور جانا تھا۔ فارمیسی کی کھڑکیاں ہر وقت گرد سے اٹی رہتیں تھیں۔ الماریوں میں رکھی بوتلوں پر اطالوی زبان میں لیبل چسپاں تھے۔ کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی میں دریائے نیل کے سانپ کی سی مقدس خوبصورتی تھی۔ اس نے جوزے ارکیدو کی پرچی پر لکھی دوائی لی اور ارلیانو نے بستی کی دوسری اور کا منظر دیکھا۔ جو گلی کی زرد روشنی میں سسک رہا تھا۔ اب کی بار ارلیانو کے ذہن میں پہلا سا اشتیاق پیدا نہ ہوا۔ جوزے ارکیدو نے سوچا۔ ارلیانو کبھی واپس نہ آئے گا۔ جب وہ لوٹا تو جوزے ارکیدو بیماری کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔ کمرے میں بند رہنے اور ہر وقت لیٹے رہنے کی وجہ سے بھاری ہو چکا تھا۔ وہ دنیا سے اتنا بے زار ہو چکا تھا کہ اس نے اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا اور ارلیانو کو اجازت دے دی کہ اس کا جہاں دل چاہے جا سکتا ہے۔

"میں نے باہر جا کر کیا کرنا ہے؟" ارلیانو نے اسے جواب دیا۔

ارلیانو نے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا۔ وہ ہر وقت کتابوں میں گم رہتا۔ علم اب آہستہ آہستہ اپنی پرتیں کھول رہا تھا۔ جوزے ارکیدو اس کے کمرے میں کھانا لے جاتا۔ میٹھے پھول لے جاتا جو اسے نشہ دیتے۔ اس نے دو مرتبہ اسے وائن بھی پلائی۔ جوزے ارکیدو کو ان کاغذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی وہ ماضی کو اتنی اہمیت دینے کے لئے تیار تھا لیکن جو دانائی اس کے گنوار رشتے دار کے پاس تھی۔ اس دانائی نے جوزے ارکیدو کو جکڑ لیا۔ اسے پتہ چلا۔ ارلیانو انگریزی جانتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کی چھ جلدیں کسی ناول کی سی دلچسپی کے ساتھ پڑھ چکا ہے۔ وہ حیران تھا کہ ارلیانو روم کے بارے اچھی خاصی معلومات رکھتا ہے۔ جیسے وہ کئی سال وہیں رہ چکا ہو۔ پھر اسے پتہ چلا کہ وہ صرف انسائیکلوپیڈیا نہیں بلکہ "چیزوں کی قیمتیں" جیسے موضوعات پر بھی بات کر سکتا ہے۔

"ہر شئے کے بارے جانتا ہوں۔" ارلیانو صرف یہی جواب دیتا۔

جب ارلیانو سے پوچھا کہ اتنا علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟ تو ارلیانو کوئی جواب نہ دے پایا۔ جوزے ارکیدو کو جب ارلیانو نے قریب سے دیکھا تو کہیں زیادہ مختلف پایا۔ وہ ہنستا تھا مسکراتا تھا۔ وہ تو اپنے نسٹلجیا کے ہاتھوں پیچھے مڑ کر بھی دیکھتا۔ ایک ہی خون کے رشتہ دار ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی تنہائی کا شکار ہیں۔ اب وہ تنہائی کے کارن ہی ایک دوسرے

کو برداشت کر رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے دور ہو جاتے اور پھر کہیں ایک دوسرے کے سامنے آ جاتے۔ جوزے ارکیدو نے اسے گھریلو مسائل سے بالکل آزاد کر دیا۔ ارلیانو کو اجازت تھی کہ وہ پورچ میں بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور امرانتا ارسلا کے خطوط کا انتظار کر سکتا ہے جو اب بھی باقاعدگی سے آتے تھے۔ باتھ روم استعمال کر سکتا ہے ورنہ شروع میں ارلیانو پر پابندی تھی۔

ایک گرم صبح کا ذکر ہے کہ دروازے پر ہونے والی دستک سے دونوں جاگ اٹھے۔ سامنے ایک کالے رنگ کا بوڑھا شخص کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ چہرے پر برسوں کی تھکاوٹ تھی اور پیشانی پر راکھ کا کراس تھا۔ چیتھڑے بدن پر لٹک رہے تھے۔ جوتے پھٹے ہوئے تھے اور کاندھے پر ایک گوڈڑی لٹک رہی تھی۔ اس کا کل یہی اثاثہ تھا۔ اس کا انداز بھی ایک فقیر کا سا تھا لیکن اس کے اس انداز میں بھی ایک شان تھی۔ اس کی ظاہری صورت کے بالکل برعکس اسے ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ دیکھنا پڑتا تھا۔ لگتا تھا جس جبلت نے اسے زندہ رکھا وہ ذاتی تحفظ نہیں تھا بلکہ مسلسل خوف تھا۔ یہ ارلیانو امیاڈر تھا۔ کرنل ارلیانو بوئندا کے سترہ بیٹوں میں سے آخری۔ وہ تحفظ کی تلاش میں عمر بھر بھاگتا رہا۔ اس نے اپنا تعارف کروایا اور پناہ کی درخواست کی۔ اسے وہ دن یاد تھے جب یہاں سکون کی ندیاں بہتی تھیں اور اب تحفظ کی درخواست کر رہا تھا۔ جوزے ارکیدو اور ارلیانو کو کچھ یاد نہیں تھا۔ انھوں نے اسے گھسیٹ کر گلی میں پھینک دیا۔ انھوں نے ابھی دروازہ بند نہیں کیا تھا کہ اس ڈرامے کا انجام دیکھ لیا جو شاید جوزے ارکیدو کے بچپن سے بھی پہلے سے شروع ہوا تھا۔

دو سپاہی مدتوں سے ارلیانو امیاڈر کی تلاش میں تھے۔ اس کے تعاقب میں وہ آدھی دنیا کا چکر لگا آئے تھے۔ وہ بادام کے درخت کی اوٹ سے نکلے اور موزر کی دو گولیاں ارلیانو امیاڈر کی پیشانی میں سوراخ کر گئیں۔

جب سے وہ چار لڑکے مار کھانے کے بعد غائب ہوئے۔ جوزے ارکیدو بحری جہاز کے انتظار میں تھا۔ اس کا پروگرام کرسمس سے بھی پہلے نیپلز کی طرف نکل جانے کا تھا۔ اس نے ارلیانو سے کہا کہ اس کا وہاں جا کر کوئی کاروبار کرنے کا ارادہ ہے تاکہ اس کا گزارا اچھا ہو سکے۔ فرنینڈا کی موت کے بعد غائب سے آنے والی کھانے کی ٹوکریاں بھی بند ہو چکی تھیں لیکن اسے آخری خواب کی تعبیر نہیں ملی۔

ستمبر کی ایک صبح کا ذکر ہے۔ جوزے ارکیدو کافی کا دوسرا کپ ارلیانو کے ساتھ پی چکا تھا۔ وہ باتھ روم میں نہا رہا تھا کہ ٹائلیں ہٹا کر وہ چاروں لڑکے نکلے اور اس کے سنبھلنے سے پہلے اسے تالاب میں پھینکا۔ پھر انھوں نے بھی کپڑوں سمیت چھلانگ لگا دی اس کے بالوں کو پکڑ لیا۔ انہوں نے جوزے ارکیدو کا سر اس وقت تک پانی کے اندر ڈبوئے رکھا جب تک موت کے بلبلے پانی کی سطح سے ابھرنا بند نہ ہو گئے۔ اس کا خاموش اور زرد ڈولفن کا جسم خوشبودار پانی میں گم ہو گیا۔

انہوں نے سونے کے ڈلے نکالے اور باہر نکل گئے۔ انہیں اپنے شکار کا ہر طور پر علم تھا۔ ملٹری اپریشن کی طرح ان کا عمل اتنا تیز اور وحشیانہ تھا کہ ملکیادیس کے کمرے میں بند ارلیانو کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ وہ سہ پہر کو اندر آیا تو جوزے ارکیدو کو کچن میں نہ دیکھ کر پورے گھر میں اسے ڈھونڈھتا رہا۔ کچھ دیر بعد تالاب میں اس کی تیرتی ہوئی لاش دیکھ لی۔ لاش سوج چکی تھی۔ سوجے ہوئے چہرے سے لگ رہا تھا وہ ابھی تک امرانتا کے بارے سوچ رہا ہے۔ تب اسے سمجھ آئی کہ وہ جوزے ارکیدو سے کتنی محبت کرتا تھا۔

امرانتا ارسلا دسمبر کے شروع میں ایک بحری جہاز کے ذریعے لوٹ آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک رسی تھی۔ جس کا دوسرا سرا اس کے خاوند کی گردن سے لپٹا ہوا تھا۔ اس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ موتیوں کا ہار گھٹنوں تک لمبا تھا۔ اس نے زمرد اور پکھراج کے ٹاپس پہنے ہوئے تھے۔ مانگ درمیان سے نکلی ہوئی تھی۔ بال کانوں کے پیچھے بروچ سے بندھے تھے۔

اس نے چھ ماہ قبل ایک مریل اور بوڑھے فلیمنگ گسٹن سے شادی کی تھی۔ وہ کسی ملاح کی طرح نظر آتا۔

وہ اطلاع دیئے بغیر گھر پہنچی۔ اس نے پارلر کے دروازے کو دھکا دے کر کھولا تو اسے لگا کہ گھر اس کے تصور سے کہیں زیادہ تباہ ہو چکا ہے۔

"او خدایا۔" وہ کسی افسوس کی بجائے خوشی سے چلائی۔ "لگتا ہے یہاں کسی عورت کا وجود ہی نہیں۔"

پورچ سامان سے بھر گیا۔ وہاں فرنینڈا کا وہ پرانا ٹرنک رکھا گیا جو امرانتا ارسلا سکول جاتے وقت ساتھ لے گئی تھی۔ اس کے ساتھ دو بڑے ٹرنک تھے۔ چار بڑے سوٹ کیس۔ اس کی چھتریوں کا ایک بیگ، آٹھ ہاٹ بکس، ایک بڑا پنجرہ جس میں بلبل رکھے گئے تھے۔ اس کے خاوند کا بائیسکل جسے کھول کر ایک خاص قسم کے بیگ میں بند کیا گیا تھا۔

امرانتا ارسلا نے اتنے لمبے سفر کے بعد ایک دن کے لئے بھی آرام نہ کیا۔ اس نے موٹے قسم کا اوور آل پہنا جو اس کا خاوند اپنے دوسرے سامان کے ساتھ لے آیا تھا اور گھر کی تجدید میں لگ گئی۔ چیونٹیوں نے پورچ پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ پہلے پہل ان کو وہاں سے بھگایا۔ سرخ گلابوں کی کیاریاں درست کر کے نئی زندگی دی۔ فضول جڑی بوٹیوں کا صفایا کیا۔ گملوں میں نئے فرن، ارگیانو اور بیگانیا کے پودے لگائے۔ اس کی زیر نگرانی میں ترکھانوں، لوہاروں اور راج گیروں نے فرش کی دارڑیں بھریں۔ دروازے لگائے۔ فرنیچر کی مرمت کی۔ کھڑکیاں دوبارہ لگائیں۔ باہر اور اندر سفیدی کی۔ اس کے یہاں آنے کے تین مہینے بعد گھر

کی ایسے شکل نکل آئی جیسی پیانو آنے کے دنوں میں ہوا کرتی تھی' جب گھر نیا بنا تھا۔ اس سے پہلے گھر اتنا اچھا ترتیب دیا گیا کہ ہر وقت اس گھر میں گانے اور ڈانس کی کیفیت رہتی اور نہ ہی شروع سے لے کر آج تک چیزوں کو اس خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ بہاری کے ایک پھیرے سے ماتمی ساز و سامان' فضول چیزوں کی گولیاں اور مافوق الفطرت چیزیں صاف کر دی گئیں جو کونوں کھدروں میں رکھی تھیں۔ اس نے صرف ارسلا کے احترام میں ر۔میڈلیس کی تصویر پارلر میں رہنے دی۔

"کتنا مزیدار ہے۔" وہ قہقہے لگاتی رہتی۔ "میری ایک دادی صرف چودہ سال کی تھی۔"

جب ایک راج نے اسے بتایا کہ اس گھر پہ سایہ ہے اور اس کا ایک حل یہ ہے کہ مدفون دفینہ ڈھونڈ کر نکالا جائے۔ اس نے قہقہوں کے درمیان کہا۔ بہتر یہی ہوتا ہے کہ مرد کو ضعیف الاعتقاد نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اتنی برجستہ گفتگو کرتی' اتنی آزاد خیال' ماڈرن اور سادہ تھی کہ ارلیانو کو بھی سمجھ نہ آتا کہ جب وہ یہاں پہنچی تو اس کے بدن کے ساتھ کیسے کھیلا جائے۔

"میرے پیارے۔" امرانتا ارسلا بازو کھلے کیے اس کی طرف لپکی۔ "میرا یہ کائی بال کتنا بڑا ہو گیا ہے۔"

ارلیانو کے جواب دینے سے قبل وہ نئے فونوگراف پر ریکاڈ رکھ رہی تھی اور اسے نئے ڈانس کا طریقہ بتا رہی تھی۔ امرانتا ارسلا نے اس کے کرنل ارلیانو بوئندا کے گندے کپڑے تبدیل کیے اور بالکل نئے کپڑے پہننے کو دیے۔ اونچی ایڑی کے جوتے دیے اور پھر اسے گلی میں دھکا دیا۔ ورنہ وہ ہر وقت ملکیا دیس کے کمرے میں پڑا رہتا تھا۔

وہ ارسلا کی طرح سرگرم' ننھی منی اور تیز تھی۔ اس کا حسن شہزادی ر۔میڈلیس کی طرح ہر رنگ سے جھلکتا تھا۔ اس میں جدید فیشن کے بارے جبلی خصوصیات تھیں۔ جب اسے ڈاک کے ذریعے جدید فیشن کی تصویریں ملیں تو اسے لگا کہ ماڈلز کے بارے اس کے اندازے غلط نہیں تھے۔ اس نے اپنے لئے یہ کپڑے امرانتا کی قدیم ماڈل کی سیونگ مشین پر سیئے تھے۔ وہ پورے یورپ میں چھپنے والے ہر آرٹ میگزین' فیشن میگزین اور پاپولر میوزک ریویو منگواتی۔ اور انہیں صرف اس مقصد کے لئے ایک نظر دیکھتی کہ دنیا بالکل ویسے ہی رستہ پر جا رہی ہے جیسا وہ یہاں رہ کر سوچتی ہے یا نہیں ۔ یہ بات ناقابل یقین تھی کہ آخر ایسی سوچ کی حامل لڑکی اس گرد اور مٹی سے ڈھکی ہوئی تباہ حال بستی میں کیوں لوٹ آئی۔

اس کے ساتھ ایک ایسا شوہر بھی تھا جس کے پاس اتنی رقم موجود تھی کہ وہ دنیا کے کسی خطے میں آرام دہ زندگی گزار سکتی تھی۔ وہ امرانتا ارسلا سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اس کی خوشی کی خاطر اپنے گلے میں ہر وقت ایک پٹی باندھے رکھتا ہے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ امرانتا ارسلا کی یہاں رہنے کی خواہش بڑھتی گئی۔ اس کے تمام تر منصوبے طویل المیعاد تھے۔ نہ ہی اس کے کسی اقدام سے یہ لگتا تھا کہ ماکوندو کے علاوہ کہیں اور خوبصورت جوانی گزاری جا سکتی ہے یا پُرامن بڑھاپا۔ بلبلوں کے پنجرے دیکھ کر لگتا کہ نظریات لمحات کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اس کی ماں نے اسے ایک خط میں لکھا تھا کہ ماکوندو میں پرندے ناپید ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے سفر میں صرف اس وجہ سے دیر کرتی رہی اور اس بحری جہاز میں سوار ہوئی جو فارچونیٹ ایزل رکا۔ اس نے بلبلوں کے بہترین پچیس جوڑے خریدے تاکہ وہ ماکوندو کے آسمانوں کے ننگے پن کو ملبوس کر سکیں۔ اس کی خواہشات میں یہی سب سے خوبصورت پہلو تھا۔ جب یہ پرندے بڑھ گئے تو امرانتا ارسلا نے انہیں چھوڑ دیا۔ جونہی انہیں آزادی کا احساس ہوا وہ بستی کی طرف اڑ گئے۔

امرانتا ارسلا انہیں پنجروں میں رکھ کر فضول محبت کرتی رہی جو ارسلا نے گھر کی تعمیر کے دنوں میں بنائے تھے۔ بادام کے درختوں پر بنے ہوئے اسپارٹو گھاس کے مصنوعی گھونسلے بھی ان کا دل نہ بہلا سکے۔ چھت پر ان کی خوراک ڈالی جاتی تاکہ چگنے کے بعد ان کے گیت بستی کے تباہ حال مکینوں میں نئی زندگی کی روح پھونک دیں۔ لیکن جب وہ آزاد ہوئے تو انہوں نے بستی کا پہلا چکر لگاتے ہی فارچونیٹ ایزل کی سمت ڈھونڈھنے کی کوشش کی اور پھر کبھی نہ لوٹے۔ اپنی واپسی کے ایک سال تک اس نے بستی کے کسی شخص سے دوستی کی اور نہ ہی اپنے گھر میں پارٹی کی۔ اس کے باوجود امرانتا ارسلا کو یقین تھا کہ بدقسمتی کے ہاتھوں تباہ ہونے والے سماج کو اب بھی کسی مثبت رستے تک لے جایا جا سکتا ہے۔ اس کے خاوند نے کبھی اس سے بحث نہیں کی۔ جب وہ ایک دوپہر کو آخری مرتبہ ریل پر بیٹھ کر بستی چھوڑ کر جا رہا تھا تو اس کا خیال تھا کہ امرانتا ارسلا کی قوت ارادی کے پیچھے اس کا نسٹلجیا کارفرما ہے۔ اسے یقین تھا کہ حقائق اس کے خیالات توڑ دیں گے۔ جاتے ہوئے اس نے اپنی بائیسکل بھی کھول کر سوٹ کیس میں نہ رکھی۔ جن مکڑی کے جالوں کو مزدوروں نے نیچے پھینک دیا تھا وہ ان میں سے بڑے بڑے انڈے ڈھونڈھتا رہتا۔ انہیں ناخنوں سے توڑتا اور ان میں سے نکلنے والی ننھی مکڑیوں کو گھنٹوں محدب عدسہ سے دیکھتا رہتا۔ بعد میں اس خیال

سے کہ امرانتا ارسلا چونکہ گھر کی مرمت پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ ان انڈوں سے اس کے ہاتھ خراب ہوں گے۔ اس لئے اس نے بائیسکل منگوائی جس کا اگلا ویل بہت بڑا تھا۔ اور وہ ہر وقت اس علاقے میں ملنے والے ہر کیڑے کو پکڑنے میں لگا رہتا پھر انہیں جار میں بند کرکے وہ لیگ یونیورسٹی میں نیچرل سائنسز کے پروفیسر کے پاس بھیج دیتا۔ جہاں اس نے علم الاحشرات میں ایڈوانس کورس کیا تھا۔ ورنہ اس کا اصل پیشہ ہوا بازی تھا۔ جب وہ بائیسکل پر سوار ہوتا تو وہ بازی گروں کی طرح تنگ کپڑے، لمبی لمبی جرابیں اور شرلاک ہومز کی طرح کی ٹوپی پہنتا۔ جب وہ پیدل باہر نکلتا تو بہترین، اجلا، سفید رنگ کا سوٹ، سفید جوتے، سلک بوٹائی، تنکوں کا ہیٹ پہنتا اور اس کے ہاتھ میں ایک سٹک ہوتی۔ اس کی زرد آنکھیں کسی ملاح کی طرح نظر آتیں۔ اس کی پتلی پتلی مونچھیں گلہری کی فر کی طرح تھیں۔ وہ عمر میں اپنی بیوی سے پندرہ سال بڑا تھا اور اس کے انداز سے اس کی بیوی بہت خوش تھی۔ اس کی دیوانگی نے عمر کے اس فرق کو مٹا دیا تھا۔ جس نے بھی اسے دیکھا کہ چالیس سال عمر کا ایک مرد ہے۔ اس کی عادات میں بڑا رکھ رکھاؤ ہے۔ اس کے گلے میں ریشمی رسی ہے اور ایک سرکس بائیسکل پر سوار ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے اتنی غیر مشروط محبت بھی کر سکتا ہے۔ وہ ہر ممکنہ جگہ پر سیر کو جاتے۔ ان کا جب جی چاہتا وہ باہر نکل جاتے۔ جب سے وہ دوستی کے رشتے میں بندھے، ان کی یہی عادت بن گئی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اور حالات میں کتنی بھی سنگینی کیوں نہ آئی ان کا جذبہ اتنا ہی زیادہ اور والہانہ ہوتا گیا۔ وہ محض ایک جنونی پیار کرنے والا نہیں تھا اور نہ ہی محض دانا اور تخیلاتی انسان تھا بلکہ وہ شاید تاریخ میں پہلا انسان تھا جس نے محض نارنجی پھولوں میں اپنی محبوبہ سے محبت اور پیار کرنے کے لئے ایمرجنسی لینڈنگ کی۔ وہ اور اس کی محبوبہ دونوں مرتے مرتے بچے۔

ان کی ملاقات شادی سے دو سال قبل ہوئی جب وہ ایک سپورٹس جہاز میں اس سکول کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ امرانتا ارسلا اسی سکول میں زیر تعلیم تھی۔ جب جہاز کی دم بجلی کی تاروں سے ٹکرائی۔ تو اس نے فلیگ پول، ایلومینیم اور کینوس کے فریم ورک کو بچانے کے لئے بہت جرات کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد، وہ ٹانگوں پر چڑھے ہوئے پلستر کو بھول گئے۔ ویک اینڈ پر وہ امرانتا ارسلا کو نن بورڈنگ ہاؤس سے لیتا۔ امرانتا ارسلا ان دنوں وہیں رہ رہی تھی۔ اب وہاں قوانین اتنے سخت نہیں تھے جتنی سختی فرنینڈا چاہتی تھی۔ پھر وہ دونوں گیسٹن کے اپنے کنٹری کلب میں چلے جاتے۔ انہوں نے پیار پہلی مرتبہ مور کی فضاؤں میں

اتوار کے دن پندرہ سو فٹ کی بلندی پر کیا۔ وہ اتنا ہی ایک دوسرے کے قریب آتے گئے
دھرتی کی مخلوق جتنی چھوٹی ہوتی گئی۔ سمٹتی گئی۔ امرانتا ارسلا نے اسے ماکوندو کے بارے بتایا
کہ شاید کائنات میں صرف وہی ایک پرسکون اور روشن بستی ہے۔ اپنے بڑے سے گھر کے
بارے بتایا جہاں ارگیانو خوشبو بکھیرتے ہیں۔ امرانتا ارسلا کی خواہش تھی کہ وہ اپنی آخری عمر
اپنے محبوب شوہر کے ساتھ وہیں گزارے۔ اس نے اپنے صحت مند اور طاقتور بیٹوں کے نام
بھی سوچ رکھے تھے۔ راڈ ریگو اور گنزالو۔ اسے ارلیانو اور جوزے ارکیدو جیسے نام پسند
نہیں تھے۔ اس کی خیالی دنیا میں ایک بیٹی بھی تھی۔ جس کا نام اس نے ر۔میڈلیں کی بجائے
ورجینیا رکھا۔ ان کے اندر بستی اتنی راسخ ہو چکی تھی۔ اور اپنے نسٹلجیا کی وجہ سے
وہ بستی کو ایسا خوبصورت سمجھتی تھی کہ گیسٹن نے جان لیا۔ جب تک اسے ماکوندو نہیں لے
جائے گا۔ وہ شادی کے لئے تیار نہیں ہو گی۔ گیسٹن گلے کی ریشمی پٹی کی طرح اس بات
کے لئے بھی تیار ہو گیا کیونکہ گیسٹن کے نزدیک یہ محض فینسی تھی۔ وقت آہستہ آہستہ اپنی
چال پکڑ لے گا۔

ماکوندو آئے' انہیں دو سال گزر چکے تھے۔ امرانتا ارسلا آج بھی اتنی ہی خوش اور
مطمئن تھی جتنی کہ یہاں آنے کا پہلے دن تھی۔ گیسٹن کے مزاج نے کروٹ بدل لی اور اس
وقت تک وہ اس خطے کے ہر کیڑے کا معائنہ کر چکا تھا۔ وہ لال زبان کی طرح چینی زبان بول
لیتا۔ ڈاک کے ذریعے آنے والے تمام میگزین میں چھپنے والے کراس ورڈ پزل حل کر لئے۔
اسے اپنی واپسی کی جلدی نہیں تھی۔ لیکن جگر کی بیماری کی وجہ سے وہ سہ پہر کے وقت
آرام نہ کر سکتا اور یہاں کا پانی بھی اس کی صحت کے لئے موافق نہیں تھا۔ وہ انتہائی رغبت
سے یہاں کے دیسی کھانے کھاتا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک ہی نشست میں بیاسی اگیونا انڈے
کھا لئے۔ اس کے برعکس امرانتا ارسلا واپس آتے ہوئے برف کے ڈبوں میں مچھلی' محفوظ
کیے گئے پھل' گوشت اور شیل فش ٹرین کے ذریعے منگوائی۔ صرف ایسی چیزیں اسے ہضم
ہوتیں۔ وہ اب بھی یورپی طرز کے کپڑے پہنتی۔ وہ اگرچہ کہیں باہر نہ جاتی' نہ کسی سے ملتی
لیکن وہ ہر طرح کے ڈیزائن منگواتی اب اس کا خاوند اس کے شارٹ سکرٹ' اس کے ترچھے
ہیٹ کی تعریف کرتا اور نہ سات لڑیوں کے ہار کی۔ اس کا راز اسی حقیقت میں تھا کہ وہ ہمیشہ
کام میں مصروف رہتی یا پھر اپنے پیدا کردہ مسائل میں الجھی رہتی۔ وہ ہزاروں چھوٹے
چھوٹے کاموں کو اگلے دن بھی اسی سرگرمی سے شروع کر دیتی۔ اس کے اندر فرنینڈا کا خون

شامل تھا اور یہی وراثتی انداز اسے کچھ نہ کچھ کرنے پر اکستا رہتا۔ اس کے اندر اتنی سرمستی تھی کہ جونہی نئے ریکارڈ آتے وہ گیسٹن کو پارلر میں بلاتی اور ڈانس سٹیپ اٹھاتی رہتی جو اس کی سکول میٹ اسے سکیچ بنا کر سمجھاتی تھیں۔ اس دعوت کا اختتام راکنگ چیئر یا ننگے فرش پر ملاپ کی صورت میں نکلتا۔ اب اسے صرف بچوں کی خواہش تھی۔ وہ آج بھی اپنے شوہر سے کیئے گئے وعدوں کا احترام کرتی کہ اس نے شادی کے پانچ سال تک کسی سے دوستی نہیں کی۔

اپنی فراغت کے اوقات میں وہ صبح سویرے ملکیادیس کے کمرے میں چلا جاتا۔ اس نے شرمیلے مزاج کے ارلیانو سے دوستی کر لی۔ وہ اس خطے کے سب سے خفیہ خانے میں بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہتا۔ یوں لگتا جیسے وہ ارلیانو کے ساتھ دیس دیس پھر رہا ہے۔ جب گیسٹن نے اس سے پوچھا کہ اس نے علم حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ کیا ہے جو کہ انسائیکلوپیڈیا میں نہیں تھا۔ اس نے وہی جواب دیا جو وہ جوزے ارکیدو کو دیا کرتا تھا۔

"ہر چیز ہر ایک پر ظاہر ہے۔"

سنسکرت کے علاوہ وہ انگریزی فرانسیسی اور تھوڑی بہت لاطینی اور یونانی جانتا تھا۔ جب سے امرانتا ارسلا نے اس کے لئے ہفتہ وار مشاہرہ مقرر کیا تو وہ ہر سہ پہر کو باہر نکل جاتا۔ اب اس کا کمرہ کٹالونین کے بک سٹور کی طرح نظر آتا تھا۔ وہ رات گئے تک پڑھتا رہتا اور جسے وہ علم کہتا تھا۔ گیسٹن کا خیال تھا کہ وہ سیکھنے کے لئے نہیں پڑھتا بلکہ یہ اپنے علم کا اندازہ کرنے کے لئے پڑھتا ہے اور اس کے نزدیک کسی کی بھی اہمیت ان دستاویزات سے زیادہ نہیں۔ جن میں وہ صبح سویرے اٹھ کر گم ہو جاتا۔ گیسٹن اور اس کی بیوی اسے فیملی لائف سکھا رہے تھے۔ لیکن ارلیانو کسی پراسرار بادلوں میں گم تھا اور اس کی پراسراریت دن بدن گہری ہوتی جا رہی تھی۔ یہ ایسی صورت حال تھی کہ گیسٹن ارلیانو کے بہت قریب نہیں جا سکا اور وہ اپنے بے مصرف وقت کی کوئی اور مصروفیت ڈھونڈھنے لگا۔ انہی دنوں اس کے ذہن میں ایئر میل سروس شروع کرنے کا خیال آیا۔

یہ کوئی نیا پراجیکٹ نہیں تھا بلکہ امرانتا ارسلا سے پہلی ملاقات سے قبل ہی وہ اس منصوبہ پر کام کر چکا تھا۔ یہ منصوبہ اس وقت وہ ماکوندو کے بارے نہیں بلکہ بلجین کانگو تک ایئر میل سروس شروع کرنے کا تھا۔ جہاں اس کا خاندان پام آئل کا کاروبار کرتا تھا۔ شادی اور اس کے بعد اپنی بیوی کی چند مہینے ماکوندو میں رہنے کی خواہش کے احترام میں اس نے یہ

منصوبہ ملتوی کر دیا تھا۔ اس نے جب امرانتا ارسلا کو دیکھا کہ وہ اب سماجی ترقی کے لئے کمیشن بنانا چاہتی ہے۔ گیسٹن نے دبے دبے انداز میں واپسی کے لئے کہا تو وہ اس کی باتوں پر دیر تک ہنستی رہی۔ گیسٹن کو اندازہ ہو گیا کہ اب معاملات دیر تک یوں ہی چلتے رہیں گے تو اس نے برسلز میں موجود اپنے کھاتے داروں سے خط و کتابت شروع کر دی کہ افریقہ کی طرح کاریبین علاقوں میں بھی وہ ائرمیل سروس کا بانی ہوگا۔ جب بات چیت آگے بڑھی تو اس نے ایک پرانے سحر آلود میدان میں لینڈنگ کے لئے جگہ بنائی۔ جو ان بجھے چونے کے میدان کی طرح نظر آتا۔ اس نے ہوا کی سمتوں' ساحلی علاقوں کی جیو گرافی اور ہوائی سروس کے لئے بہترین رستوں کے نقشے بنائے۔ یہ بات اس کے علم میں نہیں تھی کہ یہ نقشے بالکل اسی طرح کے ہیں جیسے مسٹر ہربرٹ نے بنائے تھے۔ پوری بستی اس خطرناک شک میں جکڑی ہوئی تھی کہ اس کا یہ سارا کام کسی ہوائی سروس کے لئے نہیں بلکہ بنانا کے درختوں کو دوبارہ لگانے کا چکر ہے۔

ماکوندو میں مستقل رہائش اختیار کرنے کی خاطر اس نے اپنا کام سرگرمی سے شروع کر دیا۔ اسی سلسلے میں وہ کئی مرتبہ صوبائی دارالحکومت گیا۔ اعلیٰ حکام سے ملا۔ لائسنس حاصل کئے۔ بلاشرکت غیرے حقوق حاصل کئے۔ اسی دوران وہ برسلز میں یوں خط و کتابت کرتا رہا جس طرح فرنینڈا ان دیکھے ڈاکٹروں کے ساتھ کیا کرتی تھی۔ آخیر پر وہ انہیں قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ پہلا ہوائی جہاز کسی ماہر ہوا باز کی نگرانی میں بھیجیں جو کسی قریبی ائیر پورٹ پر رکنے کے بعد ماکوندو میں اترے گا۔ اپنے منصوبوں اور اپنے حساب کتاب کے ایک سال تک وہ گلیوں میں گھومتا رہا۔ اس کی نظریں آسمان پر جمی ہوتیں۔ کان آواز پر لگے ہوتے۔ اسے خط و کتابت پر اعتماد کرتے ہوئے یقین تھا کہ ماکوندو کی فضاؤں میں کسی بھی وقت ہوائی جہاز نظر آئے گا۔

اگرچہ امرانتا ارسلا کو پتہ بھی نہ چلا کہ وہ ارلیانو کی زندگی میں کیا انقلابی تبدیلی لے کر آئی ہے۔ جوزے ارکیدو کی موت کے بعد ارلیانو عقل مند کیٹالونین کے بک سٹور کا مستقل گاہک تھا۔ آزادی کے ایک احساس نے اور خصوصاً وقت کے بارے یہ احساس ابھرا کہ وہ جیسا چاہے' اسے استعمال کر سکتا ہے۔ اسی احساس نے ارلیانو کے ذہن میں اس بستی کے بارے اشتیاق بھر دیا لیکن اسے کہیں حیرانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہ تنہا گرد آلود گلیوں میں گزرتا اور اجڑے گھروں کے اندر سائنسی انداز میں کھوجتا جاتا۔ وہ زنگ آلود سٹیل کی

کھڑکیوں کے اندر جھانکتا، مرتے پرندے، ماضی میں کھوئے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھتا۔ وہ بنانا کمپنی کے زمانے کی بستی کی شان و شوکت کے بارے کھنگالتا۔ بنانا کمپنی کے زمانے کا خشک سوئمنگ پول مردوں اور عورتوں کے پرانے جوتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان پرانے گھروں پر کائی سوتی رہتی۔ اس نے ایک جرمن شیفرڈ کتے کا ڈھانچہ دیکھا جو اب بھی زنجیر سے بندھا ہوا تھا۔ قریب ہی ایک ٹیلی فون مسلسل بج رہا تھا۔ جب اس نے ریسیور اٹھایا تو بہت دور سے کوئی عورت انگریزی میں بول رہی تھی۔ ارلیانو نے جواب دیا کہ ہاں! ہڑتال ختم ہو چکی ہے۔ تین ہزار ہڑتالیوں کو قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا۔ بنانا کمپنی یہ دیش چھوڑ کر چلی گئی اور پچھلے کئی برسوں سے ماکوندو میں بہت امن ہے۔

آوارہ گردی کے دوران وہ طوائفوں کے علاقے میں بھی گیا۔ جہاں کسی زمانے میں اپنی تسکین کے لئے نوٹوں کے بنڈل اچھالے جاتے تھے۔ اب پوری بستی میں اس گلی کی حالت سب سے زیادہ پتلی تھی۔ وہاں اب بھی چند سرخ بتیاں جل رہی تھیں۔ وہاں تباہ شدہ ڈانس ہال اپنی بے بسی پر رو رہے تھے۔ اب بھی چند موٹی اور بوڑھی نائکائیں، فرانسیسی دادیاں اور بابل کی مامائیں فونوگرف کے ساتھ بیٹھی اونگھ رہی تھیں۔ وہاں ارلیانو کو اپنے خاندان کے کسی مرد سے ملتی جلتی کوئی شکل نظر نہ آئی۔ یہاں تک کہ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کے نقوش بھی نہ ڈھونڈھ پایا۔ اس نے ایک بوڑھا ویسٹ انڈین نیگرو دیکھا جس کے روئی کے سے بالوں کو دیکھ کر کسی فوٹو کے نیگیٹو کا گمان گزرتا تھا۔ وہ اپنے گھر کے باہر بیٹھا ابھی تک سلام دکھی آواز میں گا رہا تھا۔ ارلیانو اس کے ساتھ پاپیامنٹو میں بات کرتا رہتا۔ اس نے یہ زبان چند ہفتوں میں سیکھ لی۔ ارلیانو کبھی کبھار چوزوں کے سر کا سوپ بھی اس سے لے کر پیتا۔ یہ سوپ اس کی بیوی تیار کرتی تھی۔ اس نے مضبوط کاٹھی کی ایک کالی عورت دیکھی۔ اس کے کولھے بہت بھاری تھے۔ اس کی چھاتیاں تربوزوں کی طرح تھیں۔ گول گول سی۔ اس کے گول سر کے بال تاروں کی طرح سخت اور گھنگھریالے تھے جیسے قرون وسطیٰ کے جنرل اپنے سر پر خود پہنا کرتے تھے۔ اس کا نام نیگرامانتا تھا۔ ان دنوں ارلیانو کا گزارا گھر میں موجود چاندی کے برتنوں، موم بتیوں اور دوسرے سامان وغیرہ کو بیچ کر ہو رہا تھا۔ اکثر اوقات اس کی جیب خالی رہتی۔ وہ مارکیٹ کے پیچھے جا کر لوگوں سے چوزوں کے سر مانگ لیتا جو وہ کوڑے کرکٹ میں پھینکنے کے لئے آتے۔ وہ ان سروں کو نیگرامانتا کے پاس لے جاتا۔ وہ پرسلین اور مسالے ڈال کر سوپ بنا دیتی۔ جب نیگرو مر گیا تو اس نے گھر جانا بند نہ کیا۔ وہ چوک میں

سیاہ بادام درختوں کے نیچے چلتا نیگرامانتا کے ہاں جاتا۔ درختوں کے نیچے کھڑے ہو کر کسی جنگلی جانور کی طرح سیٹی بجا کر الوؤں کو ڈراتا۔ کئی مرتبہ وہ رات کو وہیں رہ جاتا۔ چوزوں کے سروں کے بارے پاپیامنٹو میں مرغیوں کے سروں کے سوپ اور اس قسم کی دوسری باتیں کرتے تھے۔ وہ اسی طور اس گھر میں جاتا رہتا لیکن نیگرامانتا نے اسے آنے سے منع کر دیا کہ اس کے گاہک خراب ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات ارلیانو بے قابو ہو جاتا اور خود نیگرامانتا کو بھی اس سے مل کر یوں لگتا جیسے ماضی اور نسٹلجیا ہی ان کی قدر مشترک ہے۔ رشتہ ہیں۔

ارلیانو نے اس کے ساتھ کبھی ہم بستری نہیں کی۔ جب امرانتا ارسلا ماکوندو لوٹی اور اس سے گلے ملی تو اس وقت تک وہ بالکل کنوارا تھا۔ گلے ملتے ہی اس کی سانس رک گئی۔ وہ ہر لمحے اسے ڈھونڈھتا رہتا۔ جب اس نے بالکل نیا ڈانس اسے دکھایا تو ارلیانو کی حالت بہت بری تھی۔ اس کے اندر ہڈیوں میں بالکل ویسی ہی سنسناہٹ پھیل گئی جیسی پہلی مرتبہ گودام میں پیلار ترنیرا قسمت کے پتوں کا بہانہ بنا کر اس کے پڑداوا کو لے گئی تھی۔ اس عذاب سے بچنے کے لئے وہ دستاویزات میں اور گم ہوتا گیا اور پھر وہ اس چیونٹی کے پیچھے پڑ گیا جو اپنی بھنبھناہٹ سے ارلیانو کی نیندوں میں زہر گھولتی تھی۔ وہ اس سے جتنا دور جانے کی کوشش کرتا۔ اس کے اندر خوبصورت قہقہے' خوبصورت بلی کی سی غراہٹ اور بے انت خوشی اور محبت میں ڈوبے گیتوں کی آواز عذاب بن کا اترتی۔ وہ محبت میں ڈوبا ہر وقت بوکھلایا سا گھر میں پھرتا رہتا۔ ایک رات اس کے بستر سے صرف تیس فٹ کے فاصلے پر وہ کپڑے اتارے سلور ورکشاپ کے بنچ پر لیٹے رہے۔ ان کے وحشیانہ پیار سے بوتلیں ٹوٹ گئیں اور پھر وہ میوریٹک ایسڈ کے پول میں پڑے پیار کرتے رہے۔ اس رات ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی آنکھ نہ لگی۔ اگلے دن وہ غصے کی وجہ سے بخار میں پھنکتا رہا۔

پہلی رات جب وہ نیگرامانتا کے لئے بادام کے درختوں کے سایے تلے کھڑا انتظار کر رہا تھا تو اسے سب کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ ماوراء سا۔ وہ بے یقینی کا شکار تھا۔ اس کی مٹھی میں ایک پیسو اور پانچ سینٹ دبے ہوئے تھے۔ اس نے امرانتا ارسلا سے صرف اتنے ہی مانگے تھے۔ دوسرے لفظوں میں' وہ امرانتا ارسلا کو اس مسئلے میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی بے عزتی کرنا چاہتا تھا۔ کسی نہ کسی طریقے سے اس کے ساتھ سنگت چاہتا تھا۔ نیگرامانتا اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔ بتیاں جلائیں۔ اس کی چارپائی پر پڑا بستر بدکاری کے گند کی وجہ سے

لتھڑا ہوا تھا۔ نیگرامانتا کا بدن کسی جنگلی کتیا کی طرح سخت تھا۔ اندر سے مڑا تڑا۔ اس نے ارلیانو سے کسی ڈرے ہوئے بچے کی طرح سلوک کیا۔ اچانک اسے لگا جیسے انتہائی طاقتور، راکھشش انسان اس کے اندر زلزلے پیدا کر رہا ہے۔

ان میں دوستی ہو گئی۔

ارلیانو صبح کے وقت اپنی کتابوں میں گم رہتا۔ سہ پہر کو وہ نیگرامانتا کے بیڈ روم میں جا گھستا۔ وہ اسے پیار کرنے کے طریقے بتاتی کہ کیچوے کیسے پیار کرتے ہیں۔ گھونگھے کیسے پیار کرتے ہیں، آخری نشست کیکڑے کے سے انداز میں جمتی۔ پھر وہ بستر سے اٹھ جاتی اور آوارہ گردوں کے ساتھ رات گزارنے کے لئے اپنے دھندے میں لگ جاتی۔ کئی ہفتوں کے بعد ارلیانو نے دیکھا کہ نیگرامانتا کی کمر کے اردگرد چیلو کے دھاگوں سے بنی سٹیل کی طرح سخت ایک بیلٹ بندھی ہے۔ وہ بیلٹ یوں بندھی تھی جیسے وہ پیدائش کے وقت سے اس کی کمر کے گرد باندھی گئی ہو۔ وہ پیار کرنے کے بعد بستر میں ننگے لیٹے چگتیے رہتے۔ اتنی گرمی میں جسی چھت پر گرد سے بنے ستارے چمکتے رہتے۔ اتنے مضبوط اور طاقتور آدمی سے نیگرامانتا کا واسطہ پہلی مرتبہ پڑا تھا۔ وہ لمحوں میں چرمرا کر رہ جاتی۔ خود اس کے بقول کہ خوشی سے مرنے کو دل کرتا۔ جب امرانتا ارسلا کے تصور میں ارلیانو اس کے ساتھ لیٹتا تو وہ کسی رومانی جنون کا شکار ہو جاتی لیکن ارلیانو اپنے جنون کا علاج نہ کر پاتا۔ وہ محبت کے کسی افق پر کسی گھاؤ کی طرح امرانتا ارسلا اندر سے اور گھائل کرتی رہتی۔ نیگرامانتا اس سے سرگرمی سے محبت کرتی لیکن اپنے معاملات میں وہ بہت سخت تھی۔ جس دن ارلیانو کے پاس رقم نہ ہوتی۔ اس کے بل میں جمع کر دی جاتی۔ اس کا بل نمبروں میں نہیں تھا بلکہ وہ دروازے کے اندرونی حصہ پر ناخن سے نشان لگا دیتی۔

شام کو وہ درختوں کے نیچے اندھیرے میں چلتا چوک سے آگے جا رہا ہوتا۔ پورچ میں وہ کسی اجنبی کی طرح گزرتا۔ امرانتا ارسلا اور گیسٹن عام طور پر اسی وقت کھانا کھاتے تھے۔ لیکن اس وقت وہ دروازہ بند کر کے کمرے میں جا چکے تھے۔ اس رات وہ پڑھ سکا اور نہ کچھ لکھ سکا۔ بند کمرے سے آنے والے قہقہے، سرگوشیوں اور شروع کی چھیڑ خانیوں کی وجہ سے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا۔ راتوں کو پورے گھر میں مدہوشی تیرتی۔ یہ دو سال پار کی بات ہے۔ پھر گیسٹن نے ہوائی جہاز کا انتظار شروع کر دیا۔ سہ پہر کو بالکل اسی انداز میں ارلیانو کتالونین کے بک سٹور پر گیا۔ وہاں کرائے کی کتابیں لینے والے لڑکے اس بحث میں ایک دوسرے

کے خلاف دلائل دے رہے تھے کہ آخر قرون وسطیٰ میں کاکروچ مارنے کے لئے کیا طریقے استعمال ہوتے تھے۔ بوڑھا بک سیلر ارلیانو کا ان کتابوں کے بارے جنون جانتا تھا۔ جو بیڈ جیسے شخص کے زیر مطالعہ رہی تھیں۔ اس نے ارلیانو سے بحث میں حصہ لینے کے لئے کہا۔

اس نے سانس لئے بغیر کاکروچ کے بارے بولنا شروع کر دیا کہ کاکروچ اس دھرتی پر اترنے والا سب سے قدیم کیڑا ہے۔ کتاب مقدس میں اسے جوتے سے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کاکروچ کی کچھ اقسام تمام ذرائع کے باوجود ختم نہ ہوئیں۔ پھر ٹماٹر کے سلائس بنا کر اس میں آٹا اور چینی رکھی جاتی۔ دنیا کے آغاز سے بشمول خود انسان کے جتنے بھی جاندار تھے۔ ان میں سے ایک ہزار چھ سو تین جاندار ایسے تھے جو موت کے خلاف لڑتے رہے۔ اگرچہ افزائش نسل کا بہترین شعور خود انسان کو تھا۔ اس کی جبلت میں یہ بھی طے تھا کہ کاکروچ کی نسل ختم کر دی جائے لیکن موخرالذکر نے انسان کے اس چسکے سے بچ کر اندھیرے میں پناہ لے لی۔ انسان کے اندھیرے سے فطری خوف کی وجہ سے وہ محفوظ تھا۔ سہ پہر کی روشنی ہمیشہ ان کے لئے موت تھی اور قرون وسطیٰ سے بھی پہلے کے دور سے لے کر آج تک کاکروچ کو مارنے کا سب سے بہترین اور موثر طریقہ سورج کی روشنی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا کی یہ شرح دوستی کا نقطہ آغاز تھا۔ ارلیانو سہ پہر کو اپنے ان چار علم دوست لڑکوں کے ساتھ جا بیٹھتا۔ وہ الوارو' جرمن' افانسو اور گبرئیل تھے۔ ارلیانو کی زندگی میں یہی لوگ پہلے اور آخری دوست تھے۔

ارلیانو جیسے انسان کے لئے' جو حرف کی صداقت پر یقین رکھتا تھا۔ اب اس کی زندگی بک سٹور میں شروع ہونے والے تیز و تند سیشن سے شروع ہوتی اور طوائف کی گود میں جا کر ختم ہوتی۔ یہ زندگی انکشافات کی دنیا تھی۔ اب آ کر یہ بات سمجھ میں آئی کہ لوگوں کے لئے خوشی کا سامان پیدا کرنے کے لئے لٹریچر سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ الوارو نے ایک رات انتہائی جذباتی ہو کر یہ بات کہی۔ ابھی ارلیانو یہ بات نہ سمجھ پایا تھا۔ وہ کٹالونین جیسے سیانے شخص کی مثال دے رہے تھے۔ جس کا کہنا تھا۔ دانائی کسی بڑی ایجاد کے لئے نہیں ہے تو فضول ہے۔

جس سہ پہر ارلیانو کاکروچ کے بارے گفتگو کر رہا تھا۔ بات چلتے چلتے ماکوندو سے ہٹ کر بنے قحبہ خانے تک پہنچ گئی' جہاں کی لڑکیاں بھوک کی وجہ سے مردوں کے ساتھ سوتی تھیں۔ قحبہ خانے کی مالکن کا کام صرف دروازہ کھولنا اور بند کرنا تھا۔ اس کی دلکش مسکراہٹ

اس کے گاہکوں کی خوش اعتقادی کی وجہ سے تھی- یہ پکی بات سمجھی جاتی تھی کیونکہ وہاں کا سارا ماحول افسانوی سا لگتا- ہر چیز غیر حقیقی تھی- فرنیچر ایسا کہ اگر کوئی اس پر بیٹھتا تو ٹوٹ جاتا- فونو گراف مرغی کے انڈے دینے کی جگہ تھی- پائین باغ میں کاغذی پھول تھے- دیواروں پر ٹنگے کیلنڈر بنانا کمپنی کی آمد سے بھی برسوں پہلے کے تھے- فریموں میں ایسے میگزین کی تصویریں لگائی گئی تھیں- جن کو اشاعت کبھی نصیب نہ ہوئی- جب انہیں مالکن بتاتی کہ گاہک لگ چکے ہیں تو چھوٹی چھوٹی جسم فروش لڑکیاں قریب کے گھر سے آ جاتیں- وہ لڑکیاں بھی عجیب مخلوق تھیں جب پانچ سال کی عمر کے پھولوں والے لباس پہن کر آتیں- وہ اپنے کپڑوں کو اسی معصومیت سے اتارتیں، جس انداز سے انہوں نے پہنے تھے اور ہم بستری کے پہلے ہلارے میں وہ اپنی کیفیات بتاتیں کہ ان پر چھت گرتی محسوس ہوتی ہے- جوں ہی ان کو ایک پیسو اور پچاس سینٹ ملتے- وہ پنیر کے رول پر خرچ کر دیتیں- یہ رول ان کی مالکن انہیں بیچتی- صرف اسے ہی معلوم تھا کہ یہ رول کتنے گھٹیا طریقے سے بنتے ہیں- ارلیانو کی زندگی ملکیا دیس کے کمرے میں موجود کتابوں سے شروع ہوتی اور نگرامانتا کے بستر تک جا کر ختم ہو جاتی لیکن اب وہ بھی اس تصوراتی قحبہ خانے کے شکنجے میں گرفتار تھا- اس کی احمقانہ سوچ نے اپنے لئے یہی علاج تجویز کیا- شروع شروع میں جب وہ اس دنیا میں پہنچا، تو نا تکہ محبت کے گرم ترین لمحوں کے دوران کمرے میں آن دھمکتی اور چس کے انتہائی نازک انداز کے بارے ہر قسم کے تبصرے کرتی- رفتہ رفتہ اس دنیا سے وہ اتنا آشنا ہو تا گیا کہ ایک رات وہ دوسروں کی نسبت زیادہ بدمست تھا اس نے استقبالیہ کے کمرے میں اپنے کپڑے اتارے اور اپنے ناقابل یقین بڑے لنگ کے اوپر بیر کی بوتل رکھ کر پورے گھر میں دوڑتا پھرا- اس نے بدتمیزی کو ایسا انداز دان کیا کہ ایک بار جرمن نے گھر کو اس نظریہ کی تصدیق کے لئے جلانے کی کوشش کی کہ مادی اشیاء وجود ہی نہیں رکھتیں- الفانسو نے طوطے کی گردن مروڑ کر اسے چکن سوپ کے برتن میں ڈال دیا جو گرم کرنے کے لئے رکھا تھا- لیکن نا تکہ اپنی ملکوتی مسکراہٹ میں ڈوبی رہتی- اس نے انہیں کبھی سرزنش کی، نہ کبھی انہیں کسی بات سے منع کیا-

اگرچہ ارلیانو اپنے تمام چار دوستوں سے انتہائی محبت اور پیار کرتا بلکہ وہ سب کو دو جان یک قالب سمجھتا لیکن دوسروں کی نسبت گبریل کے زیادہ قریب تھا- یہ تعلق اس رات بندھا جب کرنل ارلیانو بوئندا کا ذکر چلا اور واحد گبریل تھا جس نے اس کی بات کا اعتبار کیا- خود

نا ئکہ بھی اس گفتگو میں شریک ہو گئی ورنہ وہ ان کی بحثوں میں کبھی شامل نہ ہوتی۔ انہوں نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا کہ انہوں نے کرنل ارلیانو بوئندا کا نام کبھی سنا تھا۔ جس کے بارے کہا جاتا تھا کہ گورنمنٹ نے لبرل کو قتل کرنے کے لئے اس کا بت گھڑا تھا۔ لیکن اس کے برعکس گبریل کو کرنل ارلیانو بوئندا کی شخصیت کے بارے کسی قسم کا کوئی شک نہیں تھا کیونکہ جنگ کے دوران اس کا پردادا کرنل گرینلڈو مارکیز اس کا سب سے بہترین دوست تھا۔ جب مزدوروں کے قتل عام کی بات چلی تو گفتگو اور تلخ ہو گئی۔ جب کبھی ارلیانو اس مسئلے پر بات کرتا تو نا ئکہ یا اس سے بڑی عمر کے لوگ سٹیشن پر ہونے والے قتل عام اور لاشوں کی دو سو بوگیوں کے واقعے کو نہ مانتے بلکہ سختی سے رد کر دیتے۔ آخر ہر بات جیوڈیشل کاغذات میں آن رکتی۔ یہی واقعہ پرائمری سکول کے نصاب میں درج تھا۔ ان کتابوں میں یہاں تک لکھا تھا کہ بنانا کمپنی کا تاریخ میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس طرح ارلیانو اور گبریل ایک ایسے رشتے سے بھی بندھے تھے جو حقائق کا رشتہ تھا۔ جنہیں کوئی نہیں مانتا تھا۔ وہ اس دنیا میں پہنچ چکے تھے، جس کو ختم ہوئے جگ بیت چکے تھے لیکن ان کے نسٹلجیا میں محفوظ تھی۔

گبریل جہاں پر سر ٹکاتا اسے نیند آ جاتی۔ ارلیانو اسے کئی مرتبہ سلور ورکشاپ میں لے آیا۔ جہاں وہ کمروں میں روحوں کے چلنے پھرنے کی وجہ سے ساری رات جاگتا رہا۔ پھر ارلیانو اسے نگرامانتا کے ہاں لے گیا۔ جب وہ فارغ ہوتی۔ اسے لتھڑے ہوئے کمرے میں لے جاتی۔ نگرامانتا گبریل کے لئے ارلیانو کے بل میں دروازے کے پیچھے بچ جانے والی تھوڑی سی جگہ پر کھڑی لکیریں کھینچ دیتی۔

ان کی بے ترتیب زندگی کے باوجود' کیٹالونین کے کہنے پر پورا گروپ مستقل بنیادوں پر کوئی کام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے پاس کلاسیکی ادب کے ایک سابق پروفیسر ہونے کا تجربہ تھا۔ اس کے پاس نایاب کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ وہ تمام رات انہیں سینتیس ڈرامائی صورت حال کے تجزیے اور تلاش کے لئے الجھاتا رہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ بستی میں کوئی بھی پرائمری سکول سے آگے جانے کی کوشش نہیں کرتا۔

ارلیانو دوستی کے رشتہ سے آشنا ہونے کے بعد اس خوبصورت دنیا میں ڈوبا ہوا تھا جو فرنینڈا کے ظالمانہ اقدام کی وجہ سے اب تک اس کی آنکھوں سے اوجھل تھی۔ جب انہوں نے تمام شاعری کے منتخب مصرعوں کے ذریعے پیشن گوئی کرنے کے بارے کام شروع کیا تو

ارلیانو نے اپنی کتابوں کے ذخیرے سے اپنے مطلب کی کتابیں علیحدہ کیں اور سوچا کہ اس بات کی وجہ سے وہ قحبہ خانے کی رنگینیوں کو چھوڑے بغیر بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ اس نے ملکیا دیس کا کمرہ دوبارہ کھول لیا' اس نے فیصلہ کر لیا کہ جب تک مسئلے کی تہہ تک نہیں پہنچتا وہ باہر نہیں نکلے گا۔ انہی دنوں گیسٹن نے ایئرو پلین کا انتظار شروع کیا تھا۔ امرانتا ارسلا تنہائی کی شکار تھی۔ ایک صبح وہ کمرے میں آ گئی۔

"ہیلو۔ کانئی بال۔" اس نے ارلیانو سے کہا۔ "اپنے پنجرے میں لوٹ آئے؟"

اپنے ڈیزائن کئے لباس میں وہ انتہائی دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے کمر کے مہروں کا خود ساختہ ہار پہنا ہوا تھا۔ اب اسے اپنے شوہر کی وفاداری کا یقین تھا۔ اس نے گیسٹن کی گردن سے پٹی اتار دی تھی۔ ماکوندو میں اپنی آمد کے بعد آج وہ پہلی مرتبہ بہت پرسکون نظر آ رہی تھی۔ ارلیانو نے اس اور دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ امرانتا ارسلا نے اپنی کہنی میز پر ٹکائی۔ وہ ارلیانو کے اتنے قریب تھی۔ اپنے بدن سے اتنی بے بس نظر آتی تھی کہ ارلیانو اس کے بدن سے اٹھنے والی چرمراتی آوازیں کشید کرتا رہا۔ وہ ان دستاویزات کو دیکھتی رہی۔ اپنی بے چینی پر قابو پانے کے لئے ارلیانو نے آخری کوشش کی۔ آواز اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اس کی زندگی مشروط ہو گئی۔ وہ سنسکرت کے تقدس کے بارے میں اسے بتاتا رہا۔ ارلیانو کے نزدیک مستقبل کے بارے میں سائنسی بنیادوں پر بروقت بتایا جا سکتا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے روشنی کے سامنے کاغذ رکھ کر اس کی دوسری طرف کی تحریر پڑھی جا سکتی ہے۔ ارلیانو نے اسے اس امر کی ضرورت کے بارے میں بتایا کہ پیشن گوئیوں کو کھولنے کا مسئلہ ہے۔ آسان اور عام فہم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح اپنا تحفظ ممکن ہے۔ ارلیانو نے ناسٹرڈیمس کی "صدیوں" اور کنٹابریا کی تباہی کے بارے سینٹ میلانوس کی پیشن گوئیوں کے بارے بتاتا رہا۔

اچانک بالکل اچانک' اپنی گفتگو روکے بغیر' اس کے اندر صدیوں سے موجود ایک سرسراتی سی لہر ابھری۔ اس نے ہاتھ امرانتا ارسلا کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ اس نے سوچا' تمام عذاب کا یہی علاج ہے۔ جو ہونا ہے آج ہو جائے۔ امرانتا ارسلا نے اس کی پہلی انگلی معصومیت اور پیار سے پکڑ لی' جیسے وہ بچپن میں کیا کرتی تھی۔ جب تک ارلیانو اس کے سوالوں کا جواب دیتا رہا۔ انگلی برف کی طرح جمی رہی۔

لمحے تھم گئے۔

ارلیانو نے محسوس کیا جیسے ان پر برفیلی انگلیوں کا یہ سایہ کہیں جا کر منجمد ہو گیا ہے پھر وہ لمحاتی خواب سے جاگی اور اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "چیونٹیاں۔" اس نے اچانک کہا۔

وہ مسودے کے بارے بھول گئی۔ وہ لہراتی، رقص سا کرتی دروازے کی طرف گئی اور پھر اس نے اپنے بوسوں کو انگلیوں کے پوروں پر انڈیل کر ارلیانو کی طرف اچھال دیئے۔ جس طرح ایک سہ پہر اس نے برسلز جاتے وقت اپنے باپ کو خدا حافظ کہا تھا۔

"مجھے بعد میں سنانا۔" امرانتا ارسلا نے کہا۔ "میں بھول گئی کہ آج میں نے دیمک اور چیونٹیوں کے بلوں پر چونا ڈالنا تھا۔"

جب امرانتا ارسلا کو گھر کے اس حصے میں کوئی کام پڑتا تو وہ کبھی کبھار ارلیانو کے کمرے میں آ جاتی۔ وہ وہاں کچھ دیر تک ٹھہر جاتی۔ اس کا شوہر آسمانوں کو کھوج رہا تھا۔ اس مثبت تبدیلی کے بعد ارلیانو ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ ورنہ امرانتا ارسلا کی آمد کے ایک ماہ بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ گیسٹن اس کی آمد پر بہت خوش تھا۔ کھانے کے بعد وہ گھنٹہ بھر باتیں کرتے رہتے۔ گیسٹن کو اپنے پارٹنر کے دھوکہ دینے کا شک تھا۔ گیسٹن کے پارٹنرز نے اسے اطلاع بھجوائی تھی کہ انہوں نے ائیرو پلین ایک بحری جہاز کے ذریعے روانہ کر دیا ہے لیکن شپنگ ایجنٹ کے بقول کاریبین بحری جہازوں کی فہرست میں وہ ائیرو پلین شامل نہیں ہے۔ اس کے کھاتہ داروں کا اصرار تھا کہ انہوں نے ائیرو پلین بھجوا دیا ہے۔ اب ان کو غلط فہمی تھی کہ گیسٹن اپنے خطوط میں جھوٹ کا سہارا لے رہا ہے۔ خط و کتابت شک کے اس درجے تک پہنچ گئی کہ اس نے خطوط نہ لکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے جلد ہی برسلز جا کر سارے معاملات طے کرنے کا سوچا۔ اس نے یقین ظاہر کیا کہ اس کی واپسی اسی ائیرو پلین سے ہو گی۔

منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔

امرانتا ارسلا ماکوندو میں رہنے کی قیمت پر اپنے شوہر کو داؤ پر لگا دیا۔ ابتدائی دنوں میں خود ارلیانو بھی لوگوں کی اس رائے سے متفق تھا کہ گیسٹن ایک سائیکل چلانے والا بے وقوف سا انسان ہے لیکن ارلیانو کو اس سے ایک عجیب سی ہمدردی تھی۔ جب قحبہ خانے میں اسے انسانی فطرت آشکار ہوئی۔ اس نے سوچا گیسٹن کی منکسرالمزاجی کے تانے اس کے بے قابو جذبات سے جا ملتے ہیں۔ جب ارلیانو اس کے اور قریب ہوا تو اسے لگا کہ اس کا موجودہ

چہرہ اور اس کا مودبانہ انداز اس کے اصلی چہرے اور کردار کے بالکل برعکس ہے۔ ارلیانو نے محسوس کیا کہ اس کے اندر کینہ پرور قسم کا کوئی شک ہے اور یہ ایرو پلین کا انتظار محض ایک ڈرامہ ہے۔ ارلیانو نے اندازہ لگایا کہ گیسٹن جتنا بے وقوف نظر آتا ہے وہ اتنا ہی مستقل مزاج، قابل اور صابر انسان ہے۔ جس نے اپنی روحانیت کے زور پر اپنی بیوی کا دل جیتا ہے۔ اس نے کبھی اپنی بیوی کی کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ اسے بے انتہا آسائشیں دیں۔ اسے مکڑی کی طرح اپنے جال میں پھنسنے دیا۔ جب وہ اپنی خواہشات کی غلام بن گئی تو پھر اسے قابو کرنا مشکل نہیں تھا۔ وہ خود ہی یورپ واپس جانے کے لئے تیار ہو جاتی۔ گیسٹن کے بارے اس کی ہمدردی اب شدید نفرت میں بدل گئی۔ گیسٹن کا طریقہ واردات اتنا موثر اور شدید تھا کہ ارلیانو نے امرانتا ارسلا کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ارلیانو کے اندر شدید محبت، حسد اور بے یقینی کا احساس کئے بغیر شکوک و شبہات کا مذاق اڑاتی رہی۔ وہ ارلیانو کے دل میں جگہ بنا چکی تھی۔ ایک بار آڑو کے سلائس کے بیج نکالتے ہوئے اس کی انگلیوں میں سوئی چبھ گئی۔ ارلیانو نے بہتا خون جھک کر چوسنا شروع کیا تو امرانتا ارسلا کی کمر میں سردی کی ایک لہر سی گزر گئی۔

"ارلیانو۔" وہ پریشان سی ہوئی اور پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ "لگتا ہے تمہارے دماغ میں کوئی کیڑا ہے۔"

پھر ارلیانو پھٹ پڑا۔ اس نے امرانتا ارسلا کے زخمی ہاتھ کو چومنا شروع کر دیا اور پھر اپنے دل کے چھپے خانے وا کر دیئے۔ اس جذبے کو آشکار کیا جو کتنے عرصے سے اس کے اندر موجزن تھا۔ اپنا زخمی اندر دکھایا اور اس خوفناک کیڑے کے بارے بتایا جو اس کا خون چوس رہا تھا۔ اسے بتایا کہ وہ کس طرح اپنی تنہائی سے ہار کر آدھی رات کو روتا رہتا اور پھر باتھ روم میں امرانتا ارسلا کے خشک ہونے کے لئے ٹنگے ہوئے انڈر ویئر پر اپنے جذبے بہا دیتا۔ اس نے کہا کہ کس طرح وہ اپنے عذاب سے بچنے کے لئے نیگرامانتا سے بلی کی طرح غرانے کے لئے کہتا۔ اس دوران ارلیانو کے کانوں میں "گیسٹن" کے الفاظ گونجتے رہتے۔ اس کی خوشبو محسوس کرنے کی خاطر قحبہ خانے میں بھوک کی وجہ سے ساتھ لیٹنے والی لڑکیوں کی گردنیں سونگھتا رہتا۔ ان بے قابو جذبات کے اظہار سے خوف زدہ ہو کر، امرانتا ارسلا اپنی انگلیاں شیل فش کی طرح بند کر رہی تھی اور کھول رہی تھی۔ پھر اس کا زخمی ہاتھ درد کی زنجیروں سے آزاد ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں زمرد اور پکھراج کی سی پتھریلی سختی تھی۔

"بے وقوف۔" اس نے کہا۔ "میں یہاں سے جانے والے پہلے بحری جہاز پر بلجیم جا رہی ہوں۔"

انہی دنوں الوارو کٹالونین کے بک سٹور پر آیا اور آتے ہی اپنی نئی دریافت کا اعلان کیا۔ اس زولوجیکل براتھل کا نام "گولڈن چائلڈ" تھا۔ یہ ایک بڑا سا اوپن ایئر سیلون تھا۔ جس میں کم از کم دو سو کے قریب بگلے تھے جو پوچھنے پر وقت بتاتے۔ ڈانس فلور کے اردگرد تاریں تھیں۔ کائی زدہ پانی کے اردگرد مختلف رنگ کے بگلے پھرتے۔ پانی میں بڑے بڑے مگرمچھ' اژدہا تھے اور اس چھوٹے سے سمندر میں چھوٹی چھوٹی چمکدار مچھلیاں تیرتی رہتیں۔ وہیں ایک بڑا منکسرالمزاج قسم کا سفید کتا تھا۔ جو اپنی خوراک کے لئے ہر خدمت کے لئے تیار رہتا۔ ماحول اتنا گھمبیر تھا جیسے اسے تخلیق ہوئے دیر نہیں لگی۔ خوبصورت ملاتو لڑکیاں سرخ پتوں میں ناامیدی کے باوجود انتظار کرتی ہیں۔ اور پھر فونوگراف پر محبت کے وہ بھولے بسرے گیت جو انسان اپنی پہلی جنت میں بھول آئے تھے۔ پہلی رات جب ان دوستوں کا گروپ خوابوں کے سے اس جزیرے میں اترا تو انٹرنس راکنگ چیئر پر بیٹھی بوڑھی نے محسوس کیا کہ وقت دوبارہ اپنے آغاز کو لوٹ آیا ہے۔ ان پانچ لڑکوں میں سے ایک لڑکا دیکھا۔ ابھری ہوئی ہڈیاں' زرد زرد سا' اس کے گالوں کی ہڈیاں تاتاریوں کی طرح تھیں۔ اس کائنات کی تخلیق کے وقت سے اترنے والی تنہائی اس کے اندر حلول کر گئی تھی۔

"او میرے خدا۔" اس بوڑھی عورت نے ٹھنڈی سانس لی۔ "یہ ارلیانو ہے۔"

اس نے کرنل ارلیانو بوئندا کو جنگ کے دنوں سے قبل ایک لیمپ کی دھندلی روشنی میں دیکھا تھا۔ یہ کرنل ارلیانو بوئندا کی عظمت' مشہوری اور اس کے بارے کہانیوں اور داستانوں سے بہت پہلے کی بات تھی۔ جب وہ اس کے کمرے میں آیا اور اس نے اپنی زندگی کا پہلا حکم دیا تھا۔ پیار' خواہش اور محبت کا پہلا حکم۔ یہ پیلار ترنیرا تھی۔ وہ کرنل ارلیانو بوئندا کو دوسری مرتبہ دیکھ رہی تھی۔

برسوں قبل اسے اندازہ تھا کہ اس کی عمر ایک سو پینتالیس سال ہے۔ پھر اس نے اپنی عمر کے بارے اندازہ کرنا ختم کر دیا۔ وہ ایک منجمد اور ساکن "وقت" کی گود میں بیٹھی اپنی یادیں کریدتی رہتی۔ اس کی بقیہ زندگی اس پر آشکار تھی بلکہ اب وہ مستقبل کے بارے تفکرات سے بھی آزاد تھی۔ وہ تاش کے پتوں اور اپنی سانس کے تسلسل اور خراٹوں سے بے زار تھی۔

اس رات کے بعد ارلیانو نے اپنی ان جانی پڑدادی کی محبت' خلوص اور چاہت کے دائروں میں پناہ لے لی۔ پیلار ترنیرا راکنگ چیئر پر بیٹھی ماضی میں گم بوئندا خاندان کے عروج و زوال پر سوچتی رہتی۔ ماکوندو کی تاریخ بنتی رہتی جو اب تاریخ کا حصہ بن چکا تھا۔ جب گرمجھ الوارو کے خوفناک قہقہے سے ڈرے اور الفانسو نے وہاں موجود غیر مقامی بگلوں کے بارے کہانیاں سنانا شروع کیں جو ہر وقت ان چاروں پر نظریں جمائے رہتے۔

گبریل اس ملاتو لڑکی کے کمرے میں گھسا رہتا جو اس سے ہم بستری کے بدلے رقم کی بجائے اپنے بوائے فرینڈ کو خط لکھواتی تھی۔ جو سمگلنگ کرتے ہوئے اورناکو کے بارڈر گارڈ کے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔ اور قید کے دوران اسے چمبرپاٹ پر بٹھایا گیا تو چمبرپاٹ انسانی فضلے کے ساتھ ساتھ ہیروں سے بھر گیا۔ اس قحبہ خانے کی نا نکہ سے ارلیانو کو اتنی مادرانہ محبت ملتی کہ اپنے عذاب دنوں میں اس سے بہتر جگہ اور کہیں نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ کو اس تعلق کی وجہ سے بہت اچھا محسوس کرتا اور امرانتا ارسلا کی وجہ سے دکھ کا مداوا اس جگہ سے بہتر کہیں ممکن نہیں تھا۔ وہ یہ کہانی کسی کو سنانا چاہتا تھا تاکہ اس کے سینہ میں لگی گرہ کھل سکے۔ وہ پیلار ترنیرا کی گود میں لیٹا اپنا دکھ آنسوؤں میں بہاتا رہتا۔ وہ اسے تسلی دیتی' اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی اور اس کی محبت کی کہانی سنے بغیر اس نے ساری بات جان لی۔ انسانی تاریخ میں یہی سب سے بڑا دکھ ہے۔

"ٹھیک ہے۔ میرے بچے۔" اس نے کہا۔ "اب بتاؤ۔ وہ ہے کون؟"

جب ارلیانو نے بتایا تو پیلار ترنیرا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ ایک پرانا سا قہقہہ' جس میں آخر پر بطخوں کی سی آواز شامل تھی۔ اس کے سامنے بوئندا خاندان کا کوئی راز پوشیدہ نہیں تھا کیونکہ ایک سو سال کے تجربات اور قسمت کے پتوں کے ذریعے اسے پتہ تھا کہ کسی بھی خاندان کی تاریخ ایک مشین کی طرح ہوتی ہے۔ جس کے واقعات پہیئے کی طرح گھومتے رہتے ہیں۔ بار بار ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

"اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔" پیلار ترنیرا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس وقت وہ جہاں بھی ہے وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

سہ پہر کے ساڑھے چار بجے امرانتا ارسلا باتھ روم سے باہر نکلی۔ ارلیانو نے اسے اپنے کمرے میں سے جاتے دیکھا۔ ایک تولیہ اس کے بدن پر تھا اور ایک تولیہ پگڑی کی طرح اپنے سر پر لپیٹا ہوا تھا۔ وہ شرابی کی طرح لہراتا' اپنے پنجوں پر چلتا اس کی اور بڑھا۔ امرانتا ارسلا

نے جونہی اپنا وارڈ روب کھولا۔ خوف کی وجہ سے دوبارہ بند کر دیا۔ ارلیانو نے دوسرے کمرے کی طرف خاموش اشارہ کیا۔ دروازہ ادھ کھلا تھا۔ ارلیانو کو پتہ تھا۔ دوسرے کمرے میں گیسٹن خط لکھ رہا ہے۔

"جاؤ۔ جاؤ یہاں سے۔" امرانتا ارسلا نے بہت ہلکی سی سرگوشی کی۔

ارلیانو مسکرایا۔ اسے بیگونیا کے گملے کی طرح کمر سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور بستر پر آرام سے لٹا دیا۔ اس نے امرانتا ارسلا کی مزاحمت سے پہلے تیزی سے امرانتا ارسلا کا باتھ روب کھینچا۔ وہ دوسرے کمروں کے اندھیروں میں اس کے بدن کی رنگت، نشیب و فراز اور بدن کے چھپے ہوئے نشان اور مول کے بارے سوچتا رہا تھا، اب ننگے موتی سامنے بکھرے ہوئے تھے۔ امرانتا ارسلا کسی عقل مند عورت کی طرح ایمانداری سے اپنا بچاؤ کرتی رہی۔ اس کا خوشبودار، چکدار اور سلپری بدن بار بار ارلیانو کے ہاتھوں سے پھسل جاتا۔ اس نے ارلیانو کے پیٹ میں اپنا گھٹنا مارا۔ اس کے چہرے کو ناخنوں سے سرخ کر دیا۔ کھلی کھڑکی میں سے اپریل کی کسی خوبصورت شام کو دیکھنے والے کی طرح ان میں سے کسی نے بھی آواز نہ نکالی۔

یہ جنگ انتہائی خوبصورت تھی۔ زندگی اور موت کی جنگ! ایک ایسی جنگ جس میں تشدد نہیں تھا۔ بس بے ترتیب، انتہائی محتاط اور خاموش حملے۔ اس دوران خاموشی دھڑکتی رہی، گیسٹن دوسرے کمرے میں ہوا بازی کے خواب بھول رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے دو روٹھے محبوب اجلے پانی کی تہہ میں تجدید محبت کر رہے ہوں۔

اتنی سخت جدوجہد اور کوشش کے بعد امرانتا ارسلا سمجھ گئی کہ اس کی خاموشی اتنی مشکوک ہے کہ ساتھ کے کمرے میں بیٹھے اس کے خاوند کو اس محتاط اور خاموش لڑائی اور مزاحمت سے زیادہ مشکوک کر سکتی ہے۔ اس نے اپنے ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہنسنا شروع کر دیا لیکن اس نے مزاحمت ترک نہ کی۔ وہ اسے کاٹتی رہی۔ اپنا ننگا بدن بچاتی رہی۔ دونوں کو اپنی دشمنی اور تعلق کا احساس تھا۔ اور اب یہ لڑائی اور یہ جنگ اچھل کود میں بدل گئی۔ جنگ اور حملے بوس و کنار تک آن پہنچے۔

اچانک، تقریباً خوشی کے ساتھ اپنی بدقسمتی پر شاکر ہو کر امرانتا ارسلا نے مزاحمت چھوڑ دی اور جب اس نے سنبھلنا چاہا کہ وہ کس عمل کو ممکن بنا رہی ہے تو وہ خوف زدہ ہو گئی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ یہ سب کچھ اسی دورانیے میں ممکن ہوا۔ ایک بڑے ہنگامے نے اس

کے نازک جسم کو پرسکون کر دیا۔ وہ ایک مقام پر آ کر ٹھہر گئی۔ اس کی مزاحمت اور پشیمانی حیرانی میں بدل گئی۔ اسے لگا جیسے ان دیکھی دنیا موت کے دوسرے کنارے پر جھوم رہی ہے۔ اسے مشکل سے اتنا وقت ملا کہ اس نے اپنے ہاتھ سے تولیہ اٹھا کر اپنے دانتوں میں دے دیا تاکہ اس کے منہ سے بلی کی سی غراہٹ کی سی آوازیں نہ نکل سکیں۔

یہ غراہٹیں اسے اندر سے چیرتی ہوئی گزر رہی تھیں۔

ان ہنگاموں کی ایک رات پیلار ترنیرا اپنی راکنگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے مر گئی۔ اس وقت بھی وہ اپنی بنائی ہوئی جنت کی انٹرنس پر بیٹھی تھی۔ اس کی وصیت کے مطابق اسے تابوت کی بجائے اس کی راکنگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے دفن کیا گیا۔ ڈانس فلور کے درمیان میں اس کے لئے ایک گہرا گڑھا کھودا گیا۔ رسوں کی مدد سے آٹھ لوگوں نے راکنگ چیئر گڑھے میں اتاری۔ ملاتو لڑکیوں نے ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔ جب اسے دفن کرنے لگے تو وہ روتے ہوئے اپنے بندے' بروچ اور انگوٹھیاں قبر میں پھینکتی ہیں۔ وہ اس گڑھے کے کنارے کھڑی تھیں۔ اس کے نزدیک یہی دعائیں تھیں۔ یہی عقیدت تھی۔ یہ ایسی قبر تھی جس پر کوئی کتبہ نصب تھا اور نہ اس پر تاریخ وفات درج تھی۔ اس بے نشان قبر پر بدلی بگلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے مل کر جانوروں کو زہر دے دی۔ اینٹوں اور گارے سے دروازے اور کھڑکیاں بند کیں اور باہر کی دنیا میں بکھر گئیں۔ ان کے لکڑی کے صندوقوں پر سینٹ کی تصویریں' میگزین سے کاٹی گئی تصویریں اور محبت کرنے والوں کے پورٹریٹ چسپاں تھے۔ جن کے پیٹ سے ہیرے نکلتے۔ وہ آدم خور تھے اور ان کے سر پر تاش کے بادشاہوں کی طرح تاج تھے۔

بس یہی کہانی تھی۔

پیلار ترنیرا کی قبر میں طوائفوں کی سستی قسم کی جیولری تھی۔ دعائیں تھیں اور باقی ماضی کے کھنڈرات تھے۔ اس کے بعد جو یہاں بچ گیا وہ کتالونین کا بک سٹور تھا۔ جس کو وہ ختم کر رہا تھا۔ اس نے اپنی آبائی بستی میں واپس جانے کا اعلان کر دیا۔ اس کے فیصلے کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی حالانکہ وہ پچھلے بہار کے موسم سے اپنا اثاثہ سمیٹ رہا تھا۔ وہ بنانا کمپنی کے زمانے میں ماکوندو آیا۔ وہ جنگ کے زمانے میں اپنے آپ کو بچاتا رہا۔ اس کے لئے یہی بہتر تھا کہ وہ انکونا بولا اور بہت سی زبانوں میں چھپنے والی کتابوں کے پہلے ایڈیشن لے کر بک شاپ کھول لے۔ گلی پار سامنے کے گھر میں خوابوں کی تعبیر کے لئے آتے تو یہ گاہک بڑے آرام سے ہاتھ لگا کر دور ہٹ جاتے جیسے یہ ردی کی کتابیں ہوں۔

اس نے اپنی آدھی زندگی سٹور کے پیچھے کے کمرے میں گزار دی۔ وہ سکول نوٹ بکس سے کاغذ پھاڑ کر ان کاغذوں پر نارنجی سیاہی کے ساتھ انتہائی احتیاط سے لکھتا رہتا۔ ان تحریروں کے بارے کسی کو بھی علم نہیں تھا۔ جب ارلیانو پہلی مرتبہ اس سے ملا۔ ان کاغذات سے اس کے دو صندوق بھر چکے تھے۔ یہ تحریریں ملکیا دیس کے کاغذات سے مشابہت رکھتی تھیں۔ جب وہ بستی چھوڑ کر جا رہا تھا۔ اس کا تیسرا صندوق بھی بھر چکا تھا۔ یہ تمام کچھ دیکھنے کے بعد یقین کیا جا سکتا تھا کہ ماکوندو میں رہنے کے دوران اس نے اور کوئی کام نہیں کیا۔ اس دوران اس نے ان چار دوستوں سے ہی تعلق رکھا۔ ان کے ساتھ ہی وہ ادب کے بارے گفتگو کیا کرتا۔ انہیں اوڈ اور سینکا جیسے ادیبوں کی کتابیں اس وقت پڑھنے کے لئے دیں جب وہ ابھی گرائمر سکول کے طالب علم تھے۔ کلاسیکل ادیبوں سے اس کا تعلق ایسا تھا جیسے وہ اس کے گھر کے فرد ہوں یا کچھ عرصہ کے لئے اس کے روم میٹ رہے ہوں۔ اسے بعض ایسی چیزوں کا بھی علم تھا جنہیں "نہ معلوم" رہنا زیادہ بہتر تھا۔ جیسے سینٹ اگسٹن ایک اونی جیکٹ عادتاً" چودہ سال پہنے رہا۔ مشہور جادوگر ویلانوز کا ارنلڈو بچپن سے بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے نامرد تھا۔ اس کی اپنی تحریروں میں انتہائی پاکیزگی اور شگفتگی تھی۔ اس کی تحریروں میں قطعاً" کوئی ابہام نہیں تھا۔ اتنے بڑے عالم کی کتابوں کو ترجمے کرنے کے لئے الفانسو اپنی جیب میں ہر وقت کاغذات کا بنڈل لئے پھرتا۔ اس نے اسی مقصد کے لئے وہ زبان سیکھی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی جیب میں اخباروں کی کٹنگ اور عجیب و غریب قسم کے تجارتی نوٹس ہوتے۔ ایک رات تمام کاغذات اس جگہ میں گم ہو گئے۔ جہاں لڑکیاں پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر ان سے ہم بستری کرتی تھیں۔ جب اس بات کا علم اس بوڑھے انسان کو ہوا تو وہ شور مچانے کی بجائے دیر تک قہقہے لگاتا رہا کہ لٹریچر کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے۔ دوسری طرف دنیا کی کوئی طاقت اسے ان تین صندوقوں کو اپنی آبائی بستی میں واپس لے جانے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اس نے ریلوے انسپکٹر کے سامنے ان صندوقوں کو کھولا جنہیں وہ مال لے جانے والے بحری جہاز میں بھیجنا چاہتا تھا۔ اسے ریلوے کوچ میں ان صندوقوں کو اپنے ساتھ لے جانے کی بمشکل اجازت ملی۔

"اب اس دنیا کو ختم ہو جانا چاہئے۔" اس واقعے کے بعد پھر اس نے تبصرہ کیا۔ "لوگ فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں اور لٹریچر مال برداری کے بحری جہازوں میں جاتا ہے۔" جاتے ہوئے اس نے یہی آخری الفاظ کہے۔

وہ پچھلے ایک ہفتہ سے اپنی آخری تیاریوں میں مصروف رہا۔ آخیر پر اس کی ہمت جواب دے گئی۔ اب چیزیں گم ہونے لگیں۔ وہ چیزوں کو ایک جگہ پہ رکھتا لیکن ڈھونڈھنے پر وہ کہیں اور ملتیں اور ان چیزوں پر ویسی الوی چڑھی ہوتی جیسے فرنینڈا کے گھر میں تھی۔

"کلان۔" وہ تلخ ہو جاتا۔ "میں سینانؤ لندن کے کینن ستائیس پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

جرمن اور ارلیانو بچوں کی طرح اس کی مدد کر رہے تھے۔

اس کی ٹکٹیں' امیگریشن کے کاغذات سیفٹی پن کے ساتھ جوڑ کر اس کی جیبوں میں محفوظ کر رہے تھے۔ اسے بار بار یاد دہانی کراتے کہ ماکوندو سے لے کر بارسلونا تک کیا کچھ کرنا ہے۔ اس کے باوجود اس کے کپڑوں کا ایک جوڑا اور آدھی رقم کہیں گم ہو گئی۔ جانے سے ایک رات قبل صندوقوں کو تالا لگانے کے بعد اور اپنے تمام کپڑے اس سوٹ کیس میں بند کرنے کے بعد' جو وہ پہلی مرتبہ ماکوندو لایا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں۔ اس نے کتابوں کے ڈھیر کی طرف ایک اشارہ کیا۔ جلاوطنی کے تمام عرصہ میں یہی کتابیں اس کے لئے سہارا تھیں۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا۔

"تم لوگوں کے لئے یہی گندگی چھوڑ کے جا رہا ہوں۔"

تین ماہ بعد انہیں ایک بڑا سا لفافہ ملا' جس میں انتیس خطوط تھے اور کہیں پچاس سے زیادہ تصویریں تھیں' جو اس نے سمندری سفر کے دوران کھینچی تھیں۔ اگرچہ ان پر کوئی تاریخ درج نہیں تھی لیکن خطوط کی ترتیب سے ہر بات واضح ہو گئی۔ ابتدائی خطوط میں وہی روایتی مزاح کا سا انداز تھا۔ اس نے سفر کی مشکلات کے بارے لکھا تھا۔ وہ کارگو آفیسر کو نیچے پھینکنے لگا تھا کیونکہ وہ کیبن میں تین صندوقوں کو لے جانے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے ایک خاتون تیرہ نمبر کی بدشگونی کی وجہ سے خوف زدہ تھی۔ یہ کوئی نفسیاتی خوف نہیں تھا بلکہ اس خاتون کا خیال تھا کہ یہ ایسا نمبر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اس نے جہاز کے عرشے پر پہلی ایک ڈنر پارٹی میں شرط جیتی تھی کیونکہ اس نے لیرڈا کی بہاروں میں رات کو پھرنے والے پتنگوں کا ذائقہ ڈرنک میں محسوس کر لیا تھا۔ آہستہ آہستہ عرشے سے متعلق زندگی کے حقائق کا ذکر کم ہوتا گیا۔ آخری خط ماضی کا فسانہ نظر آتا۔ جوں جوں بحری جہاز آگے بڑھتا گیا۔ اس کی یادداشت میں اداسی پھیلتی گئی۔ نسٹلجیا کا احساس تصویروں میں زیادہ نشابر تھا۔ شروع کی تصویروں میں وہ خوش خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہسپتال کی جیکٹ کی سی سپورٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی اور آخری تصویر میں اس نے

سیاہ رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ گلے میں ریشمی سکارف اور چہرے پر زردی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ عرشہ پر نیند میں چلنے والوں کی طرح غمگین کھڑا تھا۔ جرمن اور ارلیانو اس کے خطوط کا جواب دیتے رہے۔ پہلے مہینے میں اس نے اتنے خطوط لکھے کہ وہ اسے ماکوندو میں رہنے کے زمانے سے بھی زیادہ قریب محسوس کرنے لگے۔ اس کے وچھوڑے کی اداسی اور غم کم ہونے لگا۔ اس نے لکھا کہ اس کی بستی اب بھی ویسے ہی بستی ہے۔ اس کے گھر میں اب بھی گھونگھے رینگتے ہیں۔ ٹوسٹ کے ساتھ ہیرنگ کا ذائقہ اب بھی ویسا ہی ہے۔ شام سے بستی کے قریب کی آبشار اب بھی وہی خوشبو بکھیرتی ہے۔ خطوط سکول نوٹ بکس کے کاغذوں پر لکھے ہوتے۔ وہی تحریر کا شکستہ انداز۔ وہ ہر ایک کے لئے ایک پیرا لکھتا۔ خود اسے بھی احساس نہیں تھا کہ اس کے خطوط آہستہ آہستہ طلسم کے دائرے سے باہر نکل رہے ہیں۔ سردیوں کی شام کا ذکر ہے۔ سوپ چولہا پر رکھا تھا۔ بادام کے گرد آلود درختوں پر برستے سورج کے احساس میں وہ چولہے کی آگ بجھانا بھول گیا۔ اسے ایک لمحہ کے لئے یوں لگا۔ وہ ماکوندو میں سہ پہر کے وقت لیٹا ہے۔ قریب ہی گاڑی کی تھکی سی سیٹی گونجی۔ سوپ ابل ابل کر ختم ہو چکا تھا۔ دو آمنے سامنے کے آئینوں کی طرح وہ خود بھی نسٹلجیا کے دو حصوں میں منقسم تھا۔ اسی ماورائی احساس نے اس سے حقیقت چھین لی۔

آخیر پر اس نے سب کو لکھا کہ وہ ماکوندو چھوڑ کر کہیں چلے جائیں اور جو کچھ بھی اس نے دنیا اور انسانی جذبات کے بارے بتایا تھا۔ وہ بھول جائیں۔ وہ ہورس کی باتیں ذہن سے نکال دیں۔ وہ جہاں بھی رہیں صرف ایک بات یاد رکھیں' کہ ماضی سراب ہے۔ محض ایک جھوٹ۔ یادداشت آخر انسان کو کیا دیتی ہے۔ بہار کے موسم میں جھومنے والے بادل لوٹ کر نہیں آتے۔ ہر محبت کسی عارضی سچ کی محتاج ہے۔

پہلے پہل الوارو نے ماکوندو چھوڑنے کی نصیحت سمجھی۔ اس نے اپنا پورا سامان بیچ دیا۔ اپنے گھر کے صحن میں بندھا جیگوار بھی بیچ دیا جو ہر آنے جانے والے پر بھونکتا تھا۔ پھر اس نے ایک ایسی ٹرین کا ٹکٹ لے لیا جو کہیں نہیں رکتی۔ گزرتے اسٹیشنوں سے اس نے جو پوسٹ کارڈ بھیجے ان میں وہ ذہنی تصویریں تھیں جو وہ ڈبے کی کھڑکی میں بیٹھ کر دیکھتا رہا۔ ان حروف کے پس منظر میں یوں لگتا جیسے وہ ایک خوبصورت طویل نظم کے بند لکھ کر بھیج رہا ہو آنسوؤں میں بھیگی ہوئی۔ لوسینیا کے پٹی کے کھیتوں میں کام کرتے نیگرو' کینٹکی کے نیلے میدانوں میں پروں والے گھوڑے۔ ارزونا کی طلسماتی شام میں پیار کرتے یونانی' مشی

گن میں جھیل کنارے واٹر کلر سے تصویر بناتی سرخ سویٹر پہنے ایک خوبصورت لڑکی۔ جو اسے اپنے برشوں کو ہلا کر اس سے محبت کا اظہار کرتی رہی۔ اس کے انداز میں وداع نہیں تھا' کسی امید کا سا انداز تھا۔ شاید اس لڑکی کو یہ احساس نہیں تھا کہ وہ ایک ایسی ٹرین کے مسافر سے کھیل رہی ہے جس کی واپسی کا ٹریک نہیں ہے۔

ایک سنیچر انفانسو اور جرمن سوموار کی واپسی کا کہہ کر رخصت ہوئے اور پھر کبھی نہ لوٹے۔ کٹالونین کے جانے کے ایک سال بعد' ماکوندو میں صرف گبریل بچ گیا جو آج بھی نیگرامانتا کے رحم و کرم پہ تھا۔ پھر وہ فرانسیسی میگزین کے سوال نامے بھرتا رہتا۔ مقابلہ میں پیرس کی سیر تھی۔ تمام جوابات ارلیانو نے دیئے۔ اکثر اوقات سوال و جوابات کا سلسلہ اس کے گھر میں ہوتا یا پھر وہ ماکوندو میں باقی بچ جانے والی ایک فارمیسی کی بوتلوں کے پیچھے چھپے رہتے۔ یہیں گبریل کی خوبصورت دوست مرسیڈیس رہتی تھی۔ بس یہی ماضی کا مزار تھا۔ جو ہر وقت ان کے اندر دھڑکتا اور ہر لمحے بستا۔

بستی کاہلی کا شکار تھی۔ جب گبریل نے مقابلہ جیتا اور اپنے دو جوڑے کپڑے اور جوتوں کا ایک جوڑا لے کر روانہ ہوا تو اس کی بغل میں ربالیس کے کلیات تھے اور اسے سوار ہونے کے لئے ٹرین کے ڈرائیور کو اشارہ دینا پڑا۔ ترکوں کی پرانی گلی ویران ہو چکی تھی۔ گلی کے دروازوں میں بیٹھے بچے کھچے عرب دروازوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے روایتی انداز میں موت کی طرف گھسٹتے جا رہے تھے۔ انہیں اپنا کاروبار ختم کئے برسوں بیت چکے تھے۔ ان کی دوکانوں کے شوکیسوں میں اب سایے نظر آتے۔

بنانا کمپنی کے اس شہر کی کہانیاں جسے پیٹریکا براؤن الباما میں اپنے پوتوں کو پریشان راتوں اور ست دنوں میں سنایا کرتی تھی۔ اب وہاں جنگلی گھاس اگی تھی۔ وہ بوڑھا پادری جو فادر انجیل کی جگہ یہاں تعینات ہوا تھا۔ اب جھولی میں لیٹا خدا کے رحم و کرم پر تھا۔ وہ بے نام پادری گھٹیا اور بے خوابی کا مریض تھا۔ چرچ میں چوہوں اور دیمک کی وراثتی جنگ ہو رہی تھی۔ اب پرندے بھی ماکوندو کا رستہ بھول گئے۔ وہاں اتنی گرمی پڑتی۔ اتنی گرد اڑتی کہ سانس لینا دوبھر ہو جاتا۔ اب وہاں عذاب تنہائی' محبت اور پھر محبت کی عذاب تنہائی ناچتی۔ سرخ دیمک کے شور میں سونا ناممکن تھا۔ لیکن اس بستی میں دو انسان خوشی کی چادر اوڑھے لیٹے تھے۔ امرانتا ارسلا اور ارلیانو ہی اس دھرتی کا خوش نصیب جوڑا تھے۔

گیسٹن برسلز چلا گیا۔

ایک دن جہاز کے انتظار سے تھک کر اس نے اپنی ضروری اشیاء چھوٹے سے سوٹ کیس میں رکھیں۔ خط و کتابت کی فائل بغل میں دبائی اور اس نظریہ سے روانہ ہو گیا کہ اس سے قبل کہ جرمن پائلٹ فائدہ اٹھا لیں' وہ بذریعہ ہوائی جہاز ماکوندو لوٹے گا۔ انہوں نے صوبائی حکام کو گیسٹن سے زیادہ بہتر پروجیکٹ دیئے تھے۔ پہلی محبت کے جنون کے بعد امرانتا ارسلا اپنے خاوند کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر کبھی کبھار ارلیانو کے ساتھ جا لیٹتی۔ ملاپ موقع کا محتاج تھا اور کبھی کبھار گیسٹن کی غیر متوقع آمد کی وجہ سے وقفہ زیادہ لمبا ہو جاتا۔ لیکن جونہی انہیں تنہائی ملتی وہ محبتوں کے جنون کا شکار ہو جاتے۔ یہ پاگل پن تھا۔ اور اسی پاگل پن اور خوف کی وجہ سے قبر میں فرنینڈا کی ہڈیاں تڑخ جاتیں۔ امرانتا ارسلا کی سسکیاں' اس کی چیخیں سہ پہر کو ڈائننگ ٹیبل پر گونج اٹھتیں اور صبح کے وقت گودام سرمست ہوتا۔

"لیکن دکھ اس بات کا ہے۔" وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کرتی "ہم نے بہت وقت ضائع کیا۔"

جذبوں کی اس یلغار میں وہ باغ کی طرف دیکھتی جسے دیمک چاٹ رہی تھی۔ گھر کے شہتیروں سے چمٹی نظر آتی۔ دیمک کا لاروا پورچ سے ابل رہا ہوتا۔ اس نے سوچا۔ ان سے آخری جنگ بیڈ روم میں ہو گی۔

ارلیانو نے کاغذات ایک طرف رکھ دیئے۔ اس نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ وہ کتالونین کے خطوط کا جواب بھی بے توجہی سے دیتا۔

وہ دونوں روزمرہ کے کام بھول گئے۔ انہیں سچائی کا ادراک تک نہ ہوا۔ وقت کا احساس ختم ہو گیا۔ انہوں نے دروازے اور کھڑکیاں اسی وجہ سے بند کر دیں کہ ملاپ کے وقت کپڑے اتارتے ہوئے وقت کا زیاں نہ ہو۔ شہزادی ریمیڈلس کی ہمیشہ سے یہی خواہش تھی۔ وہ ننگ دھڑنگ صحن کی کیچڑ میں ننگے پڑے رہتے۔ ایک سہ پہر ایک دوسرے سے پیار کرتے کیچڑ میں ڈوبنے لگے تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے دیمک سے زیادہ خود گھر کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ انہوں نے پارلر کا فرنیچر توڑ دیا۔ اپنے پاگل پن کی وجہ سے جھولیاں گرا دیں۔ وہ جھولیاں کرنل ارلیانو بوئندا کی اداس محبتوں کی گواہ تھیں۔ انہوں نے گدے پھاڑ دیئے۔ فرش پر روئی کی گرد کا طوفان آ گیا۔ یہ بھی سچ ہے کہ ارلیانو کی نسبت امرانتا ارسلا زیادہ گرم مزاج تھی۔ اس کے ہر انگ میں موسیقی تھی اور اس کے اندر محبت اور پیار

کی اتنی شدت تھی۔ اتنی ناقابل تسخیر طاقت تھی جس قوت سے اس کی پڑدادی میٹھی کینڈی بنایا کرتی تھی۔ ملاپ کے ہر نئے انداز پر وہ چہکتی۔ پاگل ہو جاتی لیکن روز بروز ارلیانو زیادہ چپ اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے جذبات اس کا اندر جلا رہے تھے۔ وہ ملاپ کی اس سطح تک پہنچ گئے تو جب وہ تھک جاتے' وقفہ کرتے تو اس وقفہ سے بھی فائدہ اٹھاتے۔ اس دوران وہ ایک دوسرے کا بدن چاٹتے۔ اور ان کی یہی جہت ہوتی کہ ملاپ کے درمیان اس وقفے میں ان کھلے امکانات ہیں۔ ان کی خواہش سے کہیں زیادہ امکانات۔

جب وہ انڈے کی سفیدی سے امرانتا ارسلا کی ابھری ابھری چھاتیاں مسلتا۔ اس کی ریشمی رانوں سے کھیلتا یا اس کے نرم و ملائم پیٹ پر مکھن لگاتا تو امرانتا ارسلا کسی گڈے کی طرح اس کے لنگ سے کھیلتی رہتی۔ اس پر اپنی لپ سٹک سے مسخروں کی سی آنکھیں بناتی۔ آئی برو پنسل کے ساتھ ترکوں کی سی مونچھیں بناتی۔ ارگنرزا ٹائی باندھ دیتی اور چھوٹے چھوٹے ہیٹ پہناتی رہتی۔

ایک رات انہوں نے ایک دوسرے کے بدن پر جام لیپ دیا اور تمام رات کتوں کی طرح ایک دوسرے کو چاٹتے رہے اور پورچ کے فرش پر پاگلوں کی طرح گم رہے۔ ان دونوں کی آنکھ اس وقت کھلی جب بڑی سرخ دیمک کا لشکر انہیں زندہ کھانے لگا تھا۔

اپنے جنون کے وقفوں میں امرانتا ارسلا گیسٹن کو خطوط کا جواب دیتی۔ اسے یوں لگتا گیسٹن اتنا دور چلا گیا ہے کہ اس کی واپسی ناممکن ہے۔ شروع کے خطوط میں اس نے امرانتا ارسلا کو لکھا کہ اس کے کھاتے داروں نے واقعی جہاز بھیجا تھا لیکن برسلز میں موجود شپنگ ایجنٹ نے غلطی سے جہاز تنگنیکا بھیج دیا۔ پھر جہاز ماکندوس کے بکھرے قبیلے کو بھیج دیا گیا۔ نام کی اس غلطی کی وجہ سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ جہاز کی واپسی کے لئے کم از کم دو سال کا عرصہ لگ جائے گا۔ امرانتا ارسلا نے اس کی واپسی کی امید ختم کر دی۔ دوسری طرف ارلیانو کا دنیاوی رابطہ صرف کٹالونین کے خطوط کے ذریعے تھا یا پھر خاموش طبع فارمیسٹ مرسیڈیس کے ذریعے گبریل کی خبریں مل پاتیں۔ شروع میں ان کا رابطہ انتہائی مضبوط تھا۔ گبریل نے پیرس میں مستقل رہائش کے ارادے سے اپنا واپسی کا ٹکٹ بیچ دیا تھا۔ اب وہ پرانے اخبارات بیچتا اور ہوٹل ریوڈافین کے باہر پھینکی جانے والی خالی بوتلیں اکٹھی کرتا۔ ارلیانو اپنے تصور میں اسے پورے گلے کے سویٹر میں دیکھتا۔ وہ سویٹر صرف اس وقت اتارا جب بہار کے دنوں میں کیفے مونٹ پارلیس جوڑوں سے بھر جاتے۔ جہاں وہ دن

بھر سویا رہتا اور رات کو لکھتا تاکہ ابلے ہوئے کولی فلاور کی خوشبو سے پیٹ کی آگ کم کی جا سکے۔ اسی جگہ راکاڈور مرا تھا۔ اب اس کے بارے خبریں جتنی غیر یقینی ہوتی جا رہی تھیں اور کٹالونین کے خطوط میں جتنا زیادہ وقفہ آتا جا رہا تھا۔ ارلیانو ان کے بارے بالکل ویسے ہی سوچنے لگ گیا جیسا امرانتا ارسلا اپنے شوہر کے بارے سوچتی تھی۔ وہ دونوں ایک کائنات میں تیر رہے تھے۔ ایک ایسی کائنات جہاں ملن تھا۔ ملاپ تھا۔ حقیقی خوشیاں تھیں۔

پھر اچانک ان کی بہتی خوشی کی دنیا میں دھماکہ ہوا۔ گیسٹن واپس آ رہا تھا۔ ارلیانو اور امرانتا ارسلا کی آنکھیں کھل گئیں۔ خط پڑھتے ہوئے ان کے ہاتھ دلوں پر تھے۔ انہیں احساس تھا کہ اب وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آ چکے ہیں کہ صرف موت ہی انہیں علیحدہ کر سکتی ہے۔ امرانتا ارسلا نے اپنے خاوند کو خط لکھا۔ ایک متضاد سا خط۔ جس میں بار بار اسے اپنی محبت کا یقین دلایا۔ اس کے بارے اپنی اداسی اور پریشانی کا لکھا۔ اسے دوبارہ ملنے کی خواہش تھی۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی اقرار کیا کہ اب اس کے لئے ارلیانو کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ ان دونوں کی توقع کے برعکس گیسٹن نے شفقت آمیز لہجے میں جواب دیا۔ پورے دو صفحے ان جذبوں کے بارے لکھے۔ آخری پیراگراف میں ان دونوں کے لئے دعائیں تھیں کہ وہ اسی خوشی میں ڈوبے رہیں، جس کا خوبصورت تجربہ اس کی زندگی کا حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا غیر متوقع رویہ تھا کہ امرانتا ارسلا نے اپنی ہتک محسوس کی۔ گیسٹن نے اسے اس کی قسمت پر چھوڑ دیا تھا۔ یہ غم اس وقت اور گہرا ہوا جب چھ ماہ بعد گیسٹن نے لیوپولڈولی سے لکھا۔ جہاز مل گیا ہے اور اب اسے بحری جہاز کے ذریعے واپس لانا ہے۔ اب ماکوندو میں یہی جذبہ ہی اس کے لئے بچ گیا تھا۔ ارلیانو اسے سنبھالنے میں لگا رہا اور گیسٹن سے ہر طور بہتر شوہر ہونے کی کوشش کرتا رہا۔ جب گیسٹن کی دی ہوئی رقم ختم ہو گئی تو روزمرہ کی ضروریات بھیانک شکل میں سامنے آ گئیں۔ یہ عذاب اور سر دردی ان جذبوں سے کہیں طاقتور تھی لیکن اب بھی وہ شروع کے دنوں کی طرح پیار اور خوشی میں ڈوبے رہے۔

پیلار ترنیرا کی موت کے دنوں انہیں بچہ ہونے کی توقع تھی۔

اپنے حمل کے عذاب دنوں کے دوران امرانتا ارسلا نے مچھلی کی ریڑھ کی ہڈی سے ہار بنائے لیکن مرسیڈس کے علاوہ کوئی گاہک نہ لگا۔ اس نے بھی صرف ایک درجن ہار خریدے۔ ارلیانو کو زندگی میں پہلی مرتبہ پتہ چلا کہ زبان کے بارے اس کا علم، انسائیکلوپیڈیا کا علم، قدیم ترین پیشن گوئیوں اور جگہوں کے بارے تفصیل، کسی کام کی نہیں۔ جس طرح

اس کی بیوی کی اصلی جیولری اب بے کار تھی کہ ماکوندو کے بچے کھچے مکین مل کر بھی انہیں نہیں لے سکتے تھے۔ وہ معجزات کے ذریعے زندہ تھے۔ اس کے باوجود امرانتا ارسلا میں نہ حس مزاح ختم ہوئی اور نہ ہی اس کی طلب کی سرگرم مزاجی کم ہوئی۔ وہ سہ پہر کو لنچ کے بعد پورچ میں آنکھیں کھولے سوچ میں گم رہتی۔ ارلیانو اس کے ساتھ رہتا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کئے چپ چاپ بیٹھے رہتے کہ شام اتر آتی۔ وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے' ملاپ کرتے' پیار کرتے۔ بالکل شروع کے جنونی دنوں کی طرح۔ کل کی پریشانی انہیں ماضی میں لے جاتی۔ وہ کسی گم گشتہ جنت میں کھوئے رہتے۔ صحن کے جوہڑوں کے چھینٹے اڑاتے اور ارسلا کی روح کے لئے چھپکلیاں مارتے اور یہی سمجھتے کہ وہ اسے زندہ دفن کر رہے ہیں۔ یہی یادیں انہیں حقائق کی دنیا میں لے آئیں کہ وہ جنموں سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ انہی یادوں کی دوڑ تھام کر امرانتا ارسلا کو ایک سہ پہر یاد آ گئی۔ وہ سلور ورکشاپ میں گئی اور اس کی ماں نے بتایا کہ ننھا ارلیانو کے والدین کا کچھ علم نہیں۔ وہ دریا میں ایک ٹوکری میں بہتا ہوا ملا تھا۔ یہ بات انہیں غیر حقیقی سی لگتی لیکن وہ کسی طرح سے بھی اس سچ کی تہہ تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ تمام امکانات کا جائزہ لینے کے بعد وہ اس نتیجے تک پہنچے کہ کم از کم فرنینڈا ارلیانو کی ماں نہیں ہے۔ امرانتا ارسلا کو یقین سا تھا کہ وہ پیڑا کوٹس کا بیٹا ہے۔ پیڑا کوٹس اسے کسی خواب کی سی یاد پڑتی۔ اس مفروضے پر اس کا دل ڈوبنے لگا۔

اس یقین کے ڈر سے کہ وہ اپنی بیوی کا بھائی ہے۔ ارلیانو چرچ کی طرف بھاگا تاکہ اسے اپنی ولدیت کے بارے کچھ پتہ چلے۔ اس نے بپتسمہ کا سب سے پرانا سرٹیفکیٹ ملا' وہ امرانتا بوئندا کا تھا جسے فادر نیکانار نے اس وقت بپتسمہ دیا تھا جب وہ خدا کا وجود چاکلیٹ کے ٹرک کے ذریعے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے یہ سوچنا شروع کر دیا' شاید وہ ان سترہ ارلیانو میں سے ہے۔ ان کے برتھ سرٹیفکیٹ کہیں چوتھی جلد میں ملے تھے۔ لیکن بپتسمہ کی تاریخیں اس کی پیدائش سے کہیں پہلے کی تھیں۔ اپنے اصل کی تلاش اور غیر یقینی صورت حال سے وہ کانپ رہا تھا۔ گٹھیا کا مریض پادری اپنی جھولی میں پڑا جھانک رہا تھا۔ اس نے بڑی شفقت سے اس کا نام پوچھا۔

"ارلیانو بوئندا۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر کس چکر میں الجھے ہوئے ہو۔" پادری نے حتمی سے لہجے میں کہا۔

"برسوں پہلے اس نام سے یہاں ایک گلی ہوا کرتی تھی اور ان دنوں یہ رواج سا چل پڑا تھا کہ لوگ گلیوں کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھا کرتے تھے۔"

ارلیانو غصے سے کانپ اٹھا۔

"تو۔" اس نے کہا۔ "تمہیں یقین نہیں ہے؟"

"یقین کس بات کا۔"

"کہ کرنل ارلیانو بوئندا نے بتیس جنگیں لڑیں اور پھر ہار دیں۔" ارلیانو نے کہا۔

"اور آرمی نے تیسن ہزار مزدوروں پر مشین گنوں سے گولیاں چلائی تھیں اور لاشوں کو دو سو ڈبوں میں ڈال کر سمندر برد کر دیا تھا۔"

پادری اسے رحم طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میرے بچے۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "مجھے تو صرف اتنے یقین کی ضرورت ہے کہ میں اور تم اس لمحہ زندہ ہیں۔"

ارلیانو اور امرانتا ارسلا نے ٹوکری کا بیان مان لیا۔ انہوں نے نہ صرف یہ مان لیا بلکہ ان کے اندر کے خوف میں بھی کمی آ گئی۔ جوں جوں حمل واضع ہوتا جا رہا تھا۔ وہ بہت زیادہ قریب آتے جا رہے تھے۔ اس گھر کی تنہائی کا حصہ بنتے جا رہے تھے۔ وہ گھر بھی آخری دموں پہ تھا۔ وہ دونوں بھی گھر کے کچھ حصے میں رہتے تھے یعنی فرنینڈا کے بیڈ روم سے لے کر پورچ تک کی جگہ ان کے زیر تصرف تھی۔ جہاں امرانتا ارسلا ننھے مہمان کے کپڑے سیتی رہتی اور ارلیانو کٹالونین کے خطوط کا جواب دینے بیٹھ جاتا۔ باقی گھر تباہ ہو چکا تھا۔ سلور ورکشاپ، ملکیادیس کا کمرہ اور سنتا صوفیہ ڈی لا پیڈاڈ کی ابتدائی اور خاموش جگہ اب جنگل نے گھیر لی تھی۔ جس میں سے کسی کو گزرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ قدرت کی اس ستم ظریفی کے باوجود ارلیانو اور امرانتا ارگیونا اور بیگونیا کے پودے لگاتے اور اپنی دنیا ان بجھے چونے کی لکیروں سے بچاتے۔ انسان اور دیمک کی صدیوں پرانی جنگ ابھی جاری تھی۔

امرانتا ارسلا کے لمبے بال الجھے رہتے۔ اس کے چہرے پر نشان ابھر آئے۔ اس کی ٹانگوں پر سوجن تھی۔ محبت میں ڈوبا رہنے والا خوبصورت بدن بھدا ہو گیا۔ اب وہ ایسی مخلوق بن گئی جو اس وقت کی امرانتا ارسلا سے بہت مختلف تھی جو اپنے مہذب خاوند کے ساتھ پہلی مرتبہ اس گھر میں آئی تھی لیکن اس کے لہجے اور قہقہوں میں کبھی فرق نہ پڑا۔

"چھوڑو۔" وہ کہا کرتی۔ "کون یہ تصور کر سکتا ہے کہ ہمارا انجام جانوروں کا سا ہو گا۔"

جب اس دنیا سے آخری رابطہ ہوا تو اس وقت حمل چھ ماہ کا تھا۔ وہ مکتوب کتالونین کا نہیں تھا۔ اسے بارسلونا سے پوسٹ کیا گیا تھا۔ لیکن لفافے پر نیلی سیاہی سے لکھی سرکاری قسم کی تحریر تھی۔ ارلیانو نے امرانتا ارسلا کے ہاتھ سے خط جھپٹ لیا۔

"یہ نہیں۔" ارلیانو نے کہا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہی نہیں کہ اس کے اندر کیا لکھا ہے۔"

اسے اتنا پتہ چل گیا کہ یہ خط کتالونین نے نہیں بھیجا۔ کسی اجنبی کا خط' جسے کسی نے نہ پڑھا اور دیمک کے لئے اسی شیلف پر دھرا رہ گیا جہاں ایک بار فرنینڈا اپنی شادی کی انگوٹھی رکھ کر بھول گئی تھی۔ ارلیانو اور امرانتا ارسلا لفافے میں بند بری خبر میں نہیں الجھے۔ یہ فضول اور بدقسمت وقت ان کے درمیان خلیج پیدا کرنے کی کوشش میں تھا۔ انہیں یہ احساس تھا کہ انہوں نے آخری مہینہ ہاتھوں میں ہاتھ دے کر گزارا۔ اب اس پاگل پن کے بعد وہ بچے کی محبت کے ساتھ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہے تھے۔ رات کو وہ ایک دوسرے سے چمٹے رہتے۔

وہ رات کو دیمک اور پتنگوں سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ رات بھر ساتھ کے کمروں میں ابھرنے والی گھاس کی آوازیں سنتے رہتے۔ کئی مرتبہ وہ روحوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں سن کر جاگ اٹھتے۔ وہ معاملات کو صحیح طور پر چلانے کے لئے ارسلا کی لڑائی سنتے۔ جوزے ارکیدو بوئندا عظیم ایجادات کی سائنسی وجوہات ڈھونڈھ رہا ہوتا۔ فرنینڈا دعائیں مانگ رہی ہوتی۔ کرنل ارلیانو بوئندا اپنی جنگ کی یادوں میں گم سونے کی مچھلیاں بنا رہا ہوتا۔ ارلیانو سگندو تنہائی اپنی بدکاریوں میں ڈبو رہا ہوتا۔ پھر انہیں احساس ہوا کہ کوئی بڑا اور جنونی انداز انہیں موت کے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔ اس یقین نے ان میں خوشیاں بھر دیں۔ ان کے ملاپ کی گھڑیاں طویل ہو گئیں۔ یوں لگتا جیسے وہ اسی طرح پیار کرتے رہیں گے اور جانوروں کی دوسری نسلیں انہی کیڑے مکوڑوں سے ہی سیکھیں گے۔ ان کیڑے مکوڑوں نے یہ عمل دراصل انسان سے ہی سیکھا تھا۔

اتوار کی شام کو چھ بجے امرانتا ارسلا نے بچے کی پیدائش کے ابتدائی درد کو محسوس کیا۔ ہر وقت مسکرانے والی لڑکیاں جو صرف بھوک کی وجہ سے بستر پر لیٹنے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ وہ امرانتا ارسلا کو ڈائننگ ٹیبل پر لے آئیں۔ اس کے پیٹ کو سہلاتی رہیں۔ اسے شدید جھٹکے دیتیں۔ بالاخر ایک بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی امرانتا ارسلا کی چیخیں رک

گئیں۔ جھلملاتے آنسوؤں میں سے امرانتا ارسلا نے اپنی تکلیف کے باوجود اسے دیکھا۔ یہ بچہ ان عظیم بوئنڈا خاندان کے مردوں کی طرح' جوزے ارکیڈیو لڑی کی طرح مضبوط اور طاقتور تھا۔ اس کی آنکھیں ارلیانو لڑی کی طرح چمکدار اور کھلی ہوئی تھیں۔ اب نسل کا آغاز دوبارہ ہو گا اور ماضی کے تمام عذاب دھل جائیں گے۔ پورے ایک سو سال میں صرف یہی بچہ محبت کی نشانی تھا۔

"یہ واقعی بلا ہو گا۔" امرانتا ارسلا نے کہا۔ "اس کا نام راڈ ریگو رکھیں گے۔"

"نہیں۔" اس کے خاوند نے اعتراض کیا۔ "اس کا نام ارلیانو ہو گا۔ اور یہ پوری بتیس جنگیں جیتے گا۔"

ناڑ کاٹنے کے بعد دائی نے بچے کے بدن پر لتھڑے نیلے رنگ کے مادے کو صاف کرنا شروع کیا۔ ارلیانو لیمپ لئے ساتھ کھڑا تھا۔ جب انہوں نے بچے کو الٹا کیا تو عام انسانوں کی نسبت بچے کا ایک عضو زیادہ تھا۔ بچے کے پیچھے سور کی سی دم تھی۔

ان دونوں کو خطرے کا احساس نہیں تھا۔ امرانتا ارسلا اور ارلیانو کو اپنے اس وراثتی عذاب کا علم تھا اور نہ ہی انہیں ارسلا کے اندر چھپے خوف کا اندازہ تھا۔ دائی نے انہیں بتایا کہ جب بچے کے دودھ دانت گریں گے تو اس وقت یہ دم کاٹی جا سکتی ہے۔ امرانتا ارسلا کے مسلسل خون بہنے کی وجہ سے انہیں اس بات کی طرف سوچنے کا موقع ہی نہ ملا۔ انہوں نے راکھ اور مکڑی کے جالوں کی گرد رکھ کر خون روکنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش ناکام گئی۔

شروع شروع میں امرانتا ارسلا ہنستی بولتی رہی۔ اس نے خوفزدہ ارلیانو کا ہاتھ پکڑا اور اسے کہا کہ وہ پریشان نہیں ہو کیونکہ مجھ جیسے لوگ اپنی مرضی کے خلاف نہیں مرسکتے۔ وہ دائی کے ٹونے ٹوٹکوں کا مذاق اڑاتی رہی۔ لیکن ارلیانو ہمت ہار رہا تھا اور وہ نیم بے ہوشی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جیسے کمرے کی روشنی کم ہو رہی ہو۔

سوموار کی صبح کو وہ ایک عورت لے آئے جس نے اس کے قریب کھڑے ہو کر مقدس کلام کی تلاوت کی۔ یہ دعائیں انسانوں اور پرندوں کے قریب کھڑے ہو کر پڑھی جاتی تھیں لیکن امرانتا ارسلا کا بہتا خون نہ رکا۔ ٹھیک چوبیس گھنٹے بعد سہ پہر کو وہ مر گئی کیونکہ بغیر کسی علاج کے خون بہنا بند ہو گیا اس کے نقش و نگار تیز ہو گئے۔ اس کے چہرے کے دھبے مٹنے لگے۔ چہرہ سفید سا ہونے لگا اور چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

اس سانحے کے بعد ارلیانو کو دوستوں سے محبت کا احساس ہوا کہ اگر وہ اس وقت موجود ہوتے تو ارلیانو کو سہارا دیتے۔ اس نے بچہ ایک ٹوکری میں رکھا جو اس کی ماں نے اس کے لئے خود تیار کیا تھا۔ کمبل سے میت کا چہرہ ڈھانپا اور بستی میں بے مقصد گھومتا رہا۔ وہ ایسی کھڑکی کی تلاش میں تھا جو اسے ماضی کی اور لے جاتی۔ اس نے فارمیسی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسے یہاں آئے عرصہ بیت چکا تھا۔ اب وہاں بڑھئی کی دکان تھی۔ بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا۔ اس کے ہاتھ میں لیمپ تھی اور اس کے جنون کو رحم کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا یہاں کبھی فارمیسی کی دکان تھی اور نہ کبھی اس نے پتلی سی گردن اور خواب آلود آنکھوں والی مرسیڈلیس کو یہاں دیکھا۔

وہ کٹالونین کے پرانے بک سٹور کے دروازے پر جھکا بری طرح روتا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ سسکیاں کسی کی موت کے لئے ہیں۔ پھر اس نے محبت کے احترام میں رونا بند کر دیا۔ اس نے "گولڈن چائلڈ" کی دیوار پر گھونسا مارا اور پیلار ترنیرا کو بلاتا رہا۔ اس وقت وہ آسمان پر جگمگاتی اور تیرتی طشتریوں سے بے نیاز تھا۔ ورنہ وہ انہیں بچے کی سی فطری معصومیت کے ساتھ ہمیشہ صحن میں جا کر دیکھا کرتا تھا۔ کھنڈر نما چکلے کا آخری کمرہ کھلا تھا ایک اکارڈین گروپ بشپ کے بھانجے' رافیل اکالونا کے گیت فرانسسکو کی دھن میں گا رہا تھا۔ بار ٹینڈر کے لولے لڑکے نے ارلیانو کو بلایا۔ اس لڑکے نے اپنی ماں پر ہاتھ اٹھایا تو اس کے بعد وہ لولا ہو گیا۔ اس نے گنے کی شراب پینے کے لئے ارلیانو کو بلایا۔ اس نے ایک بوتل خرید لی۔ وہ ارلیانو سے اپنے بازوؤں کے بارے باتیں کرتا رہا۔ اور ارلیانو اپنے ٹوٹے دل کی کتھا سناتا رہا جو اس کی اپنی بہن پر آ گیا تھا۔

دونوں بلک بلک کر روتے رہے۔ ارلیانو کو لگا درد کا طوفان ختم گیا ہے لیکن ماکوندو کی آخری صبح کو جب تنہائی در آئی تو اس نے چوک کے درمیان کھڑے ہو کر بازو اٹھائے جیسے وہ پوری دنیا کو جھنجھوڑنا چاہتا ہو۔ وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ چیخا۔

"دوست حرامی پلے ہوتے ہیں۔"

نیگرامانتا اسے آنسوؤں اور قے کے گند سے باہر کھینچ لائی۔ اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔ اس کی صفائی کی۔ یخنی کا کپ دیا۔ وہ اس سے تعزیت کرنا چاہتی تھی۔ اس نے چار کول کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور بے شمار ادھار کے نشان مٹا دیئے جو ارلیانو کے نام پر بچتے تھے۔

وہ خود بھی اداسی کے بہاؤ میں رہ کر اسے روتا بلکتا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ وہ ایک بے

کیف اور مختصر سی نیند کے بعد جاگا تو اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے اپنا بچہ یاد آیا۔

اسے وہ ٹوکری کہیں نہیں ملی۔ ایک لمحے اسے خوشی کا احساس ہوا۔ اسے خیال آیا کہ بچے کو سنبھالنے کے لئے امرانتا ارسلا نے موت کو شکست دے دی۔ لیکن کمبل کے نیچے میت نے اکڑنا شروع کر دیا تھا۔ اسے یاد آیا جب وہ آیا تو بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا۔ ارلیانو پورچ میں آیا۔ جہاں صبح کے وقت ارگیانو کی سسکیاں ابھر رہی تھیں۔ وہ ڈائننگ روم میں گیا۔ وہاں ابھی ڈلیوری کے نشانات موجود تھے۔ بڑا سا پاٹ، خون سے بھری چادریں، راکھ کے جار اور مڑی تڑی ناڑ میز پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید بچے کی خاطر دائی رات کو لوٹ آئی ہو گی۔ اس خیال نے اسے سوچنے کا موقع دیا۔ وہ راکنگ چیئر پر پڑا رہا۔ وہ کرسی تھی جہاں اس گھر کے شروع کے دنوں میں رابیکا کشیدہ کاری سیکھا کرتی تھی اور جس پر بیٹھ کر امرانتا کرنل گرینلڈو مارکیز کے ساتھ چائنز چیکر کھیلا کرتی تھی اور جہاں امرانتا ارسلا بچے کے ننھے کپڑے سیا کرتی تھی۔ تنہائی کے اس عذاب میں ماضی کے بوجھ کو سنبھالنا عذاب تھا۔ اپنے اور دوسروں کے نسٹلجیا کی اس جھنجوڑ سے وہ بجھی نظروں سے خشک گلابوں پر مکڑی کے جالوں کو دیکھتا رہا، اگنے والی گھاس اور فروری کے سورج کے بارے سوچتا رہا۔ پھر اس کی نظر بچے پر پڑی۔ خشک اور اکڑی جلد پر دنیا جہاں کی چیونٹیاں اور دیمک حملہ آور تھیں اور باغ میں پتھریلے راستے پر گھسیٹ کر اپنے اپنے بلوں کی طرف لے جا رہی تھیں۔

ارلیانو جم کر رہ گیا۔ وہ کسی خوف کا لمحہ نہیں تھا بلکہ اسی لمحے اسے ملکیادیس کی آخری گانٹھ اپنے سامنے کھلتی نظر آئی۔ اس نے دیکھا کہ ان دستاویزات کا ایک حصہ انسان کے TIME AND SPACE کے بارے تھا۔ وہ تمام کہانی سمجھ گیا۔

"انسان کا ایک سرا درخت سے بندھا ہے اور دوسرا سرا چیونٹیاں اور دیمک کھا رہی ہیں۔"

ارلیانو اپنی زندگی کے کسی بھی عمل سے اتنا دکھی کبھی نہیں ہوا تھا کہ اپنے آباؤاجداد کو بھول گیا۔ اپنے آباؤ اجداو کا ورد بھول گیا۔ اس نے فرنینڈا کی طرح دنیا کے ہر عمل سے دور رہنے کے لئے تمام دروازے اور کھڑکیاں کراس لگا کر بند کر دیں۔ اسے علم تھا کہ اس کی اپنی قسمت ملکیادیس کی تحریروں میں موجود ہے۔ وہ ماقبل تاریخ کے درختوں، گدلے پانی

کے گڑھوں اور اڑتے کیڑوں سے بچ محفوظ ہیں۔ جنہوں نے کمرے میں' انسان کی موجودگی کا ہر نشان مٹا دیا تھا۔ وہ ان تحریروں کو باہر روشنی میں نہیں لا سکتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ آرام کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ وہ دوپہر کی روشنی میں پڑھتا رہا۔ جیسے وہ تحریریں سپینی زبان میں لکھی ہوں۔ اس نے ان دستاویزات کو اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ اس کے خاندان کی کہانی تھی۔ ملکیادیس نے اسے لکھا تھا۔ ایک سو سال پہلے کے واقعات بھی تفصیل سے تحریر ہوئے تھے۔ ملکیادیس نے اسے سنسکرت میں لکھا تھا۔ سنسکرت اس کی ماں بولی تھی۔ اس نے بادشاہ اگسٹن کے ذاتی کوڈ اور لیسی ڈومن ملٹری کوڈ میں بھی کچھ سطریں لکھی گئی تھیں۔ اسے امرانتا ارسلا سے محبت کے بارے جو الجھن تھی۔ وہ الجھن دور ہو گئی۔ ملکیادیس نے کہانی تاریخ اور وقت کے حوالے سے نہیں لکھی تھی بلکہ اس نے ایک سو سال کے ترتیب وار روزمرہ کے واقعات کو بنیاد بنایا تھا۔ اس نے پوری صدی ایک لمحے میں سمو دی۔

ان انکشافات میں ڈوبا' ارلیانو ان واقعات کو اونچی آواز میں پڑھتا رہا۔ یہ واقعات ملکیادیس نے ارکیدو کو سنائے تھے۔ ان میں اس کی پھانسی کی پیشن گوئی بھی شامل تھی۔

پھر اس نے وہ حصہ پڑھا جس میں اس دھرتی کی سب سے خوبصورت لڑکی کی پیدائش اور اس کی جسمانی اور روحانی طور پر آسمانوں کی طرف معراج کی کہانی تھی۔ پھر دو دیو قامت جڑواں بھائیوں کی کہانی پڑھی۔ انہوں نے یہ دستاویزات پڑھنا چھوڑ دیں تھیں۔ اس کی وجہ نااہلی نہیں تھی بلکہ ان کی کوششیں ابھی غیر پختہ تھیں۔

اس مقام پر آ کر وہ اپنے بارے جاننے کے لئے بے چین ہو گیا۔ ارلیانو آگے بڑھ گیا۔ پھر گرم ہوا چلی۔ ماضی کی چیخیں بلند ہوئیں۔ قدیم دور کی سرگوشیاں' طلسم اور سحر کی ٹھنڈی سانسیں' نسٹلجیا میں ان کی بازگشت طاقتور تھی۔ لیکن ارلیانو نے اس اور کوئی توجہ نہ دی کیونکہ اس وقت وہ اپنے نانا کے حوالے سے اپنے اصل کے قریب تھا جو کسی ہیجانی لمحے میں ایک خوبصورت عورت کے پیچھے مارا مارا پھر رہا تھا۔ وہ بعد میں اسے مطمئن نہیں کر سکی۔ ارلیانو اس شخص کو پہچان گیا۔ وہ اپنے وجود کے بارے جان گیا کہ وہ ایک شام' بچھوؤں اور زرد تتلیوں کے درمیان باتھ روم میں پروان چڑھنے والی محبت کا نتیجہ تھا۔ جہاں اس کا باپ اس کی باغی ماں کی بے قراری میں سکون بن کر اترا۔ وہ محبت کے اس کھیل میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ اسے ہوا کے دوسرے ملے کا احساس تک نہ ہوا۔ دروازے اور کھڑکیاں قبضے سے اکھڑ گئے۔ مشرقی طرف کی چھت اکھڑ گئی۔ بنیادیں تک ہل گئیں۔ پھر اسے پتہ چل گیا کہ

امرانتا ارسلا اس کی بہن نہیں تھی بلکہ اس کی خالہ تھی۔ اور سر فرانکس ڈریک نے صرف اس وجہ سے ریہوچا پر حملہ کیا تھا تاکہ خون کی ندیوں میں وہ دوسروں کو ڈھونڈھ سکے۔ یہ ایک حیوانی صورت تھی اور یہیں "انسانی سرا" بندھا تھا۔

ماکوندو میں پہلے ہی گرد مٹی اور روڑے کا قدیمی طوفان چلتا رہتا۔ بائبل کے طوفان کی طرح چکر لگاتا رہتا۔ جب ارلیانو نے وقت کو ضائع نہ کرنے کی نیت سے گیارہ صفحے آگے پڑھا۔ اس کو مکمل ادراک ہو چکا تھا۔ اب اسے اپنے زندہ ہونے کا احساس ہونے لگا بلکہ وہ پہلے بھی کبھی زندہ تھا۔

دستاویزات کا آخری صفحہ پڑھتے ہوئے یوں لگا جیسے وہ کسی بولتے آئینے کے سامنے ہو۔ پھر وہ اپنی موت کے حالات اور وقت کی پیشن گوئی کے صفحات کی طرف بڑھ گیا۔ آخری سطر تک پہنچنے سے قبل وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ آخری سانس تک اس کمرہ سے باہر نہیں نکلے گا۔ یہ بھی پیشن گوئی تھی کہ آئینوں کے شہر کو تیز ہوائیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ بستی لوگوں کے ذہن سے نکل جائے گی۔ صرف وقت کو ہیشگی اور دوام حاصل ہے۔ ارلیانو کے لئے دستاویزات پڑھنے کے بعد ان کاغذات پر لکھی ہر بات ہمیشہ سے غیرفانی اور امر تھی۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ واقعات دوبارہ وقوع پذیر نہیں ہو سکتے کیونکہ جو نسلیں ایک سو سال کی تنہائی کا شکار ہو جائیں۔ انہیں اس دھرتی پر زندہ ہونے کا دوسرا موقع نہیں ملتا۔

(غیر ملکی زبانوں سے خواتین ادیبوں کے منتخب افسانوں کے اردو تراجم)
عورت کتھا
انتخاب و ترتیب
یاسر حبیب
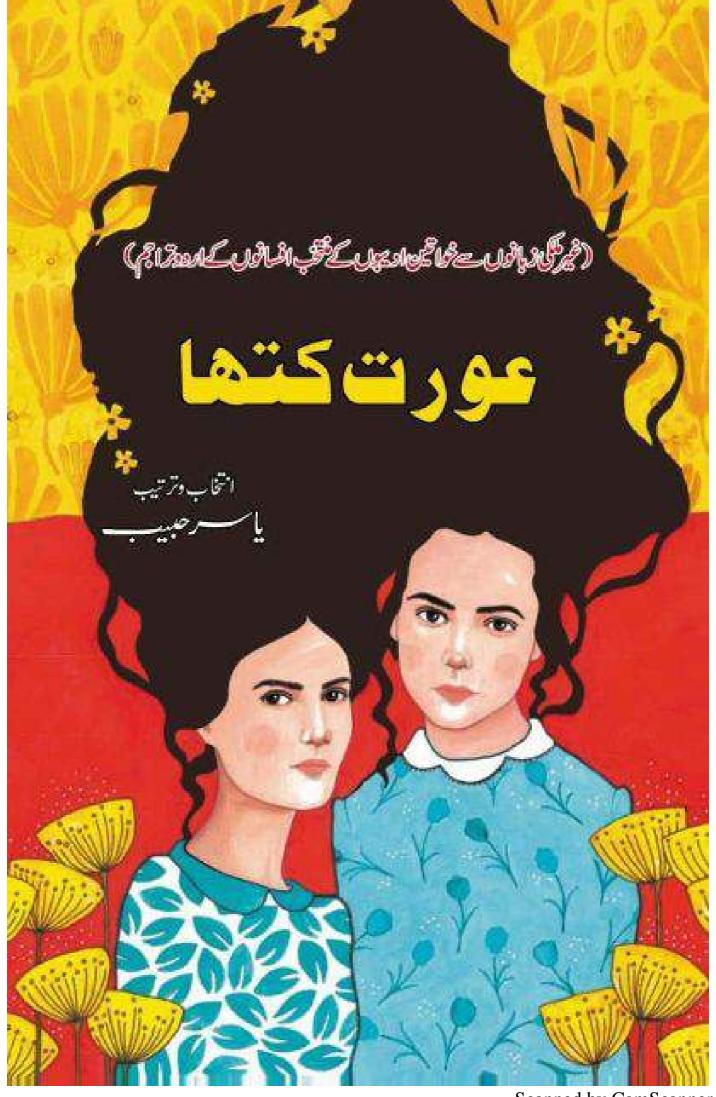
Writers

Africa

Fadila al-Faruq
Grace Ogot
Nawal El Saadawi
Mona Ragab
Leila Slimani
Rafiqat al-Tabi'a
Chimamanda Ngozi Adichie
Nadine Gordimer
Gcina Mhlophe
Nafila Dhahab

Asia

Selina Hossain
Feng Zhongpu
Anita Desai
Krishna Sobti
Devi Nangrani
Uma Devi
Alka sinha
Maitreyi Pushpa
Neena Paul
Mahadevi Verma
Nasira Sharma
Shobhaa De
Clara Ng
Mina Muhammadi
Sepideh Abraviz
Aliya Mamdouh
Hirabayashi Taiko
Layla Balabakki
Rukhsana Ahmad
Bina Shah
Sadia Shepard
Samiya Atut
Khayriya al-Saqqaf
Han Kang
Najiya Thamir
Mariam al-Saedi

South America

Lygia Fagundes Telles
Isabel Allende

Australia

Katharine Susannah Prichard
Katherine Mansfield

عورت کتھا۔ یہ کتاب معروف خواتین لکھاریوں کے ۴۳ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ غیر ملکی زبانوں کے ان افسانوں کے اردو تراجم، ۲۰ ترجمہ نگاروں کی کاوشیں ہیں۔ ۲۳ کے قریب افسانے بالخصوص اس کتاب کے لیے ترجمہ کیے گئے ہیں۔ ان افسانوں کی لکھاریوں کا تعلق براعظم افریقہ، ایشیا، جنوبی امریکا اور آسٹریلیا سے ہے۔ جن میں نوبل انعام یافتہ، مین بکر انٹرنیشنل انعام یافتہ، مین بکر انعام یافتہ اور دیگر معروف بین الاقوامی انعام حاصل کرنے والی ادیبائیں بھی شامل ہیں۔ موضوع، اسلوب اور دور کے لحاظ سے مختلف افسانوں انتخاب کیا گیا ہے۔ کلاسیکی اور عصری لکھاریوں کی تخلیق کا یہ انتخاب قارئین کو ضرور پسند آئے گا۔

Scanned by CamScanner